جلد اول

تجارت

کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا

حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق

آ - الف

مؤلف
مفتی محمد انعام الحق صاحب قاسمی
دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

بیت العمار کراچی

تجارت

کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا

حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق

مؤلف

مفتی محمد انعام الحق صاحب قاسمی

دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

۱

بیت العمار کراچی

صفحہ نمبر	عنوان

عنوان	صفحہ نمبر
۞ استصناع میں بنائی ہوئی چیز متعین ہوتی ہے یا نہیں؟............	۲۶۱
۞ استصناع میں تیار کیے ہوئے مال کا حکم............	۲۶۱
۞ استصناع میں سامان نہ لینے کا اندیشہ ہو تو اجارہ کا عقد کرے......	۲۶۳
۞ استصناع میں قیمت کی بروقت ادائیگی............	۲۶۳
۞ استصناع میں قیمت مقرر کرنا ضروری ہے............	۲۶۴
۞ استصناع میں مال تیار ہونے کے بعد............	۲۶۵
۞ استصناع میں مال تیار ہونے کے بعد نہ لینے کا اختیار ہوگا یا نہیں؟....	۲۶۶
۞ استصناع میں مبیع حوالہ کرنے کی جگہ متعین کرنا............	۲۶۶
۞ استصناع میں مبیع مسترد کرنے کی صورت میں واپس کرنے کا خرچہ کس پر ہوگا؟	۲۶۷
۞ استصناع میں مصنوعات کے اوصاف بیان کرنا............	۲۶۷
۞ استصناع میں وقت پر مبیع اٹھانا............	۲۶۷
۞ استعمال کی چیزوں کے چار درجے ہیں............	۲۶۸
۞ اسٹاپ آرڈر (Stop order)............	۲۶۹
۞ اسٹال میں شراکت داری کرنا............	۲۶۹
۞ اسٹامپ کی بیع............	۲۷۰
۞ اسراف سے بچیں مارکیٹنگ میں............	۲۷۰
۞ اسرائیل کے معاون مسلمانوں کے ساتھ کاروبار کرنا............	۲۷۱
۞ اسقاط خیار............	۲۷۳

عنوان	صفحہ نمبر

حضرت مولانا مفتی محمد عبد السلام صاحب چاٹگامی مدظلہ العالی

مفتی واستاذ الحدیث جامعۃ اہلیہ دار العلوم معین الاسلام ہاٹہزاری چاٹگام بنگلہ دیش

وسابق رئیس دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم! امّا بعد

یہ کہ ''کتاب تجارت کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا'' تالیف مولانا مفتی محمد انعام الحق صاحب کو بندہ نے سرسری نظر سے دیکھا ہے، اس موضوع پر اردو زبان میں دوسری کوئی کتاب اس سے قبل نظر سے نہیں گذری، ماشاء اللہ کتاب جیسی تاریخی ہے، فقہ اسلامی کا قدیم وجدید مسائل کا ایک انمول مجموعہ بھی ثابت ہوگا، نیز مدلل کتاب ہے اور انداز تحریر بھی شگفتہ اور دلکش ہے، اگر پوری کتاب مارکیٹ میں آجائے تو تجارت کے مسائل کا بڑا ذخیرہ سامنے آجائے گا، خاص کر مروجہ اسلامی بینکاری اور اس سے متعلق اجارہ کی بحث اور اسلامی بینک کا صحیح چہرہ سامنے آجاتا ہے اسی طرح ''آئی ایم ایف'' کی تفصیلات کو دیکھنے کے بعد اسلامی بینک کی حقیقت اور اس کی حقیقی روح واضح ہوجاتی ہے، اللہ تعالی تمام مسلمانانِ عالم خاص کر پاکستان اور بنگلہ دیش کے بعض خواص وعوام کو دینی بصیرت وفہم عطا فرمائے کہ وہ اسلامی بینک کے سودی کاروبار سے آگاہی حاصل کر کے اپنی اپنی غلطیوں سے واپس ہوکر صراط مستقیم پر گامزن ہوجائیں۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ۔

اللہ تعالی جناب مفتی صاحب زید مجدہ کو مزید دینی خدمات کے لئے توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین، وصلی اللہ تعالی علی النبی الامی وآلہ واصحابہ اجمعین الی یوم الدین۔

راقم

بندہ محمد عبد السلام چاٹگامی عفا اللہ عنہ

استاذ دار العلوم معین الاسلام

ہاٹہزاری، چاٹگام

۴/رجب/۱۴۴۱ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

اللہ رب العزت نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ ہمیں جس دین سے نوازا وہ ایک ابدی دین ہے اور انسانی زندگی کا پورا ضابطہ حیات (Complete Code of Life) ہے۔

جو دوسرے مذاہب کی طرح چند اخلاقی تعلیمات اور عبادات تک محدود نہیں بلکہ انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک بلکہ موت کے بعد جنت پہنچنے تک کے تمام معاشی، معاشرتی، سیاسی امور اور آخرت کی کامیابی کے تمام مسائل کے متعلق تفصیل سے رہنمائی کرتا ہے۔

اور اس بات میں رتی برابر شک نہیں کہ جب تک کسی معاشرہ کے معاشی اور مالی معاملات قرآن وسنت اجماع وقیاس کے مطابق نہ ہوں تب تک اس معاشرہ کی منصفانہ تشکیل ممکن نہیں، اس لیے قرآن وحدیث نے جہاں عبادات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی کریم ﷺ کی سنت کی اتباع کو ضروری قرار دیا ہے وہاں اپنی تجارت اور کاروباری سرگرمیوں کو بھی اللہ تعالیٰ کے احکام اور نبی کریم ﷺ کے طریقے کے تابع رکھنے کی تلقین کی ہے اور اس بارے میں نہایت عمدہ اور جامع اصول وضوابط عطا کئے ہیں، جن کی روشنی میں ہم اپنی معیشت اور نظام اقتصاد کو صحیح بنیادوں پر قائم کر سکتے ہیں، لیکن موجودہ دور میں سرمایہ دارانہ نظام پوری دنیا پر چھایا ہوا ہے، اور امت مسلمہ مجموعی حیثیت سے اسلام کی معاشی، اقتصادی اور تجارتی تعلیمات سے بے خبر، جاہل اور غافل ہے جس کی وجہ سے ہم معاشی اور تجارتی میدان میں دین حق کے فیوض وبرکات سے محروم ہیں اور مختلف قسم کے مسائل میں گرفتار ہو چکے ہیں۔

اور سرمایہ دارانہ نظام میں سرمایہ داروں کے دلوں میں رحمت اور شفقت نام کی کوئی چیز ہے ہی نہیں، سرمایہ دار کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف مال کمانا ہوتا ہے، خواہ وہ ہیروئن فروخت کر کے مال کمائے یا نائٹ کلب کھول کر روپیہ کمائے یا قتل وغارت کا بازار گرم کر کے اپنی حرص اور لالچ کے پیٹ کو بھرے، پھر مال وزر ہر وقت کسی نہ کسی خرابی کو ساتھ لاتا ہے، جو اس کی خصوصیت ہے۔

غرور، تکبر، شیخی اور گھمنڈ کے جذبات دماغ میں ہوتا ہے، اور حرص اور لالچ کے خون خوار جذبات کو جنم دیتا ہے تاکہ وہ غریب اور محتاج لوگوں کا خون چوس کر ان کو مزید غریب اور محتاج بنادے۔

آج پوری دنیا سرمایہ دارانہ نظام کی شیدائی بنی ہوئی ہے اور جمہوریت بھی اسی سرمایہ دارانہ نظام کی ایک فرع ہے آج یہود و نصاریٰ مسلم ممالک میں اس نظام کو رائج کرنے کے لئے مسلمانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہے ہیں، اور اس نظام کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ اس میں معاشرہ کی ساری دولت اور تمام مال وزر دولت مندوں اور اوپر کی سوسائٹی کے لوگوں کے ہاتھوں میں جمع ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے عام لوگ، کاشت کار، ہاری، مزدور، کاریگر روز بروز قلاش اور مفلس ہوتے چلے جاتے ہیں اور ان کی کمائی کی ساری دولت کھنچ کر دولت مندوں اور مالداروں کی تجوریوں میں چلی جاتی ہے، اور غریب مزدور امیروں کی عیش وعشرت اور فضول خرچی کے لئے جانوروں کی طرح سارا دن کام کرتا رہتا ہے لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ اس کا چولہا پھر بھی صبح سے شام تک بجھا رہتا ہے، اور ملک کے کارخانے دن رات کپڑے بنتے ہیں لیکن کپڑا بننے والے غریب اور مزدور کی بیٹیاں تار تار کو ترستی رہتی ہیں، زمین غلہ اور پیداوار اگل رہی ہے لیکن غریب کسان کے بچے رات کو بھوکے پیٹ سوتے ہیں۔

اس نظام کے مقابلہ میں اسلام نے ایک نظام دیا ہے جو انتہائی حکیمانہ متوازن، معاشی خوشحالی، اور حقیقی ترقی کا ضامن ہے اور اس کی خلاف ورزی خطرناک رجحانات اور ایسی معاشی برائیوں کو جنم دیتی ہے جو آہستہ آہستہ پورے معاشرے کو غیر یقینی صورت حال سے دوچار کر دیتی ہیں اس لیے اسلامی حکومت میں ان لوگوں کو تجارت اور کاروبار کرنے کی بالکل اجازت نہیں جو خرید وفروخت کے متعلق اسلامی احکام سے واقف نہ ہوں۔

خلیفہ ثانی امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

لایبع فی سوقنا إلا من تفقه فی الدین۔ (۱)

عن عمر قال: لایبع فی سوقنا هذا إلا من تفقه فی الدین۔ (۲)

ہمارے بازاروں میں وہی آدمی خرید وفروخت کرے جسے دین کے تجارتی احکام کی سمجھ ہو۔

مالکی مذہب کے مشہور و معروف فقیہ ابو عبداللہ محمد بن محمد بن العبدری الفاسی المالکی (ابن امیر الحاج) متوفی ۷۳۷ھ نے اپنی مشہور کتاب المدخل میں لکھا ہے کہ انہوں نے سید ابو محمد رحمہ اللہ کو ذکر کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے مراکش میں محتسب کو بازاروں میں گشت کرتے دیکھا ہے جو ہر دکان کے پاس جا کر ٹھہرتا اور دکان دار سے اس کے سامان سے متعلق لازمی احکام کے بارے میں پوچھتا اور یہ دریافت کرتا کہ ان میں سود کب شامل ہوتا ہے اور وہ اس سے کیسے محفوظ رہتا ہے اگر وہ صحیح جواب دیتا تو دکان اس کے پاس رہنے دیتا، اور اگر صحیح جواب نہ دے پاتا تو اسے دکان سے نکال دیتا اور کہتا تیرے لئے مسلمانوں کے بازار میں بیٹھنا ممکن نہیں

(۱) (جامع الترمذی (۲۲۲/۱) أبواب الوتر، باب ماجاء فی فضل الصلاة علی النبی، ط: مکتبه رحمانیه)

(۲) "ت" کنز العمال (۱۲۵/۴) کتاب البیوع، آداب متفرقة، رقم الحدیث: ۹۸۶۳، ط: مؤسسة الرسالة۔

ہے تو لوگوں کو سود اور حرام کھلائے گا۔

سمعت سيدي أبا محمد رحمه الله يذكر أنه أدرك بالمغرب المحتسب يمشي على الأسواق ويقف على كل دكان فيسأل صاحب الدكان عن الأحكام التي تلزمه في سلعه ومن أين يدخل عليه الربا فيها وكيف يتحرز عنها، فإن أجابه أبقاه في الدكان وإن جهل شيئا من ذلك أقامه من الدكان، ويقول: لا نمكنك أنك تقعد بسوق المسلمين تطعم الناس الربا أو ما لا يجوز انتهى۔ (۱)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ نے بھی اس شخص کو بازار سے نکال دینے کا حکم فرمایا تھا جو شریعت کے احکام نہ جانتا ہوتا کہ مسائل نہ جاننے کی وجہ سے لوگوں کو سود نہ کھلا دے۔

وقد أمر مالك رحمه الله بإقامة من لا يعرف الأحكام من السوقة لئلا يطعم الناس الربا۔ (۲)

کنز العمال میں صحیح سند کے ساتھ نقل ہے کہ ہمارے بازاروں میں صرف وہی آدمی خرید و فروخت کیا کرے جو دینی مسائل جانتا ہو۔

عن عمر قال: لايبع فی سوقنا هذا إلا من تفقه فی الدين۔ (۳)

فتاوی تاتارخانیہ میں فتاوی سراجیہ سے نقل کیا ہے کہ کسی شخص کا تجارت میں مشغول ہونا اس وقت تک جائز نہیں جب تک کہ وہ خرید و فروخت کے احکام کو نہ جان لے کہ کیا جائز ہے اور کیا ناجائز ہے۔

السراجية: لاينبغی للرجل أن يشتغل بالتجارة ما لم يعلم احكام البيع

---

(۱) (المدخل لابن الحاج، أبو عبدالله محمد بن محمد العبدری القاسی المالکی الشهير بابن الحاج (المتوفی:۷۳۷ھ) (۱۵۷/۱)، فصل فی اللباس، ط: دار التراث)

(۲) (المدخل لابن الحاج، (۱۵۷/۱)، فصل فی اللباس، ط: دار التراث)

(۳) "ت" "كنز العمال (۱۲۵/۴) كتاب البيوع، آداب متفرقة، رقم الحديث: ۹۸۶۳، ط: مؤسسة الرسالة.

والشراء، مایجوز ومالایجوز۔[۱]

حرام ذرائع سے مال حاصل کرنے سے انسان کی ساری محنت اور ریاضت برباد ہو جاتی ہے اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو سب سے بڑا عبادت گزار قرار دیا جو حرام کمائی سے اپنا دامن محفوظ اور مامون رکھے۔

ترمذی شریف میں ہے:

اتق المحارم تکن أعبد الناس۔[۲]

حرام کی ہوئی چیزوں سے بچوں سب لوگوں سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔

حلال رزق کھانے سے آدمی مستجاب الدعوات بنتا ہے، اور مستجاب الدعوات ایسے لوگوں کو کہتے ہیں جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

وروي عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: تليت هذه الآية عند رسول الله صلى الله عليه وسلم: يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا۔ (البقرة:۱۶۸) فقام سعد ابن أبي وقّاص رضي الله عنه، فقال: يا رسول الله ادع الله أن يجعلني مستجاب الدعوة، فقال له النبي صلى الله عليه وسلم: يا سعد أطب مطعمك تكن مستجاب الدعوة، والذي نفس محمّد بيده: إنّ العبد ليقذف اللقمة الحرام في جوفه ما يتقبل منه عمل أربعين يوماً، وأيما عبد نبت لحمه من سحتٍ فالنار أولى به۔ رواه الطبراني في الصغير۔[۳]

---

(۱) (الفتاوی التاتارخانیة(۲۳۵/۱۸)، کتاب الکراهیة، الفصل السابع والعشرون فی البیع والاستیام علی سوم الغیر، ط:مکتبہ زکریا، دیوبند، الهند)۔

(۲) سنن الترمذی(۵۰۵/۲)، أبواب الزهد، باب من اتقی المحارم فهو اعبد الناس، مکتبہ رحمانیہ۔

(۳) (الترغیب والترهیب للمنذری، کتاب البیوع وغیرها، الترغیب فی طلب الحلال والأکل منه۔۔۔ إلخ، (رقم الحدیث:۲۵۹۶)، (۱۹/۳)، ط: دار الحدیث القاهرة، ۱۴۳۱ھ-۲۰۱۰ء)۔

امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد رشید امام محمد حسن بن الشیبانی رحمہ اللہ سے ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ زہد اور تقوی کے بارے میں کوئی کتاب کیوں نہیں لکھتے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ''بیوع'' (خرید وفروخت) کے بارے میں ایک کتاب لکھ دی، اس کتاب کے مسائل کو ذہن میں رکھتے ہوئے جب کوئی شخص خرید وفروخت کرے گا اور ناجائز اور حرام سے بچے گا تو وہ زاہد اور متقی ہوگا، اس کی کمائی حلال ہوگی اور عمل اچھا ہوگا۔ (۱)

حضرت عطیہ سے منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لا يبلغ العبد أن يكون من المتقين حتى يدع ما لا بأس به حذرا لما به بأس۔ (۲)

بندہ اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا جب تک حرج والی چیزوں کے خوف سے وہ چیزیں بھی نہ چھوڑ دے جن میں کوئی حرج نہ ہو۔

امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے زہد کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''زہد یہ ہے کہ جب حلال میسر آئے تو شکر میں کوتاہی نہ کرے اور حرام میں واقع ہونے سے پرہیز کرے۔ (۳)

حلال روزی طلب کرنا فرض ہے، زراعت، تجارت، ملازمت اور محنت مزدوری سے کمائی کی جاسکتی ہے لیکن ان تمام چیزوں میں تجارت سب سے افضل اور

---

(۱) قد صنفت كتاب البيوع، ومراده بينت فيه مايحل ويحرم، وليس الزهد إلا الاجتناب عن الحرام والرغبة فى الحلال۔ (المبسوط للسرخسى، (۱۲/۱۱۰)، أنواع الربا، كتاب البيوع، ط:دار المعرفة، بيروت)۔

(۲) (سنن الترمذى، (۲/۵۲۳)، أبواب صفة القيامة، وفيه باب، ط:مكتبه رحمانيه)

(۳) موسوعة نضرة النعيم، (۶/۲۲۳۲)، بحواله المنهاج فى شعب الايمان للحليمى۔

سب سے بہتر معاش کا ذریعہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قال مالک: قال عمر بن الخطاب: علیکم بالتجارۃ، لا تفتننکم ھذہ الحمراء علی دنیاکم۔ (۱)

تم لوگوں پر تجارت کو اختیار کرنا لازم ہے، یہ گورے لوگ یعنی عجمی غلام تمہاری اس دنیا پر تمہارا امتحان نہ بن جائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے پہلے خود تجارت فرمائی، شراکت اور مضاربت پر کاروبار کیا، خلفاء راشدین کی اکثریت تجارت کرتی تھی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جاہلیت کے زمانہ میں ایک معروف ومشہور تاجر تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بصری تجارت کے لئے تشریف لے گئے۔

ابن سعد نے ''طبقات ابن سعد'' میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، تو دوسرے روز خلافت کے امور نمٹانے کے لیے خلافت کے دربار میں نہیں گئے بلکہ آپ ہاتھ پر کپڑے کے تھان رکھ کر بازار کی طرف جانے کے لئے نکلے، اتفاقاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا، انہوں نے آپ کو روک کر عرض کیا کہ آپ کے کاندھوں پر کل خلافت کا بار ڈالا گیا ہے اور آپ تجارت کے لیے بازار جا رہے ہیں، خلافت کا کام کون نمٹائے گا، اور آپ خلافت کی ذمہ داری کیسے ادا کریں گے؟ ان دونوں حضرات کا سوال بھی درست تھا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی جس مقصد کے لئے کپڑے کے تھان ہاتھ پر رکھ کر بازار جا رہے تھے وہ بھی صحیح تھا کیوں کہ ان

---

(۱) (البیان والتحصیل، (۱۸/۲۱۸)، ماجاء عن عمر بن الخطاب فی التجارۃ، ط: دار الغرب الاسلامی، بیروت، لبنان)

التراتیب الاداریۃ (۲/۱۸) القسم التاسع، باب تشدید عمر علی الصحابۃ فی ترکھم الاتجار الخ، ط: دار الارقم۔

کے اوپر پورے خاندان کی کفالت کی ذمہ داری تھی، اس سے بری الذمہ ہونا بھی ایک دینی فریضہ تھا، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے سوال کا جواب یہ دیا کہ پھر اپنے اہل وعیال کو کہاں سے کھلاؤں گا اور ان کی زندگی کی ضروریات کو کیسے پورا کروں گا؟ ان دونوں حضرات نے یہ جواب دیا کہ آپ خلافت کے امور نمٹائیں اور ہم آپ کے اہل وعیال کے لیے وظیفہ مقرر کردیں گے۔

أخبرنا مسلم بن إبراهيم قال: أخبرنا هشام الدستوائي قال: أخبرنا عطاء بن السائب قال: لما استخلف أبو بكر أصبح غاديا إلى السوق وعلى رقبته أثواب يتجر بها فلقيه عمر بن الخطاب وأبو عبيدة بن الجراح فقالا له: أين تريد يا خليفة رسول الله؟ قال: السوق. قالا: تصنع ماذا وقد وليت أمر المسلمين؟ قال: فمن أين أطعم عيالي؟ قالا له: انطلق حتى نفرض لك شيئا. فانطلق معهما ففرضوا له كل يوم شطر شاة وما كسوه في الرأس والبطن. فقال عمر: إليَّ القضاء. وقال أبو عبيدة: وإلي الفيء. قال عمر: فلقد كان يأتي عليَّ الشهر ما يختصم إليَّ فيه اثنان.[1]

دوسرے خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ایک تاجر تھے اور آپ دیبا اور ریشم کی تجارت کرتے تھے، آپ کے ساتھ کعب بن عدی التنوخی تجارت میں شریک تھے، آپ نے نہایت غور وفکر کے بعد تجارت میں قدم رکھا تھا، اور ایک بہترین تاجر تھے اور تجارت کے موقع پر موت آنا جہاد کے علاوہ اور تمام مواقع پر بہتر سمجھتے تھے۔

قریش کے اکثر لوگ تجارت پیشہ تھے، مکہ میں مختلف لوگ مختلف چیزوں کی تجارت کرتے تھے، عرب میں کسی بھی کاروبار میں کوئی عار نہیں سمجھی جاتی تھی کوئی بھی

(۱) (الطبقات الكبرى لابن سعد، (۱۳۷/۳)، طبقات البدريين من المهاجرين، ذكر بيعة أبي بكر، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

کام ہوا اُسے عزت اور شرافت کا باعث سمجھا جاتا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی ایک بہت بڑے تاجر تھے، اور ان کا تاجر ہونا تقریباً ہر شخص اچھی طرح جانتا تھا بلکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے میں تاجر تھے۔

عشرہ مبشرہ کی اکثریت تاجر تھی، اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام تجارت کو پسند کرتے تھے، اور روزی کمانے کے لئے تجارت کو افضل اور بہتر سمجھتے تھے۔

تجارت کے افضل اور بہتر ہونے میں کوئی شک نہیں لیکن تجارت شروع کرنے سے پہلے تجارت کے مسائل کو جاننا بھی ضروری ہے تاکہ شریعت کے مطابق تجارت کرنا ممکن ہو مثلاً جھوٹ نہ بولے، سچی جھوٹی کسی قسم کی قسمیں نہ کھائے، خرید و فروخت میں کسی کو دھوکہ نہ دے، ناپ تول میں کمی نہ کرے، اگر تاجران ہدایات پر عمل کرے گا تو قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ اٹھے گا۔

عن أبی سعید، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: التاجر الصدوق الأمین مع النبیین، والصدیقین، والشهداء۔[1]

قیامت کی نشانی

قیامت کے قریب مال ودولت کی حرص کی وجہ سے لوگوں میں حرام وحلال کی تمیز ختم ہوجائے گی، اور ہر شخص کی زندگی کا مقصد صرف مال اکھٹا کرنا رہ جائے گا، خواہ حلال اور جائز طریقہ سے اکھٹا ہو یا حرام اور ناجائز طریقہ سے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی جب کہ اسلام نے حرام طریقہ سے مال کمانے اور خرچ کرنے دونوں پر پابندی لگائی ہے۔ (ترمذی)

(۱) (سنن الترمذی، (۱/۲۲۹)، باب ماجاء فی التجار وتسمیة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایاهم، ط: قدیمی)۔

ایک اور حدیث میں ہے:

لیأتین علی الناس زمان لا یبالی المرء بما أخذ المال أمن حلال أم من حرام۔ [۱]

لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کرے گا کہ وہ حلال طریقے سے مال کمار ہا ہے یا حرام طریقے سے۔

قیامت کے دن

مال و دولت اللہ تعالی کا خاص فضل اور اس کی قابل قدر نعمت ہے، لیکن ہمارے دین نے مال و دولت حاصل کرنے کے لئے غلط اور ناجائز طریقے اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی بلکہ ہر مسلمان کو حلال اور جائز ذرائع استعمال کرنے کا مکلف اور ذمہ دار ٹھہرایا اور یہ فکر دی اور عقیدہ دیا کہ قیامت کے دن ہر شخص کو یہ حساب دینا ہوگا کہ اس نے مال کن ذرائع سے حاصل کیا تھا، حلال اور جائز طریقے سے یا ناجائز اور حرام طریقے سے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تزول قدما عبد یوم القیامة حتی یسأل عن عمره فیما أفناه، وعن علمه فیما فعل، وعن ماله من أین اکتسبه وفیما أنفقه، وعن جسمه فیما أبلاه۔ [۲]

قیامت کے دن انسان کے قدم اٹھ نہیں سکیں گے یہاں تک کہ اس سے یہ نہ پوچھ لیا جائے کہ اس نے اپنی عمر کن کاموں میں لگائی، اور علم کے مطابق کتنا عمل کیا، اور مال کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا، اور اپنے جسم کی توانائیاں کہاں کھپائیں۔

(۱) صحیح البخاری، (۱/۲۷۶)، کتاب البیوع، باب من لم یبال من حیث کسب المال، ط: قدیمی کتب خانہ۔

(۲) (سنن الترمذی، (۲/۵۰۸)، ابواب صفة القیامة، ط: مکتبہ رحمانیہ)۔

شریعت کی نظر میں حرام کمائی اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے عبادت اور دعا بھی بے اثر رہتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرتا ہے مٹی ملا ہوا پراگندہ بال ہوتا ہے، اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھا کر اے رب، اے رب کہتا ہے، جب کہ اس کا کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام، اور حرام سے ہی غذا دیا گیا، پھر اس کی دعائیں کیسے قبول ہوں۔ (۱)

تجارت صرف دنیاوی کام نہیں بلکہ یہ ایک بابرکت ذریعہ معاش اور بہترین پیشہ ہے، اس سے اللہ تعالی کے فضل و مہربانی کو تلاش کیا جاتا ہے، اور شریعت کے مطابق کاروبار کر کے اللہ تعالی کا قرب حاصل کیا جاتا ہے، اور اسلامی احکام کے خلاف کاروبار کر کے شیطان کو راضی کر کے اللہ کو ناراض کیا جاتا ہے، اور ایسا تاجر اس دنیا میں شیطان کا نمائندہ ہوتا ہے، اور جو شخص شیطان کا نمائندہ ہوتا ہے اس کی دنیا اور آخرت دونوں تباہ و برباد ہو جاتی ہیں اس لئے ہم نے تجارت کے مسائل کو حروف تہجی کی ترتیب سے اس کتاب میں مرتب کیا ہے تا کہ تجارت اور کاروبار کے مسائل کو سیکھ کر اس کے مطابق عمل کیا جا سکے اور دنیا اور آخرت دونوں جہان میں کامیابی حاصل کرنا آسان ہو سکے، اور بندہ کے لئے یہ کتاب صدقہ جاریہ بن جائے۔

اور آخر میں ان تمام حضرات کا شکر گزار ہوں جو اس کتاب کی تخریج، تصحیح کمپوزنگ، پروف ریڈنگ اور سیٹنگ میں شامل رہے، خاص طور پر مفتی شاہ نور الحسن، مفتی یوسف، مفتی ولی اللہ حسین اور حمزہ منصور تخریج میں شامل رہے، مفتی زبیر

---

(۱) ثم ذكر الرجل يطيل السفر اشعث اغبر يمد يديه إلى السماء يارب يارب ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذي بالحرام فأنى يستجاب لذلك۔ (مسلم، (۱/۳۲۶)، كتاب الزكوة، باب قبول الصدقة من الكسب الطيب، ط: قديمي)۔

شمس الضحی اور مفتی ذوالقرنین کمپوزنگ میں شریک رہے اور عزیزم محمد مرزوق انوار سلمہ سیٹنگ کے کام میں شامل رہے، اللہ تعالی سب کی محنتوں کو قبول فرمائے اور سب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

آمین بحرمة سيد المرسلين صلى الله عليه وعلى آله وصحبه اجمعين۔

کتبہ

محمد انعام الحق قاسمی

دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

۲۳ شعبان ۱۴۳۹ھ

۸ مئی ۲۰۱۸ء

اسلام

اسلام ایک مستقل دین اور مکمل نظام حیات ہے، جو انسان کو ایک ایسی زندگی گزارنے کا ضابطہ عطاء کرتا ہے، جس کی روشنی میں ایک قوم یا ایک فرد روحانی اور مادی اعتبار سے ترقی کی منزلیں نہایت آسانی کے ساتھ طے کر سکتا ہے، دیگر مذاہب جمود کے قائل ہیں، لیکن اسلام جمود کا قائل نہیں، بلکہ اسلام ایک حرکت (Dynamic) والا دین ہے جو ہر قسم کے پیش آنے والے حالات، اور ہر قسم کے معاملات پر غور وفکر کر کے قرآن وسنت کے بنیادی اصولوں کی روشنی میں اجتہاد اور استنباط سے کام لینے کی ترغیب دیتا ہے، اس کے ذریعہ ہر زمانہ میں نئے پیش آنے والے مسائل حوادث اور واقعات کے بارے میں مسلمان اپنے لیے نظام، ضابطہ اور راہ عمل مرتب کر سکتے ہیں۔

اسلام کا مقصد انسان کی بھلائی ہے، اور یہ بھلائی صرف دنیا کی زندگی تک محدود نہیں بلکہ اُخروی زندگی پر بھی محیط ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اصل زندگی اُخروی زندگی ہے دنیوی زندگی تو چند سال کے بعد ختم ہو جاتی ہے لیکن اخروی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے، اور نہ ختم ہونے والی زندگی ہے، اور ایک مسلمان کے لیے دنیا اور آخرت دونوں زندگیوں کا بہتر اور کامیاب ہونا ضروری ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو یہ دعا سکھائی ہے:

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ (۱)

(۱)(البقرة: ۲۰۱)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں اچھائی عطا فرما، اور آخرت میں بھی اچھائی عطا فرما، اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔

اور یہاں دنیا کی بھلائی سے مراد: عافیت، نیک بیوی، علم، عبادت پاکیزہ مال، نیک اولاد، صحت، دشمنوں پر فتح، نیک لوگوں کی رفاقت، اسلام پر ثابت قدمی اور ایمان پر خاتمہ ہے۔

اور آخرت کی بھلائی سے مراد: جنت، برے حساب، اور میدان حشر کے خوف وڈر سے سلامتی، حور عین، اور اللہ تعالی کے دیدار کی لذت ہے۔[1]

دنیوی زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کا مدار معاشی ترقی پر ہے اس لیے اسلام اپنے ماننے والوں کو معاشی جدوجہد میں حصہ لے کر غربت اور جہالت کو ختم کر کے معاشی طور پر ترقی کرنے کی ترغیب دیتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کاد الفقر أن یکون کفرا۔[2]

ترجمہ: فقر وغربت انسان کو کفر کے قریب پہنچا دیتی ہے۔

---

(۱) (ومنهم من يقول ربنا آتنا في الدنيا حسنة) يعني العافية والكفاف قاله قتادة أو المرأة الصالحة قاله علي كرم الله تعالى وجهه أو العلم والعبادة قاله الحسن أو المال الصالح قاله السدي أو الأولاد الأبرار أو ثناء الخلق قاله ابن عمر أو الصحة والكفاية والنصرة على الأعداء والفهم في كتاب الله تعالى أو صحبة الصالحين قاله جعفر۔ (وفي الآخرة حسنة) فقد قيل هي الجنة وقيل: السلامة من هول الموقف وسوء الحساب وقيل: الحور العين وهو مروى عن علي كرم الله وجهه وقيل: لذة الرؤية۔ (روح المعاني: (۲/ ۹۱)، البقرة: ۲۰۱، ط: دار احياء التراث العربي)

(ومنهم من يقول ربنا آتنا في الدنيا حسنة) الحسنة: مطلقة، والمعنى: أنهم سألوا الله في الدنيا الحالة الحسنة، وقد مثل المفسرون ذلك بأنها المرأة الصالحة، قاله علي. أو العافية في الصحة وكفاف المال، قاله قتادة. أو: العلم، أو العبادة، قاله الحسن. أو: المال، قاله السدي..... أو الرزق الواسع، قاله مقاتل. أو النعمة في الدنيا قاله ابن قتيبة أو القناعة بالرزق..... أو الأولاد الأبرار أو الثبات على الإيمان..... أو صحبة الصالحين۔ (تفسير البحر المحيط: (۲/ ۳۱۰)، البقرة، ۲۰۱، ط: دار الفكر بيروت)

(۲) (كنز العمال: (۶/ ۴۹۲)، رقم الحديث: ۱۶۶۸۲، حرف الزاء، كتاب الزكاة، الباب الثالث:

چنانچہ آج کل غربت کی وجہ سے بعض دفعہ لوگ عیسائی یا قادیانی ہو جاتے ہیں اور اپنی ایمانی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور آخرت کو تباہ و برباد کر کے جہنم کے گڑھے میں گر جاتے ہیں۔

عرب کی سرزمین

عرب کی سرزمین میں کوئی حکومت نہیں تھی، کوئی فوج اور پولیس نہیں تھی، ہر قبیلہ اپنی جگہ ایک آزاد مملکت کی حیثیت رکھتا تھا، اور وہ اپنی آزادی کا خود محافظ تھا، اس کا ہر فرد خود اعتمادی کا پیکر تھا، صرف مردوں میں نہیں بلکہ عورتوں میں بھی پوری پوری خود اعتمادی تھی، اس لیے ان میں کوئی معیشت کا نظام نہیں تھا، البتہ ان کی زندگی کا انحصار زیادہ تر تجارت پر تھا خاص طور پر مکہ میں رہنے والوں کا پیشہ تجارت تھا کیونکہ وہ علاقہ پانی اور سبزہ کے بغیر ایک وادی تھا، کھیتی باڑی کے لائق نہیں تھا، البتہ مدینہ کے رہنے والے لوگ کاشتکار تھے۔[1]

=في فضل الفقر والفقراء، الفصل الأول، ط: مؤسسة الرسالة)

حلية الأولياء: (۳/۵۳ و ۱۰۹) فمن الطبعة الأولى من التابعين، ۲۰۵ - يزيد بن ابان الرقاشي و ۲۲۱ - الحجاج بن الفرافصة، ط: دار الكتب العلمية۔

مشكاة المصابيح: (ص: ۴۲۹)، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الثالث، ط: قديمي۔

(۱) عن الزهري قال أخبرني سعيد بن المسيب وأبو سلمة بن عبد الرحمن أن أبا هريرة رضي الله عنه قال إنكم تقولون إن أبا هريرة يكثر الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وتقولون ما بال المهاجرين والأنصار لا يحدثون عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بمثل حديث أبي هريرة وإن إخوتي من المهاجرين كان يشغلهم صفق بالأسواق وكنت ألزم رسول الله صلى الله عليه وسلم على ملء بطني فأشهد إذا غابوا وأحفظ إذا نسوا وكان يشغل إخوتي من الأنصار عمل أموالهم وكنت امرأ مسكينا من مساكين الصفة أعي حين ينسون ۔۔۔ الحديث۔ (صحيح البخاري: (۱/۲۷۳)، كتاب البيوع، باب ماجاء في قول الله تبارك وتعالى: فإذا قضيت الصلاة فانتشروا في الأرض ۔۔۔ إلخ، ط: قديمي)

قوله: وإن إخوتي من الأنصار كان يشغلهم عمل أموالهم) فإن المراد بالعمل الشغل في الأراضي بالزراعة والغرس۔ (فتح الباري: (۵/۲۸)، كتاب الحرث والزراعة، باب ما جاء في الغرس، ط: دار المعرفة)=

جزیرہ نما عرب

جزیرہ نمائے عرب میں ساری کائنات میں افضل اور تمام انبیائے کرام کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے، لیکن اس علاقہ میں جہاں صرف جہالت بھری ہوئی تھی وہاں اس قوم میں ذہانت، فراست، شجاعت، بسالت، جود و سخاوت، حمیت وغیرت، فصاحت و بلاغت، اور وعدہ کر کے پورا کرنے کی عادت بھی خاص طور پر موجود تھی لیکن چونکہ ان کا رشتہ نبوت کے نور سے کٹا ہوا تھا اس لیے ان کی یہ ساری خوبیاں اور اچھی خصلتیں دوسرے ذلیل کاموں کے لیے وقف ہو کر رہ گئیں تھیں۔ (۱)

= وکان المهاجرون تجارا والأنصار أصحاب الزرع۔ (عمدة القاری: (۱۱/ ۲۳۱)، کتاب البیوع، باب قول اللہ تعالی: فإذا قضیت الصلاۃ فانتشروا فی الأرض۔۔إلخ، ط: دار الکتب العلمیة)

کان جل النشاط التجاری للعرب فی المدن، کانت لهم أسواق تجاریة موسمیة، تعرض فیها السلع المختلفة، وکان یحضر تلک الموسم من کان یرید التجارة والبیع والتجارة۔۔۔۔ ولقد تمیزت قریش بممارسة النشاط التجاری، حیث کانت التجارة هی النشاط الاقتصادی الرئیس لهم، والسبب فی ذلک هو أن مکة أرض صخریة لا ماء فیها ولا زرع۔ (الفقه الاقتصادی لأمیر المؤمنین عمر بن الخطاب (ص: ۳۲)، المبحث الثانی: عصر عمر رضی اللہ عنه، ط: دار الاندلس الخضراء)

قال العارف الفاسی فی تشنیف المسامع المعروف بالزراعة انما هم الانصار وأما قریش فانما لهم التجارة لا الفلاحة اذ لیست مکة بلاد زرع۔ (التراتیب الإداریة: (۲/ ۳۳)، القسم التاسع، الباب الأول فی ذکر من کان یتجر فی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم،۔۔۔ الزراعة والغراسة، ط: دار الأرقم بیروت)

والحاصل أن المهاجرین کانوا أصحاب تجارات والأنصار أصحاب زراعات۔ (مرقاة المفاتیح: (۱۰/ ۳۸) کتاب الفضائل والشمائل، باب فی المعجزات، الفصل الأول، ط: رشیدیه)

حاشیة السندی علی سنن النسائی: (۱/ ۳۴۸)، کتاب الزکاة، باب الحلی، ط: قدیمی

(۱) تأصلت لدی العرب فی الجاهلیة بعض الأخلاق الفاسدة، والأمور المنکرة الدنیئة ومن ذلک شرب الخمر والقمار۔۔۔۔ ومع ذلک فقد کان فیهم من الأخلاق الفاضلة والصفات المحمودة ما یثیر الإعجاب، ومن أهم تلک الصفات: الکرم، والوفاء بالعهد والشجاعة، والعزة، وإباء الضیم، والحلم والأناة، والنجدة، وغیر ذلک۔۔۔۔ ولما جاء الإسلام هذب أخلاق العرب وجعل الأخلاق الفاضلة من أفضل الأعمال وزجر عن الأخلاق الرذیلة۔ (الفقه الاقتصادی لأمیر المؤمنین عمر بن الخطاب (ص: ۳۳، ۳۴)، المبحث الثانی: عصر عمر رضی اللہ عنه، ط: دار الاندلس الخضراء)=

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ اور مقدس زندگی ہر آدمی کے لیے ہر حالت میں کامل ومکمل نمونہ ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، اخلاق اور اعمال کی دنیا میں سب سے بڑی مارکیٹ (Super Market) ہے، اس ہر جنس کے خریدار اور ہر چیز کے طلب گار کے لیے بہترین سامان موجود ہے۔[(۱)]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی

نبوت کے اعلان سے پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نہایت پاکیزہ اور معاملات نہایت کھرے اور تعلقات نہایت مضبوط اور پائیدار تھے، آپ کی ان صفات کی شہرت مکہ اور مکہ سے باہر پھیل چکی تھی، ہر کوئی آدمی آپ کی خوبیوں سے اپنی اپنی استعداد کے مطابق باخبر ہوا، کیونکہ پھول کی خوشبو اور مہک صرف چمن کی حدود کے اندر محدود نہیں رہتی بلکہ چمن کی حدود سے باہر بھی نکلتی ہے، اور چمن سے باہر راستہ پر چلتے ہوئے لوگوں کو بھی اپنی موجودگی کا پتہ دیتی ہے۔[(۲)]

= الرحيق المختوم: (ص: ۳۷) ديانات العرب، الأخلاق، ط: دار الهلال۔

التاريخ الإسلامي للدكتور إبراهيم الشريقي: (ص: ۱۹، ۲۰) الفصل الأول، العرب قبل ظهور الاسلام، ط: المكتبة الفاروقية)

(۱) قال تعالى: لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة (الأحزاب: ۲۱)

والأسوة: الاقتداء، فيلزم المسلم أن يجعل قدوته رسول الله صلى الله عليه وسلم وذلك باتباع سنته. (أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن: (۳۰۱/۷)، سورة محمد: ۲۴، ط: دار الفكر)

وعن جابر رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن الله بعثني لتمام مكارم الأخلاق وكمال محاسن الأفعال۔ رواه في شرح السنة: مشكاة المصابيح (ص: ۵۱۴)، كتاب الفضائل والشمائل، باب فضائل سيد المرسلين صلوات الله وسلامه عليه، الفصل الثاني، ط: قديمي)

(۲) كان محمد صلى الله عليه وسلم منذ نشأته مشهورا بالصدق والأمانة والوفاء لذلك أوكلت إليه السيدة خديجة بنت خويلد القيام بشئون تجارتها ـــــــ كان صلى الله عليه وسلم منذ نعومة أظفاره بعيدا عن دنس الجاهلية وفساد الذى غرق القوم في جحيمها۔ وفي سيرته قبل البعثة الدليل الذى =

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا اثر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام علوم کے جامع تھے، آپ نے دنیا کو جس طرح عبادات اور بندگی کی تعلیم دی اسی طرح دنیا میں رہنے کے طریقے بھی سکھائے، معاشرت، معاملات اور لین دین کے طریقے بھی بتائے، اس دنیا میں ہمیشہ سے یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ ہر فن کے لیے الگ الگ تعلیم گاہیں اور درس گاہیں ہوتی ہیں زراعت کے لیے الگ، میڈیکل، حکمت اور طب کے لیے الگ، انجینئرنگ کے لیے الگ، قانون اور وکالت کے لیے الگ، کامرس کے لیے الگ، غرض ہر فن اور ہر مادہ کے لیے الگ الگ درسگاہیں اور تعلیم گاہیں ہوتی ہیں اور جس فن کی کوئی تعلیم گاہ ہوتی ہے اس سے تعلیم حاصل کر کے اسی فن کے لوگ تیار ہو کر نکلتے ہیں، ڈاکٹری اور طب کے لیے الگ کالج ہوتا ہے، صنعت وحرفت کے لیے الگ درسگاہ اور زراعت و تجارت کے لیے الگ تعلیم گاہ ہوتی ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ہی درسگاہ اور ایک ہی تعلیم گاہ تھی اس میں مہاجرین اور انصار بلکہ پوری دنیا سے تعلق رکھنے والے صحابہ کرام طالب علم تھے کسی کا تعلق کسی ملک سے تھا، کسی کا تعلق کسی قبیلہ سے تھا، ایک ہی درسگاہ میں ایک ہی استاذ سے سب تعلیم حاصل کر رہے تھے، اسی مدرسہ میں تعلیم حاصل کر کے حضرت ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی، علی مرتضی

= لایقبل الجدل أنه خلق لیؤدی رسالة عظیمة، فمیزه الله بأخلاق وصفات لم یتحل بها غیره من عفة اللسان وطهارة الجنان وصدق الحدیث وقوة الأمانة، وكان لهذه الصفات الحمیدة الاحترام والإجلال من قومه علی اختلاف طبقاتهم حتی أنهم سموه بالأمین۔ لقد عرف قبل البعثة بعمق التفكیر ورجاحة العقل وسمو الخلق مالم یتوفر لغیره، فشاعت سجایاه بین قومه فی أوساط قریش الذین حكموا فی حل مشكلة الحجر الأسود۔ (التاریخ الاسلامی للدكتور ابراهیم الشریقی: (ص: ۲۷/۲۸)، الفصل الثانی: بزوغ فجر الإسلام، ط: المكتبة الفاروقیة)۔

البدایة والنهایة: (۸/ ۵۴۹، ۵۵۰)، كتاب دلائل النبوة، فصل: فی الدلائل المعنویة، ط: دار هجر۔

الرحیق المختوم: (ص: ۵۳)، السیرة الاجمالیة قبل النبوة، ط: دار الهلال۔

رضی اللہ عنہم اور معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ دنیا کی تاریخ میں بہترین حکمران بنے، جنہوں نے مشرق سے مغرب تک، افریقہ سے برصغیر پاک وہند تک فرمانروائی کی اور دنیا کے بڑے بڑے حکمرانوں کے عدل وانصاف اور دستور وقوانین کو بے اثر کر کے رکھ دیا، اور دنیا کا سیاسی نقشہ تبدیل کر کے رکھ دیا، خاص طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دنیا کی تاریخ میں سب سے پہلے اسلامی فلاحی مملکت قائم کی جس کی نظیر آج تک دنیا میں نہیں ملتی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تقریبا ساڑھے دس سال حکومت کی اور اور اپنی حکومت کے زمانہ میں لاکھوں مربع میل علاقہ فتح کر کے اسلامی ریاست کے حدود وسرحد میں اضافہ کیا جو مشرق میں افغانستان اور چین، مغرب میں تیونس اور اس سے آگے بڑھ کر شمالی افریقہ تک پہنچ گیا تھا، اسی طرح شمال میں اناطولیہ اور قزوین اور جنوب میں ''نوبہ'' کے شہروں تک اسلامی مملکت میں اضافہ کیا اسلام سے پہلے عرب میں کسی قسم کی منظم حکومت نہیں تھی، ہر قبیلہ کا الگ الگ رئیس اور سردار ہوتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک مرکزی قوت میں منظم کیا، اور ناقابل شکست بنا دیا۔ (۱)

دوسری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی درسگاہ اور تعلیم گاہ سے

---

(۱) ولقد قضى عمر رضي الله عنه في الخلافة عشر سنوات وستة أشهر تقريبا، وقد حقق إنجازات عظيمة في تلك الفترة، ولا يمكن الإحاطة بتلك الإنجازات في هذه العجالة لأن الحديث عن كل إنجاز يحتاج إلى بحث مستقل۔ وبصفة عامة، فإن عمر رضي الله عنه قد أظهر خلال فترة خلافته حسن السياسة والحزم والتدبير ووضع تنظيمات مالية وإدارية مهمة ورسم خطط الفتوحات، وسياسة البلاد المفتوحة ـــــ وقد غلب المسلمون في عهده دولتي فارس والروم، وفتحوا مصر، وأجزاء من أفريقيا، وغير ذلك، وأنشئت في عهده الكوفة والبصرة والفسطاط، وقسم الدولة إلى ولايات، وجعل لكل ولاية واليا۔ (الفقه الإقتصادي: (ص: ٢٧)، الفصل التمهيدي، المبحث الأول: حياة عمر رضي الله عنه، خامسا: استخلافه، ط: دار الأندلس الخضراء)

التاريخ الإسلامي للدكتور إبراهيم الشريقي: (ص: ٢٣)، الفصل الثالث: الفتوح في عهد الخلفاء الراشدين، شخصية عمر بن الخطاب، ط: المكتبة الفاروقية۔

حضرت خالد بن ولید، سعد بن ابی وقاص، ابوعبیدہ بن الجراح، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم وغیرہ جیسے سپہ سالار اور جرنیل پیدا ہوئے جنہوں نے چند ہی سالوں میں مشرق ومغرب کی دو ظالم، قاتل اور گنہگار سپر پاوروں کو الٹ پلٹ کر کے رکھ دیا، ان کی سنہری اور تاریخی بہادری اور کارناموں کی شہرت آج بھی لوگوں کو یاد ہے۔ (۱)

فارس کے فاتح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عراق اور ایران کے بادشاہوں کا تاج اتار کر اسلام کے قدموں میں ڈال دیا حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرعون کی سرزمین مصر کو رومن حکومت سے چھین کر اسلامی مملکت میں شامل کر دیا۔ (۲)

---

(۱) كانت معركة اليرموك على أشدها عند ما تولى الخلافة عمر بن الخطاب وبقيادة البطل خالد بن الوليد حققت الجيوش الإسلامية انتصارات رائعة أكسبت الدولة الإسلامية الفتية هيبة ومكانة. وكان خالد قائدا شجاعا حاذقا بفنون الحروب وأساليبها، خاض الكثير من المعارف فاكسبته خبرة واسعة، وخشية من افتتان المسلمين به أرسل الخليفة عمر كتابا إلى خالد يأمره بتسليم قيادة الجيوش إلى عبيدة ابن الجراح، ولما وصله خاف إظهاره حتى لا تهن عزائم الجنود، فأبقاه حتى تم النصر في معركة اليرموك الحاسمة. ثم سلم القيادة إلى أبي عبيدة وبقي معه يعمل جنديا في سبيل واجبه الديني والوطني.
وبعد هزيمة جيوش الروم وإبادة القسم الأكبر من كتائبها على ضفاف اليرموك وفي المرتفعات الجبلية وقرب درعاز حفت القوات الإسلامية بقيادة أبي عبيدة إلى دمشق فاحتلتها ومنها تابعت الزحف إلى المدن الأخرى فسقطت، واستمرت في ملاحقة فلول جيوش هرقل امبراطور (الروم) حتى بلغت جبال طورس وبذلك انتهت سيطرتها على سوريا وفلسطين.
وفي الوقت الذي كان الجيش الإسلامي بقيادة أبي عبيدة بن الجراح يطارد قوات الروم المدحورة كان عمرو بن العاص يواصل سيرة باتجاه بيت المقدس بعد أن انتصر على الروم في موقعة أجنادين، وعند ما بلغت قواته المدينة المحصنة حاصرتها و طال حصارها عند ئذ طلب البطريرك صفرونيوس تسليمها على أن يحضر الخليفة عمر بنفسه فحضرت عمر من المدينة المنورة. (التاريخ الإسلامي للدكتور إبراهيم الشريقي: (ص:۵۸_۵۹)، الفصل الثالث: سير مراحل الفتوحات الإسلامية، ط: المكتبة الفاروقية).
(۲) أعدا لخليفة عمر الجيوش لفتح فارس، وقد تولى سعد بن أبي وقاص قيادتها، فنزل بها في القادسية... وبعد شهرين واصل الجيش سيرة إلى المدائن ودخل القائد المسلم سعد بن أبي وقاص قصر كسرى الابيض وهو يقرأ قوله تعالى: " كم تركوا من جنات وعيون وزروع ومقام كريم "

تیسری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس درسگاہ سے تاجروں کی ایک جماعت تیار ہوئی، جنھوں نے کاروباری دنیا میں اپنا لوہا منوایا، لیکن عجیب بات یہ ہے کہ یہ تجارت اور کاروبار انہیں اللہ کے ذکر، شریعت کی پابندی اور آخرت کے حساب وکتاب سے غافل نہ کرسکی۔ (۱)

اسبابِ معیشت

معیشت کے اسباب میں سے سب سے افضل سبب تجارت ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث میں اس کی بڑی تعریف کی، اور آپ نے خود بھی تجارت کی اور تجارت کو پسند فرمایا، اس وجہ سے تجارت اسلامی نظام معیشت کا سب سے بڑا جزء ہے۔ (۲)

= ونعمة كانوا فيها فاكهين ـــــ ثم تابعت الجيوش الإسلامية سيرها واستولت على بلاد فرس۔
في أواخر عام ۶۳۹ء توجه عمرو بن العاص إلى مصر لفتحها بعد أن استأذن الخليفة عمر بن الخطاب، وكان جيشه قومه أربعة آلاف مقاتل سار بهم من فلسطين بمحاذاة الساحل، وتمكن من الاستيلاد على بلبيس ـــ إلخ۔ (التاريخ الإسلامي للدكتور إبراهيم الشريقي: (ص: ۵۹۔۶۰)، الفصل الثالث: سير مراحل الفتوحات الإسلامية، ط: المكتبة الفاروقية)۔

(۱) عن عمرو بن دينار قال: كانت غلة طلحة بن عبيد الله كل يوم ألفا وافيا۔ (المعجم الكبير للطبراني: (۱/۱۱۲)، رقم الحديث: ۱۹۶، نسبة طلحة بن عبيد الله، من فضائله رضي الله عنه، ط: مكتبة ابن تيمية، القاهرة)

☐ مجمع الزوائد: (۹/۱۴۸)، رقم الحديث: ۱۴۸۰۹، كتاب المناقب، باب مناقب طلحة بن عبيد الله رضي الله عنه، ط: مكتبة القدس، القاهرة۔

☐ حلية الأولياء: (۱/۸۸)، المهاجرون من الصحابة، طلحة بن عبيد الله، ط: دار الكتب العلمية۔

(۲) ورد: "التاجر الصدوق لا يحجب من أبواب الجنة"۔ وورد أيضا: "التاجر الصدوق تحت ظل العرش يوم القيامة"۔ وبهذه الأحاديث يستدل على ما قاله جماعة من أصحاب الشافعي رضي الله تعالى عنه من أن التجارة أفضل من الزراعة وأفضل من الصنعة، ويدل له أيضا أنه صلى الله عليه وسلم اتجر مرات ولم يثبت عنه أنه زرع ولا أنه كانت له صنعة والله سبحانه وتعالى لا يختار لنبيه صلى الله عليه وسلم إلا الأفضل۔ (الفتاوى الحديثية: (ص: ۴۳)، مطلب في أن التجارة أفضل من الزراعة، ط: دار المعرفة)۔

تجارت

تجارت ہر قوم کی اقتصادی اور معاشی قوت اور طاقت ہے، اس کی کمزوری اور بربادی قوم کی کمزوری اور بربادی سمجھی جاتی ہے، اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تجارت کرنے کی ترغیب دی، اور اپنی زندگی میں اگر ضرورت محسوس کی تو اسلام کے دشمنوں کی اقتصادی اور تجارتی ناکہ بندی کرنے سے گریز نہ کیا اگرچہ پھر ان کی اقتصادی اور تجارتی ناکہ بندی کو بالکل ختم کر دیا۔ (۱)

قوم کی ترقی

ہر قوم کی ترقی کے لیے تجارت ایک اہم اور نہایت ضروری چیز ہے، اگر یہ نہ ہو تو قوم بدحال اور خستہ حال ہو جاتی ہے، اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی تجارت کی، اور لوگوں کو بھی تجارت کرنے کی ترغیب دی کیونکہ معاشیات کی پختہ حالی قوم کی ترقی کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے، اور قوموں کی مضبوطی، فارغ البالی اور خوش حالی تجارت ہی سے ہوتی ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ

---

(۱) وكانت التجارة حياة الاقتصادي الهلنستي، فهي التي أوجدت الثروات الكبرى، وشادت المدن العظيمة، واستخدمت نسبة متزايدة من السكان الآخذين في الازدياد۔ (قصة الحضارة: (۸/ ۳۲)، ط: دار الجيل)

روي أن النبي صلى الله عليه وسلم منّ على ثمامة بن أثال الحنفي حين أسره المسلمون وربطوه بسارية من سواري المسجد. فخرج إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: ما وراءك يا ثمامة؟ فقال: إن عاقبت عاقبت ذا ذنب، وإن مننت مننت على شاكر، وإن أردت المال فعندي من المال ما شئت. فمن عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم بشرط أن يقطع الميرة عن أهل مكة. ففعل ذلك حتى قحطوا۔ (شرح السير الكبير: (۳/ ۱۲۸۔ ۱۲۹)، باب قتل الأسارى والمن عليهم، ط: دار الكتب العلمية)۔

قال القاری تحت هذا الحديث: فانصرف إلى بلده ومنع الحمل إلى مكة حتى جهدت قريش فكتبوا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم يسألونه بأرحامهم أن يكتب إلى ثمامة يحمل إليهم الطعام ففعل رسول الله صلى الله عليه وسلم ۔ (مرقاة المفاتيح: (۷/ ۲۷۰)، شرح رقم الحديث: ۳۹۶۳، كتاب الجهاد، باب حكم الأسراء، الفصل الأول، ط: رشيديه)

علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آنے کے بعد مکہ کے قریش کی اقتصادی ناکہ بندی کرنے کی کوشش کی، جو جنگ بدر کی سب سے بڑی وجہ تھی۔ (۱)

نفع کے لیے تجارت کرنا

دین اسلام میں ہر فرد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مال اور مِلک کو کاروبار میں لگا کر نفع کمائے، اور اپنی ملکیت اور مال میں اضافہ کرے، اور ہر شخص اپنے مال سے خود بھی تجارت کر سکتا ہے اور دوسرے امانت دار، دیانت دار کاروباری شخص کے ذریعہ بھی اپنی منشا پوری کر سکتا ہے۔

اسلام نے اس کی ترغیب بھی دی ہے اور اس کے فضائل اور برکات بھی قرآن وحدیث میں ذکر کیے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ (۲)

ترجمہ: پس جب تمہاری نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ، اور اللہ کے فضل (مال، تجارت اور رزق) کو تلاش کرو یعنی حاصل کرو۔

اس آیت میں تجارت اور رزق کے طلب کرنے کو اللہ کے فضل سے تعبیر کیا گیا ہے۔

---

(۱) وذكر بن سعد أن المطلوب في هذه الغزاة هي عير قريش التي صدرت من مكة إلى الشام بالتجارة ففاتهم وكانوا يترقبون رجوعها فخرج النبي صلى الله عليه وسلم يتلقاها ليغنمها فبسبب ذلك كانت وقعة بدر۔ (فتح الباری: (۷/ ۲۸۱)، کتاب المغازی، باب غزوة العشيرة أو العسيرة، ط: دار المعرفة)۔

وفي مكان يقال له بدر يقع على بعد ۱۶۰ ميلا جنوب غرب المدينة المنورة كان بمثابة محطة رئيسية لقوافل قريش المتنقلة بين مكة والشام نشبت معركة بين المسلمين وقريش في السنة الثامنة من الهجرة وسببها أن المسلمين خرجوا للاستيلاء على قافلة تجارية لقريش التي استولت على أموالهم وصادرتها في مكة۔ (التاريخ الإسلامي للدكتور إبراهيم الشريقي: (ص: ۳۷)، الفصل الثاني: بزوغ فجر الإسلام، ط: المكتبة الفاروقية)۔

(۲) (جمعة: ۱۰)۔

تجارت کی اہمیت

معیشت کے اسباب اور وسائل میں سب سے افضل سبب اور وسیلہ تجارت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث میں تجارت کی بڑی تعریف کی، اور آپ نے خود بھی تجارت کی اور تجارت کو پسند فرمایا، اس وجہ سے تجارت اسلامی معیشت کا سب سے بڑا اور اہم جزء ہے، بلکہ احناف کے نزدیک جہاد کے بعد معیشت کا افضل طریقہ تجارت ہے۔ (۱)

اور معیشت کے تین ذرائع ہیں: تجارت، زراعت اور اجارہ (ملازمت) اور ہر ایک کے فضائل میں بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں، بعض حضرات نے اس میں صنعت وحرفت کو بھی شامل کیا ہے۔ (۲)

---

(۱) ورد: "التاجر الصدوق لا يحجب من أبواب الجنة". وورد أيضا: "التاجر الصدوق تحت ظل العرش يوم القيامة". وبهذه الأحاديث يستدل على ما قاله جماعة من أصحاب الشافعي رضي الله تعالى عنه من أن التجارة أفضل من الزراعة وأفضل من الصنعة، ويدل له أيضا أنه صلى الله عليه وسلم اتجر مرات ولم يثبت عنه أنه زرع ولا أنه كانت له صنعة والله سبحانه وتعالى لا يختار لنبيه صلى الله عليه وسلم إلا الأفضل۔ (الفتاوى الحديثية:(ص:۴۳)، مطلب في أن التجارة أفضل من الزراعة، ط: دار المعرفة)۔

وقد صح عند أصحاب السير أن النبي صلى الله عليه وسلم اتجر لخديجة رضي الله تعالى عنها لكن قبل البعثة ــــــ ومن هنا قال أصحابنا: أفضل الكسب بعد الجهاد التجارة۔ (البحر الرائق: (۵/ ۱۲۳)، كتاب البيع، ط: سعيد)

(أفضله) أي الكسب (الجهاد) لأن فيه الجمع بين حصول الكسب وإعزاز الدين وقهر عدو الله (ثم التجارة) لأن النبي صلى الله عليه وسلم حث عليها، فقال: التاجر الصدوق الأمين مع الكرام البررة۔ (مجمع الأنهر: (۴/ ۱۸۳)، كتاب الكراهية، فصل في الكسب، ط: دار الكتب العلمية)۔

الاختيار لتعليل المختار: (۴/ ۱۷۱)، كتاب الكراهية، فصل في الكسب، ط: دار الكتب العلمية۔

(۲) ثم المكاسب أربعة: الإجارة والتجارة والزراعة والصناعة، وكل ذلك في الإباحة سواء عند جمهور الفقهاء رحمهم الله۔ (المبسوط للسرخسي: (۳/ ۲۵۸ـ۲۵۹)، كتاب الكسب، ط: دار المعرفة)۔

تحفة الملوك: (ص: ۲۶۸)، كتاب الكسب والأدب، ط: دار البشائر الإسلامية۔

الموسوعة الفقهية: (۳۴/ ۲۲۸)، حرف الكاف، المادة: كسب، ط: وزارة الأوقاف والشؤون الإسلامية، الكويت۔

اسلامی حکومت کے فرائض میں یہ داخل ہے کہ وہ اپنے ملک میں تجارت کی توسیع کے لیے ہر ممکن کوشش کرے، بلکہ موجودہ دور میں تجارت کو ہر چیز پر فوقیت حاصل ہے اور دنیا میں تمام امیر ملک تجارت کی وجہ سے امیر ہوئے ہیں۔ (۱)

اس دنیا میں تجارت تمام معاشی اعمال میں سب سے بڑا وسیلہ معاش ہے، اور تمدن، تہذیب اور شہر میں زندگی گزارنے کے لیے سب سے بڑا ذریعہ ہے اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث میں تجارت کی بڑی ترغیب دی ہے کیونکہ اقتصادی اور معاشی نظام کی ترقی کا راز سب سے زیادہ تجارت ہی میں مضمر ہے، جو قوم یا ملک جس قدر تجارت میں دلچسپی لیتی ہے وہ قوم یا ملک اسی قدر معاشی اور اقتصادی طور پر ترقی کرتی ہے، اور جس ملک یا قوم کو تجارت میں دلچسپی نہیں ہوتی وہ اقتصادی میدان میں ہمیشہ دوسروں کے محتاج رہتے ہیں، اور اسی راستہ سے دوسری قومیں اور دوسرے ممالک والے ان کے تمدن، تہذیب، معیشت اور اقتصادیات اور سیاست بلکہ مذہب پر بھی قابض ہو جاتے ہیں اور ان کو غلام بنا کر خود مختار حکومت بنالیتے ہیں، جیسا کہ برصغیر پاک وہند میں انگریزوں نے قبضہ کیا اور ہندوستان میں تقریباً دوسو سال تک حکومت کی۔ (۲)

---

(۱) يقول شيخ الإسلام ابن تيمية: إن هذه الصناعات فرض على الكفاية، فإنه لاتتم مصلحة الناس إلا بها ــــ فإذا كان الناس محتاجين إلى فلاحة قوم أو نساجتهم، أو بنائهم، صار هذا العمل واجبا يجبرهم ولي الأمر عليه ـ إذا امتنعوا ـ بعوض المثل۔ (الفقه الاقتصادى: (ص: ۴۹)، المبحث الثاني بأهمية الإنتاج وأهدافه، ط: دار الاندلس الخضراء)۔

☐ الحسبة في الإسلام أو وظيفة الحكومة الإسلامية لابن تيمية، (ص: ۲۴ـ ۲۶)، فصل مسؤولية المحتسب، ط: دار الكتب العلمية۔

(۲) يعتبر الإنتاج أهم وسائل تحقيق الاستقلال الاقتصادى: لأن الأمة المنتجة لاحتياجاتها تتحرر من ربقة التبعية الاقتصادية، بينما تظل الأمة المستهلكة حبيسة التبعية الاقتصادية، ضعيفة القدرة على التطور الذاتي المستقل عن الاعتماد على العالم الخارجي۔ إن الاستقلال السياسي والحضاري لايتم بدون الاستقلال الاقتصادى ولا يستطيع أمة من الأمم أن تقوم بدورها السياسي والحضاري =

انگریز ہندوستان میں تجارت ہی کی غرض سے آیا تھا، اور آج بھی امریکہ
یورپی ممالک تجارت کی راہ سے دنیا پر اپنی مطلق العنان حکومت مضبوط کر رہے ہیں
اس لئے جو ملک یا قوم تجارت نہیں کرے گی وہ آج نہیں تو کل ضرور غلام بن کر رہے
گی اور بہت ہی جلد انتہائی ذلت کے گڑھے میں گر کر تباہ و برباد ہو جائے گی۔

تجارت کو ضروری سمجھو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عجمی گورے غلام تجارت کرتے تھے
اور عرب تجارت کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر
رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

علیکم بالتجارة لاتفتننکم هذه الحمراء علی دنیاکم۔[1]

ترجمہ: تجارت کو ضروری سمجھو، ایسا نہ ہو کہ یہ سرخ رنگ کے عجمی گورے غلام
تمہاری دنیا پر امتحان بن جائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ بازار تشریف
لائے، بازار میں انہوں نے دیکھا کہ تجارت کرنے والے عام طور پر باہر کے لوگ
اور عام عوام ہیں، یہ دیکھ کر آپ غمگین اور پریشان ہوئے جب خاص خاص لوگ
اکٹھے ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے یہ بات بیان کی، لوگوں نے
امیر المؤمنین کی یہ بات سن کر عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے فتوحات اور مالِ غنیمت کی وجہ
سے تجارت کرنے سے ہم کو مستغنی کر دیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر

= کما ینبغی مالم یتحقق استقلالها الاقتصادی۔ (الفقه الاقتصادی: (ص: ۵۸)، الباب الأول: أصول
الاقتصاد، المبحث الثاني، المطلب الثاني: أهداف الانتاج، ط: دار الأندلس)
أنظر أیضا الحاشیة السابقة۔

(۱) (التراتیب الإداریة: (۱۸/۲)، القسم التاسع، باب تشدید عمر علی الصحابه فی ترکهم الاتجار
لغیرهم، ط: دار الأرقم۔

تم لوگ ایسا کرو گے تو تمہارے مرد اُن کے مردوں کے، اور تمہاری عورتیں ان کی عورتوں کی محتاج ہو جائیں گی۔

علامہ عبدالحی کتانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست اس امت کے بارے میں بالکل درست ثابت ہوئی کیونکہ جب اس امت نے شریعت کے مطابق تجارت کرنا چھوڑ دی تو اس کو غیروں نے اختیار کرلیا اور امت مسلمہ غیر مسلموں کی محتاج ہو کر رہ گئی اور یہ چھوٹی سے چھوٹی چیز سے لے کر بڑی سے بڑی چیز تک دوسروں کے محتاج ہو گئے۔ (۱)

ہجرت کے بعد سب سے پہلا کام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، تو سب سے پہلا کام مسجد بنانے کا فرمایا، پھر آپ نے پوچھا کہ بازار کہاں ہے؟ تو صحابہ کرام نے یہودیوں کے بازار کی طرف اشارہ کیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

(۱) ورد أن عمر بن الخطاب دخل السوق في خلافته فلم ير فيه في الغالب الا النبط فاغتم لذلك فلما أن اجتمع الناس أخبرهم بذلك وعذلهم في ترك السوق فقالوا ان الله أغنانا عن السوق بما فتح به علينا فقال رضي الله عنه والله لئن فعلتم ليحتاج رجالكم الى رجالهم ونساؤكم الى نسائهم ــــــ قلت صدقت فراسة عمر في هذه الامة فإنها لما تركت التجارة بطرقها المشروعة المرغوبة واساليبها الناجحة تلقفها الغير فأصبحت الامة عالة على غيرها رجالنا على رجالهم ونساؤنا على نسائهم في كل شيء من الابرة والمخيط الى ارفع شيء وأثمنه۔ (التراتيب الإدارية: (۳/۱۸-۱۹)، القسم التاسع، باب تشديد عمر على الصحابه في تركهم الاتجار لغيرهم، ط: دار الأرقم)۔

وإذا كان تلك خشية عمر رضى الله عنه من التبعية الاقتصادية فيما بين المسلمين فمن باب أولى أن تكون الخشية من التبعية الاقتصادية لغير المسلمين أشد وأضر ــــــ ويؤكد واقع المسلمين اليوم ما حذر منه عمر رضى الله عنه حيث انصرف كثير من المسلمين۔ في هذا العصر۔ عن مزاولة النشاطات الإنتاجية، واعتمدوا على السلع المستوردة، فأصبحوا عالة على غيرهم فى أهم احتياجاتهم، بل كم من سلع مهمة يحتاجها المسلمون اليوم، فيمتنع منتجوها من تصديرها إلى ديار المسلمين۔ (الفقه الاقتصادى لعمر بن الخطاب: (ص: ۵۹)، الباب الأول: أصول الاقتصاد، سادسا: التحرز من التبعية الاقتصادية، ط: دار الأندلس)۔

مسلمانوں کے لیے ایک خاص جگہ پر بازار بنانے کا حکم دیا، پس مسجد اور بازار پہلی
چیزیں ہیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دولت اسلامیہ میں تعمیر کروایا، پس
اس میں مسلمانوں کی اجتماعی اور اقتصادی زندگی کے مستقل ہونے کی طرف اشار
ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارے بازار ہیں پس ان میں کوئی چ
کم نہ کی جائے اور نہ ان پر خراج (لگان وٹیکس) مقرر کیا جائے۔ (١)

تجارت کے ذریعہ سے کمانا

قرآن وحدیث میں تجارت کے ذریعہ کمانے پر زور دیا گیا ہے، اور اس
مقصد کے لیے مختلف ممالک اور علاقوں کے سفر کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، اور
اسے اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنے سے تعبیر کیا گیا ہے، اور تجارت کی غرض سے سفر
کرنے والوں کو اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے مجاہدین کے ساتھ ذکر کیا
گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِن فَضْلِ اللَّهِ وَآخَرُونَ
يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ۔ (٢)

---

(١) مسجد قباء في بني عمرو بن عوف كان مربدا لكلثوم بن الهدم، فأعطاه رسول الله صلى الله عليه وسلم فبناه مسجدا وأسسه وصلى فيه قبل أن يدخل المدينة حين قدومه من مكة۔ (البحر العميق: (٥/ ٢٨١١)، الباب العشرون: في تاريخ المدينة، الفصل السابع: المساجد التي صلى فيها النبي صلى الله عليه وسلم، ط: مؤسسة الريان)۔

وأقام رسول الله صلى الله عليه وسلم بقباء أربعة أيام ـــــــ وأسس مسجد قباء وصلى فيه وهو أول مسجد أسس على التقوى بعد النبوة۔ (الرحيق المختوم: (ص: ١٥٦)، هجرة النبي صلى الله عليه وسلم، ط: دار الهلال)۔

عن أبي أسيد، أن أبا أسيد حدثه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ذهب إلى سوق النبيط، فنظر إليه فقال: "ليس هذا لكم بسوق"، ثم ذهب إلى سوق فنظر إليه، فقال: "ليس هذا لكم بسوق"، ثم رجع إلى هذا السوق فطاف فيه، ثم قال: "هذا سوقكم، فلا ينتقصن، ولا يضربن عليه خراج" (سنن ابن ماجه (ص: ١٦١)، أبواب التجارات، باب الأسواق ودخولها، ط: قديمي)

(٢) (المزمل: ٢٠)

ترجمہ: کچھ لوگ اللہ کے فضل کی تلاش میں سفر کریں گے، اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں قتال کریں گے۔

بین الاقوامی تجارت کے حمل ونقل کے لیے سب سے بڑا ذریعہ بحری مواصلات ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ لوگوں کے لیے داخلی اور خارجی تجارت کی راہیں کھول دی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآن مجید میں احسان کے طور پر ذکر فرمایا ہے:

وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ (1)

ترجمہ: اور تم دیکھتے ہو کہ اس میں کشتیاں پانی کا سینہ چیرتی ہوئی چلتی ہیں تا کہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور اس کے شکر گزار بنو۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں سمندر کی تسخیر اور جہاز رانی کے احسان کا ذکر فرمایا اور بعض مقامات پر اس کے ساتھ ہوائیں چلانے کا بھی ذکر فرمایا ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَن يُرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرَاتٍ وَلِيُذِيقَكُم مِّن رَّحْمَتِهِ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِن فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ (2)

ترجمہ: اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ ہواؤں کو خوشخبری دینے اور تمہیں اپنی رحمت سے آشنا کرنے کے لیے بھیجتا ہے اور تا کہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو اور اس کے شکر گزار بنو۔

اللہ تعالیٰ نے مکہ والوں پر احسان فرمایا، اور ان کے لیے ایسے اسباب مہیا کر دیئے کہ ان کا شہر جزیرۂ عرب میں ایک ممتاز تجارتی مرکز بن گیا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کہ ''ان کو پھلوں سے رزق دے'' ان کے حق میں سو فیصد سچی

(1) (فاطر: ١٢)
(2) (الروم: ٣٦)

ثابت ہوئی کہ آج بے آب و گیاہ صحرا اور سنگلاخ پہاڑوں کے درمیان مکہ مکرمہ کے شہر میں پوری دنیا کے ہر قسم کے پھل دستیاب ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قریش پر احسان فرما کر ان کے لیے سردی اور گرمی کے موسم میں تجارتی سفر کو آسان کر دیا، سورۂ قریش میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بین الاقوامی سطح پر تجارتی لین دین کا موقع بھی عطا فرمایا چنانچہ ہر سال حج کے موسم میں یہ موقع فراہم ہوتا ہے، مسلمان حج کے موقع پر تجارت کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں واضح الفاظ میں فرمایا:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ۔ (۱)

ترجمہ: اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو۔

قرآن مجید نے مسجد سے گہری دلچسپی اور رغبت رکھنے والوں کی تعریف کی ہے جو صبح شام اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے ہیں اور تجارت بھی کرتے ہیں لیکن وہ تجارت انہیں اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ۔ (۲)

ترجمہ: ایسے لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد، نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایمانداروں کے لیے رات دن ۲۴ گھنٹے مسجدوں میں بند ہو کر رہنا ضروری نہیں بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ کام کاج کرنے والے لوگ بھی ہیں، اور ان کی خصوصیت یہ ہے کہ انہیں دنیوی کام تجارت وغیرہ دینی

(۱) (البقرۃ:۱۹۸)
(۲) (النور:۳۷)

ذمہ داری نماز وغیرہ سے غافل نہیں کرتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سچے تاجر کو مجاہد اور شہید کے برابر قرار دیا ہے۔ (۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاجروں سے وعدہ فرمایا کہ وہ اللہ کے ہاں بلند درجہ پر فائز ہوں گے اور بہت زیادہ ثواب سے نوازے جائیں گے، کیونکہ تجارت آدمی کے اندر لالچ، طمع اور کسی بھی طریقہ سے نفع کمانے کی خواہش پیدا کرتی ہے، مال سے مال پیدا ہوتا ہے، اور نفع مزید نفع حاصل کرنے پر آمادہ کرتا ہے، ایسی صورت میں جو شخص سچائی اور دیانتداری کی حدود پر ٹھہرا رہتا ہے، دھوکہ، فریب، جھوٹ اور ملمع سازی سے بچ کے رہتا ہے وہ واقعتہ مجاہد ہے، اس نے خواہشات کی جنگ جیت لی ہے، لہٰذا وہ مجاہد کے مقام پر فائز ہونے کے لائق ہے۔ (۲)

تجارت کا معاملہ عجیب ہے کہ تاجر اصل سرمایہ (Capital) اور نفع (Profit) کا حساب جوڑتا رہتا ہے اور اسی چکر میں پھنسا رہتا ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے ہوتے ہیں، ایک تجارتی قافلہ آتا ہے، لوگ قافلہ کی آواز

---

(۱) عن ابن عمر رضی اللہ عنهما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم التاجر الامین الصدوق المسلم مع الشهداء یوم القیامة۔ (سنن ابن ماجه: (ص: ۱۵۵)، کتاب التجارات، باب الحث علی المکاسب، ط: قدیمی)

مستدرک حاکم: (۶/۲)، کتاب البیوع، ط: دار المعرفة۔

التاجر الصدوق الامین مع النبیین و الصدیقین و الشهداء۔ (جامع الترمذی: (۲۲۹/۱)، ابواب البیوع، باب ما جاء فی التجار و تسمیة النبی صلی اللہ علیه وسلم، ط: سعید)

مستدرک حاکم: (۶/۲)، کتاب البیوع، ط: دار المعرفة۔

(۲) التاجر الأمین الصدوق المسلم مع الشهداء یوم القیامة)..... لأنه جمع الصدق و الشهادة بالحق و النصح للخلق و امتثال الأمر المتوجه إلیه من قبل الرسول۔ (فیض القدیر للمناوی: (۲۷۸/۳)، رقم الحدیث: ۳۳۹۱، ط: المکتبة التجاریة الکبری)۔

سن لیتے ہیں، اور خطبہ چھوڑ کر اس کی طرف چلے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس پر عتاب اور ناراضگی کی صورت میں یہ آیت نازل فرماتا ہے:

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا قُلْ مَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ۔ (۱)

ترجمہ: وہ لوگ جب کسی تجارت یا مشغولی کی چیز کو دیکھتے ہیں تو وہ اس کی طرف دوڑنے کے لیے بکھر جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں آپ فرما دیجیے کہ جو چیز (از قسم ثواب و قرب) خدا کے پاس ہے وہ ایسے مشغلہ اور تجارت سے بدرجہا بہتر ہے اور اللہ سب سے اچھا روزی پہنچانے والا ہے۔

تجارت زراعت سے افضل ہے

امام شافعی رحمہ اللہ کے شاگردوں کی ایک جماعت کا قول ہے کہ تجارت، زراعت (کھیتی باڑی) اور صنعت وکاری گری سے بہتر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سے زائد مرتبہ تجارت کرنا ثابت ہے لیکن زراعت اور صنعت کا کام کرنا ثابت نہیں، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے نبی کے لیے افضل اور بہتر کام کو پسند فرماتے ہیں۔ (۲)

---

(۱) (الجمعة: ۱۱)

(۲) "التاجر الصدوق الأمين يحشر مع النبيين والصديقين، والشهداء والصالحين يوم القيامة" ور[د] "التاجر الصدوق لايحجب من أبواب الجنة" ورد أيضا: "التاجر الصدوق تحت ظل العرش يو[م] القيامة" (مطلب على أن التجارة أفضل من الزراعة)

وبهذه الأحاديث يستدل على ما قاله جماعة من أصحاب الشافعي رضي الله تعالى عنهم أن التجار[ة] أفضل من الزراعة، وأفضل من الصنعة، ويدل له أيضا أنه صلى الله عليه وسلم اتجر مرات ولم يثبت عنه أنه زرع ولا أنه كانت له صنعة. والله سبحانه وتعالى لايختار لنبيه صلى الله عليه وسلم إلا الأفضل، وقد اختار له من أصول المكاسب التي هي التجارة دون الزراعة والصنعة فدل على فضلها۔ (الفتاوى الحديثية: (ص: ۶۳)، مطلب على أن التجارة أفضل من الزراعة، ط: قديمي كتب خانه)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تجارت کی طرف شغف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تجارتی شغف اور رغبت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تجارت کی طرف رغبت اور شوق پیدا ہوا تھا، خاص طور پر مکہ کی تمام زمین پتھریلی اور زراعت کے قابل نہ ہونے کی وجہ سے مکہ کے لوگ اکثر تجارتی ذہن کے تھے،[1] اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد بھی تجارت ہی کرتے رہے۔

---

(١) عن الزهري قال أخبرني سعيد بن المسيب وأبو سلمة بن عبد الرحمن أن أبا هريرة رضي الله عنه قال إنكم تقولون إن أبا هريرة يكثر الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وتقولون ما بال المهاجرين والأنصار لا يحدثون عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بمثل حديث أبي هريرة وإن إخوتي من المهاجرين كان يشغلهم صفق بالأسواق وكنت ألزم رسول الله صلى الله عليه وسلم على ملء بطني فأشهد إذا غابوا وأحفظ إذا نسوا وكان يشغل إخوتي من الأنصار عمل أموالهم وكنت امرأ مسكينا من مساكين الصفة أعي حين ينسون۔۔۔الحديث۔ (صحيح البخاري: (١/٢٧٣)، كتاب البيوع، باب ما جاء في قول الله تبارك وتعالى: فإذا قضيت الصلاة فانتشروا في الأرض۔۔۔إلخ، ط: قديمي)

☜ قوله: وإن إخوتي من الأنصار كان يشغلهم عمل أموالهم) فإن المراد بالعمل الشغل في الأراضي بالزراعة والغرس۔ (فتح الباري: (٥/٢٨)، كتاب الحرث والزراعة، باب ما جاء في الغرس، ط: دار المعرفة)

☜ وكان المهاجرون تجارا والأنصار أصحاب الزرع۔ (عمدة القاري: (١١/٢٣١)، كتاب البيوع، باب قول الله تعالى: فإذا قضيت الصلاة فانتشروا في الأرض۔۔۔إلخ، ط: دار الكتب العلمية)

☜ كان جل النشاط التجاري للعرب في المدن، كانت لهم أسواق تجارية موسمية، تعرض فيها السلع المختلفة، وكان يحضر تلك الموسم من كان يريد التجارة والبيع والتجارة۔۔۔ ولقد تميزت قريش بممارسة النشاط التجاري، حيث كانت التجارة هي النشاط الاقتصادي الرئيس لهم، والسبب في ذلك هو أن مكة أرض صخرية لا ماء فيها ولا زرع۔ (الفقه الاقتصادي لأمير المؤمنين عمر بن الخطاب (ص: ٣٢)، المبحث الثاني: عصر عمر رضي الله عنه، ط: دار الأندلس الخضراء)

☜ قال العارف الفاسي في تشنيف المسامع: المعروف بالزراعة انما هم الانصار وأما قريش فانما لهم التجارة لا الفلاحة اذ ليست مكة بلاد زرع۔ (التراتيب الإدارية: (٢/٣٣)، القسم التاسع، الباب الأول في ذكر من كان يتجر في زمن رسول الله صلى الله عليه وسلم۔۔۔الزراعة والغراسة، ط: دار الأرقم بيروت)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں بیس پشت کے بعد ایک شخص ''نضر'' پیدا ہوا، ان کا اصل نام ''قیس'' تھا، وہ بڑے حسین وجمیل تھے اس لیے ان کو ''نضر'' کہتے تھے، ان کے والد کا نام کنانہ تھا، اور وہ بڑے عالم اور فاضل تھے، ان کے علم وفضل کی وجہ سے دور دراز کے لوگ ان کی زیارت کے لیے آیا کرتے تھے (۱) انہی کنانہ کے بارے میں ایک حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنانہ کو اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھ کو برگزیدہ کیا۔ (۲)

نضر بن کنانہ کی آٹھویں پشت میں ایک شخص پیدا ہوا اس کا نام قصی تھا یہ قصی عربی نام تھا اصل نام اس کا زید تھا۔ (۳)

= والحاصل أن المهاجرين كانوا أصحاب تجارات والأنصار أصحاب زراعات۔ (مرقاة المفاتيح: (۳۸/۱۰) كتاب الفضائل والشمائل، باب فی المعجزات، الفصل الأول، ط: رشيديه)

حاشية السندی على سنن النسائی: (۳۴۸/۱)، كتاب الزكاة، باب الحلی، ط: قديمی۔

(۱) (ابن النضر ــــــ واسمه قيس) ولقب بالنضر لنضارة وجهه وإشراقه وجماله ــــــ وأم النضر برة بنت أد بن طابخة تزوجها كنانة ــــــ ونقل عن أبي عامر العدواني، أنه قال: رأيت كنانة بن خزيمة شيخا مسنا عظيم القدر يحج إليه العرب لعلمه وفضله۔ (شرح الزرقانی على المواهب اللدنية: (۱/ ۱۴۵-۱۴۶)، المقصد الأول: فی تشريف الله تعالى له عليه الصلاة والسلام، ط: دار الكتب العلمية)

فيض القدير للمناوی: (۳۶/۳)، شرح رقم الحديث: ۲۶۸۲، ط: المكتبة التجارية الكبرى۔

(۲) عن واثلة بن الأسقع قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الله [تعالى] اصطفى كنانة من ولد إسماعيل، واصطفى قريشا من كنانة، واصطفى هاشما من قريش واصطفاني من بني هاشم" (البداية والنهاية: (۲۴۶/۳)، باب ذكر بنی إسماعيل، وما كان من أمور الجاهلية إلى زمان البعثة، خبر قصی بن كلاب، ط: دار هجر)

صحيح مسلم: (۲۴۵/۲)، كتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی صلى الله عليه وسلم، ط: قديمی۔

جامع الترمذی: (۲۰۱/۲)، أبواب المناقب، باب ما جاء فی فضل النبی صلى الله عليه وسلم، ط: سعيد۔

(۳) وفی الخميس قصی هو الذی جمع الله به قريشا، وكان اسمه زيد۔ (شرح الزرقانی على المواهب اللدنية: (۱۴۰/۱)، المقصد الأول فی تشريف الله تعالى له عليه الصلاة والسلام، ط: دار الكتب العلمية) =

قصی نہایت زیرک اور عقلمند شخص تھا، اسی وجہ سے بنوخزاعہ کے ساتھ ہونے والی ایک جنگ میں قصی کو روم کے بادشاہ قیصر روم کی حمایت حاصل تھی۔ [۱]

قصی نے بیرونی دنیا میں اپنے سیاسی روابط قائم کیے اور مکہ کے اندر بھی نہایت پلاننگ سے کام کیا اور نہایت اچھے طریقہ سے مکہ شہر کو آباد کیا، اور بیت اللہ جو پہلے شہر سے دور تھا شہر کے درمیان آ گیا۔

قصی نے کعبہ کے سامنے اپنا ایک مکان بنوایا جس کا صدر دروازہ کعبہ کی طرف رکھا، اور اس کو قومی کاموں کے لیے عام کر دیا اور اس کا نام ''دار الندوہ'' رکھا۔ [۲]

اس میں ہر تقریب پر اہل مکہ کے نمائندے جمع ہوتے اور باہمی مشورہ سے مختلف مسائل کا حل تلاش کرتے اور پیش آمدہ معاشرتی یا معاشی، سیاسی اور عمرانی مسائل پر بحث کرتے، گویا کہ آج کل کی پارلیمنٹ تھی۔

قصی ایک تجارت پیشہ آدمی تھا، تجارت کی وجہ سے اس نے بہت ساری

= تاریخ الخمیس: (۱/۱۵۳)، الطلیعة الثانیة من المقدمة، ذکر ملوک الفرس متفرقة ومشاهیر الانبیاء، قصة الأفعی الجرهمی، ط: دار صادر۔

المعارف لابن قتیبة: (ص: ۷۰)، ذکر من کان علی دین قبل مبعث النبی صلی الله علیه وسلم، أنساب العرب، ط: دار المعارف۔

(۱) ثم سار قصی إلی مکة، فحارب خزاعة لمن تبعه، وأعانه قیصر علیها، وصارت ولایة البیت له ولولده۔ (المعارف لابن قتیبة: (ص: ۶۴۰_۶۴۱)، کتاب الملوک، ملوک الحبشة بالیمن، ط: دار المعارف)۔

المفصل فی تاریخ العرب قبل الإسلام: (۶/۷۹)، الفصل الأربعون: مملکة الغساسنة، ط: دار الساقی۔

(۲) وأنزل قصی قبائل قریش أباطح مکة، وأنزل طائفة منهم ظواهرها، فکان یقال: قریش البطاح، وقریش الظواهر ـــــ وبنی داراً لإزاحة الظلمات وفصل الخصومات سماها دار الندوة۔ (البدایة والنهایة (۳/۲۳۷)، باب ذکر بنی اسماعیل، وما کان من أمور الجاهلیة إلی زمان البعثة، خبر قصی بن کلاب، ط: دار هجر)۔

دولت کمائی، اور اپنی قوم کی فلاح و بہبود پر بھی خرچ کی۔ (۱)

قصی کے چار لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں، لڑکوں کا نام یہ ہے: ❶ عبد الدار
❷ عبد مناف، ❸ عبد العزی، ❹ عبد القصی۔ (۲)

قصی کے چاروں لڑکے تجارت پیشہ تھے، قصی کا دوسرا لڑکا عبد مناف عقل وخرد اور صحیح رائے دینے میں خاص امتیاز رکھتا تھا لیکن مذہبی اور سیاسی اختیارات قصی کے بعد اس کے سب سے بڑے لڑکے عبد الدار اور اس کی اولاد کے ہاتھ میں تھے۔ البتہ قیادت عبد مناف کے پاس تھی قصی کے انتقال کے بعد مذہبی اختیارات بھی عبد الدار کی اولاد سے عبد مناف کی اولاد نے چھین لیے تھے۔

عبد مناف اپنی غیر معمولی سخاوت، ذہانت، سیاسی بصیرت اور معاملہ فہمی کے باعث اپنے والد کے بعد اپنی قوم کے سردار مقرر ہوئے۔ (۳)

---

(۱) وقصی أول من بنی الکعبة بعد بناء تبع ــــــ وبنی دار الندوة، وهی الدار التی کانت قریش تجتمع فیها عند النوائب فی حرب أو غیرها۔ (کتاب الاشتقاق: (ص: ۱۵۵)، قصی، ط: دار الجیل، بیروت)۔

(۲) عن ابن عباس قال: کان قصي یقول: ولد لي أربعة رجال. فسميت اثنين بإلهي. وواحدا بداري وواحدا بنفسي. فكان يقال لعبد بن قصي عبد قصي. واللذين سماهما بإلهه عبد مناف وعبد العزى. وبداره عبد الدار. (الطبقات الکبری لابن سعد: (۱/۵۱)، ذکر قصي بن کلاب، ط: مکتبة الخانجي القاهرة)

🗀 المفصل فی تاریخ العرب: (۷/۵۷)، الفصل الثانی والأربعون مکة المکرمة، ط: دار الساقی۔

🗀 الکامل فی التاریخ: (۱/۶۲۰)، نسب رسول الله صلی الله علیه وسلم وذکر بعض أخبار آبائه وأجداده، ط: دار الکتاب العربی۔

(۳) أخبرنا هشام بن محمد بن السائب الکلبي عن أبیه قال: لما هلك قصي ابن كلاب. قام عبد مناف بن قصي على أمر قصي بعده. وأمر قريش إليه. واختط بمكة رباعا بعد الذي كان قصي قطع لقومه. (الطبقات الکبری: (۱/۷۳) ذکر من انتمی إلیه رسول الله صلی الله علیه وسلم، ذکر عبد مناف بن قصی، ط: دار صادر)۔

🗀 فلما كبر قصي ورق، وكان عبد الدار أكبر ولده وبكره، وكان عبد مناف قد شرف في زمان أبيه وذهب شرفه كل مذهب، وعبد الدار، وعبد العزى، وعبد بن قصي بها، لم يبلغوا ولا أحد من قومهم من قريش، ما بلغ عبد مناف من الذكر والشرف والعز، وكان قصي وحبي ابنة حليل يحبان عبد الدار ويرأفان عليه، لما يريان عليه من شرف عبد مناف عليه، وهو أصغر منه، وقالت حبي: والله لا أرضى حتى

عبدمناف کے چار بیٹے تھے، ان چاروں نے تجارت کو اپنا پیشہ بنایا، شام کے غسانی بادشاہ سے ہاشم نے، حبش کے بادشاہ سے عبدشمس نے، یمنی امراء یعنی حمیر کے بادشاہوں سے مطلب نے، اور عراق اور فارس کی حکومتوں سے نوفل نے تجارتی مراعات اور سفر میں حفاظت کے اجازت نامے حاصل کیے، اسی وجہ سے چاروں بھائی تجارت پیشہ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ (۱)

ہاشم بن عبدمناف

ہاشم کی آمدنی کا ذریعہ تجارت تھا، بازنطینی حکومت کے بادشاہ ہرقل سے ان

یخص عبد الدار بشيء يلحقه بأخيه. فقال قصي: لألحقنه به ولأحبونه بذروة الشرف... فأجمع قصي على أن يقسم أمور مكة الست التي فيها الذكر والشرف والعز بين بنيه، فأعطى عبد الدار: السدانة وهي الحجابة، ودار الندوة، واللواء، وأعطى عبد مناف: السقاية، والرفادة، والقيادة... وأما السقاية والرفادة القيادة: فلم تزل لعبد مناف بن قصي يقوم بها حتى توفي۔ (شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام: (۲/۱۰۴۔ ۱۰) الباب الثالث والثلاثون: في ذكر شيئ من خبر بني قصي بن كلاب، ط: دار الكتب العلمية)

ولما أسن قصي وكان بكره عبد الدار وكان ضعيفا، وكان أخوه عبد مناف شرف عليه في حياة أبيه، أوصى قصي لعبد الدار بما كان له من الحجابة واللواء والندوة والرفادة والسقاية يجبر له بذلك ما نقصه من شرف عبد مناف، وكان أمره في قومه كالدين المتبع لا يعدل عنه. ثم هلك وقام بأمره في قومه بنوه من بعده. وأقاموا على ذلك مدة وسلطان مكة لهم وأمر قريش جميعا، ثم نفس بنو عبد مناف على بني عبد الدار ما بأيديهم ونازعوهم، فافترق أمر قريش وصاروا في مظاهرة بني قصي بعضهم على بعض فريقين. (تاريخ ابن خلدون: (۲/۴۰۱)، القول في أجيال العرب وأوليتها واختلاف طبقاتهم، الطبقة الثالثة ـــ الخبر عن قريش من هذه الطبقة وملكهم لمكة، ط: دار الفكر، بيروت)۔

(۱) وحدثت عن هشام بن محمد عن أبيه قال كان هاشم وعبد شمس وهو أكبر ولد عبد مناف والمطلب وكان أصغرهم أمهم عاتكة بنت مرة السلمية ونوفل وأمه واقدة بني عبد مناف فسادوا بعد أبيهم جميعا وكان يقال لهم المجبرون ـــ فكانوا أول من أخذ لقريش "العصم" فانتشروا من الحرم أخذ لهم هاشم حبلا من ملوك الشأم والروم وغسان وأخذ لهم عبد شمس حبلا من النجاشي الأكبر فاختلفوا بذلك السبب إلى أرض الحبشة وأخذ لهم نوفل حبلا من الأكاسرة فاختلفوا بذلك السبب إلى العراق وأرض فارس وأخذ لهم المطلب حبلا من ملوك حمير فاختلفوا بذلك السبب إلى اليمن فجبر الله بهم قريشا فسموا المجبرين۔ (تاريخ الطبري: (۲/۲۵۲)، ذكر نسب رسول الله صلى الله عليه وسلم، ابن هاشم، ط: دار التراث بيروت)=

کے تعلقات بہت اچھے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ ہرقل نے ہاشم کو خط لکھا کہ مجھ کو آپ
کے جود وسخا کی اطلاع ملی ہے، میں اپنی شہزادی کو جو حسن و جمال میں بے نظیر ہے
آپ کے عقد نکاح میں دینا چاہتا ہوں، آپ یہاں تشریف لائیں تا کہ میں آپ سے
شہزادی کا نکاح کر دوں، لیکن ہاشم نے ہرقل کی اس پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ (۱)

ہاشم نے شام، روم اور غسان کے باشاہوں سے اپنی قوم کی تجارت اور
امن وامان کے حصول کے فرامین حاصل کیے۔ (۲)

ہاشم ہی نے سب سے پہلے قریش میں یہ دستور رائج کیا کہ سال میں

= ویذکر أهل الأخبار أنه کان المطلب وهاشم وعبد شمس، ولد عبد مناف من أمهم: "عاتکة بنت
مرة الشلیمة"، و"نوفل" من "واقدة"، قد سادوا بعد أبیهم عبد مناف جمیعًا، وکان یقال لهم
"المجبرون"، وصار لهم شأن وسلطان، فکانوا أول من أخذ لقریش "العصم"، أي "الحبال"، ویراد بها
العهود. أخذ لهم هاشم حبلا من ملوك الروم وغسان، وأخذ لهم عبد شمس حبلا من النجاشي الأکبر
فاختلفوا بذلك السبب إلی أرض الحبشة، وأخذ لهم نوفل حبلا من الأکاسرة، فاختلفوا بذلك السبب
إلی أرض العراق وأرض فارس، وأخذ لهم المطلب حبلا من ملوك حمیر، فاختلفوا بذلك السبب إلی
الیمن، فجبرت بهم قریش، فسموا المجبرین، حتی ضرب بهم المثل، فقیل: أقرش من المجبرین
والقرش: الجمع والتجارة، والتقرش: التجمع، والمجبرون هم الأربعة المذکورون۔ (المفصل في
تاریخ العرب قبل الإسلام: (۷/ ۷۰)، الفصل الثاني والأربعون، مکة المکرمة، ط: دار الساقي)۔

(۱) وفي المنتقی کان هاشم أفخر قومه وأعلاهم وکانت مائدته منصوبة لا ترفع لا في السراء ولا في
الضراء، وکان یحمل ابن السبیل ویؤدي الحقائق، وکان نور رسول الله صلی الله علیه وسلم في وجهه
یتوقد شعاعه ویتلألأ ضیاؤه...... تغدو إلیه قبائل العرب ووفود الأحبار یحملون بناتهم یعرضون علیه
أن یتزوج بهن، حتی بعث إلیه هرقل ملك الروم، وقال: إن لي ابنة لم تلد النساء أجمل منها، ولا أبهی
وجهًا، فاقدم علي حتی أزوجکها، فقد بلغني جودك وکرمك، وإنما أراد بذلك نور المصطفی
الموصوف عندهم في الإنجیل، فأبی هاشم. (شرح الزرقاني علی المواهب اللدنیة: (۱/ ۱۴۳)
المقصد الأول في تشریف الله تعالی له علیه الصلاة والسلام، ط: دار المعرفة)

(۲) وأخذ لهم هاشم حبلًا من ملوک الروم وغسان۔ (المفصل في تاریخ العرب قبل الإسلام: (۷/
۷۰) الفصل الثاني والأربعون، مکة المکرمة، ط: دار الساقي)

فأخذ هاشم هذا من ملك الشام وهو ملك الروم. (التحریر والتنویر (۳۰/ ۵۶۰) سورة قریش،
دار سحنون تونس)

دو مرتبہ تجارت کے لیے قافلے روانہ ہوا کریں، گرمی کے موسم میں شام کی طرف، اور سردی کے موسم میں یمن کی طرف، چنانچہ اسی دستور کے مطابق ہر موسم میں قافلہ روانہ ہوتا، خشک ریگستان اور لق ودق ویران بیابان اور خشکی اور تری کو قطع کرتا ہوا سردی کے موسم میں یمن اور حبشہ تک جاتا اور گرمی کے موسم میں شام، غزہ اور انقرہ (انگورہ جو اس وقت روم کے بادشاہ کا پایہ تخت تھا) تک پہنچتا، ان ملکوں کے بادشاہ ہاشم کا بہت احترام کرتے اور قریش کے ان قافلوں کا اعزاز کرتے جو تجارت کے لئے وہاں جاتے۔ (۱)

تجارتی معاہدے

ہاشم بن عبد مناف قریش کے پہلے رئیس اور سردار ہیں جنہوں نے ہمسایہ قوموں اور ملکوں سے تجارتی معاہدے کیے، روم کے بادشاہ قیصر کے ہاں ان کا بڑا احترام کیا جاتا تھا، ہاشم نے شام کا سفر کیا اور قیصر روم کے ہاں مہمان ہوئے، انہوں نے قیصر روم سے بات چیت کی، قیصر ان کی گفتگو سے بہت متاثر ہوا، چنانچہ وہ کبھی کبھار ہاشم کو اپنے ہاں بلانے لگا، ایک دن ہاشم نے قیصر روم سے کہا:

اے بادشاہ! میری قوم کے لوگ تجارت پیشہ ہیں آپ انہیں ایک شاہی فرمان جاری کر دیں، جو انہیں تجارتی امن عطا کر دے تاکہ وہ حجاز کا کپڑا اور

---

(۱) عن ابن عباس قال: كان اسم هاشم عمرا و كان صاحب إيلاف قريش، وإيلاف قريش دأب قريش، وكان أول من سن الرحلتين لقريش ترحل إحداهما في الشتاء إلى اليمن وإلى الحبشة إلى النجاشي فيكرمه ويحبوه، ورحلة في الصيف إلى الشأم إلى غزة وربما بلغ أنقرة فيدخل على قيصر فيكرمه ويحبوه، فأصابت قريشا سنوات ذهبن بالأموال۔ (الطبقات الكبرى: (۱/۷۵)، ذكر من انتمى إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم، ذكر هاشم بن عبد مناف، ط: دار صادر)۔
معجم قبائل العرب: (۳/۱۲۰۷)، باب الهاء، الهاشم، ط: مؤسسة الرسالة۔
المنتظم في تاريخ الملوك والأمم: (۲/۲۱۳)، باب ذكر نبينا محمد صلى الله عليه وسلم وكرمه، ذكر نسبه، ط: دار الكتب العلمية۔

چمڑا آپ کے ملک میں برآمد کر سکیں، ہاشم کی یہ درخواست قبول ہوگئی، ہاشم وہاں سے واپسی کے لیے روانہ ہوئے تو جس جس قوم یا قبیلہ کے پاس سے گزرتے گئے، ان کے سرداروں سے امن کا معاہدہ کرتے گئے۔ [1]

ہاشم کی وفات کے بعد ان کے تینوں بھائی عبد شمس، مطلب اور نوفل نے قیصر روم سے امن معاہدہ کی تجدید کرائی بلکہ دوسرے ہمسایہ بادشاہوں سے بھی امن کے معاہدات حاصل کیے، عبد شمس نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی سے، مطلب نے یمنی سرداروں سے اور نوفل نے ایران کے بادشاہ کسریٰ سے امن معاہدات حاصل کیے۔ [2]

حضرت عبد اللہ

خواجہ عبد المطلب کے چھوٹے بیٹے عبد اللہ کی عمر جب اٹھارہ بیس برس کی

---

(۱) وكان أول من سن الرحلتين: رحلة الشتاء إلى الشام ورحلة الصيف إلى الحبشة إلى النجاشي، وذلك أن تجارة قريش لا تعدو مكة، فكانوا في ضيق، حتى ركب هاشم إلى الشام، فنزل بقيصر، فكان يذبح في كل يوم شاة، ويضع جفنة بين يديه، ويدعو من حواليه. وكان من أحسن الناس وأجملهم، فذكر لقيصر، فأرسل إليه، فلما رآه، وسمع كلامه، أعجبه، وجعل يرسل إليه، فقال هاشم: أيها الملك إن لي قوماً، وهم تجار العرب، فتكتب لهم كتاباً يؤمنهم ويؤمن تجاراتهم، حتى يأتوا بما يستطرف من أدم الحجاز وثيابه، ففعل قيصر ذلك، وانصرف هاشم، فجعل كلما مر بحي من العرب أخذ من أشرافهم الإيلاف أن يأمنوا عندهم وفي أرضهم، فأخذوا الإيلاف من مكة إلى الشام. (تاريخ اليعقوبي: (۱/ ۲۴۲_۲۴۳)، ولداسماعيل بن ابراهيم، ط: دار صادر)

سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد: (۱/ ۲۶۸)، الباب الرابع في شرح أسماء آبائه صلى الله عليه وسلم، ط: دار الكتب العلمية۔

كتاب المنتمى في أخبار قريش: (ص: ۴۲، مقدمة المؤلف في نسب قريش وآبائهم، حديث الإيلاف، ط: عالم الكتب

(۲) ولما هلك هاشم بن عبد مناف جزعت قريش، وخافت أن تغلبها العرب، فخرج عبد شمس إلى النجاشي ملك الحبشة فجدد بينه وبينه العهد، ثم انصرف، فلم يلبث أن مات بمكة، ودفن بالحجون، وخرج نوفل إلى العراق، وأخذ عهداً من كسرى، ثم أقبل، فمات بموضع يقال له سلمان، وقام بأمر مكة المطلب بن عبد مناف. (تاريخ اليعقوبي: (۱/ ۲۴۴)، ولداسماعيل بن ابراهيم، ط: دار صادر)

ہوئی تو اٹھتی ہوئی جوانمردی، اس پر تقویٰ پرہیز گاری کے زیور کی بارش، اس پر حسن وجمال کی رعنائیاں، آپ جس گلی اور جس راستہ سے گزرتے سینکڑوں دوشیزاؤں کے دل سینوں میں مچلنے لگتے، اور سینکڑوں پردہ نشین خواتین رات کو چھپ چھپ کر آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے تاب ہو جاتیں۔ (۱)

مزید یہ الفاظ بھی ہیں:

حضرت عبداللہ پورے قریش کے قبیلہ میں ایک نور تابندہ تھے، خوبصورتی میں بے مثال بلکہ کوئی ان کا ثانی نہیں تھا، قریش کی عورتیں ان کے دام محبت میں پھنسی ہوئی تھیں، اور قریب تھا کہ وہ ان کی محبت میں اپنی عقل وخرد اور ہوش وحواس کھو بیٹھتیں۔ (۲)

یمن کا ایک یہودی عالم

یمن کے سفر میں ایک یہودی عالم نے خواجہ عبدالمطلب کے نتھنوں کو دیکھ کر

(۱، ۲) وكان عبد الله كما تقدم أحسن فتى يرى في قريش وأجملهم، وكان نور النبي صلى الله عليه وسلم يرى في وجهه كالكوكب الدري: أي المضيء المنسوب إلى الدر، حتى شغفت به نساء قريش، ولقي منهن عناء، ولينظر ما هذا العناء الذي لقيه منهن. قيل إنه لما تزوج آمنة لم تبق امرأة من قريش من بني مخزوم وعبد شمس وعبد مناف إلا مرضت: أي أسفًا على عدم تزوجها به، فخرج مع أبيه ليزوجه آمنة بنت وهب بن عبد مناف بن زهرة ـــــــــ وكان عمر عبد الله حينئذ نحو ثمان عشرة سنة۔ (السيرة الحلبية: (۱/۵۸)، باب تزويج عبد الله أبي النبي صلى الله عليه وسلم آمنة إلخ، ط: دار الكتب العلمية)۔
(السيرة النبوية لزيني دحلان، ۱/۳۲)

کہا تھا کہ مبارک ہو، ایک نتھنے میں نبوت اور دوسرے نتھنے میں حکومت ہے، اور
نبوت کو بنوزہرہ کے پیوند میں واضح دیکھ رہا ہوں آپ وطن جا کر بنوزہرہ سے مصاہرت
کا تعلق پیدا کریں۔ (۱)

خواجہ عبدالمطلب نے یمن کے سفر سے واپسی پر بنوزہرہ کی خاتون آمنہ
بنت وہب سے اپنے بیٹے عبداللہ کی شادی کردی، سیدہ آمنہ بنت وہب کی والدہ
''برہ'' قریش کی ایک نہایت معزز خاتون تھیں، حضرت عبداللہ کی شادی کو ابھی چند
ہی ہوئے تھے اور سیدہ آمنہ کا جمال ابھی دل بھر کر دیکھا بھی نہیں تھا کہ آخرت کے
سفر کا وقت آ پہنچا، شادی کے چند مہینے بعد غالباً سب سے پہلا گرمی کے موسم کا تجارتی
قافلہ جو مکہ سے شام کو روانہ ہوا، اس میں آپ اپنے والد ماجد خواجہ عبدالمطلب کے حکم
سے شامل ہو گئے، اس وقت ان کی اہلیہ امید سے تھیں، جب یہ تجارتی قافلہ شام سے
واپس آ رہا تھا تو محترم عبداللہ راستہ ہی میں بیمار ہو گئے، جب یہ قافلہ مدینہ پہنچا تو محترم
عبداللہ کی صحت زیادہ کمزور ہو گئی، اور ان میں نقل وحرکت کی طاقت نہیں رہی، اس
لیے آپ اپنے والد عبدالمطلب کے ننھیال بنوعدی بن النجار میں ٹھہر گئے، اور ایک ماہ
بیمار رہ کر اس دار فانی سے دار باقی کو انتقال فرما گئے اور دار نابغہ میں مدفون

(۱) روى ابن سعد وابن البرقي والطبراني والحاكم عن ابن عباس عن أبيه: أن عبد المطلب لما سافر إلى اليمن في رحلة الشتاء، نزل على حبر من اليهود يقرأ الزبور، فقال: يا عبد المطلب بن هشام ائذن لي أنظر إلى بعضك، قلت: انظر مالم تكن عورة، قال: ففتح إحدى منخريه فنظر فيه ثم نظر في الآخر، فقال: أشهد أن في إحدى يديك ملكا وفي الأخرى نبوة، وإنا نجد ذلك في بني زهرة، قال: ألك زوجة؟ قلت: أما اليوم فلا، فقال: فإذا رجعت فتزوج منهم. (شرح الزرقاني على المواهب اللدنية: (۱/ ۱۹۳-۱۹۴) المقصد الأول في تشريف الله تعالى له عليه الصلاة والسلام، ذكر تزوج عبدالله آمنة، ط: دار الكتب العلمية)

البداية والنهاية: (۳/ ۳۵۲)، كتاب الجامع لأخبار الأنبياء المتقدمين، شيء من الحوادث في زمن الفترة، ذكر تزوج عبدالمطلب ابنه عبدالله من آمنة، ط: دار هجر.

السيرة النبوية لابن كثير: (۱/ ۱۷۹)، ذكر تزويج عبدالمطلب ابنه عبدالله، ط: دار المعرفة.

ہوئے۔ [1]

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد کے اس مختصر تذکرہ سے معلوم ہوا کہ وہ سب تاجر تھے، اور ان کے گزر بسر کا ذریعہ تجارت تھی، صرف ان کا ذریعہ معاش تجارت نہیں تھا بلکہ مکہ میں رہنے والے تمام لوگوں کے معاش کا ذریعہ تجارت اور سوداگری تھی، کیونکہ مکہ کے وادی ''غیر ذی زرع'' ہونے کی وجہ سے اس میں زراعت نہیں ہوسکتی تھی، چنانچہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ آنے والے تمام مہاجر تجارت پیشہ تھے، اور مدینہ منورہ کے اکثر انصار زراعت پیشہ تھے۔ [2]

---

(۱) فلما رجع تزوج بهالة فولدت له حمزة وصفية، وزوج عبد الله بآمنة، أي: ابنة عمها، فولدت له رسول الله صلى الله عليه وسلم ـــــ (ولما تم لها) لآمنة (من حملها شهران ـــ توفي عبد الله) بن عبد المطلب۔ (شرح الزرقاني على المواهب اللدنية: (۱/۱۹۳ـ۲۰۴)، المقصد الأول في تشريف الله تعالى له عليه الصلاة والسلام، ذكر تزوج عبد الله آمنة، ط: دار الكتب العلمية)

خرج عبد الله بن عبد المطلب إلى الشام إلى غزة في عير من عيرات قريش يحملون تجارات. ففرغوا من تجاراتهم ثم انصرفوا. فمروا بالمدينة وعبد الله بن عبد المطلب يومئذ مريض. فقال: أنا أتخلف عند أخوالي بني عدي بن النجار. فأقام عندهم مريضا شهرا. ومضى أصحابه فقدموا مكة. فسألهم عبد المطلب عن عبد الله. فقالوا: خلفناه عند أخواله بني عدي بن النجار وهو مريض. فبعث إليه عبد المطلب أكبر ولده الحارث فوجده قد توفي ودفن في دار النابغة. (الطبقات الكبرى لابن سعد: (۱/۹۹)، ذكر وفاة عبد الله بن عبد المطلب، ط: دار صادر)۔

البداية والنهاية: (۳/۳۸۲)، كتاب سيرة رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب مولد رسول الله صلى الله عليه وسلم، ط: دار هجر۔

(۲) عن الزهري قال أخبرني سعيد بن المسيب وأبو سلمة بن عبد الرحمن أن أبا هريرة رضي الله عنه قال إنكم تقولون إن أبا هريرة يكثر الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وتقولون ما بال المهاجرين والأنصار لا يحدثون عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بمثل حديث أبي هريرة وإن إخوتي من المهاجرين كان يشغلهم صفق بالأسواق وكنت ألزم رسول الله صلى الله عليه وسلم على ملء بطني فأشهد إذا غابوا وأحفظ إذا نسوا وكان يشغل إخوتي من الأنصار عمل أموالهم وكنت امرأ مسكينا من مساكين الصفة أعي حين ينسون ـــ الحديث۔ (صحيح البخاري: (۱/۲۷۴)، كتاب البيوع، باب ماجاء في قول الله تبارك وتعالى: فإذا قضيت الصلاة فانتشروا في الأرض ـــ إلخ، ط: قديمي)

قوله: وإن إخوتي من الأنصار كان يشغلهم عمل أموالهم) فإن المراد بالعمل الشغل في الأراضي =

عرب کا اہم تجارتی مرکز

قریش حجاج کرام کی خدمت بڑی سخاوت اور فیاضی سے کرتے تھے اس لیے تمام مسلمان ان کے احسان مند اور شکر گزار رہتے ،مختلف ممالک کے بادشاہوں اور امراء سے بھی قریش کے اچھے خاصے مراسم اور روابط قائم ہو گئے تھے، اس طرح قریش کی تجارت نے بڑی ترقی کی اور وہ اعلیٰ پیمانے پر پہنچ گئی شام کے غسانی بادشاہ سے ہاشم نے ،اور حبش کے بادشاہ سے عبد شمس نے ،یمنی امراء سے مطلب نے ،اور عراق وفارس کی حکومتوں سے نوفل نے تجارتی اجازت اور مراعات حاصل کرلیں ،اس طرح قریش کی سوجھ بوجھ اور زندگی کا معیار بھی اتنا بلند ہوتا چلا گیا کہ عرب کا کوئی دوسرا قبیلہ ان کی ٹکر کا نہیں رہا اور مال و دولت کے اعتبار سے بھی قریش عرب میں سب پر فائق ہو گئے اس طرح مکہ عرب کا اہم تجارتی مرکز بن گیا۔

=بالزراعة والغرس۔ (فتح الباری: (۲۸/۵)، کتاب الحرث والزراعة، باب ما جاء فی الغرس، ط: دار المعرفة)

وکان المهاجرون تجارا والأنصار أصحاب الزرع۔ (عمدة القاری: (۲۳۱/۱۱)، کتاب البیوع، باب قول الله تعالی: فإذا قضیت الصلاة فانتشروا فی الأرض ۔۔۔ إلخ، ط: دار الکتب العلمیة)

کان جل النشاط التجاری للعرب فی المدن، کانت لهم أسواق تجاریة موسمیة، تعرض فیها السلع المختلفة، وکان یحضر تلک الموسم من کان یرید التجارة والبیع والتجارة ۔۔۔ ولقد تمیزت قریش بممارسة النشاط التجاری، حیث کانت التجارة هی النشاط الاقتصادی الرئیس لهم، والسبب فی ذلک هو أن مکة أرض صخریة لا ماء فیها ولا زرع۔ (الفقه الاقتصادی لأمیر المؤمنین عمر بن الخطاب (ص: ۳۲)، المبحث الثانی: عصر عمر رضی الله عنه، ط: دار الاندلس الخضراء)

قال العارف الفاسی فی تشنیف المسامع: المعروف بالزراعة انما هم الانصار وأما قریش فانما لهم التجارة لا الفلاحة اذ لیست مکة بلاد زرع۔ (التراتیب الإداریة: (۳۳/۲)، القسم التاسع، الباب الأول فی ذکر من کان یتجر فی زمن رسول الله صلی الله علیه وسلم ۔۔۔ الزراعة والفراسة، ط: دار الأرقم بیروت)

والحاصل أن المهاجرین کانوا أصحاب تجارات والأنصار أصحاب زراعات۔ (مرقاة المفاتیح: (۳۸/۱۰) کتاب الفضائل والشمائل، باب فی المعجزات، الفصل الأول، ط: رشیدیه)

حاشیة السندی علی سنن النسائی: (۳۲۸/۱)، کتاب الزکاة، باب الحلی، ط: قدیمی۔

قریش، شام اور یمن سے غلہ خرید کر لاتے اور اپنی معیشت اور کھانے پینے کی چیزوں کا انتظام کرتے۔"[1]

قرآن مجید میں قریش کے تجارتی قافلوں کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قریش کے گرمی اور سردی کے موسم کے ان دو

---

(۱) ويذكر أهل الأخبار أنه كان المطلب وهاشم وعبد شمس، ولد عبد مناف من أمهم: "عاتكة بنت مرة السُّليمة"، و"نوفل" من "واقدة"، قد سادوا بعد أبيهم عبد مناف جميعًا، وكان يقال لهم: "المجبرون"، وصار لهم شأن وسلطان، فكانوا أول من أخذ لقريش "العِصَم"، أي "الحبال"، ويراد بها العهود. أخذ لهم هاشم حبلا من ملوك الروم وغسان، وأخذ لهم عبد شمس حبلا من النجاشي الأكبر۔۔۔ وأخذ لهم نوفل حبلا من الأكاسرة، فاختلفوا بذلك السبب إلى أرض العراق وأرض فارس، وأخذ لهم المطلب حبلا من ملوك حمير، فاختلفوا بذلك السبب إلى اليمن، فجبرت بهم قريش، فسموا المجبرين۔۔۔ يكون "آل عبد مناف" قد احتكروا التجارة وصاروا من أعظم تجار مكة. وقد وزعوا التجارة فيما بينهم، وخصوا كل بيت من بيوتهم الكبيرة بالاتجار مع مكان من أمكنة الاتجار المشهورة في ذلك العهد، وأنهم تمكنوا بهذه السياسة من عقد عقود تجارية ومواثيق مع السلطات الأجنبية التي تاجروا معها لنيل حظوة عندها، ولتسهيل معاملاتها التجارية، فجنوا من هذه التجارة أرباحًا كبيرة. (المفصل في تاريخ العرب قبل الاسلام: (۷/ ۷۰- ۷۱)، الفصل الثاني والأربعون: مكة المكرمة، ط: دار الساقي)

والمعروف المشهور أن الذي سن الإيلاف هو هاشم، وهو المروي عن ابن عباس، وذكر ابن العربي عن الهروي: أن أصحاب الإيلاف هاشم، وإخوته الثلاثة الآخرون عبد شمس، والمطلب، ونوفل، وأن كان واحد منهم أخذ حبلا، أي عهدا من أحد الملوك الذين يمرون في تجارتهم على بلادهم وهم ملك الشام، وملك الحبشة، وملك اليمن، وملك فارس، فأخذ هاشم هذا من ملك الشام وهو ملك الروم، وأخذ عبد شمس من نجاشي الحبشة وأخذ المطلب من ملك اليمن وأخذ نوفل من كسرى ملك فارس۔۔۔ فاجتمع لهم بذلك أمن الطريق كله إلى اليمن وإلى الشام وكانوا يسمون المجبرين۔۔۔ فتيسرت لهم الأسفار في بلاد العرب من جنوبها إلى شمالها، ولاذبهم أصحاب الحاجات يسافرون معهم، وأصحاب التجارات يحملونهم سلعهم، وصارت مكة وسطا تجلب إليها السلع من جميع البلاد العربية لتوزع إلى طالبيها في بقية البلاد، فاستغنى أهل مكة بالتجارة إذ لم يكونوا أهل زرع ولا ضرع إذ كانوا بواد غير ذي زرع وكانوا يجلبون أقواتهم فيجلبون من بلاد اليمن الحبوب من بر وشعير وذرة وزبيب وأديم وثياب والسيوف اليمانية، ومن بلاد الشام الحبوب والتمر والزيت والزبيب والثياب والسيوف المشرفية۔ (التحرير والتنوير: (۳۰/ ۵۶۰)، سورة قريش، ط: دار سحنون تونس)

تجارتی قافلوں کا ذکر کیا ہے۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۝۱ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۝۲ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ۝۳ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ۬ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝۴ [1]

ترجمہ: قریش کو رغبت دلانے کے لیے انہیں سردی اور گرمی کے (تجارتی) سفر سے مانوس کیا، پس انہیں چاہیئے کہ وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں، جس نے انہیں بھوک میں کھانا کھلایا اور ان کو خوف سے امن میں رکھا۔

مکہ مکرمہ میں سبزی، اناج اور غلہ وغیرہ پیدا نہیں ہوتا تھا، اور باغات بھی نہیں تھے، وہاں کے لوگوں کو پھل کھانا بھی نصیب نہیں ہوتا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! میں اپنی اولاد کو وادی غیر ذی زرع میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس بسا کر جا رہا ہوں، تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل فرما دے، اور ان کو پھلوں میں سے رزق عطا فرما" [2]۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مکہ والے بڑے افلاس اور تکلیف میں رہے یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد ہاشم نے قریش کو اس پر آمادہ کیا کہ دوسرے ملکوں میں جا کر تجارت کریں، گرمی کے موسم میں ملک شام اور سردی کے موسم میں ملک یمن میں تجارتی سفر کریں، کیونکہ بیت اللہ اور حجاج کرام کی خدمت کی وجہ سے تمام عرب میں یہ لوگ احترام اور تقدس کی نظر سے دیکھے جاتے تھے تمام راستے ان کے لیے خطرات سے محفوظ تھے، اس لیے قریش سال میں دو بڑے تجارتی سفر کرتے، سردیوں میں یمن جیسے گرم علاقہ کی

---

(۱) (سورۃ قریش)

(۲) رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ۔ (سورۃ ابراهیم: ۳۷)

طرف اور گرمیوں میں شام جیسے ٹھنڈے علاقہ کی طرف سفر کرتے جو سرسبز وشاداب تھا، دونوں ملکوں اور دوسرے علاقوں کی راہداری کے محصول ان سے وصول نہیں کیے جاتے تھے اور کہیں بھی ان کے مال وجان سے تعرض نہیں کیا جاتا تھا بلکہ دل وجان سے لوگ ان کی خدمت کرتے تھے۔ (۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بازار میں تجارت کی

''سوق حباشہ'' عرب کے مشہور اور قدیم بازاروں میں سے ایک ہے، اس میں حجاز اور یمن کے لوگ تجارت کرنے آتے، اس بازار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تجارت کی ہے، یہ ''سوق الأزد'' بھی کہلاتا تھا، اور یہ مکہ سے چھ روز کی مسافت پر تھا، یہ وہ بازار ہے جو جاہلی اسواق میں سب سے آخر میں بند ہوا، یہ لفظ حباشہ حاء کے ضمہ اور فتحہ دونوں کے ساتھ درست ہے۔ (۲)

---

(۱) وقال عطاء عن ابن عباس: إنهم كانوا فی ضر ومجاعة حتى جمعهم هاشم على الرحلتين۔ (معالم التنزيل: (۵۳۸/۸)، سورة قريش، ط: دار طيبة)۔

☜ وقال الأكثرون كانت لهم رحلتان في كل عام للتجارة: رحلة في الشتاء إلى اليمن لأنها أدفأ، ورحلة في الصيف إلى الشام، وكان الحرم وادياً مجدباً لا زرع فيه، ولا ضرع، وكانت قريش تعيش بتجارتهم ورحلتهم، وكانوا لا يتعرض لهم أحد بسوء، وكانوا يقولون قريش سكان حرم الله وولاة بيته وكانت العرب تكرمهم وتعزهم، وتعظمهم لذلك......وقال ابن عباس: كانوا في ضر ومجاعة حتى جمعهم هاشم على الرحلتين. (تفسير الخازن: (۴۷۶/۴) سورة قريش، ط: دار الكتب العلمية)۔

☜ اللباب فی علوم الكتاب: (۵۰۹/۲۰)، سورة قريش، ط: دار الكتب العلمية۔

(۲) وحباشة سوق الأزد، وهي في ديار الأوصام من بارق من صدر قنونا وحلي من ناحية اليمن، وهي من مكة على ست ليال، وهي آخر سوق خربت من أسواق الجاهلية۔ (أخبار مكة للأزرقی: (۱۷۹/۱)، حج أهل الجاهلية وإنساء الشهور ومواسمهم وما فی ذلك، ط: دار الأندلس بيروت)۔

☜ وأما سوق خباشة فمن أسواق العرب المشهورة القديمة في الجاهلية...... وهي سوق بتهامة، يتجر فيها أهل الحجاز، وأهل اليمن. وكان في جملة من حضرها وتاجر فيها الرسول صلى الله عليه وسلم۔ (المفصل فی تاريخ العرب قبل الإسلام: (۶۳/۱۴)، الفصل الرابع بعد المئة: الأسواق، ط: الساقی)=

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تجارت فرمانا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن میں تو سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں اپنے رضاعی بہن بھائیوں کے ساتھ بکریاں چرائیں، اسی طرح جوان ہونے کے بعد بھی آپ نے بکریاں چرائیں، بکریاں چرانے کا ذکر بخاری شریف میں بھی ہے:

> نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا "حضور کیا آپ نے بھی؟ فرمایا: ہاں میں بھی مکہ والوں کی بکریاں چند قراریط پر چرایا کرتا تھا۔ (1)

اور قراریط بکریوں کے دودھ کا وہ حصہ ہے جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

= حباشة بالضم والشين معجمة وأصل الحباشة الجماعة من الناس ليسوا من قبيلة واحدة۔ وحباشة: سوق من أسواق العرب في الجاهلية ذكره في حديث عبد الرزاق عن معمر عن الزهري قال لما استوى رسول الله صلى الله عليه وسلم وبلغ أشده وليس له كثير مال استأجرته خديجة إلى سوق حباشة (معجم البلدان: (٢/٢١٠)، باب الحاء والباء وما يليهما، حباشة، ط: دار صادر)۔

خُباشَةُ اسم موضع جاء في الحديث النبوي، وهو سوق من أسواق العرب في الجاهلية. فقلت: أرى أنه خُباشَةُ بضم الحاء، قياساً على أصل هذه اللفظة في اللغة، لأنّ الحُباشَةَ: الجماعة من الناس من قبائل شتى، وحبشت له حُباشَةً أي جمعت له شيئاً. فانبرى لي رجل من المحدثين، وقال: انما هو خباشة بالفتح. (معجم البلدان: (١/١٠)، المقدمة، ط: دار صادر)

(١) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ما بعث الله نبيا إلا رعى الغنم فقال أصحابه وأنت؟ فقال نعم كنت أرعاها على قراريط لأهل مكة۔ (الصحيح للبخاري: (١/٣٠١)، كتاب الإجارات، باب رعي الغنم على قراريط، ط: قديمي)

سنن ابن ماجه: (ص: ١٥٥)، أبواب التجارات، باب الصناعات، ط: قديمي۔

قال ابن إسحاق: وكان رسول الله - صلى الله عليه وسلم - يقول "ما من نبي إلا وقد رعى الغنم" قيل وأنت يا رسول الله؟ قال "وأنا". وفي الروض الأنف: وإنما أراد ابن إسحاق بهذا الحديث رعايته الغنم في بني سعد مع أخيه من الرضاعة وقد ثبت في الصحيح أنه رعاها بمكة أيضا على قراريط لأهل مكة، ذكره البخاري۔ (الروض الأنف في شرح السيرة النبوية لابن هشام: (٢/١١٦)، باب مولد النبي صلى الله عليه وسلم، شرح ما في حديث الرضاع، ط: دار احياء التراث العربي)۔

اجرت کے طور پر لیا کرتے تھے اور وہ ابوطالب کے اہل وعیال کے لیے غذا کے طور پر استعمال فرمایا کرتے۔ (١)

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میں بھی اپنے گھر والوں کی بکریاں اجیاد کے مقام پر چرایا کرتا تھا۔ (٢)

اس سے معلوم ہوا کہ ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت نہیں کرتے تھے بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کے بچوں کی کفالت فرماتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ٢٥ سال عمر ہونے کے بعد جوانی میں گلہ بانی سے آگے بڑھ کر تجارت کے میدان میں قدم رکھا، اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد کا پیشہ تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تجارت کے میدان میں آنے کا مقصد مال ودولت جمع کرنا نہیں تھا جیسا کہ عام تاجروں کا ہوتا ہے، کیونکہ آپ تو قناعت کرنے والے تھے، جب تک زندہ تھے دوسروں کو بخشتے رہے لیکن اپنا چولہا مہینوں تک نہ جلتا۔

ہیں دوسروں کے واسطے نقل وزردگر
اور اپنا یہ حال ہے کہ ہے چولہا بجھا ہوا

---

(١) سیرة خاتم النبیین ابوزهرہ: (١٢٧/١)۔

(٢) لقال رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث موسى، وهو راعي غنم وبعث داود وهو راعي غنم، وبعثت وأنا أرعى غنم أهلي بجياد۔ (فتح الباری: ٤٤١/٤)، کتاب الإجارات، باب رعی الغنم علی قراريط، ط: دار المعرفة)۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: بعث موسى عليه السلام وهو راعي غنم، وبعث داود عليه السلام وهو راعي غنم وبعثت وأنا أرعى غنم أهلي بأجياد۔ (الطبقات الكبرى لابن سعد: (١٢٦/١)، ذكر رعية رسول الله صلى الله عليه وسلم بمكة، ط: دار صادر)۔

عيون الأثر لابن سيد الناس: (٥٨/١)، ذكر رعيه صلى الله عليه وسلم الغنم، ط: دار القلم، بيروت۔

السيرة الحلبية: (١٨٣/١)، باب رعيه صلى الله عليه وسلم الغنم، ط: دار الكتب العلمية۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں مال ودولت جمع کرنے کی بات ہی نہیں تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا:

نحن قوم لا ناكل حتى نجوع وإذا أكلنا لا نشبع۔ (۱)

ترجمہ: ہمارا تعلق اس طبقہ سے ہے جو اشتہاء سے قبل کھانے پر ہاتھ نہیں ڈالتا اور کبھی سیر شکم ہوکر نہیں کھاتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ساری زندگی سختیوں اور مصیبتوں میں گزاری اور دوسروں کو بھی اس قسم کی زندگی بسر کرنے کی ترغیب دی۔ (۲)

باقی وہ لوگ جو نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے مال ودولت کے پیچھے بھاگتے ہیں ان کی حالت اور ہے۔ (۳)

---

(۱) السيرة الحلبية: (۳۵۲/۳)، باب بيان كتبه صلى الله عليه وسلم التي أرسلها إلى الملوك يدعوهم إلى الإسلام، ذكر كتابة صلى الله عليه وسلم للمقوقس ملك القبط، ط: دار الكتب العلمية۔

(۲، ۳) وعن أنس، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لقد أخفت في الله وما يخاف أحد، ولقد أوذيت في الله وما يؤذى أحد، ولقد أتت علي ثلاثون من بين يوم وليلة وما لي ولبلال طعام يأكله ذو كبد إلا شيء يواريه إبط بلال۔ (جامع الترمذي: (۷۳/۲)، ابواب الزهد، باب بلا عنوان، ط: قديمي)

وعن عمر رضي الله عنه قال: دخلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم فإذا هو مضطجع على رمال حصير ليس بينه وبينه فراش قد أثر الرمال بجنبه متكئا على وسادة من أدم حشوها ليف. قلت: يا رسول الله: ادع الله فليوسع على أمتك فإن فارس والروم قد وسع عليهم وهم لا يعبدون الله. فقال: أو في هذا أنت يا ابن الخطاب؟ أولئك قوم عجلت لهم طيباتهم في الحياة الدنيا. وفي رواية: أما ترضى أن تكون لهم الدنيا ولنا الآخرة؟. متفق عليه۔ (مشكاة المصابيح: ص: ۴۴۷)، كتاب الرقاق، باب فضل الفقراء وما كان من عيش النبي صلى الله عليه وسلم، الفصل الأول، ط: قديمي)

وعن معاذ بن جبل أن رسول الله صلى الله عليه وسلم لما بعث به إلى اليمن قال: إياك والتنعم فإن عباد الله ليسوا بالمتنعمين. رواه أحمد۔ (مشكاة المصابيح: ص: ۴۴۹)، كتاب الرقاق، باب فضل الفقراء وما كان من عيش النبي صلى الله عليه وسلم، الفصل الثالث، ط: قديمي)

قال: (إياك والتنعم): وهو المبالغة في تحصيل قضاء الشهوة على وجه التكلف في البغية بكثرة النعمة، والحرص على النهمة، (فإن عباد الله) أي المخلصين (ليسوا بالمتنعمين). =

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تجارت کے میدان میں قدم رکھنے کا مقصد مال و دولت جمع کرنا نہیں تھا بلکہ ایک تو مقصد یہ تھا کہ زیادہ بال بچے والے اور کم پیسے والے چچا ابو طالب کی اعانت وامداد ہو، اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ دنیا کے لوگوں کو تجارت وغیرہ میں دیانت، امانت، راست بازی، سچائی اور صداقت کے اصول وضوابط سکھائے جائیں، تیسرا مقصد یہ تھا کہ چند سالوں کے بعد آپ کو ایک بہت بڑا مشکل کام سونپا جانا تھا لہٰذا آپ کے تعلقات میں وسعت پیدا ہو اور لوگوں کو آزمانے اور پرکھنے کا تجربہ حاصل ہو۔ [۱]

نبوت سے پہلے بھی آپ کی زندگی ایک نہایت پاکیزہ زندگی تھی آپ ہر قسم کے گناہوں اور برائیوں سے پاک صاف اور معصوم تھے، بداخلاقی بددیانتی کا کوئی معمولی سا دھبہ بھی آپ پر نہیں تھا، یہاں تک کہ قریش کے لوگوں کو اتنا گرویدہ بنا دیا تھا کہ وہ لوگ آپ کا ''الصادق'' اور ''الامین'' کے سواء کوئی اور نام لینا بے ادبی سمجھتے تھے۔

یہ دونوں الفاظ اس طرح معروف ومشہور ہوگئے تھے کہ انہوں نے ایک

=بل التنعم مختص بالكافرين والفاجرين والغافلين والجاهلين، كما قال تعالى: {ذرهم يأكلوا ويتمتعوا ويلههم الأمل فسوف يعلمون} ۔(مرقاة المفاتيح: (۳۲۸/۹)، كتاب الرقاق، باب فضل الفقراء وما كان من عيش النبي صلى الله عليه وسلم، ط: رشيديه)

(۱)عن نفيسة بنت منية أخت يعلى بن منية قالت: لما بلغ رسول الله - صلى الله عليه وسلم - خمسا وعشرين سنة قال له أبو طالب: أنا رجل لا مال لي وقد اشتد الزمان علينا. وهذه عير قومك وقد حضر خروجها إلى الشام وخديجة بنت خويلد تبعث رجالا من قومك في عيراتها. فلو جئتها فعرضت نفسك عليها لأسرعت إليك. وبلغ خديجة ما كان من محاورة عمه له. فأرسلت إليه في ذلك وقالت له: أنا أعطيك ضعف ما أعطي رجلا من قومك. (الطبقات الكبرى لابن سعد: (۱۲۹/۱)، ذكر خروج رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى الشام في المرة الثانية، ط: دار صادر)۔

فإن قلت: ما الحكمة فيه؟ قلت: التقدمة والتوطئة في تعرفه سياسة العباد وحصول التمرن على ما سيكلف من القيام بأمر أمته۔ (عمدة القاری: (۱۲/ ۱۱۳)، كتاب الإجارة، باب رعي الغنم على قراريط، ط: دار الكتب العلمية)۔

قومی لقب کی حیثیت اختیار کرلی تھی۔

چنانچہ ابن سعد نے ''طبقات ابن سعد'' میں لکھا ہے:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عالم شباب میں قدم رکھا تو آپ انسانیت اور مروت کے اعتبار سے اپنی قوم میں سب سے زیادہ ممتاز، اخلاق میں سب سے اعلیٰ، میل جول میں سب سے زیادہ فرحت بخش، ہمسائیگی میں سب سے زیادہ کریم اور خوشگوار، حلم وتحمل کا پیکر، گفتگو میں صادق اور درست گو، فحش گوئی اور ایذاء رسانی سے کوسوں دور بھاگنے والے، بردباری میں بے مثال، تواضع اور منکسر المزاجی میں باکمال، ہرایک کے ہمدرد اور خیرخواہ، وعدہ کے پکے اور انتہائی درجہ کے امانت دار، گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات اور صفات میں تمام نیک کام اور اچھے اخلاق جمع کر دیئے تھے، اسی بنا پر قوم نے آپ کو ''الامین'' کے معزز لقب اور خطاب سے نوازا تھا۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ ''الامین'' صرف امانت داری کی صفت نہیں ہوتی بلک اس میں مذکورہ تمام صفات موجود ہوتی ہیں۔

---

(۱) شب رسول الله صلى الله عليه وسلم مع أبي طالب يكلؤه الله ويحفظه ويحوطه من أمور الجاهل ومعايبها. لما يريد به من كرامته. وهو على دين قومه. حتى بلغ أن كان رجلا أفضل قومه مرو وأحسنهم خلقا. وأكرمهم مخالطة. وأحسنهم جوارا. وأعظمهم حلما وأمانة. وأصدقهم حدي وأبعدهم من الفحش والأذى. وما رئي ملاحيا ولا مماريا أحدا. حتى سماه قومه الأمين. لما جمع الله من الأمور الصالحة فيه. فلقد كان الغالب عليه بمكة الأمين. (الطبقات الكبرى لابن سعد: (۱/۱۲۱ ذكر أبي طالب وضمه رسول الله صلى الله عليه وسلم إليه، وخروجه إلى الشام في المرة الثانية، ط: د صادر).

البداية والنهاية: (۳/۴۴۲)، كتاب سيرة رسول الله صلى الله عليه وسلم، فصل في خروجه عل الصلاة والسلام مع عمه أبي طالب إلى الشام...إلخ، ط: دار هجر۔

الخصائص الكبرى: (۱/۱۵۳)، ذكر المعجزات والخصائص في خلقه الشريف صلى الله عل وسلم، ط: دار الكتب العلمية۔

بے نظیر تاریخی واقعہ

عبداللہ بن ابی الحمساء ایک معمولی آدمی تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا کوئی سودا ہو رہا تھا، گفتگو کے دوران اسے کوئی کام یاد آ گیا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ آپ ٹھہریئے میں ابھی آ کر بات کرتا ہوں، آپ کی زبان مبارک سے ''اچھا'' نکل گیا۔

عبداللہ بن ابی الحمساء تو وہاں جا کر اپنے وعدہ کو بھول گیا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان سے نکلے ہوئے لفظ ''اچھا'' کو نہ بھولے، آپ پورا دن اس کا اسی مقام پر انتظار کرتے رہے، پھر اگلا دن بھی گزر گیا، تیسرے روز کے بعد ابن ابی الحمساء کو یاد آیا کہ میں واپسی کا وعدہ کر کے آیا تھا، وہ فوراً آپ کے مکان پر پہنچا لیکن گھر والوں سے یہ خبر سن کر اس کو سخت حیرانگی ہوئی کہ آپ تین روز سے گھر پر ہی نہیں آئے، وہ فوراً وعدہ کی جگہ پر پہنچا، دیکھا کہ آپ وہاں اس کے انتظار میں کھڑے تھے، آپ اس کو دیکھ کر بالکل غصہ میں نہیں آئے، دھیمی آواز سے صرف اتنا کہا ''بھلے مانس! تو نے مجھے پریشان کر دیا، میں برابر تین روز سے تمہارا یہاں انتظار کر رہا ہوں۔[1]

---

(۱) عبداللہ بن شقیق، عن أبیه، عن عبد اللہ بن أبي الحمساء، قال: بایعت النبي صلی اللہ علیه وسلم ببیع قبل أن یبعث وبقیت له بقیة فوعدته أن آتیه بها في مکانه، فنسیت، ثم ذکرت بعد ثلاث، فجئت فإذا هو في مکانه، فقال: ''یا فتی، لقد شققت عليّ، أنا هاهنا منذ ثلاث أنتظرك''. (سنن ابی داود: (۳۴۰/۲)، کتاب الأدب، باب في العدة، ط: رحمانیه)۔

السنن الکبری للبیهقی: (۱۹۸/۱۰)، کتاب الشهادات، باب من وعد غیره شیئا ومن نیته أن یفی به۔۔۔الخ، ط: إدارہ تالیفات اشرفیه۔

المسند الجامع: (۲۴۷/۸)، رقم الحدیث: ۵۷۸۰، حرف العین، عبداللہ بن أبی الحمساء، ط: دار الجیل۔

کاروباری شراکت داروں کے تاثرات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت ملنے سے پہلے لوگوں کے ساتھ شراکت داری میں بھی کام کیا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان شراکت داروں کے تاثرات یہ ہیں:

❶ عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے، فرماتے ہیں کہ میں جاہلیت کے زمانہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تجارت میں شریک تھا، میں جب مدینہ منورہ حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا! مجھے پہچانتے ہو؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں!

کنت شریکی فنعم الشریک لاتداری ولاتماری۔

تم تو میرے ساتھ تجارت میں شریک تھے، نہ کسی بات کو ٹالتے اور نہ کسی بات پر جھگڑا کرتے۔ (۱)

❷ قیس بن السائب المخزومی بیان کرتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ تجارت میں شریک تھے، آپ تجارت میں بہترین شریک تھے، نہ کبھی جھگڑتے اور نہ کسی سے مناقشہ کرتے۔ (۲)

---

(۱) وأخرج ابو نعیم عن مجاهد قال حدثني مولاي عبد الله بن السائب قال كنت شريك النبي صلى الله عليه وسلم في الجاهلية فلما قدمت المدينة قال: تعرفني؟ قلت: نعم كنت شريكي فنعم الشريك لا تداري ولا تماري۔ (الخصائص الكبرى: (۱۵۳/۱)، ذكر المعجزات والخصائص فی خلقه الشريف صلى الله عليه وسلم، ط: دار الكتب العلمية)۔

📂 أسد الغابة: (۳۲۲/۲)، باب الزاى والهاء والواو، زهير بن أبى أمية، ط: دار الكتب العلمية۔

📂 معرفة الصحابة لأبى نعيم: (۱۶۷۵/۳)، باب السين، من باب العين، عبدالله بن السائب بن أبى السائب، ط: دار الوطن۔

(۲) قال قيس: وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم شريكى فى الجاهلية، فكان خير شريك لايمارى ولايشارى۔ (الإصابة فى تمييز الصحابة: (۲۵۳/۵)، حرف القاف، قيس بن السائب، ط: دار الكتب العلمية)

📂 مجمع الزوائد: (۱۶۳/۳)، رقم الحديث: ۴۹۵۳، كتاب الصيام، باب السواك للصائم، ط: مكتبة القدس۔

کاروباری سلسلہ میں جھگڑا اور مناقشہ نہ کرنا آدمیت اور انسانیت کے احترام کی بہترین مثال ہے تاکہ کوئی شخص دنیا کے معمولی فائدے کے لیے انسانی اقدار کے احترام کو ختم نہ کردے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے پہلے اپنے بچپن کے دوست، قریش کے بڑے تاجر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی کاروبار میں شریک رہے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کبھی کبھار تجارتی سفر میں آپ کے ساتھ ساتھ ہوتے، وہ شروع ہی سے آپ کی کاروباری صداقت اور امانت کے بڑے گرویدہ تھے۔[1]

زبیر بن عبدالمطلب آپ کے سگے تایا تھے، یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تجارت میں شریک تھے، زبیر مکہ کے مشہور تاجروں میں سے تھے بعض حضرات کا کہنا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ نے آپ کے والد ماجد کے ترکہ کو زبیر کے کاروبار میں لگا دیا تھا جو کہ ایک کامیاب تاجر تھے کچھ اور تجارتی سفر بھی آپ نے اپنے تایا کے ساتھ کیے ہیں۔[2]

---

(۱) عن ابن عباس - أن أبا بكر الصديق صحب النبي صلى الله عليه وسلم وهو ابن ثمان عشرة سنة، والنبي صلى الله عليه وسلم ابن عشرين، وهم يريدون الشام في تجارة، حتى إذا نزل منزلا فيه سدرة قعد في ظلها، ومضى أبو بكر إلى راهب يقال له بحيرا يسأله عن شيء، فقال له: من الرجل الذي في ظل الشجرة؟ فقال: محمد بن عبد الله بن عبد المطلب، فقال: هذا والله نبي، ما استظل تحتها بعد عيسى ابن مريم إلا محمد. ووقع في قلب أبي بكر التصديق، فلما بعث نبي الله صلى الله عليه وسلم اتبعه. (الإصابة في تمييز الصحابة: (١/١٨٣)، حرف الباء، باب ب ح، بحيرا، ط: دار الكتب العلمية)
معرفة الصحابة: (١/٣٣٥)، رقم الحديث: ١٢٨٣، حرف الباء، بحيرا الراهب، ط: دار الوطن۔
الخصائص الكبرى: (١/١٣٥)، ذكر المعجزات والخصائص في خلقه الشريف صلى الله عليه وسلم، ط: دار الكتب العلمية۔

(۲) وفي السنة السابعة عشرة من مولده صلى الله عليه وسلم كان سفر عمه الزبير بن عبد المطلب والعباس ابني عبد المطلب لليمن للتجارة، وصحبها النبي صلى الله عليه وسلم۔ (السيرة الحلبية: (١/٣ ٥٢٠)، باب بيان ما وقع من الحوادث من عام ولادته صلى الله عليه وسلم... إلخ، ط: دار الكتب العلمية)۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تجارت کے معاملے میں بھی آئیڈیل ہے

تجارت کے معاملہ میں ہماری رہنمائی کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نمونہ کافی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں روحانی پہلو کا پوری اہمیت کے ساتھ خیال رکھا جیسے مدینہ منورہ میں تقویٰ کی بنیاد پر مسجد قائم کی تا کہ وہ عبادت علم، دعوت اور حکومت سب کا مرکز بنے، وہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اقتصادی پہلو کا بھی پورا پورا خیال رکھا، چنانچہ خالص اسلامی بازار قائم کر کے یہودیوں کے تسلط کو ختم کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس بازار کا نظام مرتب کیا اور اس کی نگرانی فرماتے رہے، اور ساتھ ہی اس سے متعلق تعلیمات اور ہدایات جاری فرماتے رہے، اس بازار کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ فریب، ناپ تول میں کمی، ذخیرہ اندوزی اور دوسروں کو زک (نقصان) پہنچانے والی باتوں سے بالکل پاک تھا۔[1]

ان تمام باتوں کے ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) مسجد قباء في بني عمرو بن عوف كان مربدا لكلثوم بن الهدم، فأعطاه رسول الله صلى الله عليه وسلم فبناه مسجدا وأسسه وصلى فيه قبل أن يدخل المدينة حين قدومه من مكة۔ (البحر العميق: (۵/ ۲۸۱۱)، الباب العشرون: في تاريخ المدينة، الفصل السابع: المساجد التي صلى فيها النبي صلى الله عليه وسلم، ط: مؤسسة الريان)۔

وأقام رسول الله صلى الله عليه وسلم بقباء أربعة أيام۔۔۔۔۔۔ وأسس مسجد قباء وصلى فيه وهو أول مسجد أسس على التقوى بعد النبوة۔ (الرحيق المختوم: (ص: ۱۵۶)، هجرة النبي صلى الله عليه وسلم، ط: دار الهلال)۔

عن ابي أسيد، أن أبا أسيد حدثه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ذهب إلى سوق النبيط، فنظر إليه فقال: "ليس هذا لكم بسوق"، ثم ذهب إلى سوق فنظر إليه، فقال: "ليس هذا لكم بسوق"، ثم رجع إلى هذا السوق فطاف فيه، ثم قال: "هذا سوقكم، فلا ينتقصن، ولا يضربن عليه خراج" (سنن ابن ماجه (ص: ۱۶۱)، أبواب التجارات، باب الأسواق ودخولها، ط: قديمى)

کے صحابۂ کرام میں ہر قسم کے تاجر، کاریگر، کاشتکار اور ہر کام اور پیشہ کو اختیار کرنے والے لوگ موجود تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے درمیان موجود تھے، آپ پر اللہ کی طرف سے آیتیں نازل ہوئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے آسمانی باتیں کرتے، حضرت جبرئیل علیہ السلام صبح شام وحی لے کر آتے، صحابہ کرام کا حال یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک منٹ کے لیے جدا ہونا پسند نہ کرتے کوئی صحابی تجارتی سفر کر رہا ہے تو کوئی اپنے نخلستان میں مصروف ہے اور کوئی اپنے پیشے اور کاریگری میں مشغول ہونے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو سننے کا موقع نہیں پاتا تو وہ اپنے بھائی سے معلوم کر لیتا ہے۔ [1]

انصار زیادہ تر زراعت پیشہ اور نخلستان کے مالک تھے اور مہاجرین زیادہ تر بازاروں میں کاروبار کرتے تھے۔ [2]

---

(۱) عن عبد الله بن عباس عن عمر قال كنت أنا وجار لي من الأنصار في بني أمية بن زيد وهي من عوالي المدينة وكنا نتناوب النزول على رسول الله صلى الله عليه وسلم ينزل يوما وأنزل يوما فإذا نزلت جئته بخبر ذلك اليوم من الوحي وغيره وإذا نزل فعل مثل ذلك ــــــــ إلخ (صحيح البخارى: (۱/۱۹)، كتاب العلم، باب التناوب فى العلم، ط: قديمى)

السنن الكبرى للبيهقي: (۷/۳۷)، كتاب النكاح، باب ماوجب عليه من تخيير النساء، ط: إدارة تاليفات أشرفيه۔

مسند أحمد: (۱/۳۴۸)، مسند الخلفاء الراشدين، مسند عمر بن الخطاب رضى الله عنه، ط: مؤسسة الرسالة۔

(۲) عن الزهري قال أخبرني سعيد بن المسيب وأبو سلمة بن عبد الرحمن أن أبا هريرة رضي الله عنه قال إنكم تقولون إن أبا هريرة يكثر الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وتقولون ما بال المهاجرين والأنصار لا يحدثون عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بمثل حديث أبي هريرة وإن إخوتي من المهاجرين كان يشغلهم صفق بالأسواق وكنت ألزم رسول الله صلى الله عليه وسلم على ملء بطني فأشهد إذا غابوا وأحفظ إذا نسوا وكان يشغل إخوتي من الأنصار عمل أموالهم وكنت امرأ مسكينا من مساكين الصفة أعي حين ينسون ــــــ إلخ (صحيح البخارى: (۱/۲۷۴)، كتاب البيوع، باب ماجاء فى قول الله تبارك وتعالى: فإذا قضيت الصلاة فانتشروا فى الأرض ــــ إلخ، ط: قديمى) =

تجارت کی ترغیب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ترغیب کی وجہ سے اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تجارت کرتے تھے، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم وغیرہ تو پہلے ہی سے تاجر تھے، اور اسی تجارت سے کمایا ہوا مال ان کے اسلام لانے کے بعد اسلام کے کام آیا۔

"التراتیب الاداریہ" نامی کتاب میں تاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری فہرست موجود ہے۔

اسلام نے تجارت کی بہت زیادہ ترغیب دی ہے، ملک اور قومیں عبادت کے ساتھ ساتھ تجارت ہی سے ترقی یافتہ بنتی ہیں، اسی وجہ سے اسلام نے تجارت پر بہت زیادہ زور دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر طریقہ سے اس کی ترغیب دی، بیکار بیٹھ کر کھانے کو اسلام کسی صورت میں بھی پسند نہیں کرتا، چنانچہ روزی کمانا بھی عبادت میں شامل ہے حدیث شریف میں ہے:

طلب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ۔[1]

ترجمہ: حلال رزق حاصل کرنا فرائض کے بعد ایک فریضہ ہے۔

= قوله: وإن اخوتي من الأنصار كان يشغلهم عمل أموالهم فإن المراد بالعمل الشغل في الأراضي بالزراعة والغرس۔ (فتح الباري: (۲۸/۵)، كتاب الحرث والزراعة، باب ماجاء في الغرس، ط: دار المعرفة)

وكان المهاجرون تجارا والأنصار أصحاب زرع۔ (عمدة القاري: (۲۳۱/۱۱)، باب قول الله تعالى: فإذا قضيت الصلاة فانتشروا في الأرض، ط: دار الكتب العلمية)

(۱) مجمع الزوائد: (۲۹۱/۱۰)، رقم الحديث: ۱۸۰۹۸، كتاب الزهد، باب طلب الحلال والبحث عنه، ط: مكتبة القدس۔

المعجم الكبير: (۷۴/۱۰)، رقم الحديث: ۹۹۹۳، باب العين، باب اسمه: عبدالله، ط: مكتبة ابن تيمية القاهرة۔

كنز العمال: (۵/۴)، رقم الحديث: ۹۲۰۳، كتاب البيوع من قسم الأقوال، الباب الأول في الكسب، الفصل الأول في فضائل الكسب الحلال، ط: مؤسسة الرسالة۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تاجر تھے

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ برابر تجارت میں لگے رہے اور دوڑ دھوپ کرتے رہے یہاں تک کہ جس دن خلیفہ بنائے گئے اس دن بھی بازار جانے کا ارادہ کیا۔ (١)

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا قریش کی ایک نہایت معزز اور مالدار خاتون تھیں باپ کا نام خویلد'' تھا، شرم وحیاء کی پیکر تھیں، اسی وجہ سے صرف اسلام کے زمانہ میں نہیں بلکہ جاہلیت کے زمانہ میں بھی لوگ ''طاہرہ'' کے نام سے پکارتے تھے۔ (٢)

ہر مال دار اپنے مال میں اضافہ کرنے کا خواہش مند ہوتا ہے، اچھے اور

---

(١) عطاء بن السائب قال: لما استخلف أبو بكر أصبح غاديا إلى السوق وعلى رقبته أثواب يتجر بها فلقيه عمر بن الخطاب وأبو عبيدة بن الجراح فقالا له: أين تريد يا خليفة رسول الله؟ قال: السوق. قالا: تصنع ماذا وقد وليت أمر المسلمين؟ قال: فمن أين أطعم عيالي؟ قالا له: انطلق حتى نفرض لك شيئا. فانطلق معهما ففرضوا له كل يوم شطر شاة۔ (الطبقات الكبرى: (١٨٤/٣)، الطبقة الأولى على السابقة في الإسلام ـــ إلخ، ذكر بيعة أبي بكر، ط: دار صادر)

فتح الباري: (٣٠٥/٤)، كتاب البيوع، باب كسب الرجل وعمله بيده، ط: دار المعرفة۔

عمدة القاري: (٢٦٤/١١)، كتاب البيوع، باب كسب الرجل وعمله بيده، ط: دار الكتب العلمية)

(٢) قوله: خديجة) هي أول من تزوجها صلى الله عليه وسلم وهي بنت خويلد بن أسد بن عبد العزى بن قصي ـــ قال الزبير: وكانت خديجة تدعى في الجاهلية الطاهرة۔ (فتح الباري: (١٣٤/٧)، كتاب مناقب الأنصار، باب تزويج النبي صلى الله عليه وسلم خديجة وفضلها رضي الله عنها، ط: دار المعرفة)۔

وكانت تدعى في الجاهلية بالطاهرة لشدة عفافها وصيانتها۔ وفي الروض: كانت تسمى الطاهرة في الجاهلية والإسلام۔ (شرح الزرقاني على المواهب اللدنية: (١٩٩/١)، المقصد الأول في تشريف الله تعالى له عليه الصلاة والسلام، تزوجه عليه السلام من خديجة، ط: دار المعرفة)۔

عمدة القاري: (٢٨١/١٦)، كتاب مناقب الأنصار، باب تزويج النبي صلى الله عليه وسلم خديجة وفضلها رضي الله عنها، ط: دار الكتب العلمية۔

بڑے تاجر میں فرق ہوتا ہے، بُرے تاجر مال میں اضافہ کرتے وقت حلال وحرام کی تمیز نہیں کرتے لیکن اچھے تاجر جائز طریقہ اور شریعت کی حدود میں رہ کر تجارت کرتے ہیں۔

جب کبھی مکہ کے قریش کے لوگ تجارت کے لیے قافلہ روانہ کرتے تھے، حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی چند آدمیوں کو اپنا مال مضاربت کے اصول پر دے کر روانہ کرتیں اور اس طریقہ سے اپنے مال میں اضافہ کرتیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا چونکہ معاملات کی سچی اور تجارت کے اصول میں دیانت دار تھیں اس وجہ سے لوگ ان کا مال کاروبار کے لیے لے جانے کو ترجیح دیتے تھے۔

بعض روایات میں ہے کہ ایک دن ابوطالب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اس وقت آپ کی قوم کا ایک تجارتی قافلہ شام جانے کو تیار ہے، اور خدیجہ قریش کے لوگوں کو رقم دے کر تجارت کے لیے بھیج رہی ہے، اور لوگ اس کے سرمایہ سے بہت منافع حاصل کر رہے ہیں، اگر آپ بھی خدیجہ سے ان کا مال تجارت کے لیے شام لے کر جانے کی خواہش کا اظہار کریں گے تو مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کی پاکیزہ ہستی، معاملات کی صداقت اور دیانت کی وجہ سے آپ کو دوسروں پر ترجیح دے گی، اگر چہ میں آپ کو شام بھیجنا پسند نہیں کرتا لیکن حالات کی وجہ سے مجبوری ہے کہ تجارت کے لیے وہاں جانے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ (۱)

(۱) قالت: (نفیسة بنت منیة): لما بلغ رسول الله صلى الله عليه وسلم خمسا وعشرين سنة وليس له بمكة اسم إلا الأمين لما تكاملت فيه من خصال الخير، قال له أبو طالب: يا ابن أخي أنا رجل لا مال لي، وقد اشتد الزمان علينا، وألحت علينا سنون منكرة، وليس لنا مادة ولا تجارة، وهذه عير قومك قد حضر خروجها إلى الشام، وخديجة بنت خويلد تبعث رجالا من قومك في عيرانها، فيتجرون لها في مالها، ويصيبون منافع، فلو جئتها فوضعت نفسك عليها لأسرعت إليك، وفضلتك على غيرك، لما يبلغها عنك من طهارتك، وإن كنت لأكره أن تأتي الشام، وأخاف عليك من يهود، ولكن لا نجد من ذلك بدا. وكانت خديجة بنت خويلد امرأة تاجرة ذات شرف ومال كثير وتجارة وتبعث بها إلى الشام فتكون عيرها

ابوطالب قریش کے سربراہ تھے لیکن لنگڑے ہونے کی وجہ سے معذوری کی بنا پر دور دراز علاقوں میں تجارتی سفر کرنے سے معذور تھے، البتہ علاقے میں عطر فروشی اور بعض اوقات غلہ کی خرید وفروخت کا کام کر لیتے تھے، اس معمولی تجارت کی وجہ سے ان کی آمدنی کوئی زیادہ نہیں تھی، دوسری طرف اہل وعیال بال بچے زیادہ تھے ان کی اس معمولی آمدنی سے خاندان کا گزارا مشکل سے ہوتا تھا، چنانچہ حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں:

أبی ساد فقیرا، وما ساد فقیر قبله۔

میرے والد ابوطالب جب سردار ہوئے تو مالی طور پر فقیر تھے اور ان سے قبل کوئی فقیر سردار نہیں ہوا۔ (۱)

ان حالات کی وجہ سے ابوطالب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تجارت کا مال لے جانے کی ترغیب دے رہے تھے تا کہ ان کے مالی حالات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سفر کے باعث اچھے ہو جائیں۔

= کعامة عیر قریش، وکانت تستأجر الرجال وتدفع إلیهم المال مضاربة۔ (عیون الأثر لابن سید الناس: (۱۱۶/۱)، ذکر سفره علیه السلام إلی الشام مرة ثانیة وتزویجه خدیجة علیها السلام بعد ذلک، ط: دار الجیل)۔

الطبقات الکبری لابن سعد: (۱۲۹/۱)، ذکر خروج رسول الله صلی الله علیه وسلم إلی الشام فی المرة الثانیة، ط: دار صادر۔

السیرة الحلبیة: (۱۹۳/۱)، باب سفره صلی الله علیه وسلم إلی الشام ثانیا، ط: دار الکتب العلمیة۔

(۱) کان أبو طالب یبیع العطر، وربما باع البر۔ (المعارف لابن قتیبة: (ص: ۵۷۵)، صناعات الأشراف، ط: دار المعارف)۔

وکان أبو طالب سیدا شریفا مطاعا مهیبا مع إملاقه۔ قال علی بن أبی طالب: أبی ساد فقیرا، وما ساد فقیر قبله۔ (تاریخ الیعقوبی: (۱۴/۲)، مولد الرسول صلی الله علیه وسلم، ط: دار صادر)۔

السیرة الحلبیة: (۱۸۸/۱)، باب حضوره صلی الله علیه وسلم حرف الفجار، ط: دار الکتب العلمیة۔

بعض روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نیک اوصاف، دیانت، امانت اور سچائی کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی تھی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامان قریش کے کل سامان کے برابر ہوتا تھا، وہ مضاربت پر لوگوں کو تجارت کے لیے مکہ مکرمہ سے باہر شام بھیجتی تھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر اس وقت ۲۵ سال تھی، اور آپ کو قوم کی جانب سے ''الصادق'' اور ''الامین'' کے القاب مل چکے تھے، اور یہی دو صفات ایسی ہیں کہ ایک تاجر کی تجارت کے فروغ کا سب سے بڑا سرمایہ ہوتی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اوصاف کا گھر گھر چرچا ہو چکا تھا، اس بنا پر سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خود آپ کو پیغام بھیجا کہ اگر آپ میرا تجارت کا مال شام لے کر جائیں تو آپ کو دوسروں کی نسبت زیادہ حصہ دوں گی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے اس پیغام کو قبول فرمالیا، اور حضرت خدیجہ کے غلام ''میسرہ'' کے ساتھ آپ شام کی جانب مال لے کر روانہ ہوئے، شام جانے سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے یہ کہا کہ میں آپ کی قوم کے دوسرے تاجروں کو جو نفع یا حصہ دیتی ہوں، آپ کو اس سے دگنا دوں گی، آپ نے اس کو منظور کرلیا اور گھر آکر اپنے چچا ابو طالب سے بھی اس کا ذکر کیا، ابو طالب یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔ (۱)

---

(۱) وبلغ خديجة ما كان من محاورة عمه له، وقبل ذلك ما بلغها من صدق حديثه، وعظم أمانته، وكرم أخلاقه، فقالت: ما علمت أنه يريد هذا، ثم أرسلت إليه فقالت: إنه دعاني إلى البعثة إليك ما بلغني من صدق حديثك، وعظم أمانتك، وكرم أخلاقك، وأنا أعطيك ضعف ما أعطي رجلا من قومك، ففعل رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولقي أبا طالب، فذكر له ذلك، فقال: إن هذا الرزق ساقه الله إليك، فخرج مع غلامها ميسرة حتى قدم الشام...... (عيون الأثر لابن سيد الناس: (۱/۱۱۶)، ذكر سفره عليه السلام إلى الشام مرة ثانية وتزويجه خديجة عليها السلام بعد ذلك، ط: دار الجيل)۔

السيرة النبوية لابن اسحاق: (ص: ۸۸)، كتاب المغازى، حديث خديجة ابنة خويلد، ط: دار الفكر۔

السيرة الحلبية: (۱/۱۹۳)، باب سفره صلى الله عليه وسلم إلى الشام ثانيا، ط: دار الكتب العلمية۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال لے کران کے غلام میسرہ کے ساتھ ۱۶ ذی الحجہ کو شام کے وقت روانہ ہو گئے، راستہ میں آتے جاتے میسرہ برابر دیکھتا رہا کہ جب گرمی کی شدت ہوتی تھی تو فوزا دو فرشتے آ کر آپ پر سایہ فگن ہو جاتے تھے، میسرہ یہ باتیں دیکھ دیکھ کر حیران ہوا، اور اس کے دل میں آپ کی محبت اور عقیدت جاگزیں ہوگئی۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شام کے سفر سے واپس آرہے تھے تو ظہر کے وقت مکہ مکرمہ پہنچ گئے، اس وقت حضرت خدیجہ چند خواتین کے ساتھ اپنے بالا خانہ میں بیٹھی ہوئی باہر کا نظارہ کر رہی تھیں، ان خواتین میں نفیسہ بنت منیہ بھی موجود تھیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور دوسری خواتین نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ دو بڑے پرندے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سایہ کر رہے ہیں، یہ نظارہ دیکھ کر وہ انگشت بدنداں رہ گئیں، ظاہر ہے کہ وہ فرشتے تھے جو پرندوں کی شکل میں نظر آرہے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی تجارت میں دوسروں سے بہت زیادہ منافع کما کر مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے تو سیدہ خدیجہ بہت خوش ہوئیں، لیکن سب سے زیادہ خوشی آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیک سیرت، اچھی عادت اور نیک اوصاف کو سن کر ہوئی جو میسرہ نے سیدہ خدیجہ سے بیان کیے، آپ کی دیانت داری اور سچائی، راست گفتاری کی ایسی تعریف کی کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے اپنے آپ کو وابستہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا، اور جلد از جلد اس رشتہ کو قائم کرنے کے لیے کوشش کرنے لگیں، اور یہ سب کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیک نفسی، راست بازی، صداقت اور امانت داری اور صدق وصف کی وجہ سے ہوا جو تجارت کے اہم اجزاء ہیں، چنانچہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ کا نکاح

شام کے سفر سے واپسی کے دو ماہ ۲۵ دن بعد ہو گیا۔(۱)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ایک تاجر میں نہایت اعلیٰ اخلاقی صفات کا پایا جانا ضروری ہے۔

---

(۱) ثم خرج صلى الله عليه وسلم أيضًا ومعه ميسرة غلام خديجة بنت خويلد بن أسد، في تجارة لها... وله إذ ذاك خمس وعشرون سنة، لأربع عشرة ليلة بقيت من ذي الحجة، فنزل تحت ظل شجرة... وكان ميسرة يرى في الهاجرة ملكين يظلانه في الشمس، ولما رجعوا إلى مكة في ساعة الظهيرة، وخديجة في علية لها، رأت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على بعيره وملكان يظلان عليه. رواه أبو نعيم. وتزوج صلى الله عليه وسلم خديجة بعد ذلك بشهرين وخمسة وعشرين يومًا.

وفي شرح الزرقاني: ولما رجعوا إلى مكة في ساعة الظهيرة وخديجة في علية لها، فأرته نساءها فعجبن لذلك ودخل عليها صلى الله عليه وسلم فأخبرها بما ربحوا فسرت، فلما دخل عليها ميسرة أخبرته بما رأت، فقال: قد رأيت هذا منذ خرجنا من الشام ... وقدم صلى الله عليه وسلم بتجارتها فربحت ضعف ما كانت تربح وأضعفت له ما كانت سمته له، وتزوج صلى الله عليه وسلم خديجة بعد ذلك أي: قدومه من الشام، بشهرين وخمسة وعشرين يومًا۔ (شرح الزرقاني مع المواهب اللدنية: (۱/ ۳۷۰ـ۳۷۱)، المقصد الأول في تشريف الله تعالى له عليه الصلاة والسلام، تزوجه عليه السلام خديجة، ط: دار الكتب العلمية)۔

وكان ميسرة يرى رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا كانت الهاجرة واشتد الحر، يري ملكين يظلانه من الشمس وهو على بعيره، قال: وكان الله عز وجل قد ألقى على رسول الله صلى الله عليه وسلم المحبة من ميسرة، فكان كأنه عبد لرسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما رجعوا وكانوا بمر الظهران تقدم رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى دخل مكة في ساعة الظهيرة وخديجة في علية لها، معها نساء فيهن نفيسة بنت منية، فرأت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين دخل وهو راكب على بعيره وملكان يظلان عليه فأرته نساءها فعجبن لذلك، ودخل عليها رسول الله صلى الله عليه وسلم فخبرها بما ربحوا، فسرت بذلك، فلما دخل عليها ميسرة أخبرته بما رأت، فقال لها ميسرة: قد رأيت هذا منذ خرجنا من الشام ... قالوا: وقدم رسول الله صلى الله عليه وسلم بتجارتها فربحت ضعف ما كانت تربح وأضعفت له ما سمت له، فلما استقر عندها هذا ... فعرضت عليه نفسها فقالت له فيما يزعمون: يا ابن عم، إني قد رغبت فيك لقرابتك، ووسطتك في قومك وأمانتك، وحسن خلقك وصدق حديثك، فلما قالت له ذلك ذكر ذلك لأعمامه، فخرج معه عمه حمزة بن عبد المطلب رضي الله عنه حتى دخل على خويلد بن أسد، فخطبها إليه فتزوجها۔ (عيون الأثر لابن سيد الناس: (۱/ ۱۱۷)، ذكر سفره عليه السلام إلى الشام في المرة الثانية وتزويجه خديجة عليها السلام بعد ذلك، ط: دار الجيل)۔

فتح الباري: (۷/ ۱۳۳)، كتاب مناقب الأنصار، باب تزويج النبي صلى الله عليه وسلم خديجة وفضلها رضي الله عنها، ط: دار المعرفة۔

قریش کے سب سے بڑے مال دار

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ قریش کے سب سے زیادہ مال دار شخص تھے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ تجارت میں بڑے خوش قسمت انسان تھے، وفات کے وقت انہوں نے ایک ہزار اونٹ، تین ہزار بکریاں اور ایک سو گھوڑے ترکہ میں چھوڑے۔ (۱)

زندگی میں تیس ہزار غلام آزاد کیے۔ (۲)

ازواج مطہرات کی خدمت کو اپنی زندگی کا سرمایہ سمجھتے تھے، چنانچہ ازواج مطہرات کے لیے ایک باغ کی وصیت فرمائی جو چالیس ہزار دینار میں فروخت کیا گیا۔ (۳)

= الروض الأنف: (۱۵۲/۲)، حدیث تزویج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ رضی اللہ عنہا، ط: دار احیاء التراث العربی۔

سیرۃ ابن ہشام: (۱۸۷/۱ـ۱۸۸)، حدیث تزویج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ رضی اللہ عنہا، ط: مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی۔

(۱) قال أبو عمر بن عبد البر: کان (عبد الرحمن بن عوف) مجدودا فی التجارۃ، خلف ألف بعیر، وثلاثۃ آلاف شاۃ، ومئۃ فرس۔ (سیر أعلام النبلاء: (۹۲/۱)، ترجمۃ عبد الرحمن بن عوف، ط: مؤسسۃ الرسالۃ)۔

الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب: (۸۴۷/۲)، حرف العین، باب عبد الرحمن، ط: دار الجیل۔

المفصل فی تاریخ العرب قبل الإسلام: (۳۱۱/۱۳)، الفصل الواحد بعد المائۃ: تجارۃ مکۃ، ط: دار الساقی۔

(۲) وفی الحلیۃ لأبی نعیم: أنہ أعتق ثلاثین ألف نسمۃ۔ (شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ: (۲۲۲/۱)، المقصد الأول، ذکر تزویج عبد اللہ آمنۃ، ط: دار الکتب العلمیۃ)۔

عن جعفر بن برقان، قال: بلغنی أن عبد الرحمن بن عوف، أعتق ثلاثین ألف بیت۔ (حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم: (۹۹/۱)، المہاجرون من الصحابۃ، عبد الرحمن بن عوف، دار الکتاب العربی)۔

سیر أعلام النبلاء: (۹۲/۱)، ترجمۃ: عبد الرحمن بن عوف، ط: مؤسسۃ الرسالۃ۔

(۳) عن أبی سلمۃ بن عبد الرحمن أن أباہ أوصی لامہات المؤمنین بحدیقۃ بیعت بعدہ بأربعین ألف دینار۔ (المستدرک للحاکم: (۳۱۲/۳)، کتاب معرفۃ الصحابۃ، مناقب عبد الرحمن بن عوف، ط: دار المعرفۃ)۔=

عروہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے پچاس ہزار دینار اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی وصیت فرمائی اور ہر ایک آدمی کو ایک ایک ہزار دینار دیئے گئے۔

زہری فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے جنگ بدر میں شریک ہونے والے صحابۂ کرام کے لیے وصیت فرمائی، اس وقت سو بدری صحابی مدینہ طیبہ میں موجود تھے جن میں سے ہر ایک کو چار چار سو دینار ملے، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی ان میں سے ایک تھے۔ (۱)

زندگی میں اتنا کچھ اللہ کے راستے میں تقسیم کیا پھر بھی وافر مقدار میں مال و دولت چھوڑ کر گئے ان کی چار بیوائیں تھیں جن کو ترکہ میں صرف آٹھواں حصہ ملا تھا، چنانچہ ہر بیوہ نے اسی اسی ہزار دینار پائے بلکہ امام ذہبیؒ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ہر بیوہ نے ایک ایک لاکھ دینار پایا۔ (۲)

= جامع الترمذی: (۲/۲۱۶)، أبواب المناقب، مناقب عبدالرحمن بن عوف، ط: قدیمی۔

شرح السنة للبغوی: (۱۴/۱۲۹)، کتاب فضائل الصحابة، باب مناقب سعید بن زید، ط: المکتب الإسلامی۔

(۱) عن عروة: أن عبدالرحمن بن عوف أوصى بخمسين ألف دينار في سبيل الله، فكان الرجل يعطى منها ألف دينار. وعن الزهري: أن عبد الرحمن أوصى للبدريين، فوجدوا مائة، فأعطى كل واحد منهم أربع مائة دينار، فكان منهم عثمان فأخذها. (سیر أعلام النبلاء: (۱/۹۰)، ترجمة: عبد الرحمن بن عوف، ط: مؤسسة الرسالة)۔

أسد الغابة: (۳/۳۸۰)، حرف العين، باب العين والباء، ط: دار الكتب العلمية۔

تهذيب الأسماء واللغات: (۱/۳۰۲)، حرف العين المهملة، باب عبد الرحمن، ط: دار الكتب العلمية۔

(۲) عن ثابت، عن أنس، قال: رأيت عبد الرحمن بن عوف، قسم لكل امرأة من نسائه بعد موته مائة ألف. وروى: هشام، عن ابن سيرين، قال: اقتسمن ثمنهن ثلاث مائة ألف وعشرين ألفا. (سير أعلام النبلاء: (۱/۹۰-۹۱)، ترجمة: عبد الرحمن بن عوف، ط: مؤسسة الرسالة)۔

تاريخ دمشق: (۳۵/۳۰۳)، حرف العين، عبدالرحمن بن عوف، ط: دار الفكر۔

اسد الغابہ وغیرہ کتب میں ہے کہ سونے کی اینٹیں اتنی بڑی تھیں کہ کلہاڑی سے کاٹ کاٹ کر ترکہ میں تقسیم کی گئیں اور کاٹنے والوں کے ہاتھوں پر چھالے پڑ گئے اور غیر منقولہ جائیداد بھی بہت چھوڑی۔ (۱)

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی، تو مدینہ منورہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ کو ان کا اسلامی بھائی بنایا، حضرت سعد بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنا مال و دولت تقسیم کر کے دینا چاہا اور کہا کہ میں انصار میں سب سے زیادہ مالدار ہوں، آپ میرا آدھا مال لے لیں، حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ مجھے بازار کا راستہ بتادیں، چنانچہ انہوں نے بنو قینقاع بازار دکھا دیا حضرت عبد الرحمن روزانہ بازار جانے لگے، جہاں انہوں نے تجارت کر کے بہت سارا مال کمایا، مکہ مکرمہ میں بھی آپ تجارت کرتے تھے، لیکن ہجرت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو تجارت میں بڑی برکت دی، خود فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں پتھر بھی اٹھاتا ہوں تو اس کے نیچے سے سونا نکل آتا ہے۔

تقریباً ہر دن ان کے تجارتی قافلے مدینہ طیبہ آتے جاتے جس کی وجہ سے ان کے پاس مال و دولت کے ڈھیر تھے۔

ایک مرتبہ ان کا تجارتی قافلہ مدینہ منورہ آیا، اس میں سات سو اونٹوں پر

---

(۱) وخلف مالا عظيما، من ذلك ذهب قطع بالفئوس، حتى مجلت أيدي الرجال منه۔ (أسد الغابة: ۴۸۰/۳)، باب العين والباء، عبد الرحمن بن عوف، ط: دار الكتب العلمية)۔

(۲) الرياض النضرة في مناقب العشرة للطبري: (۳۱۵/۴)، الباب السابع: في مناقب أبي محمد عبد الرحمن بن عوف، الفصل التاسع: في ذكر وفاته، وما يتعلق بها، ط: دار الكتب العلمية۔

(۳) الطبقات الكبرى: (۱۳۶/۳)، ذكر وصية عبد الرحمن بن عوف وتركته، ط: دار صادر۔

(۴) البداية والنهاية: (۲۵۶/۱۰)، كتاب سيرة رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم دخلت سنة ثنتين وثلاثين، ذكر من توفي من الأعيان، ط: دار هجر۔

صرف گیہوں، آٹا اور دوسری خوردنی اشیا لدی ہوئی تھیں، جب وہ عظیم الشان قافلہ مدینہ میں داخل ہوا تو پورے مدینہ میں اس کا شور مچ گیا، جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس قافلہ کا علم ہوا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

عبد الرحمن لا يدخل الجنة إلا حبوا

عبدالرحمن جنت میں رینگتے ہوئے جائیں گے۔

جب حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اے اماں! میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے یہ پورا قافلہ اسباب وسامان کے ساتھ بلکہ اونٹ اور کجاوہ تک اللہ کے راستہ میں وقف کیا۔ (١)

---

(١) عن أنس، أن عبد الرحمن بن عوف قدم المدينة، فآخى رسول الله صلى الله عليه وسلم بينه وبين سعد بن الربيع الأنصاري، فقال له سعد: أي أخي، أنا أكثر أهل المدينة مالا، فانظر شطر مالي، فخذه... قال عبد الرحمن: بارك الله لك في أهلك ومالك، دلوني على السوق، فدلوه على السوق، فذهب فاشترى وباع وربح... قال عبد الرحمن: " فلقد رأيتني ولو رفعت حجرا لرجوت أن أصيب ذهبا أو فضة (مسند أحمد: (٢١/٣٣٦)، رقم الحديث: ١٣٨٦٣، مسند المكثرين من الصحابة، مسند أنس بن مالك رضي الله عنه، ط: مؤسسة الرسالة)۔

المسند الجامع: (٢/١١-١٢)، رقم الحديث: ٧٢٨، حرف الألف، أنس بن مالك الأنصاري، ط: دار الجيل۔

الطبقات الكبرى: (٣/١٢٦)، الطبقة الأولى على السابقة في الإسلام ممن شهد بدرا، عبد الرحمن بن عوف، ط: دار صادر۔

عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: لما هاجر عبد الرحمن بن عوف رحمه الله إلى المدينة آخى رسول الله صلى الله عليه وسلم بينه وبين سعد، وكان لسعد حائطان وامرأتان، فقال سعد لعبد الرحمن اختر أي امرأتي شئت أتحول لك عنها، واختر أي حائطي شئت، فقال: لا حاجة لي في امرأتك ولا حائطك، ما لهذا أسلمت، ولكن دلوني على السوق، فدله وليس له شيء، فكان يشتري السمن والأقط، والإهاب، والشيء، فيبيعه... فأصاب، وكثر ماله فبينما عائشة رضي الله عنها في بيتها سمعت صوتا رجت منه المدينة، فقالت: ما هذا؟ فقالوا: عير قدمت لعبد الرحمن بن عوف من الشام

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ قریش کے سب سے بڑے مالدار شخص تھے لیکن دل میں مال اور دنیا کی محبت نہیں تھی، مال کمانا برا نہیں مال کی محبت بری ہے۔

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور سخاوت

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا پیشہ تجارت تھا، حالت یہ تھی کہ جس کام کو ہاتھ لگاتے اس میں کبھی خسارہ نہیں ہوتا۔ (1)

کچھ عرصہ تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فوج میں افسر بھی رہے، فاروقی دور کی فوج کے افسروں کی تنخواہیں سات ہزار سے دس ہزار درہم تک تھیں، اتنے بڑے مال دار ہونے کے باوجود سخاوت اور فیاضی میں ایک بہت بڑے مقام پر فائز تھے آپ کے پاس ایک ہزار غلام تھے جو روزانہ اجرت پر کام کر کے ایک بہت بڑی رقم لاتے تھے، لیکن اس مال میں سے کچھ بھی اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال پر خرچ نہیں کرتے تھے بلکہ جو کچھ مال آتا وہ اسی وقت اللہ کے راستے میں خرچ کر دیتے ایک مرتبہ ایک مکان چھ لاکھ میں فروخت کیا، کسی نے کہا کہ آپ نے زیادہ قیمت لی

= وكانت سبع مائة راحلة، فقالت عائشة: أما إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: "رأيت عبدالرحمن بن عوف يدخل الجنة حبوا"، فبلغ ذلك عبدالرحمن رضي الله عنه، فأتاها فسألها عما بلغه من الحديث، فحدثته قال: "فإني أشهدك أنها بأحمالها، وأقتابها، وأحلاسها في سبيل الله عز وجل"۔ (المعجم الكبير: (۲۷/۶)، رقم الحديث: ۵۴۰۷، باب السين، سعد بن الربيع الأنصاري، ط: مكتبة ابن تيمية، القاهرة)

أسد الغابة: (۴۷۸/۳)، حرف العين، باب العين والباء، عبدالرحمن بن عوف، ط: دار الكتب العلمية۔

حلية الأولياء: (۹۸/۱)، المهاجرون من الصحابة، عبدالرحمن بن عوف، ط: دار الكتاب العربي۔

(۱) قال أبو عمر: كان الزبير تاجرا مجدودا في التجارة، وقيل له يوما: بم أدركت في التجارة ما أدركت؟ فقال: إني لم أشتر غبنا، ولم أرد ربحا، والله يبارك لمن يشاء۔ (الاستيعاب: (ص: ۲۶۳)، حرف الزاء، باب الزبير، الزبير بن العوام، ط: دار الأعلام)۔

ہے، فرمایا ہرگز نہیں، اور وہ ساری رقم اللہ کے راستے میں تقسیم فرما دی۔ (۱)

(۱۰۲) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی تجارت اور زرائعتی فارم

حضرت طلحہ بن عبید اللہ ایک بڑے تاجر تھے، آپ کو تجارتی سفر ہی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت ملی تھی، (۲) ان کے پاس تجارت کے ساتھ ساتھ وسیع پیمانے پر زراعت کا شغل بھی تھا، آپ کے عراق میں کئی زرائعتی فارم تھے، ان میں ''قناۃ'' اور ''سراۃ'' نہایت مشہور تھے، صرف ''قناۃ'' کے کھیتوں میں بیس

---

(۱) حدثنا مغيث بن سمي قال: كان للزبير بن العوام ألف مملوك يؤدون إليه الخراج، فلا يدخل بيته من خراجهم شيئا. رواه: سعيد بن عبد العزيز نحوه، وزاد: بل يتصدق بها كلها... قال جويرية بن أسماء: باع الزبير دارا له بست مائة ألف، فقيل له: يا أبا عبد الله! غبنت. قال: كلا، هي في سبيل الله. (سير أعلام النبلاء: (۱/۵۵-۵۷)، ترجمة: الزبير بن العوم، ط: مؤسسة الرسالة).

عمدة القاري: (۱۵/۷۰)، كتاب الخمس، باب بركة الغازي في ماله... إلخ، ط: دار الكتب العلمية.

الرياض النضرة في مناقب العشرة: (۴/۲۸۵)، الباب السادس في مناقب الزبير بن العوام، الفصل الثامن في ذكر نبذ من فضائله، ط: دار الكتب العلمية.

(۲) سبب إسلام طلحة بن عبيد الله رضي الله تعالى عنه ما تقدم أنه قال: حضرت سوق بصرى فإذا راهب في صومعته يقول: سلوا أهل هذا الموسم هل ثم من أهل الحرم أحد؟ فقلت: نعم أنا، قال: هل ظهر أحمد بعد؟ قلت: ومن أحمد؟ قال: ابن عبد الله بن عبد المطلب، هذا شهره الذي يخرج فيه، وهو آخر الأنبياء، مخرجه من الحرم، ومهاجره إلى أرض ذات نخل وسباخ، فإياك أن تسبق إليه، قال طلحة: فوقع في قلبي ما قال، فخرجت سريعا حتى قدمت مكة، فقلت: هل كان من حدث؟ قالوا: نعم، محمد بن عبد الله الأمين يدعو إلى الله، وقد تبعه ابن أبي قحافة، فخرجت حتى دخلت على أبي بكر رضي الله تعالى عنه فأخبرته بما قال الراهب، فخرج أبو بكر حتى دخل على رسول الله صلى الله عليه وسلم فأخبره بذلك، فسر بذلك وأسلم طلحة. (السيرة الحلبية: (۱/۲۹۵-۲۹۶)، باب ذكر أول الناس إيمانا به صلى الله عليه وسلم، ط: دار الكتب العلمية).

الرياض النضرة في مناقب عشرة: (۴/۲۵۰)، الباب الخامس: في مناقب أبي محمد طلحة بن عبيد الله، الفصل الرابع في إسلامه، ط: دار الكتب العلمية.

الطبقات الكبرى: (۳/۲۱۴)، الطبقة الأولى على السابقة في الإسلام ممن شهد بدرا، طلحة بن عبيد الله، ط: دار صادر.

اونٹ سیرابی کا کام کرتے تھے، ایسا ہی انتظام کچھ "سراۃ" میں بھی تھا، (۱) آپ کی تجارت بھی بہت بڑے پیمانے پر تھی۔ (۲)

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ تجارت اور زراعت کی آمدنی سے بنو تیم کے محتاجوں کی کفالت فرماتے، اور ان کی بیواؤں اور یتیموں کی اعانت فرماتے، اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سالانہ دس ہزار درہم دیتے۔ (۳)

گھر میں مال و دولت کی فراوانی تھی، تجارت اور زراعت دونوں طریقوں سے مال و دولت گھر میں آتی تھی، اور جتنا مال آتا ان میں سے لاکھوں درہم اور دینار اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے۔

ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے بیٹے موسی رضی اللہ عنہ

(۱) وكان ماله قد اغتيل. كان يغل كل سنة من العراق مائة ألف سوى غلاته من السراة وغيرهما. ولقد كان يدخل قوت أهله بالمدينة سنتهم من مزرعة بقناة كان يزرع على عشرين ناضحا.
الطبقات الكبرى: (۲۲۱/۳)، الطبقة الأولى على السابقة في الإسلام ممن شهد بدرا، طلحة بن عبيد الله بن عثمان، ط: دار صادر۔
تاريخ دمشق: (۱۰۳/۲۵)، حرف الطاء، طلحة بن عبيد الله بن عثمان، ط: دار الفكر۔
(۲) عن عمرو بن دينار قال: كان غلة طلحة كل يوم ألفا وافيا۔ (حلية الأولياء: (۸۸/۱)، المهاجرون من الصحابة، طلحة بن عبيد الله، ط: دار الكتب العلمية)۔
مجمع الزوائد: (۱۴۸/۹) رقم الحديث: ۱۴۸۰۹، كتاب المناقب، باب مناقب طلحة بن عبيد الله رضي الله عنه، باب في كرمه وما سمي به رضي الله عنه، ط: مكتبة القدس القاهرة۔
المعجم الكبير للطبراني: (۱۱۲/۱)، رقم الحديث: ۱۹۶، العشرة، نسبة طلحة بن عبيد الله رضي الله عنه، من فضائله رضي الله عنه، ط: مكتبة ابن تيمية القاهرة۔
(۳) وكان لا يدع أحدا من بني تيم عائلا إلا كفاه مؤونته ومؤونة عياله وزوج أياماهم وأخدم عائلهم وقضى دين غارمهم. ولقد كان يرسل إلى عائشة إذا جاءت غلته كل سنة بعشرة آلاف.
الطبقات الكبرى: (۲۲۱/۳)، الطبقة الأولى على السابقة في الإسلام ممن شهد بدرا، طلحة بن عبيد الله بن عثمان، ط: دار صادر۔
سير أعلام النبلاء: (۳۳/۱)، طلحة بن عبيد الله، ط: مؤسسة الرسالة۔
تاريخ دمشق: (۱۰۲/۲۵)، حرف الطاء، طلحة بن عبيد الله بن عثمان، ط: دار الفكر۔

سے پوچھا کہ آپ کے والد کس قدر دولت چھوڑ کر گئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ بائیس لاکھ درہم، دولاکھ دینار، اور اس کے علاوہ زیادہ مقدار میں سونا اور چاندی، غیر منقولہ جائیداد اس کے علاوہ تھی، جس کی قیمت کا محتاط اندازہ تین کروڑ درہم تھا، یہ سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

عاش حمیدا سخیا شریفا وقتل فقیرا رحمه الله۔[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کے طریقے بھی بتائے ہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح عبادات کے طریقے بتائے ہیں، اسی طرح دنیا میں اچھے طریقے سے رہنے کے لیے تجارت کے طریقے بھی وضاحت کے ساتھ بتائے ہیں، بلکہ قیامت تک آنے والے تاجروں کو تجارت کے اصول بھی بتادیئے ہیں، ان کی روشنی میں نہایت نفع بخش تجارت کی جاسکتی ہے۔

تجارت کے چند بنیادی اصول

تجارت اور کاروبار صحیح ہونے کا مدار چند اصولوں پر ہے، جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

◐ تجارت کا جواز باہمی تعاون پر ہے، لہٰذا تجارت کے تمام معاملات میں بائع اور مشتری کی جانب سے تعاون کا ہونا ضروری ہے یعنی ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ

---

(۱) عن موسى بن طلحة أن معاوية سأله: كم ترك أبو محمد. يرحمه الله. من العين؟ قال: ترك ألفي ألف درهم ومائتي ألف درهم ومائتي ألف دينار. وكان ماله قد اغتيل. كان يغل كل سنة من العراق مائة ألف سوى غلاته من السراة وغيرهما. ولقد كان يدخل قوت أهله بالمدينة سنتيم من مزرعة بقناة۔ فقال معاوية: عاش حميدا سخيا شريفا وقتل فقيرا. رحمه الله۔ (الطبقات الكبرى: (۳/ ۲۲۱)، الطبقة الأولى على السابقة في الإسلام ممن شهد بدرا، طلحة بن عبيد الله بن عثمان، ط: دار صادر۔

سير أعلام النبلاء: (۱/ ۳۳)، طلحة بن عبيد الله، ط: مؤسسة الرسالة۔

تاريخ دمشق: (۲۵/ ۱۰۳)، حرف الطاء، طلحة بن عبيد الله، ط: دار الفكر۔

ایک فریق کی طرف سے تعاون ہو اور دوسرے کی طرف سے تعاون نہ ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ فریقین میں سے ایک فریق کا زیادہ سے زیادہ نفع ہو، اور دوسرے فریق کا زیادہ سے زیادہ نقصان ہو۔ (۱)

⑦ تجارت اور کاروبار میں دونوں فریق کی جانب سے حقیقی رضامندی کا پایا جانا ضروری ہے، جبری اور اضطراری رضامندی کافی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں باہمی رضامندی کی شرط عائد کی ہے۔ (۲)

⑧ تجارت اور کاروبار کا معاملہ کرنے والا عاقل بالغ یا ممیز اور آزاد ہوں مجبور مجنون، ناسمجھ اور مکرَہ نہ ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمیوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے۔ ① سوئے ہوئے آدمی سے جب تک وہ بیدار نہ ہو جائے۔ ② بچے سے جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے۔ ③ پاگل سے جب تک وہ صحیح عقل والا نہ ہو جائے۔ (۳)

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبردستی اور جبر کی بیع سے منع فرمایا۔ (۴)

---

(۱) وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۚ (المائدة: ۲)

(۲) يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ۔ (النساء: ۲۹)

(۳) رفع القلم عن ثلاثة: عن النائم حتى يستيقظ، وعن الصبي حتى يحتلم، وعن المجنون حتى يعقل۔ (مسند احمد: (۲۲۴/۴۱)، رقم الحديث: ۲۴۶۹۴، مسند النساء، مسند الصديقة عائشة بنت الصديق رضي الله عنها، ط: مؤسسة الرسالة)۔
نيل الأوطار: (۳۷۰/۱)، رقم الحديث: ۲۱۶، كتاب الصلاة، باب أمر الصبي بالصلاة تمرينا لا وجوبا، ط: دار الحديث۔
ويشترط في العاقدين: كونهما حرين، عاقلين، يعرفان النفع والضرر۔ (حجة الله البالغة: (۱۶۲/۲)، من أبواب ابتغاء الرزق، ط: دار الجيل)۔

(۴) نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع المضطر۔ (سنن أبي داود: (۱۲۳/۲)، كتاب البيوع، باب في بيع المضطر، ط: رحمانيه) =

⑭ تجارت کے معاملہ میں کسی قسم کے دھوکے، بد دیانتی، خیانت، ضرر اور نقصان کا عمل دخل نہ ہو، اور جن چیزوں کے استعمال کو شریعت نے معصیت اور حرام قرار دیا ہے ان چیزوں کا کاروبار اور تجارت نہ ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہترین کسب، بیع مبرور ہے اور آدمی کا اپنے ہاتھ سے کام کر کے روزی کمانا۔ (١)

اور بیع مبرور ایسی بیع وشراء کو کہتے ہیں کہ جس میں بائع اور مشتری ایک دوسرے سے تعاون اور بھلائی کا معاملہ کریں یعنی اس میں دھوکہ، خیانت اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو، اور اس سے معصیت اور نافرمانی بھی لازم نہ آتی ہو۔ (٢)

اور ایک حدیث میں ہے کہ:

اسلام میں نہ نقصان اٹھانا ہے اور نہ نقصان پہنچانا ہے۔ (٣)

= ▭ مشكاة المصابيح: (ص:٢٤٨)، كتاب البيوع، باب المنهى عنها من البيوع، الفصل الثاني، ط: قديمى۔

▭ في النهاية: هذا يكون من وجهين أحدهما أن يضطر إلى العقد من طريق الإكراه عليه، وهذا بيع فاسد لاينعقد۔ (مرقاة المفاتيح: (٧٦/٦)، كتاب البيوع، باب المنهى عنها من البيوع، الفصل الثاني، ط: رشيديه)۔

(١) عن جميع بن عمير عن خاله قال: سئل النبي صلى الله عليه وسلم: عن أفضل الكسب فقال: بيع مبرور وعمل الرجل بيده۔ (مسند أحمد: (١٥٧/٢٥)، رقم الحديث: ١٥٨٣٦، مسند المكيين، حديث أبي بردة بن نياز، ط: مؤسسة الرسالة

▭ كنز العمال: (٣/٤)، كتاب البيوع من قسم الأقوال، الباب الأول في الكسب، الفصل الأول: في فضائل الكسب الحلال، ط: مؤسسة الرسالة۔

▭ قوله عليه السلام: أفضل الكسب بيع مبرور وعمل الرجل بيده۔ (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة: (١٥٣/٢)، كتاب البيوع، حكم البيع، ودليله، ط: دار احياء التراث العربي)۔

(٢) والبيع المبرور: هو الذي ير فيه صاحبه فلم يغش ولم يخن ولم يعص الله فيه۔ (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة: (١٥٣/٢)، كتاب البيع، حكم البيع ودليله، ط: دار احياء التراث العربي)۔

(٣) عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى أن لا ضرر ولا ضرار۔ (سنن ابن ماجه: (ص:١٦٩)، أبواب الأحكام، باب من بنى في حقه مايضر بجاره، ط: قديمى)=

○ تجارت کرنے والے اور دکاندار کو خرید وفروخت کے وقت نرمی سے کام لینا چاہیئے، کیونکہ مزاج کی سختی خرید وفروخت میں ناکامی اور خریداروں کو بھگانے کا باعث بنتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے اس بندے پر جو نرم ہو جب فروخت کرے اور نرم ہو جب خریدے، اور نرم ہو جب تقاضا کرے۔(۱)

○ تاجر کو مال فروخت کرتے وقت اپنے مال کا عیب اور نقص کبھی نہیں چھپانا چاہیئے، تاجر نے اگر چالاکی اور ہوشیاری سے وقتی طور پر مال کے عیب کو چھپا بھی لیا تب بھی خریدار کو چند روز کے بعد عیب کا علم ہوجائے گا اور وہ پھر کبھی بھی اس دکاندار سے خرید وفروخت کا معاملہ نہیں کرے گا۔

مزید یہ کہ گاہک سے عیب چھپانا گاہک کو دھوکہ دینا ہے، اور دھوکہ دینا ناجائز اور حرام ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں سخت وعید بیان

= عن ابن عباس رضي الله عنه ،قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا ضرر ولا ضرار۔(مسند أحمد: (۵/۵۵)، رقم الحديث: ۲۸۶۵، ومن مسند بني هاشم، مسند عبدالله بن العباس، ط: مؤسسة الرسالة)۔

السنن الكبرى للبيهقي: (۶/۲۹)، كتاب الصلح، باب لا ضرر ولاضرار، ط: اداره تاليفات اشرفيه۔

(۱) عن جابر بن عبدالله رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: رحم الله عبدا سمحا إذا باع، سمحا إذا اشترى، سمحا إذا اقتضى۔ (الترغيب والترهيب: (۲/۳۴۶)، رقم الحديث: ۲۷۱۴، كتاب البيوع، الترغيب في السماحة في البيع والشراء، ط: دار الكتب العلمية)۔

صحيح البخاري: (۱/۲۷۸)، كتاب البيوع، باب السهولة والسماحة في الشرى والبيع، ط: قديمي۔

وعن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا أخبركم بمن يحرم على النار وبمن تحرم النار عليه؟ على كل هين لين قريب سهل۔ (مشكاة المصابيح: (ص: ۴۳۲)، كتاب الآداب، باب الرفق والحياء، الفصل الثاني، ط: قديمي)۔

فرمائی ہے۔ (۱)

ایک حدیث میں ہے کہ جس نے کسی عیب والی چیز کو فروخت کیا اور گاہک سے اس کا عیب ظاہر نہیں کیا وہ ہمیشہ اللہ کے غضب میں رہے گا اور اللہ کے فرشتے ہمیشہ اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔ (۲)

⊙ تاجر پر ضروری ہے کہ ناپ تول میں کمی نہ کرے، یہ ایک بہت بڑا گناہ ہے اس پر سخت وعید آئی ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس سے متعلق مستقل ایک پوری سورت نازل کی ہے، اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ناپ تول میں کمی کرنے کی وجہ سے ہلاک کردی گئی تھی، ساتھ ساتھ تجارتی نقطہ نظر سے بھی یہ ایک نہایت ہی قبیح اور گری ہوئی حرکت ہے۔

---

(۱) عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على صبرة من طعام، فأدخل يده فيها، فنالت أصابعه بللا، فقال: يا صاحب الطعام، ما هذا؟، قال: أصابته السماء يا رسول الله، قال: أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس، ثم قال: من غش فليس منا ـــــــ قال أبو عيسى: حديث أبي هريرة حديث حسن صحيح، والعمل على هذا عند أهل العلم كرهوا الغش، وقالوا: الغش حرام. (جامع الترمذی: (۱/ ۲۴۵)، أبواب البيوع، باب ما جاء في كراهية الغش في البيوع، ط: سعيد).

🗀 سنن أبي داود: (۱/ ۱۳۳)، كتاب البيوع، باب في النهي عن الغش، ط: امداديه ملتان۔

🗀 فيض القدير للمناوی: (۱۱/ ۵۹۲۴)، رقم الحديث: ۸۸۷۸، ط: مكتبة نزار مصطفى الباز، رياض۔

🗀 لا يحل كتمان عيب في مبيع أو ثمن؛ لأن الغش حرام۔ (الدر المختار مع الرد: (۵/ ۴۷)، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في الصلح عن العيب، ط: سعيد)۔

(۲) عن واثلة بن الأسقع قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم من باع عيبا لم يبينه، لم يزل في مقت الله ولم تزل الملائكة تلعنه۔ (سنن ابن ماجه: (ص: ۱۶۲)، أبواب التجارات، باب من باع عيبا فليبينه، ط: قديمی)۔

🗀 المعجم الكبير للطبراني: (۲۲/ ۶۵)، رقم الحديث: ۱۵۷، باب الواو، من اسمه: واثلة بن الأسقع، ط: مكتبة ابن تيمية، القاهرة.

🗀 مشكاة المصابيح: (ص: ۲۴۹)، كتاب البيوع، باب المنهي عنها من البيوع، الفصل الثالث، ط: قديمی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگ ناپنے تولنے میں بہت برے تھے، اس وقت یہ سورت نازل ہوئی "ویل للمطففین" یعنی کم ناپنے اور کم تولنے والے لوگوں کے لیے جہنم ہے" اس کے نزول کے بعد لوگوں نے صحیح اور درست ناپ تول شروع کر دیا۔ (۱)

۵ ہر تاجر کو خرید و فروخت کرتے وقت ہمیشہ سچ بولنا چاہئے، جھوٹ تجارت کے لیے نہایت ہی نقصان دہ ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق تجارت اور کاروبار میں جھوٹ بولنے والا فاجر ہے۔

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف تشریف لے گئے جہاں بازار تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ لوگ خرید و فروخت میں مصروف ہیں، آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا: اے تاجروں کے گروہ! انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار کا جواب دیا اور گردنیں اور نظریں آپ کی طرف اٹھائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان التجار یبعثون یوم القیامۃ فجارًا إلا من اتقی وبر وصدق۔

ترجمہ: تاجر لوگ قیامت کے دن بہت گنہ گار (فاجر) اٹھائے جائیں گے، سوائے ان تاجروں کے جو پرہیز گار رہے اور انہوں نے نیکی اختیار کی اور سچ کو اپنایا۔ (۲)

---

(۱) عن عكرمة، عن ابن عباس قال: "لما قدم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة، كانوا من أخبث الناس كيلا فأنزل الله: (ويل للمطففين) فأحسنوا الكيل". (جامع البيان للطبری: (۱۸۶/۲۴)، سورة المطففين، ط: دار هجر)۔

المستدرک للحاکم: (۳۳/۲)، کتاب البیوع، من طلب حقا فلیطلب فی عفاف، ط: دار المعرفة۔

المعجم الکبیر للطبرانی: (۳۷۱/۱۱)، رقم الحدیث: ۱۲۰۳۱، باب العین، أحادیث عبداللہ بن عباس، ط: مکتبة ابن تیمیة، القاهرة۔

(۲) عن إسماعيل بن عبيد بن رفاعة، عن أبيه، عن جده أنه خرج مع النبي صلى الله عليه وسلم =

ⓒ تاجروں کو خرید وفروخت کرتے وقت قسمیں اٹھانے سے بچنا ضروری ہے، حدیث شریف میں اس سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ اگر قسم جھوٹی ہوگی تو یہ حرام اور ناجائز ہے اور اللہ کے نام کی بے حرمتی ہے، اور اگر سچی قسم ہوگی تو تاجر کو قسم اٹھانے کی عادت پڑ جائے گی اور پھر جھوٹی قسم بھی اُٹھائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایاکم والحلف فی البیع، فإنه ینفق ثم یمحق۔

ترجمہ: مال کی خرید وفروخت میں قسم کھانے سے بچو، کیوں کہ قسم کھانے سے مال تو بک جائے گا لیکن برکت ختم ہوجائے گی۔ (۱)

ایک اور روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گے ایک بوڑھا زانی، دوسرا متکبر فقیر، اور تیسرا وہ تاجر جو مال خریدتے وقت بھی قسمیں اٹھاتا ہے اور فروخت کرتے وقت بھی قسمیں اٹھاتا ہے۔ (۲)

=إلى المصلى، فرأى الناس يتبايعون، فقال: يامعشر التجار، فاستجابو الرسول الله صلى الله عليه وسلم، ورفعوا أعناقهم وأبصارهم إليه، فقال: إن التجار يبعثون يوم القيامة فجارا، إلا من اتقى الله، وبر، وصدق. (جامع الترمذي: (۱/۲۳۰)، أبواب البيوع، باب ماجاء في التجار وتسمية النبي صلى الله عليه وسلم إياهم، ط: قديمي).

سنن ابن ماجه: (ص: ۱۵۵)، أبواب التجارات، باب التوقي في التجارة، ط: قديمي)

السنن الكبرى للبيهقي: (۵/۲۶۶)، كتاب البيوع، باب كراهية اليمين في البيع، ط: إدارة تاليفات أشرفيه.

(۱) سنن ابن ماجه: (ص: ۱۵۹)، أبواب التجارات، باب ماجاء في كراهية الأيمان في الشراء والبيع، ط: قديمي۔

(۲) عن سلمان رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ثلاثة لا ينظر الله إليهم غدا: شيخ زان ورجل اتخذ الأيمان بضاعة في كل حق وباطل وفقير مختال مزهو ۔ (مجمع الزوائد: (۳/۷۸)، رقم الحديث: ۶۳۳۶، كتاب البيوع، باب الحلف في البيع، ط: مكتبة القدس، القاهرة.

المعجم الكبير: (۶/۱۸۳)، رقم الحديث: ۲۹۳، باب العين، ط: مكتبة ابن تيمية، القاهرة=

تجارت کی روح رضامندی ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

لَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ. [1]

ترجمہ: اپنے مالوں کو آپس میں باطل طریقوں سے نہ کھاؤ، بلکہ باہمی رضامندی کے ساتھ تجارت کے راستے سے نفع حاصل کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ''بالباطل'' کا لفظ بیان فرما کر تمام ناجائز طریقوں سے حاصل کیے ہوئے مال اور نفع کو حرام اور ناجائز قرار دیا ہے پھر ان ناجائز طریقوں کی تفصیلات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ فرمائیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کے ناجائز معاملات کی تفصیل بیان فرما دی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں ناجائز خرید و فروخت یا ناجائز اجارہ وغیرہ کے بارے میں جو تفصیلات موجود ہیں وہ حقیقت میں اس قرآنی حکم کی تشریح ہیں، اس لیے وہ سب احکام بھی ایک اعتبار سے قرآن ہی کے احکام ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں جتنے شرعی احکام مذکور ہیں سب کے سب کسی نہ کسی قرآن مجید کی آیت کی تشریح ہیں، خواہ ہمیں معلوم ہو یا نہ ہو کہ یہ کس آیت کی تشریح ہے۔

اور آگے دوسرے جملہ میں جائز طریقوں کو ناجائز طریقوں سے مستثنیٰ کرنے کے لیے فرمایا:

إِلَّآ أَن تَكُونَ تِجَٰرَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ.

= کنز العمال: (۱۲/ ۳۵)، رقم الحدیث: ۴۳۸۲۲، حرف المیم، الکتاب المواعظ والحکم، الفصل الثالث: فی الترھیب الثلاثی، ط: مؤسسۃ الرسالۃ۔

(۱) (النساء: ۲۹)

ترجمہ: یعنی دوسروں کا وہ مال حرام نہیں جو تجارت کے ذریعہ باہمی رضامندی سے حاصل کیا گیا ہو۔

جائز اور حلال طور پر مال حاصل کرنے کے طریقے اگرچہ تجارت کے علاوہ اور بھی ہیں مثلاً عاریت، ہبہ، صدقہ اور میراث وغیرہ لیکن عام طور پر معروف ومشہور صورت تجارت ہی ہے۔

پھر تجارت کے معنی عام طور پر بیع وشراء (خرید وفروخت) کے لیے جاتے ہیں کیونکہ بیع میں مال کے بدلہ میں مال حاصل کیا جاتا ہے۔

کسب معاش کے ذرائع بہت ہیں مگر ان میں سے تجارت اور محنت کر کے کمانا سب سے افضل اور پاکیزہ ذریعہ معاش ہے اس لیے قرآن مجید میں صرف تجارت کا ذکر کیا گیا ہے۔[1]

صنعتی انقلاب

صنعتی انقلاب کے بعد دنیا میں ترقی اور خوشحالی کی منزل ان ممالک کو حاصل ہوئی جو صنعتی اور تجارتی تھے، ان کے مقابلے میں جو ممالک صرف زرعی تھے صنعتی نہیں تھے ان کو وہ ترقی اور خوشحالی حاصل نہیں ہوئی جو صنعتی اور تجارتی ممالک کو حاصل ہوئی، ساتھ ساتھ سب سے بڑے نقصان کی بات یہ ہے کہ مختلف ممالک ایک دوسرے کے لیے معاون اور مددگار نہیں ہیں بلکہ آپس میں مناقشت، منازعت، اختلاف اور جھگڑا فساد ہے، سرحدوں میں ہمیشہ چھیڑ چھاڑ، نوک جھونک اور لڑائی جاری رہتی ہے، اس طرح ترقی کی بجائے تنزلی کی طرف گامزن رہتے ہیں اور آخر میں ایسے ملکوں پر غیروں کا قبضہ ہو جاتا ہے۔

---

(۱) خص التجارة بالذكر من الوجوه التي بها يحل أخذ المال من الغير لانها اغلب وأطيب۔ عن رافع ابن خديج قال قيل يا رسول الله اى الكسب أطيب قال عمل الرجل بيده و كل بيع مبرور۔ (التفسير المظهری: (۸۷/۲)، سورة النساء: ۲۹، ط: رشیدیه)۔

زرعی اور صنعتی ممالک

موجودہ دور میں زرعی ممالک صنعتی ممالک کے مقابلے میں امیر نہیں ہو سکتے ہمیشہ صنعتی اور تجارتی ممالک زرعی ممالک پر غالب اور حاوی رہیں گے مثال کے طور پر پاکستان ایک زرعی ملک ہے، اگر پاکستان پورا سال چاول، گندم، کپاس، سبزی وغیرہ کاشت کرے، پھر ان تمام خام اجناس کو ایکسپورٹ اور برآمد کر دے، اور اس کے عوض میں پاکستان کو زرمبادلہ حاصل ہو، پھر امریکہ یا دوسرے مغربی ممالک جو جنگی جہاز وغیرہ بناتے ہیں ان سے دس جہاز خرید لے تو پورے سال کا کمایا ہوا زرمبادلہ اس جہاز کی قیمت ادا کرنے کے لیے کافی نہیں ہوگا بلکہ الٹا ان ممالک کا مقروض بھی ہونا پڑے گا، پھر ان قرضوں پر ان کی مرضی کے مطابق سود بھی ادا کرنا پڑے گا، یوں سود پر سود بڑھ کر سو روپے ہزاروں اور لاکھوں میں بڑھ جائیں گے اور زرعی ممالک کو صنعتی اور تجارتی ممالک اپنا غلام بنا لیں گے، اور زرعی ممالک کی صنعت و تجارت کو مفلوج کر کے ان پر معاشی بالادستی حاصل کر لیں گے، اس لیے مسلم ممالک پر ضروری ہے کہ صنعت و تجارت کو خوب ترقی دیں تاکہ وہ کسی چیز میں بھی غیروں کے محتاج نہ رہیں بلکہ ہر چیز میں خود کفیل بن جائیں۔

ملکی ضرورت

ہر ملک کے رہنے والوں کو چاہیے کہ زراعت، تجارت اور صنعت پر یکساں توجہ دیں کیونکہ یہ تینوں وسائل ہی ملکی ترقی اور ضرورت کے لیے لازمی ہیں، ان میں سے جس میں بھی کمی ہوگی ملک کا نقصان ہوگا، ملک کی تمدنی حالت اسی صورت میں مضبوط ہو سکتی ہے جب زراعت، تجارت اور صنعت ضرورت کے بقدر ملک میں موجود ہوں ورنہ ملک کی بربادی یقینی ہے کیونکہ خام اجناس اور زرعی پیداوار کے

بغیر تجارت کو فروغ حاصل نہیں ہو سکتا اور صنعت و حرفت ترقی نہیں کر سکتی، زراعت کی کمی تمدنی زندگی کو تباہ و برباد کر دیتی ہے، جب کسی ملک کے رہنے والے لوگ معاشی وسائل کو چھوڑ کر عیش و عشرت کے وسائل اختیار کرنے میں مصروف ہو جاتے ہیں، اور دولت اور فضول خرچی میں آگے بڑھنے کے لیے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کرنے کو اپنی اپنی زندگی کا معیار بنا لیتے ہیں جیسا کہ آج کل مسلم ممالک میں ہو رہا ہے تو ایسے ملک والے کبھی بھی اپنی تمدنی زندگی میں ترقی نہیں کر سکتے، اور ان کی یہ عیش و عشرت اور فضول خرچی کی زندگی ان کو بہت ہی جلد لے ڈوبتی ہے پھر ایسے لوگ صفحہ ہستی سے مٹ جاتے ہیں، صرف ان کا نام قوم عاد اور قوم ثمود کی طرح تاریخ کے صفحات میں رہ جاتا ہے، چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس بارے میں لکھا ہے:

> جب کسی قوم کی اکثریت اور جم غفیر اس قسم کے غیر طبعی اور غیر مفید کسب و اکتساب میں منہمک ہو جاتی ہے تو زراعت اور تجارت جیسے معیشت کے وسائل کو خیر باد کہہ دیتی ہے، اور جب شہر کے رئیس لوگ اور ملک کے حکمران اور امراء معیشت کے غلط وسائل پر مال خرچ کرتے ہیں تو ایسے لوگ تمدنی مصالح کو برباد اور تباہ کر دیتے ہیں اور آہستہ آہستہ یہ غلط انہماک ان لوگوں کے لیے مصیبت کا باعث بن جاتا ہے جو اہم اور ضروری معاشی وسائل کی جانب مشغول ہیں، مثلاً کاشت کار، تاجر، اور صناع، نیز یہ فاسد انہماک ان پیشہ ور افراد پر بھاری ٹیکس عائد کرنے کا باعث بن جاتا ہے، اور یہ بات تمدنی زندگی کے لیے اس قدر نقصان دہ ہو جاتی ہے کہ جماعت کے اعضاء کے ایک عضو سے متعدی ہو کر دوسرے عضو تک پہنچتی ہے، اور آہستہ آہستہ قوم کے تمام افراد میں پچڑی لگنے کی طرح متعدی ہو جاتی ہے۔ (۱)

(۱) فإذا أقبل جم غفير منهم إلى هذه الأكساب أهملوا مثلها من الزراعات والتجارات، وإذا انفق =

اسلام کی تعلیم

اسلام نے جس طرح تاجروں کو خریداروں کے لیے اور سامان استعمال کرنے والوں کے لیے سامان مہیا کر کے ان کی خدمت کرنے کی تعلیم دی ہے، اسی طرح تاجروں کو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون، رواداری اور اچھا معاملہ اور نیک سلوک کر کے تعاون کرنے کی تعلیم دی ہے، ایک دوسرے کو نیچا دکھانا، ایک دوسرے کو کاٹنا، اور اس کا مقابلہ کرنا، دوسرے کے سامان بکنے میں رکاوٹ ڈال کر اس کو نقصان پہنچانا، مقابلہ میں آکر قیمتیں گرا گرا کر نقصان پہنچانے کی کوشش کرنا، دوسرے کے خریداروں کو چھینناوغیرہ ان سب کاموں سے منع کیا ہے۔

دوسرے تاجر کو سامان فروخت کرنے میں اپنے سے آگے بڑھانا، اس کی مدد کرنا، اس کی حوصلہ افزائی کرنا سکھایا ہے۔ اور بڑے تاجر کو چھوٹے، کمزور، ضعیف تاجروں کی مدد اور ان کے ساتھ تعاون کرنے کی ترغیب دی ہے۔ (۱)

تاجر کو نرم مزاج ہونا چاہیئے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کیا میں تمہیں جنتی آدمی کے بارے میں نہ بتاؤں؟ فرمایا ہر تواضع کرنے

= عظماء المدينة فيها الأموال أهملوا مثلها من مصالح المدنية، وجر ذلك إلى التضييق على القائمين بالاكساب الضرورية كالزراع والتجار والصناع وتضاعف الضرائب عليهم، وذلك ضرر بهذه المدنية يتعدى من عضو منها إلى عضو حتى يعم الكل، ويتجارى فيها كما يتجارى الكلب في بدن المكلوب۔ (حجة الله البالغة: (۲/ ۲۳)، من أبواب ابتغاء الرزق، ط: دار الجيل)۔

(۱) (وعنه) أى عن أبى هريرة (قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لاتحاسدوا ـــــ ولاتناجشوا، ولا تباغضوا، ولا تدابروا، ولا يبع بعضكم على بيع بعض، (وكونوا عبادا) أي يا عباد الله (إخواناً) اكتسبوا ما تصيرون به إخواناً مما سبق ذكره وغيره مما يدعو إلى الألفة ويمنع من النفرة: أي تعاونوا وتعاشروا معاملة الإخوة ومعاشرتهم في المودة والرفق والشفقة والملاطفة والتعاون في الخير مع صفاء القلب والنصيحة بكل حال۔ (دليل الفالحين لطريق رياض الصالحين: (۳/ ۲۳)، رقم الحديث: ۲۳۵۱، باب تعظيم حرمات المسلمين وبيان حقوقهم والشفقة عليهم ورحمتهم، ط: دار المعرفة)

والا نرم طبیعت والا اور ملنسار جنتی ہے۔ [1]

مسلمانوں کی تجارت، دکانداری اکثر و بیشتر بدمزاجی، تیز اور گرم مزاجی کی وجہ سے ناکام ہوتی ہے، ایسے لوگوں کو اپنے مزاج میں نرمی پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے، نرمی میں بڑی کشش اور جاذبیت ہے، اس سے گاہک زیادہ آئیں گے اور تجارت کو دن دگنی رات چوگنی ترقی ہوگی۔

محبوب بندے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو محبوب رکھتے ہیں جو فروخت کرنے والا نرم ہو، خریدنے والا نرم ہو اور تقاضا کرنے والا نرم ہو۔ [2]

نو وارد کے ساتھ خیر خواہی

جن دنوں بغداد مسلمانوں کا مرکز ہوا کرتا تھا اس وقت کافروں نے وہاں ایک بندے کو بھیجا اور کہا، جاؤ اور وہاں دیکھو کہ ان کے معاشرے میں کونسی ایسی بات ہے کہ یہ اس وقت دنیا کی سب سے بڑی طاقت بنے ہوئے ہیں اور جہاں جاتے

(١) عن جابر رضی اللہ عنہ، أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: ألا أخبر کم علی من تحرم النار غدا؟ علی کل هین لین سهل قریب۔ (المعجم الأوسط: (٢٥٦/١)، رقم الحدیث: ٨٣٧، باب الألف، من اسمه: أحمد، ط: دار الحرمین)

مسند أبی یعلی: (٣٧٩/٣)، رقم الحدیث: ١٨٥٣، مسند جابر، ط: دار المأمون للتراث۔

مشکاة المصابیح: (ص: ٤٣٢)، کتاب الآداب، باب الرفق والحیاء، الفصل الثانی، ط: قدیمی۔

(٢) عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنهما أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: رحم اللہ عبدا سمحا إذا باع، سمحا إذا اشتری، سمحا إذا اقتضی۔ (الترغیب والترهیب: (٣٣٦/٢)، رقم الحدیث: ٢٧١٤، کتاب البیوع، الترغیب فی السماحة فی البیع والشراء، ط: دار الکتب العلمیة)۔

صحیح البخاری: (٢٧٨/١)، کتاب البیوع، باب السهولة والسماحة فی الشری والبیع، ط: قدیمی۔

وعن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ألا أخبر کم بمن یحرم علی النار وبمن تحرم النار علیه؟ علی کل هین لین قریب سهل۔ (مشکاة المصابیح: (ص: ٤٣٢)، کتاب الآداب، باب الرفق والحیاء، الفصل الثانی، ط: قدیمی)۔

ہیں کامیابی ان کے قدم چومتی ہے، چنانچہ وہ بغداد آیا، اس کو بھوک لگی ہوئی تھی وہ ایک ریسٹورنٹ میں کھانا کھانے کے لیے چلا گیا، اس کے قریب ایک اور آدمی بھی کھانا کھا رہا تھا، وہ اس نووارد کو وقفے وقفے سے دیکھ رہا تھا، اس نے یہ دیکھ کر سوچا کہ چونکہ میں نووارد ہوں اس لیے یہ میری طرف دیکھ رہا ہے جب وہ کھانا کھا کر فارغ ہوا تو وہ کاؤنٹر پر آ کر کیشئر سے کہنے لگا: بتائیں مجھے کتنا بل پے کرنا ہے؟ اس نے کہا، جناب! آپ کا بل تو پے ہو چکا ہے، پوچھا: کس نے کیا ہے؟ اس نے کہا: جناب! جو بندہ آپ کے ساتھ بیٹھا کھانا کھا رہا تھا، وہ اپنا بل جب دینے کے لیے آیا تو کہنے لگا کہ یہ بندہ مجھے مسافر نظر آتا ہے، اور یہ مسافر آج میرا مہمان ہے، اس لیے اس کی پے منٹ میں کر دیتا ہوں، اس نے آپ کو اطلاع اس لیے نہیں دی کہ وہ آپ سے ''تھینک یو'' (شکریہ) کا لفظ بھی نہیں سننا چاہتا تھا اس کا اجر وہ اپنے اللہ سے چاہ رہا تھا، وہ بڑا حیران ہوا کہ یہ لوگ اتنے مہمان نواز ہوتے ہیں۔

دکانداروں سے خیر خواہی

اس کے بعد وہ آگے چلا تھوڑی دیر کے بعد اسے کوئی چیز خریدنے کی ضرورت محسوس ہوئی، چنانچہ وہ ایک دکان پر گیا، دکاندار سے پوچھا: کیا آپ فلاں چیز مجھے دے دیں گے؟ اس نے کہا: ہاں! اتنے درہم میں یہ چیز آپ کو ملے گی، اس نے کہا جی ایک پیس دے دیجیے، دکاندار کہنے لگا پلیز! آپ میری ایک بات مان لیں کہ یہی چیز اتنی ہی قیمت میں سامنے والی دکان سے مل جائے گی، آپ وہاں سے خرید لیں، وہ وہاں چلا گیا، وہی چیز اس کو اتنے ہی پیسوں میں وہاں سے مل گئی، اس آدمی کے ذہن میں خیال آیا کہ پہلی دکان والے نے یہ چیز مجھے کیوں نہیں دی؟

دکاندار تو کبھی کسٹمر کو خالی نہیں جانے دیتا، وہ تو سوچتا ہے کہ مجھے کسی نہ کسی طرح اسے قائل کرنا چاہیے اور اس نے خود مجھے دوسری دکان پر بھیج دیا، آخر اس کی کیا

وجہ ہے؟ چنانچہ وہ پہلے دکاندار کے پاس آ کر کہنے لگا، جی آپ کے پاس یہ چیز تھی نہیں، یا آپ مجھے دینا نہیں چاہتے تھے؟ اس نے کہا "یہ چیز تو میرے پاس بھی تھی مگر میں چاہتا تھا کہ آپ مجھ سے خریدنے کے بجائے اس سے خریدیں، وہ کہنے لگا: لیکن دکاندار تو کبھی ایسا نہیں کرتا، آپ نے کیوں ایسا کیا؟ اس نے جواب دیا:

اصل وجہ یہ ہے کہ آج میرے پاس اتنے گاہک آئے کہ مجھے اتنا نفع ہو چکا ہے کہ میری بیوی بچوں کا آج گزارہ ہو جائے گا، میں دیکھتا رہا کہ آج میرے اس دکاندار بھائی کے پاس کوئی کسٹمر نہیں آیا، میں نے کہا: آپ اس سے وہ چیز خریدیں گے تو اس کو نفع ہو گا اس طرح اس کے بیوی بچوں کے لیے بھی کھانے کا انتظام ہو جائے گا۔

اس زمانہ میں دکاندار ایک دوسرے کے اتنے خیر خواہ تھے، یہ خیر خواہی اسلام سکھاتا ہے۔ (۱)

کفار کے ہاں خیر خواہی کا انداز

یہ خیر خواہی کفر نہیں سکھاتا، کفر تو اگر کسی کے ساتھ بھلا کرتا ہے تو وہ بھی اپنے فائدے کی خاطر کرتا ہے، حتی کہ اگر غریب کے ہاتھ میں کشکول ہوتا ہے تو اس کو سود پر قرضہ دیا جاتا ہے اور اس کو بھی امداد کا نام دیا جاتا ہے۔۔۔ سبحان اللہ۔۔۔!! ذرا غور کیجیے کہ سود در سود قرضہ دیا جا رہا ہے، اور اس کو نام بھی امداد کا دیا جا رہا ہے اور شرط لگائی جا رہی ہے کہ یہ کام ہمارے ہی ملک کی کمپنیوں سے کروانے ہیں تا کہ منافع بھی وہیں جائے، کفر اس طرح خیر خواہی کر رہا ہے۔

بائع کے ساتھ خیر خواہی

خریدار بھی بیچنے والے کا خیر خواہ ہوا کرتا تھا۔

---

(۱) (خطبات فقیر: (۱۵/ ۸۰)، ط: مکتبۃ الفقیر، فیصل آباد)

اہل دل کے تڑپا دینے والے واقعات: (۴/ ۲۸۳، ۲۸۵)، ط: مکتبۃ الفقیر۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ گھوڑا خرید تے ہیں، مثال کے طور پر انہوں نے وہ گھوڑا ایک ہزار درہم میں خریدا، اسے لے کر گھر آئے، انہوں نے اسے باندھ دیا اگلے دن ان کے ایک دوست آئے، انہوں نے اپنے دوست سے کہا میں نے یہ گھوڑا خریدا ہے، دوست نے دیکھ کر کہا: جی یہ تو بہت اچھا گھوڑا ہے، لگتا ہے کہ یہ تو پندرہ سو درہم کا ہوگا، جب اس نے اپنی ویلیویشن دی کہ یہ پندرہ سو درہم کا ہوگا تو وہ اگلے دن پانچ سو درہم اور لے کر گھوڑا بیچنے والے کے پاس گئے اور کہا! جی آپ یہ پانچ سو درہم اور لے لیجیے، وہ آپ کی چیز تھی اور آپ کو اس کی ویلیو کا اندازہ نہیں تھا، ایک تھرڈ پرسن (تیسرے بندے نے اس کو Evaluate (پرکھا) کیا ہے کہ یہ پندرہ سو درہم کا ہے لہٰذا میں آپ کو پانچ سو درہم دینے کے لیے آیا ہوں، میں آپ کے ساتھ بدخواہی نہیں کرسکتا۔ (۱)

گاہکوں کے ساتھ خیر خواہی

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ایک دن ظہر کے بعد دکان بند کر کے اپنے گھر کی طرف جارہے تھے، آپ سے ایک آدمی ملے، انہوں نے پوچھا، نعمان! کیا آپ دکان بند کر کے گھر جارہے ہیں؟ فرمایا: ہاں، میں نے دکان بند کردی ہے، پوچھا کیوں بند کردی ہے؟ فرمانے لگے: اس لیے بند کردی کہ آج آسمان پر بادل آگئے ہیں، روشنی

---

(۱) حدثنا علي بن عبد العزيز، ثنا مسلم بن إبراهيم، ثنا الأسود بن شيبان، ثنا زياد بن أبي سفيان، ثنا إبراهيم بن جرير البجلي، عن أبيه، قال: غدا أبو عبد الله إلى الكناسة ليبتاع منها دابة، وغدا مولى له فوقف في ناحية السوق، فجعلت الدواب تمر عليه، فمر به فرس فأعجبه، فقال: لمولاه انطلق فاشتر ذلك الفرس، فانطلق مولاه، فأعطى صاحبه به ثلاثمائة درهم، فأبى صاحبه أن يبيعه فماكسه، فأبى صاحبه أن يبيعه، فقال: هل لك أن تنطلق إلى صاحب لنا ناحية السوق؟ قال: لا أبالي فانطلقا إليه، فقال له مولاه: أني أعطيت هذا بفرسه ثلاثمائة درهم فأبى، وذكر أنه خير من ذلك، قال صاحب الفرس: صدق أصلحك الله فترى ذلك ثمنا، قال: لا فرسك خير من ذلك تبيعه بخمسمئة حتى بلغ سبعمائة درهم أو ثمانمائة، فلما أن ذهب الرجل أقبل على مولاه، فقال له: ويحك انطلقت لتبتاع لي دابة، فأعجبتني دابة رجل، فأرسلتك تشتريها، فجئت برجل من المسلمين يقوده وهو يقول: ما ترى ما ترى، وقد "بايعت رسول الله صلى الله عليه وسلم على النصح لكل مسلم" (المعجم الكبير للطبراني، إبراهيم بن جرير عن أبيه (۲/۳۳۴) ط: مكتبة ابن تيمية، القاهرة)

پوری نہیں ہے، جس کی وجہ سے کسٹمر کو کپڑے کی کوالٹی کی صحیح ججمنٹ نہیں ہوگی، میں نے
دکان بند کردی ہے تاکہ کوئی کم قیمت والے کپڑے کو بیش قیمت سمجھ کر مجھ سے نہ
خریدے اور اسے دھوکہ نہ لگ جائے، ایک دکاندار اپنے کسٹمر کا اتنا خیر خواہ تھا۔ (۱)

گاہک سے ملازم نے زائد رقم لی

علامہ موفق نے لکھا ہے:

سفیان بن زیاد بغدادی نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا تقوی اور پرہیز گاری انتہا درجہ کا تھا، وہ ریشمی کپڑے کے تاجر تھے، بڑی دقیق نظر سے خرید و فروخت کیا کرتے تھے، مدینہ منورہ کا ایک شخص کپڑا خریدنے کے واسطے آپ کی دکان پر پہنچا، دوکان پر آپ کا کارندہ موجود تھا، اس نے وہاں سے اپنی پسند کا کپڑا ایک ہزار درہم میں خریدا اور مدینہ منورہ واپس روانہ ہوگیا۔

چندروز کے بعد حضرت امام ابوحنیفہ کو اس کپڑے کی تلاش ہوئی، اور دکان کے کارندہ نے آپ سے اس کے فروخت کردینے کا ذکر کیا اور بتایا کہ ایک ہزار درہم میں فروخت کیا گیا، آپ نے اس کارندہ سے کہا، کیا میری دکان پر بیٹھ کر لوگوں کو لوٹتے ہو، اور آپ اس کو الگ کر کے روپیہ ساتھ لے کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے، وہاں وہ کپڑا پہنے ہوئے ایک شخص کو دیکھا، آپ کی اس سے بات ہوئی اور آپ نے اس کو چھ سو درہم دیئے اور کوفہ روانہ ہوگئے۔ (۲)

قرض داروں کے ساتھ خیر خواہی

شقیق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ کسی

---

(۱) (خطبات فقیر: (۱۵/ ۷۸)، ط: مکتبۃ الفقیر)

(۲) كان حفص بن عبد الرحمن شريك أبي حنيفة، و كان أبو حنيفة يجهز عليه، فبعث إليه في رفقة بمتاع وأعلمه أن في ثوب كذا و كذا عيبا فإذا بعته فبين، فباع حفص المتاع ونسي أن يبين ولم يعلم ممن باعه، فلما علم أبو حنيفة تصدق بثمن المتاع كله۔ (تاريخ بغداد، ماذكر من عبادة أبي حنيفة وورعه، (۱۳/ ۳۵۶))

طرف جا رہا تھا، راستہ میں ایک شخص نے دیکھا، اور وہ دوسرے راستہ پر جانے کی کوشش کرنے لگا، آپ نے اس کو آواز دی، وہ آپ کے پاس آیا، آپ نے اس سے کہا، تم دوسرے راستہ کی طرف کیوں مڑ گئے تھے؟ اس نے کہا کہ میں نے آپ سے دس ہزار درہم قرض لیے تھے اور بہت دن گزر گئے، چونکہ میں بہت تنگ دست ہو گیا ہوں رقم واپس نہیں کر سکا، لہٰذا مجھ کو آپ کے سامنے آنے میں شرم آئی، آپ نے کہا سبحان اللہ! تمہارے حالات اتنے بگڑ گئے ہیں، جاؤ میں نے وہ ساری رقم معاف کر دی، اور میں اس پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں، تم مجھ سے اپنے آپ کو نہ چھپایا کرو، اور تم نے جو راستہ مڑ کر جانے کی زحمت برداشت کی ہے اس سے مجھ کو معاف کر دو۔

یہ روایت بیان کر کے شقیق رحمہ اللہ کہتے ہیں: کہ مجھ کو یقین ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ درحقیقت زاہد ہیں، رحمۃ اللہ علیہ۔ (۱)

صبح سے اب تک کوئی گاہک نہیں آیا

’’رزق کے فیصلے اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہیں، انسان اسباب کا مکلف ہے‘‘ کے ضمن میں حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے یہ واقعہ بیان فرمایا:

جب میرا پہلی مرتبہ ۱۹۶۳ء میں حجاز مقدس جانا ہوا تو ایک صاحب نے

(۱) وروی ایضا عن شقیق بن ابراهیم قال: کنت مع أبي حنيفة في طريق نعود مريضا فرآه رجل من بعيد، فاختبأ منه وأخذ في طريق آخر، فصاح به أبو حنيفة: أي فلان عليك بالطريق الذي أنت فيه لا تأخذ طريقا آخر، فلما علم الرجل أن أبا حنيفة بصر به خجل و وقف، فقال له أبو حنيفة: لم عدلت عن طريقك الذي كنت تسير عليه؟ قال: لك علي عشرة الاف درهم، و قد طال علي الوقت و امتد و لم أقدر أن أودي، فلما رأيتك استحييت منك، فقال أبو حنيفة: سبحان الله أبلغ بك الأمر إلى هذا حتى إذا رأيتني تواريت عني! قد وهبته منك كله، وأشهدت علي نفسي، فلا تتوار مني بعد هذا، واجعلني في حل مما دخل في قلبك مني حيث لقيتني، قال شقيق: فعلمت أنه زاهد حقيقي۔ (عقود الجمان في مناقب الإمام الأعظم: (ص: ۲۳۳، ۲۳۴) الباب الثالث عشر: في كرمه وجوده وسخائه ومواساته، ط: جامعة الملك عبد العزيز)
مناقب ابي حنيفة للامام الموفق: (ص: ۲۳۹) الباب الرابع عشر: في ذكر سماحته وبذله وسخائه و مروته، ط: دار الكتاب العربي، بيروت)
الخيرات الحسان (ص: ۴۳) الفصل السابع عشر في كرمه وسخائه، ط: مطبعة السعادة۔

وہاں پر اپنا ایک بڑا عجیب واقعہ سنایا کہ ایک مرتبہ میں بازار میں کپڑا خریدنے گیا ایک دکان پر جا کر کپڑا دیکھا، کپڑا پسند آیا تو میں نے اس سے بھاؤ تاؤ کیا اور سودا کرلیا میں نے اس سے کہا کہ اس میں سے اتنا کپڑا مجھے کاٹ دو، اس دکاندار نے کہا کہ آپ کو یہ کپڑا پسند ہے؟ میں نے کہا کہ پسند ہے، پھر اس نے کہا کہ دام مناسب ہیں؟ میں نے کہا کہ ہاں مناسب ہیں، وہ دکاندار کہنے لگا کہ آپ ایسا کریں کہ یہی کپڑا سامنے والی دکان پر اسی دام میں مل جائے گا، آپ وہاں جا کر لے لیں، میں بڑا حیران ہوا اور اس دکاندار سے کہا کہ میرا سودا آپ سے ہوا ہے، بات آپ سے ہوئی ہے، اب میں دوسری دکان سے کیوں لوں؟ دکاندار نے کہا کہ آپ کو تو کپڑے خریدنے سے مطلب، آپ اس بحث میں نہ پڑیں اور وہاں سے جا کر کپڑا خرید لیجیے۔

میں نے کہا کہ میں سودا وہاں سے نہیں لوں گا، میرا سودا تو آپ سے ہوا ہے، آپ سے ہی لوں گا، ورنہ آپ اس کی وجہ بتائیں کہ آپ سے کپڑا نہ لوں اور اس دکاندار سے جا کر لوں، اس دکاندار نے کہا کہ بات دراصل یہ ہے کہ میرے پاس صبح سے بہت سے گاہک آچکے ہیں اور صبح سے لے کر اب تک الحمد اللہ میری آمدنی ہو چکی ہے لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے سامنے والا دکاندار صبح سے اپنی دکان پر بیٹھا ہے، مگر اس کے پاس صبح سے اب تک کوئی گاہک نہیں آیا، میرا دل چاہتا ہے کہ اس کے پاس بھی گاہک آئے اس لیے میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ تم یہ کپڑا وہاں سے خرید لو تاکہ اس کی بکری ہو جائے۔

یہ درحقیقت اس معاشرے کی چھوٹی سے جھلک تھی، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطے میں پیدا فرمایا تھا کہ صرف اپنا پیٹ نہیں دیکھنا بلکہ اپنے مسلمان کے ساتھ بھی خیر خواہی کرنی ہے، بہر حال! جب میں نے اس کی یہ بات سنی تو میرے دل میں اس کی بڑی قدر ہوئی اور میں نے کہا کہ ٹھیک ہے میں یہ کپڑا وہاں سے خرید لوں گا۔ (۱)

(۱) (اصلاحی خطبات: (۱۳ / ۱۸۷، ۱۸۹)، ط: میمن اسلامی پبلشرز) =

بڑے تاجروں کو ماہر اور ہنر مند کیوں بنایا

اللہ تعالیٰ نے بڑے تاجر کو تجارت میں مہارت اور ہنر مندی سے اس لیے نوازا ہے تاکہ وہ اس سے انسانیت کی خدمت کریں، چنانچہ اسلامی معاشرے کے مسلمان تاجروں کی اور تابعین وتبع تابعین کے دور کے تاجروں کی ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ وہ بازار میں ایک دوسرے کا مقابلہ کرنے کی بجائے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے تھے۔

مقابلہ بازی

اگر ایک بازار میں ایک قسم کے تاجر آپس میں مقابلہ کریں گے، اور قیمتیں گراگر کر نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے، اور ایک تاجر کے خریداروں کو دوسرے تاجر خراب کرنے کی کوشش کریں گے اور اس پر توانائیاں خرچ کردیں گے، تو رات دن اس غم اور حسد میں گزرنے کی وجہ سے اپنی تجارت کو ترقی دینے کے لیے کوئی وقت نہیں بچے گا، اور آخر میں نقصان کے علاوہ کوئی اور نتیجہ نہیں نکلے گا۔

افسوس کی بات اس وقت ہوگی جب مقابلہ بازی کی وجہ سے نقصان کرتے کرتے سب کچھ سے ہاتھ دھو کر روڈ پر آجائیں گے، کوئی کسی کی مدد اور تعاون کرنے والا نہیں ہوگا، اور اگر اسلامی تعلیمات کے مطابق تجارت ہوگی، تو اللہ کی رحمت بھی ہوگی، اور تمام تاجر ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرنے میں لگے ہوں گے، کسی سے حسد اور بغض نہیں ہوگا، پورے بازار کو راحت وسکون حاصل ہوگا، اور سب کو سہولت وعافیت اور ترقی حاصل ہوگی، اور تجارتی مقابلے کی پریشانیوں سے نجات ملے گی، اور توانائیاں ضائع نہیں ہوں گی اور ترقی وخوشحالی کا سبب بنے گا، یہی وجہ تھی کہ

(اصلاحی واقعات: (ص:۲۹۰)، میمن اسلامی پبلشرز)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین اور تبع تابعین کی صرف تجارت کو دیکھ کر ہی کافر مسلمان ہو جاتے تھے۔ (۱)

(۱)إذن فكل مسلم يمثل وحدة إيمانية مستقلة، وواجب كل مسلم أن يعرف أن الإسلام قد انتشر بالأسوة الحسنة، وأنه كمؤمن بالله وبدين الله، قد اصطفاه الله ليطبق السلوك الإيماني، فقد مكن الله للإسلام في الأرض بالسلوك والقدوة.إن كل مسلم عليه واجب ألا يترك في سلوكه ثغرة ينفذ منها خصوم الإسلام إلى الإسلام، ذلك أن اختلال توازن سلوك المسلم بالنسبة لمنهج الله هو ثغرة ينفذ منها خصوم الإسلام، ولذلك فالمفكرون في الأديان الأخرى حينما يذهبون إلى الإسلام، ويقتنعون به، إنما يقتنعون بالإسلام لأنه منهج حق. إنهم يمحصونه بالعقل، ويهتدون إليه بالفطرة الإيمانية. أما الذين يريدون الطعن في الإسلام، فهم ينظرون إلى سلوك بعض من المسلمين، فيجدون فيه من الثغرات ما يتهمون به الإسلام.

إن المفكرين المنصفين يفرقون دائما بين العقيدة، ومتبع العقيدة، ولذلك فأغلب المفكرين الذين يتبعون هذا الاتجاه، يلجأون إلى الإسلام ويؤمنون به. ولكن الذين يذهبون إلى الإسلام من جهة أتباعه، فإن صادفوا تابعا للإسلام ملتزما دعاهم ذلك إلى أن يؤمنوا بالإسلام، ولذلك كانت الجمهرة الكثيرة الوفيرة في البلاد الإسلامية المعاصرة في بلاد لم يدخلها فتح إسلامي، وإنما دخلتها الأسوة الإسلامية في أفراد تابعين ملتزمين، فراق الناس ما عليه هؤلاء المسلمون من حياة ورعة، ومن تصرفات مستقيمة جميلة، ومن أسلوب تعامل سمح أمين، نزيه، نظيف، كل ذلك لفت جمهرة الناس إلى الإسلام، وجعلهم يتساءلون: ما الذي جعلكم على هذا السلوك الطيب؟ قالوا: لأننا مسلمون. وتساءل الناس في تلك المجتمعات: وما معنى الإسلام؟ وبدأ المسلمون يشرحون لهم الإسلام.

إذن، فالذي لفت إلى الإسلام هو السلوك المنهجي الملتزم، ولذلك فالحق سبحانه وتعالى حين يعرض منهج الدعوة الناجحة يقول: {وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّن دَعَآ إِلَى اللهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ} [فصلت: ۳۳]. والدعوة إلى الله تكون باللسان والعمل الصالح، ليدل المؤمن على أن ما يدعو إليه غيره قد وجده مفيدا فالتزمه هو، فالعمل الصالح هو شهادة للدعوة باللسان، ولا يكتفي المؤمن بذلك، إنما يعلن ويقول: {إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ} يقول ذلك لمن؟ يقوله لمن يرونه على السلوك السمح الرضى الطيب. إنها لفتة من ذاته إلى دينه.

إن هذا يفسر لنا كيف انتشر الإسلام بوساطة جماعة من التجار الذين كانوا يذهبون إلى كثير من البلاد، وتعاملوا مع الناس بأدب الإسلام، وبوقار الإسلام، وبورع الإسلام، فصار سلوكهم الملتزم لافتا، وعندما يسألهم القوم عن السر في سلوكهم الملتزم، ويقول الإنسان منهم: أنا لم أجيء بذلك من عندي ولكن من اتباعي لدين الله الإسلام. (تفسير الشعراوي: (۱۲۹۷/۳ـ۱۲۹۸)، آل عمران: ۵۳، ط: مطابع أخبار اليوم)

دخل الإسلام معظم أنحاء آسيا وأفريقيا عن طريق التجار المسلمين العزل من أى سلاح سوى العقيدة الراسخة الذين جذبوا أنظار السكان الأصليين بالأمانة والصدق ومكارم الأخلاق، ونجحوا فى دعوتهم إلى الإسلام بالقدوة الحسنة. (الحضارة الإسلامية بين أصالة الماضى وآمال المستقبل: (۱۳۵۹/۱۱)

کافر مسلمان ہوجاتے تھے

جب مسلمان قرآن وسنت کے مطابق تجارت کرتے تھے، مناسب نفع لے کر سامان فروخت کرتے تھے، فریب، دھوکہ اور ناپ تول میں کمی زیادتی سے پاک صاف ہوتے تھے، ایک دوسرے کے ساتھ تعاون اور مدد کرتے تھے، تو مسلمانوں کی تجارت کو دیکھ کر کافر مسلمان ہوجاتے تھے۔ (۱)

فاجر تاجر

☆ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک تاجر لوگ فاجر ہیں، بے شک تاجر لوگ فاجر ہیں، ایک شخص نے پوچھا یارسول اللہ! کیا خرید وفروخت اللہ تعالیٰ نے حلال نہیں کی؟ آپ نے فرمایا ہاں خرید وفروخت تو بالکل حلال ہے لیکن یہ وہ لوگ ہیں جو بات کرتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں اور جب قسم اٹھاتے ہیں تو جھوٹی اٹھاتے ہیں۔ (۲)

☆ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاجروں کو مخاطب کر کے فرمایا بے شک تاجر لوگ قیامت کے روز فسق وفجور میں اٹھیں گے مگر وہ جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ہوگا یعنی کسی سے دھوکہ نہ کیا ہوگا اور اچھے طریقے سے تجارت کی ہوگی

---

(۱) انظر الحاشیۃ السابقۃ۔

(۲) وعن عبد الرحمن بن شبل الأنصاري أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن التجار هم الفجار إن التجار هم الفجار قال رجل: يا رسول الله ألم يحل الله البيع؟ قال: "بلى". قال: "إنهم يقولون فيكذبون ويحلفون ويأثمون". (مجمع الزوائد: (۷۳/۴)، رقم الحديث: ۶۳۰۲، كتاب البيوع، باب في التجار وما ينبغي لهم من الشروط في بيعهم، ط: مكتبة القدس، القاهرة)۔

▭ مسند أحمد: (۲۹۰/۲۴)، رقم الحديث: ۱۵۵۳۰، مسند المكيين، زيادة في حديث عبد الرحمن بن شبل رضي الله عنه، ط: مؤسسة الرسالة۔

▭ غاية المقصد في زوائد المسند: (۱۴۴/۲)، رقم الحديث: ۱۸۸۱، كتاب البيوع، باب كراهية الحلف في البيع، ط: دار الكتب العلمية۔

اور سودا بیچتے وقت صدق و دیانت سے کام لیا ہوگا۔[۱]

ناکام تاجر

تجارت میں سچ، دیانت اور امانت کی بڑی اہمیت ہے، اگر کسی تاجر میں سچائی، دیانت اور امانت نہیں ہے تو وہ اپنے کاروبار میں کامیاب نہیں ہوسکتا چندروز اگر کامیاب نظر بھی آئے گا تو آخر میں ناکام ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے کہ:

بہترین پاکیزہ کمائی ان تاجروں کی ہے جو جب بات کرتے ہیں تو جھوٹ نہیں بولتے، جب ان کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو وہ اس میں خیانت نہیں کرتے، جب وعدہ کرتے ہیں تو وہ وعدہ خلافی نہیں کرتے، اور خریدتے وقت اس چیز کی مذمت نہیں کرتے (تاکہ فروخت کرنے والا اسے ناقص سمجھ کر قیمت کم کر کے دے دے) اور جب وہ خود کوئی چیز فروخت کرتے ہیں تو اس کی بہت زیادہ تعریف نہیں کرتے (تاکہ قیمت زیادہ ملے) اور اگر ان کے ذمہ کسی کا کچھ نکلتا ہو تو ٹال مٹول نہیں کرتے، اور اگر خود ان کا کسی کے ذمہ نکلتا ہو تو اس کو وصول کرنے میں تنگ

---

(۱) عن إسمعيل بن عبيد بن رفاعة عن أبيه عن جده رفاعة قال: خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فإذا الناس يتبايعون بكرة فناداهم يا معشر التجار فلما رفعوا أبصارهم ومدوا أعناقهم قال إن التجار يبعثون يوم القيامة فجارا إلا من اتقى الله وبر وصدق. (سنن ابن ماجه: (ص: ۱۵۵)، أبواب التجارات، باب التوقي في التجارة، ط: قديمي)۔

السنن الكبرى: (۲۶۶/۵)، كتاب البيوع، باب كراهية اليمين في البيع، ط: إدارة تاليفات اشرفيه۔

صحيح ابن حبان: (۲۷۶/۱۱)، رقم الحديث: ۴۹۱۰، كتاب البيوع، ط: مؤسسة الرسالة۔

المستدرك للحاكم: (۶/۲)، كتاب البيوع، ط: دار المعرفة۔

المعجم الكبير: (۴۴/۵)، رقم الحديث: ۴۵۳۹، حرف الراء، رفاعة بن رافع، ط: مكتبة ابن تيمية۔

سنن دارمي: (۱۶۵۲/۳)، رقم الحديث: ۲۵۸۰، كتاب البيوع، باب في التجار، ط: دار المغني

مصنف لعبد الرزاق: (۳۵۸/۱۱)، رقم الحديث: ۲۰۹۹۹، كتاب البيوع، باب التجار، ومن أكل ولبس بأخيه، ط: المكتب الإسلامي

حلية الأولياء: (۱۱۳/۷)، فمن الطبقة الأولى من التابعين، سفيان الثوري، ط: دار الكتاب الإسلامي۔

نہیں کرتے یعنی اصرار نہیں کرتے کہ دینے والا تنگ آجائے۔ (۱)

جھوٹ نہیں بولتا

جو تاجر سودا خریدنے اور سودا فروخت کرنے میں جھوٹ نہیں بولتا بلکہ سچائی اور صدق و دیانت سے کام لیتا ہے وہ قیامت کے روز انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ (۲)

دوسری روایت میں ہے کہ سچ بولنے والا تاجر قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ کے نیچے ہوگا۔ (۳)

چار چیزیں تاجر میں آجائیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک جب کسی تاجر میں چار

---

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان اطیب الکسب کسب التجار الذین إذا حدثوا لم یکذبوا وإذا ائتمنوا لم یخونوا، وإذا وعدوا لم یخلفوا، وإذا اشتروا لم یذموا، وإذا باعوا لم یمدحوا، وإذا کان علیھم لم یمطلوا وإذا کان لھم لم یعسروا۔ الترغیب والترھیب: (۳۵۳/۲)، رقم الحدیث: ۲۷۶۱، کتاب البیوع، ترغیب التجار فی الصدق وترھیبھم من الکذب والحلف وإن کانوا صادقین، ط: دار الکتب العلمیة)۔

شعب الإیمان: (۲۲۱/۴)، رقم الحدیث: ۴۸۵۴، الباب الرابع والثلاثون من شعب الإیمان: وھو باب فی حفظ اللسان، ط: دار الکتب العلمیة۔

کنز العمال: (۳۰/۴)، رقم الحدیث: ۹۳۴۰، کتاب البیوع، الباب الأول فی الکسب، الفصل الثالث: فی أنواع الکسب، ط: مؤسسة الرسالة۔

(۲) التاجر الصدوق الأمین مع النبیین والصدیقین والشھداء، رواہ الترمذی الترغیب والترھیب: (۲/ ۳۵۴)، رقم الحدیث: ۲۷۷۱، کتاب البیوع، ترغیب التجار فی الصدق وترھیبھم من الکذب والحلف وإن کانوا صادقین، ط: دار الکتب العلمیة)۔

جامع الترمذی: (۲۲۹/۱)، أبواب البیوع، باب ماجاء فی التجار وتسمیة النبی صلی اللہ علیہ وسلم إیاھم، ط: قدیمی۔

المستدرک للحاکم: (۶/۲)، کتاب البیوع، ط: دار المعرفة۔

(۳) عن أنس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "التاجر الصدوق تحت ظل العرش یوم القیامة"۔ (الترغیب والترھیب: (۳۵۴/۲) کتاب البیوع، الحدیث: ۲۷۶۹، ط: دار الکتب العلمیة)

کنز العمال: (۷/۴) کتاب البیوع من قسم الأقوال، الباب الأول فی الکسب، ط: مؤسسة الرسالة۔

إتحاف الخیرة المھرة (۱۸۵/۸) کتاب الفتن، باب فی التلاعن وتحریم المسلم، ط: دار الوطن، الریاض۔

چیزیں آجائیں تو اس کی کمائی پاک اور طیب ہو جاتی ہے، پہلی یہ کہ جب وہ کوئی چیز خریدے تو اس چیز کی مذمت نہ کرے، دوسری جب وہ کوئی چیز فروخت کرے تو اپنی چیز کی بہت زیادہ تعریف نہ کرے، تیسری بیچنے میں کوئی گڑبڑ نہ کرے، چوتھی خرید و فروخت میں قسم نہ کھائے۔ (۱)

محتسب کا عہدہ

اسلام نے بازار کے محتسب کا عہدہ بھی قائم کیا تا کہ بازار کو خرابیوں سے بچانے کے لیے نگرانی کی جاسکے، خرید و فروخت میں دھوکہ دے کر بازار کی قدرتی قیمت کو متاثر نہ کیا جاسکے، مثلاً اس بات کی نگرانی کی جائے کہ سامان کو بازار میں پہنچنے سے قبل راستہ میں جا کر خرید کر بازار میں زیادہ قیمت پر فروخت تو نہیں کیا جارہا، اور خریدنے کے ارادہ کے بغیر دوسروں کو پھانسنے کے لیے قیمت کو بڑھایا تو نہیں جارہا ہے، اور خرید و فروخت میں ناجائز اور حرام طریقہ تو رائج نہیں کیا جارہا ہے، سود اور دھوکے کے معاملے تو نہیں کیے جارہے ہیں، ان خرابیوں سے بچانے کے لیے اسلام نے محتسب کا عہدہ مقرر کیا ہے۔ (۲)

---

(۱) ان التاجر إذا كان فيه أربع خصال طاب كسبه، إذا اشترى لم يذم، وإذا باع لم يمدح، ولم يدلس في البيع ولم يحلف فيما بين ذلك۔ (الترغيب والترهيب: (۳۵۴/۲)، رقم الحديث: ۲۷۴۰، كتاب البيوع، ترغيب التجار في الصدق وترهيبهم من الكذب والحلف وإن كانوا صادقين، ط: دار الكتب العلمية)۔

مسند الفردوس: (۷۹/۲)، رقم الحديث: ۲۳۴۹، باب التاء، ط: دار الكتب العلمية۔

عمدة القاري: (۲۷۷/۱۲)، كتاب المساقاة، باب الخصومة في البئر والقضاء فيها، ط: دار الكتب العلمية۔

(۲) وفي مجال مراقبة الأسواق فقد كان لعمر رضي الله عنه عناية كبيرة بها، ومما يدل على ذلك أنه رضي الله عنه كان يطوف الأسواق بنفسه۔ وهو خليفة المسلمين۔ ويراقب التعامل فيها، وكان يحمل درته لتقويم الإعوجاج، ومعاقبة المخالفين، وعين رضي الله عنه عمالا لمراقبة الأسواق كما كان للمرأة في عهد عمر دور في مراقبة الأسواق، حيث أنه رضي الله عنه ربما ولى الشفاء بنت عبدالله العدوية القرشية شيئا من أمر السوق۔ =

نامناسب امور کی اصلاح

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بازار تشریف لے جاتے تھے اور نامناسب امور کی اصلاح فرماتے، حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اناج کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس میں ڈالا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں گیلی ہوگئیں، آپ علیہ السلام نے پوچھا کہ اے اناج بیچنے والے! یہ کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ اس اناج کو بارش کا پانی لگ گیا تھا (جس کی وجہ سے یہ گیلا ہوگیا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس گیلے اناج کو ڈھیر کے اوپر کیوں نہیں رکھا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے، فرمایا جو ملاوٹ کرے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ (۱)

=ولقد كان الهدف من الولاية على السوق في عهد عمر رضي الله عنه هو القيام بمراقبة السوق لضمان سلامة التعامل فيه من كل ما ينحرف به من مسارة الصحيح۔ (الفقه الإقتصادي لأمير المؤمنين عمر بن الخطاب: (ص: ۵۳۵، ۵۳۴)، الباب الثالث: مراقبة الدولة للإقتصاد، المبحث الثاني، المطلب الثاني: الحسبة على الأسواق، ط: دار الأندلس)

ومما يدل على قوم اهتمام الإسلام بمراقبة التعامل في الأسواق أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يخرج إلى السوق بنفسه، ويراقب التعامل فيها، وكان يرشد التجار إلى حسن التعامل، وينهاهم عن الكذب والغش والخيانة والإحتكار وغير ذلك، أنظر مجموعة من الأحاديث الدالة على ذلك لدى المنذري: الترغيب والترهيب: (۲/۵۴۸۔۵۹۳)، ولا يخفى مايترتب على إهمال مراقبة الأسواق من انحراف بالتعامل فيها عن مسارة الصحيح، فينتج عن ذلك أضرار متنوعة وكبيرة تصيب الأمة أفراد وجماعة۔ (حاشية الفقه الإقتصادي: (ص: ۵۳۴)، أيضا، ط: دار الأندلس)

(۱) عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على صبرة من طعام، فأدخل يده فيها، فنالت أصابعه بللا، فقال: يا صاحب الطعام، ما هذا؟، قال: أصابته السماء يا رسول الله، قال: أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس، ثم قال: من غش فليس منا۔ (جامع الترمذي: (۱/۲۴۵)، أبواب البيوع، باب ماجاء في كراهية الغش في البيوع، ط: قديمي)۔

سنن أبي داود: (۱/۱۳۳)، كتاب البيوع، باب في النهي عن الغش، ط: امداديه ملتان۔

فيض القدير: (۱۱/۵۹۲۴)، رقم الحديث: ۸۸۷۸، ط: مكتبة نزار مصطفى الباز، رياض۔

موجودہ نظام کے اثرات

آج معاشرہ میں کمائی اور کسب معاش کے بہترین طریقوں کا فقدان ہے، ایک بہت بڑی جماعت چاپلوسی، خوشامد، چرب زبانی اور حکومت کی کاسہ لیسی کو معاش کا ذریعہ بنائی ہوئی ہے، اور یہ ایک فن بنالیا گیا ہے، جس نے بلند افکار ذہنی نشوونما کی تمام خوبیاں مٹا کر پستی اور ذلت والی زندگی گزارنے کا عادی کردیا ہے، اور یہ فاسد مواد اور موذی جراثیم وبا کی طرح پھیل رہے ہیں اور لوگوں کے دلوں میں سرایت کرتے جارہے ہیں، اس طرح انسان کے نفوس میں خست، دناءت اور کمینگی بھرتی جارہی ہے، اور طبیعتیں نیک اخلاق، نیک سیرت اور دینداری سے نفرت کرنے لگی ہیں، یہ سب موجودہ معاشی اور اقتصادی نظام کے اثرات ہیں۔ [1]

رزق کی وسعت

رزق کی وسعت دنیا میں سرکشی اور فساد کا سبب ہے، اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے سب لوگوں کو مالدار بنادیں تو پھر اس دنیا کا نظام چلنا مشکل ہوجائے، اگر سب لوگ مل اور کارخانہ کے مالک بن جائیں تو ملوں اور کارخانوں میں کام کون کرے گا، سب آقا اور مالک بن جائیں تو غلام اور مزدور کون ہوگا، جب انسان مال

---

(۱) وربما كان إقليم واسع ليس فيهم أحد يهمه دينه، ولم يكن ليحصل أيضا إلا بقوم يتكسبون بتهيئة تلك المطاعم والملابس والابنية وغيرها، ويتركون أصول المكاسب التي عليها بناء نظام العالم، وصار عامة من يطوف عليهم يتكلفون محاكاة الصناديد في هذه الأشياء، وإلا لم يجدوا عندهم حظوة، ولا كانوا عندهم على بال، وصار جمهور الناس عيالا على الخليفة يتكففون منه........ وتتوقف مكاسبهم على صحبة الملوك والرفق بهم وحسن المحاورة معهم والتملق منهم، وكان ذلك هو الفن الذي تتعمق أفكارهم فيه، وتضيع أوقاتهم معه، فلما كثرت هذه الأشغال تشبح في نفوس الناس هيأت خسيسة وأعرضوا عن الأخلاق الصالحة۔ (حجة الله البالغة: (۱۸۸/۱)، القسم الأول في القواعد الكلية، المبحث السادس: مبحث السياسات الملية، باب إقامة الارتفاقات وإصلاح الرسوم، ط: دار الجيل)

ودولت کی فراوانی کی وجہ سے بے نیاز ہو جاتے ہیں تو سرکش اور باغی بن جاتے ہیں (علق: ٦، ٧) چنانچہ عربوں کے بارے میں مشہور ہے کہ جس سال پیداوار کی کثرت ہوتی تو عرب ایک دوسرے کو قید اور قتل کرنا شروع کر دیتے اور جب قحط پڑ جاتا تو یہ سب کچھ چھوڑ دیتے۔ (١)

قرآن مجید میں ہے:

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۚ إِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝ (٢)

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کے لیے روزی فراخ کر دیتا تو وہ دنیا میں شرارت کرنے لگتے لیکن جتنا رزق چاہتا ہے انداز (مناسب) سے (ہر ایک کے لیے) اتارتا ہے۔ وہ اپنے بندوں (کے مصالح) کو جاننے والا (اور ان کا حال) دیکھنے والا ہے۔

مال ودولت کی کثرت

مال ودولت کی کثرت اپنی ذات کے اعتبار سے کوئی محبوب چیز نہیں ہے بلکہ بڑے خسارے اور نقصان کی چیز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے غفلت کا سبب بنتی ہے، روز کا مشاہدہ ہے کہ تنگ دستی کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع بہت کم ہوتا ہے، اور جو لوگ چاروں طرف اپنی جود وسخا اور صدقہ وخیرات کا ہاتھ پھیلاتے ہوں اور

---

(١) وقيل نزلت في العرب كانوا إذا اخصبوا تحاربوا وإذا اجدبوا اى أصابهم الجدب والقحط انتجعوا اى طلبوا الماء والكلاء وتضرعوا۔ وفي ذلك يقول الشاعر

قوم إذا نبت الربيع بأرضهم　　نبتت عداوتهم مع البقل

تفسير روح البيان: (٣١٩/٨)، سورة الشورى: ٢٧، ط: دار الفكر بيروت

تفسير النيسابوري: (٧٨/٦)، سورة الشورى: ٢٧، ط: دار الكتب العلمية

أحكام القرآن للقرطبي: (٢٧/١٦)، شورى: ٢٧، ط: دار الكتب المصرية

(٢) (سورة الشورى: ٢٧)

نیک کاموں میں حصہ لیتے ہوں ان کے لیے مال نقصان دہ نہیں ہے، لیکن ایسے آدمی بہت کم ہیں، عام طور پر یہی دیکھا گیا ہے کہ جہاں مال و دولت کی کثرت ہوتی ہے، فسق و فجور، آوارگی، عیاشی اور طرح طرح کی برائیاں اپنے ساتھ لاتی ہے، بے محل خرچ کرنا، نام و نمود اور خرافات وغیرہ پر صرف کرنا تو مال و دولت کے معمولی کرشموں میں سے ہے، شادی بیاہ اور دوسری فضول رسموں میں مال و دولت کو پانی کی طرح بہاتے ہیں، جب ضرورتمندوں، بھوکوں اور حاجت مندوں پر کچھ رقم خرچ کرنے کے لیے کہا جائے تو زبانیں گنگ ہوجاتی ہیں، تجوریاں خالی ہوجاتی ہیں، غرباء اور مساکین پر خرچ کے لیے ان کے پاس کوئی مال نہیں ہوتا، اتنا بڑا مالدار فوراً فقیر بن جاتا ہے تو یہ مال و دولت کا کمال ہے کہ فقیر تو پہلے سے فقیر ہے، مالدار کو بھی فقیر بنا دیتا ہے۔

امام غزالیؒ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے ایک روایت نقل کی ہے:

کہ ایک مرتبہ انہوں نے شیطان سے پوچھا کہ تجھے سب سے زیادہ کون شخص محبوب ہے اور سب سے زیادہ کس شخص سے نفرت ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے سب سے زیادہ محبت بخیل مومن سے ہے، اور سب سے زیادہ نفرت فاسق سخی سے ہے، انہوں نے فرمایا اس کی وجہ کیا ہے؟ شیطان نے کہا کہ بخیل تو اپنے بخل کی وجہ سے مجھے بے فکر رکھتا ہے یعنی اس کا بخل ہی اس کو جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے لیکن فاسق سخی سے متعلق مجھے ہر وقت فکر سوار رہتی ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کی سخاوت کی وجہ سے اس سے درگزر نہ فرمادیں۔ [1]

---

(۱) ولقي يحيى بن زكريا عليهما السلام إبليس في صورته، فقال: يا إبليس أخبرني بأحب الناس إليك وأبغض الناس إليك؟ قال: أحب الناس إلي المؤمن البخيل وأبغض الناس إلي الفاسق السخي، قال له: لم؟ قال: لأن البخيل قد كفاني بخله والفاسق السخي أتخوف أن يطلع الله عليه في سخائه فيقبله (إحياء علوم الدين: (۱۰/۱۷۹۵)، كتاب ذم البخل وذم حب المال، بيان ذم البخل، ط: دار الشعب)۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بیت اللہ کی دیوار کے سایہ میں تشریف فرما تھے، مجھے دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رب کعبہ کی قسم! وہ لوگ بڑے خسارے میں ہیں، میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں وہ کون لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جن کے پاس مال زیادہ ہو سوائے ان لوگوں کے جو اس طرح اس طرح خرچ کریں، اپنے دائیں سے، بائیں سے، آگے سے پیچھے سے لیکن ایسے آدمی بہت کم ہیں۔[1]

مال دار ہونا

مالدار ہونا کوئی برائی کی بات نہیں ہے، اور اسلام یہ نہیں چاہتا کہ اس کے ماننے والے نادار اور قلاش ہوں، چنانچہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرام کی ایک مجلس میں تشریف لائے، اس وقت آپ کے سر مبارک پر پانی کے اثرات تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی اے اللہ کے رسول! ہم آپ کو خوش دیکھتے ہیں؟ فرمایا: ''ہاں'' پھر مال دار اور متمول لوگوں کا ذکر چل نکلا تو آپ نے فرمایا:

لابأس بالغنى لمن اتقى الله عزوجل، والصحة لمن اتقى خير من الغنى

(۱) عن أبي ذر رضي الله تعالى عنه، قال: انتهيت إلى النبي صلى الله عليه وسلم وهو جالس في ظل الكعبة، فلما رآني قال: "هم الأخسرون ورب الكعبة" قال: فجئت حتى جلست، فلم أتقار أن قمت، فقلت: يا رسول الله، فداك أبي وأمي، من هم؟ قال: "هم الأكثرون أموالا، إلا من قال هكذا وهكذا وهكذا - من بين يديه ومن خلفه وعن يمينه وعن شماله - وقليل ماهم۔۔۔ الحديث (صحيح مسلم: (۱/۳۲۰)، كتاب الزكاة، باب تغليظ عقوبة من لا يؤدى الزكوة، ط: قديمى)
جامع الترمذى: (۱/۱۳۳)، أبواب الزكاة، باب ماجاء فى منع الزكاة من التشديد، ط: قديمى۔
مشكاة المصابيح: (ص: ۱۶۳)، كتاب الزكاة، باب الإنفاق وكراهية الإمساك، الفصل الأول، ط: قديمى۔

وطيب النفس من النعيم.

ترجمہ: جو شخص اللہ عز وجل سے ڈرتا ہے اس کے لیے مال داری میں کوئی حرج نہیں اور ایک متقی شخص کے لیے تندرستی مال داری سے بہتر ہے، اور دل کا خوش ہونا بھی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ (۱)

مالدار کو اپنی ظاہری حالت اچھی رکھنی چاہیئے

عبدالحکیم فہدی نے لکھا ہے:

امام اعظم ابو حنیفہؒ نے ایک دن اپنے جلیسوں میں سے ایک شخص کو پرانے بوسیدہ لباس میں دیکھا، جب مجلس ختم ہوئی، اور صرف وہ شخص رہ گیا، تو آپ نے اس سے فرمایا، اس ''جا نماز'' کو اٹھاؤ، اور اسکے نیچے جو ہے اس کو لے لو، اس شخص نے ''جانماز'' اٹھائی، اسکے نیچے سے ایک ہزار درہم نکلے، آپ نے فرمایا یہ درہم لے لو، اپنی ہیئت ٹھیک کرو، اس نے کہا مجھے ضرورت نہیں ہے، میں مالدار ہوں، آپ نے فرمایا کیا تم نے یہ حدیث شریف نہیں سنی ہے:

''ان اللہ یحب ان یری اثر نعمتہ علی عبدہ''

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے پر دیکھنے کو پسند کرتا ہے''

تم کو چاہیے کہ اپنی حالت اچھی رکھو تاکہ تمہارا دوست تم کو دیکھ کر پریشان نہ ہو۔ (۲)

---

(۱) مسند أحمد: (۵/۳۷۲)، رقم الحديث: ۲۳۲۰۶، أحاديث رجال من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ط: مؤسسة قرطبة۔

المستدرک للحاکم: (۲/۳)، کتاب البیوع، ط: دار المعرفة۔

سنن ابن ماجة: (ص: ۱۵۵)، أبواب التجارات، باب الحث علی المکاسب، ط: قدیمی۔

(۲) لم أجده

مالدار اللہ کے سامنے

☆ نبی کریم ﷺ نے پہلے زمانہ کے کسی آدمی کا واقعہ بیان فرمایا اس کو حضرت حذیفہؓ نے روایت کیا ہے، فرمایا: اللہ کے دربار میں ایک بندے کو لایا گیا جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا، تونے دنیا میں کیا عمل کیا؟ راوی کا بیان ہے اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپا نہیں سکتے، اس نے عرض کیا ''اے رب! تونے مجھے مال دیا تھا، میں لوگوں سے کاروبار کرتا تھا، اور درگزر کرنے کی میری عادت تھی، میں پیسوں والوں اور مالداروں کے ساتھ بھی آسانی کرتا تھا، اور غریبوں اور مفلسوں کو مہلت دیتا تھا کہ (جب چاہیں ادا کر دیں)''، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''میں تجھ سے زیادہ درگزر کرنے کا حق رکھتا ہوں، میرے اس بندے سے درگزر کرو''، عقبہ بن عامر اور ابو مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول ﷺ کی زبان مبارک سے ایسا ہی سنا۔ (۱)

☆ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''انسان کو (قیامت کے دن حساب کے لیے) لایا جائے گا اور اللہ کے

---

(۱) عن حذیفہ رضی اللہ عنہ قال اتی اللہ بعبد من عبادہ آتاہ اللہ مالاً، فقال لہ: ماذا عملت فی الدنیا؟ قال: ولا یکتمون اللہ حدیثا (النساء ۴۲) قال یارب آتیتنی مالا فکنت ابایع الناس وکان من خلقی الجواز، فکنت ایسر علی الموسر وانظر المعسر فقال اللہ تعالی: انا احق بذلک منک، تجاوزوا عن عبدی هکذا سمعنا من فی رسول ﷺ رواہ مسلم؛ هکذا موقوفا علی حذیفہ ومرفوعا عن عقبة وابی مسعود۔ (الترغیب والترهیب: (۳۴۷/۲)، رقم الحدیث: ۲۷۲۳، کتاب البیوع، الترغیب فی السماحة فی البیع والشراء وحسن التقاضی والقضاء، ط: دار الکتب العلمیة)۔
الصحیح لمسلم: (۱۸/۲)، کتاب المساقاة والمزارعة، باب فضل إنظار المعسر۔۔۔إلخ، ط: قدیمی۔
مسند أحمد: (۱۱۸/۴)، رقم الحدیث: ۱۷۱۰۵، مسند الشامیین، بقیة حدیث أبی مسعود البدری الأنصاری، ط: مؤسسة قرطبة۔

سامنے کھڑا کر دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کا سوال ہوگا میں نے تجھے مال دیا اور ایسی نعمتیں
عطا کیں سو تو نے ان کے بارے میں کیا کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ اے رب! میں
نے اسے جمع کیا اور نفع کمایا اور اس سے بہت زیادہ چھوڑا جو میرے پاس تھا، آپ
مجھے واپس بھیج دیجیے میں پورا لے کر حاضر ہوجاتا ہوں، باری تعالیٰ کا ارشاد ہوگا
(یہاں سے واپس جانے کا قانون نہیں ہے) تو نے جو یہاں آنے سے پہلے بھیجا
ہے مجھے وہ دکھادے، نتیجہ یہ نکلے گا کہ اس شخص نے (وہاں کے لیے) کوئی بھی چیز
آگے نہ بھیجی ہوگی، لہٰذا اس کے بارے میں دوزخ میں داخل کئے جانے کا فیصلہ کردیا
جائے گا۔ (۱)

بوڑھے آدمی کا دل

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''بوڑھے آدمی کا دل دو چیزوں کی محبت میں جوان ہوتا ہے، جینے اور مال کی
زیادتی کی محبت میں۔ (۲)

---

(۱) عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: یجاء بابن آدم کانہ بذج، فیوقف بین یدی اللہ جل جلالہ، فیقول اللہ لہ: اعطیتک وخولتک وانعمت علیک فماذا صنعت؟ فیقول: یارب جمعتہ وثمرتہ فترکتہ اکثر ماکان فارجعنی آتک بہ، فیقول اللہ لہ: أرنی ماقدمت، فیقول: یارب جمعتہ وثمرتہ فترکتہ اکثر ماکان فارجعنی آتک بہ، فاذا عبد لم یقدم خیرا فیمضی بہ الی النار۔ (الترغیب والترھیب: (۴۴۱/۲)، رقم الحدیث: ۲۶۶۹، کتاب البیوع، الترغیب فی الاقتصاد فی طلب الرزق۔۔۔الخ، ط: دار الکتب العلمیۃ)۔

جامع الترمذی: (۶۸/۲)، أبواب الزھد، باب ماجاء فی العرض، ط: قدیمی۔

(۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: قلب الشیخ شاب علی حب اثنتین حب العیش او قال طول الحیاۃ وکثرۃ المال۔ (الترغیب والترھیب: (۴۴۰/۲)، رقم الحدیث: ۲۶۶۳، کتاب البیوع، الترغیب فی الاقتصاد فی طلب الرزق۔۔۔الخ، ط: دار الکتب العلمیۃ)۔

جامع الترمذی: (۵۹/۲)، أبواب الزھد، باب ماجاء فی قلب الشیخ شاب علی حب اثنتین، ط: قدیمی۔

سنن ابن ماجہ: (ص: ۳۱۲) کتاب الزھد، باب الأمل والأجل، ط: قدیمی۔

مال اور جاہ کی ہوس

آدمی کو جب مال یا مرتبہ وشہرت کی بڑھوتری کی ہوس لگ جاتی ہے، تو وہ ہر وقت اسی فکر میں پریشان رہتا ہے، اور کسی وقت بھی سکون سے نہیں رہتا، ہمیشہ ٹینشن میں رہتا ہے، اور ہائے مال ہائے مال کی فکر میں رہتا، اور اس کو حاصل کرنے کے لئے جو بھی کوشش کرنا ممکن ہو کر گزرتا ہے خواہ اللہ ورسول کی دی ہوئی شریعت کی حدود کو پامال کرنا پڑے اس سے بھی بچتا نہیں، ایسے مال وجاہ کے طالب سے اللہ کی مخلوق کو جتنا نقصان پہنچتا ہے، اتنا نقصان بھوکے بھیڑیے کو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑنے سے بھی نہیں پہنچتا، بھوکے بھیڑیے تو پیٹ بھرنے کے بعد چھوڑ دیتے ہیں، مگر مال وجاہ کی ہوس کسی بھی منزل پر پہنچ کر انسان کا پیچھا نہیں چھوڑتی، ہاں اگر دل میں اللہ کا خوف ہو، اور آخرت کے حساب وکتاب کا ڈر ہو، اور اللہ کی طرف رجوع کرلے، اور صبر وقناعت پیدا کرلے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرمالیتا ہے اور سکون حاصل ہوجاتا ہے۔

حضرت کعب بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں اتنی تباہی نہیں مچا سکتے جتنی آدمی کے مال اور جاہ کی ہوس اس کے دین کے لئے تباہ کن ہوتی ہے۔ (۱)

---

(۱) عن كعب بن مالك رضى الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ماذئبان جائعان أرسلا في غنم بأفسد لها من حرص المرء على المال والشرف لدينه۔ رواه الترمذى و ابن حبان في صحيحه۔

(الترغيب والترهيب: (۳۴۰/۲)، رقم الحديث: ۲۶۶۲، كتاب البيوع، الترغيب في الاقتصاد في طلب الرزق والإجمال فيه ــــ إلخ، ط: دار الكتب العلمية)۔

جامع الترمذى: (۶۲/۲)، أبواب الزهد، باب ماجاء في أخذ المال، ط: قديمى۔

صحيح ابن حبان: (۲۴/۸)، رقم الحديث: ۳۲۲۸، كتاب الزكاة، باب ماجاء في الحرص وما يتعلق به، ط: قديمى

دولت کی ہوس

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا کہ:

دولت کی ہوس سمندر کا پانی پینے کا مترادف ہے، سمندر کا پانی نمکین ہوتا ہے جتنا پیو اتنی زیادہ پیاس لگتی ہے، پیاس ختم نہیں ہوتی، اسی طرح جن کے دلوں میں حب دنیا کا جذبہ اٹھکھیلیاں لیتا ہے ان کے پاس جتنا بھی مال آجائے وہ کم ہوتا ہے، ان کی سیر نہیں ہوتی، وجہ یہی ہے کہ دلوں کی دنیا سنوری نہیں، وہ اپنے مالوں میں صرف اپنا حق سمجھتے ہیں، غرباء اور مساکین کا حق نہیں سمجھتے، حالانکہ قرآن کہتا ہے:

یہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے، اوقات سحر میں اپنے گناہوں کی معافی مانگتے تھے، جن کے مالوں میں سائل کا بھی حق ہوتا تھا اور اس کا بھی جو محروم ہے (مگر سوال نہیں کرتا)۔ (۱)

دولت کی ہوس کو روکنا

دولت جمع کرنے کی ہوس کو صرف یہ نظریہ روک سکتا ہے کہ آدمی اس دنیا کے بعد آنے والی زندگی پہ یقین کرے، اور اس احساس کے ساتھ زندگی گذارے کہ یہ دنیا دولت اکٹھا کرنے کی جگہ نہیں ہے بلکہ آخرت کے لئے خرچ کرنے کی جگہ ہے اسلامی تاریخ اس قسم کے بے شمار واقعات اور مثالوں سے بھری ہوئی ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جن ملکوں میں اسلامی نظام قائم ہوتا ہے وہاں غریبی کا نام ونشان مٹ جاتا ہے یا کم از کم غریبی کا احساس ختم ہوجاتا ہے۔

حلال مال اچھی جگہ پر خرچ ہوتا ہے

حلال مال اچھی جگہ پر خرچ ہوتا ہے، اور حرام مال اچھی جگہ پر خرچ نہیں

---

(۱) (الذاریات: ۱۷-۱۹)

ہوتا اس سلسلہ میں ایک سبق آموز حکایت:

شیخ علی متقی عارف باللہ فرماتے ہیں کہ ایک متقی پرہیز گار نیک اور صالح شخص کسب معاش کرتے تھے، اور ان کا معمول یہ تھا کہ جو کچھ کماتے پہلے تو اس میں سے ایک تہائی اللہ کی راہ میں خرچ کردیتے، پھر ایک تہائی اپنی ضروریات پر صرف کرتے ،اور ایک تہائی اپنی کسب معاش کے ذریعہ میں لگادیتے۔

ایک دن ان کے پاس ایک دنیادار شخص آیا اور کہنے لگا کہ شیخ! میں چاہتا ہوں کہ کچھ مال اللہ کی راہ میں خرچ کروں، لہٰذا آپ مجھے کسی مستحق کا پتہ دیجیے، انہوں نے کہا کہ پہلے تو حلال مال حاصل کرو اور پھر اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرو، وہ مستحق شخص ہی کے پاس پہنچے گا، دنیادار شخص نے اسے مبالغہ پر محمول کیا شیخ نے کہا اچھا تم جاؤ، تمہیں جو شخص بھی ایسا ملے جس کے لئے تمہارے دل میں شفقت و مہربانی کا جذبہ پیدا ہوا سے صدقہ کا مال دے دینا، چنانچہ وہ شخص جب شیخ کے پاس سے اٹھ کر آیا تو اس نے ایک بوڑھے اندھے کو دیکھا جس کے لئے اس کے دل میں رحم کا جذبہ پیدا ہوا، اور یہ سمجھ کر کہ صدقہ کے مال کا اس بے چارہ سے زیادہ کون مستحق ہوسکتا ہے؟ اپنے کمائے ہوئے مال میں سے اسے کچھ حصہ خیرات کردیا، جب دوسرے دن وہ ضعیف و نابینا شخص کے پاس سے گزرا تو اس نے سنا کہ وہ اپنے پاس کھڑے ہوئے ایک دوسرے شخص سے کل کا واقعہ بیان کررہا تھا کہ کل میرے پاس سے ایک مالدار شخص گزرا اس نے (مجھ پر ترس کھاکر) اتنا مال مجھے دیا جسے میں نے فلاں بدکار شخص کے ساتھ شراب نوشی میں لوٹا دیا، وہ دنیادار یہ سنتے ہی شیخ کے پاس آیا اور ان سے پورا ماجرا بیان کیا، شیخ نے واقعہ سن کر اپنی کمائی میں سے ایک درہم اسے دیا اور کہا کہ اسے رکھو، اور یہاں سے نکلتے ہی سب سے پہلے تمہاری نظر جس پر پڑے اسے یہ درہم خیرات کے طور پر دے دینا، چنانچہ وہ شیخ کا دیا ہوا درہم لے کر

گھر سے باہر نکلا تو اس کی نظر سب سے پہلے ایک اچھے خاصے شخص پر پڑی جو بظاہر کھاتا پیتا معلوم ہو رہا تھا، پہلے تو وہ دیتے ہوئے جھجکا مگر شیخ کا حکم تھا اس لئے اس نے مجبوراً وہ درہم اس شخص کو دے دیا۔

اس شخص نے وہ درہم لے لیا، اور اپنے پیچھے کی طرف مڑ کر چل دیا، اس کے ساتھ ساتھ وہ مالدار بھی چلا، اس نے دیکھا کہ وہ شخص ایک کھنڈر میں داخل ہوا اور وہاں سے دوسری طرف نکل کر شہر کی راہ پکڑی، مالدار بھی اس کے پیچھے کھنڈر میں داخل ہوا، وہاں اسے کوئی چیز نظر نہیں آئی البتہ اس نے ایک مرا ہوا کبوتر دیکھا وہ پھر اس شخص کے پیچھے پیچھے ہولیا، پھر اسے قسم دے کر پوچھا کہ بتاؤ تم کون ہو؟ اور کس حال میں ہو؟ اس نے کہا کہ میں ایک غریب انسان ہوں، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں وہ بہت بھوکے تھے، جب مجھ سے ان کی بھوک کی شدت دیکھی نہ گئی تو انتہائی اضطراب و پریشانی کے عالم میں ان کے لئے کچھ انتظام کرنے کی خاطر گھر سے نکل کھڑا ہوا، میں سرگرداں پھر رہا تھا کہ مرا ہوا کبوتر مجھے نظر آیا "مرتا کیا نہ کرتا"؟ میں نے یہ کبوتر اٹھا لیا اور اسے لے کر اپنے گھر کے طرف چلا تا کہ اس کے ذریعہ بھوک سے بلکتے بچوں کو کچھ تسکین دلاؤں مگر جب اللہ نے تمہارے ذریعہ یہ درہم مجھے عنایت فرما دیا تو یہ کبوتر جہاں سے اٹھایا تھا وہیں پھینک دیا۔

اب اس مالدار کی آنکھ کھلی اور اسے معلوم ہوا کہ شیخ کا وہ قول مبالغہ پر محمول نہیں تھا، بلکہ حقیقت یہی ہے کہ حلال مال اچھی جگہ اور حرام بری جگہ خرچ ہوتا ہے۔ (۱)

---

(۱) وكان شيخنا العارف بالله الولي الشيخ علي المتقي رحمه الله يحكي أن أحدا من الصالحين كان يكتسب ويتصدق بالثلث وينفق الثلث ويصرف الثلث في المكتسب، فجاءه أحد من أرباب الدنيا وقال: ياشيخ أريد أن أتصدق فدلني على المستحق، فقال: حصل المال من الحلال ثم أنفق فإنه يقع في يد المستحق، فألح عليه الغني فقال: اخرج فإذا لقيت أحدا حن عليه قلبك فأعطه، فخرج فرأى شيخا كبيرا أعمى فقيرا فأعطاه، ثم مر عليه يوما آخر فسمع أن الأعمى يحكي إلى من بجنبه أنه مر على شخص بالأمس فأعطاني كذا وكذا، فانبسطت وصرفت البارحة في الشرب مع فلانة المغنية،

بندر کا واقعہ

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "بیچنے کے دودھ میں پانی نہ ملاؤ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ والے ان جانوروں کا ذکر کیا جن کو بیچنے والے دو ایک وقت کا دودھ روک کر بیچتے ہیں (تاکہ خریدار زیادہ دودھ دیکھ کر دھوکہ کھا جائے اور مہنگا خرید لے اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجائز فرمایا) اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص گزرا ہے، وہ کہیں دوسرے مقام پر شراب بیچنے کے لئے لے گیا، اور اس میں پانی ملا کر کئی گنا کرلیا (اس کے بیچنے کے بعد اس نے ایک بندر خریدا اور کشتی میں سوار ہو کر چل دیا جب سمندر کے بیچ میں پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے بندر کے دل میں اس کے پیسوں کی تھیلی کے بارے میں یہ بات ڈالی کہ وہ اسے اٹھا کر کشتی کے بادبان کے بانس کے اوپر چڑھ جائے، چنانچہ بندر اپنے مالک کے پیسوں کی تھیلی لے کر کشتی کے بادبان کے بانس کے اوپر چڑھا اور وہ تھیلی کھولی، یہ شخص اسے (حسرت سے) دیکھ رہا تھا، بندر نے اس میں سے اشرفی نکالی اور سمندر میں پھینک دی اور ایک نکالی، کشتی میں ڈال

= فجاء إلى الشيخ وحكى له بالواقعة فأعطاه الشيخ من دراهم كسبه درهما وقال له: إذا خرجت من البيت فأول من يقع نظرك عليه فادفع الدرهم إليه، فخرج فرأى شخصا من ذوي الهيئات يظهر منه آثار الغنى فخاف منه أن يعطيه لكن لما كان بأمر الشيخ عرض عليه ودفع إليه، فلما أخذه رجع من طريقه وتبعه الفتى إلى أن رآه دخل في خرابة وخرج من باب آخر ورجع إلى البلد فدخل وراءه في تلك الخرابة فلم ير فيها إلا حمامة ميتة فتبعه وأقسم عليه أن يخبره بما وقع له من الحال، فذكر أن معه أولادا صغارا وكانوا في غاية من المجاعة فحصل له اضطراب، فخرج دائرا فرأى الحمامة فأخذ بها لهم، فلما حصل له من الفرح رد الحمامة إلى مكانها فعرف تحقيق معنى كلام الشيخ، "فإن الله يتقبله بيمينه" يدل على حسن القبول ووقوع الصدقة منه موقع الرضا على أكمل الحصول لأن الشيء المرضي يتلقى باليمين في العادة. (مرقاة المفاتيح: (۳/۳۳۹)، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، الفصل الأول، ط: رشيديه)

مظاهر حق جديد: (۲/۲۵۹)، كتاب الزكاة، باب فضل الصدقة، الفصل الأول، ط: دار الإشاعت كراچی۔

دی، اس طرح اس نے پوری رقم آدھی آدھی کردی (پانی کی کمائی پانی میں چلی گئی اور اس کی شراب کی قیمت اسے مل گئی)۔

واضح رہے کی پچھلی امتوں میں سے کسی امت میں شراب کی اجازت ہوگی جبکہ ہماری شریعت میں یہ حرام ہے، باقی اس واقعہ کا مقصد دھوکہ بازی کی بے برکتی اور اس کا انجام بیان کرنا ہے۔[1]

تجارتی بائیکاٹ

ہر دور میں تجارت کی اہمیت بہت ہی زیادہ رہی ہے اور آئندہ بھی رہے گی اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب کسی قوم یا ملک کو نقصان پہنچانا مقصود ہو تو اس کا سوشل اور تجارتی بائیکاٹ کردیا جاتا ہے جیسا کہ مکہ کے قریش نے مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا، اور وہ یہ کہ قریش نے متفقہ طور پر ایک تحریری معاہدہ تیار کیا کہ جب تک بنو ہاشم اور بنو مطلب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کے لئے ان کے حوالے نہ کردیں گے اس وقت تک ان دونوں خاندانوں سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کردیے جائیں، کوئی شخص ان سے میل جول اور بات چیت نہیں کرے گا، ان سے

---

(۱) وفی روایة للبیهقی: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: "لاتشوبوا اللبن للبیع"، ثم ذکر حدیث المحفلہ، ثم قال موصولاً بالحدیث: ألا وإن رجلاً ممن قبلکم جلب خمرًا الی قریة فشابها بالماء، فاضعف اضعافاً، فاشتریٰ قردًا فرکب البحر، حتی اذا الجج فیه ألهم اللہ القرد صرة الدنانیر، فاخذها، فصعد الدقل، ففتح الصرة، وصاحبها ینظر الیه، فاخذ دینارًا فرمی به فی البحر، ودینارا فی السفینة حتی قسمها نصفین۔ (الترغیب والترهیب: (۲/۳۵۱)، کتاب البیوع، الترهیب من الغش والترغیب فی النصیحة فی البیع وغیره، ط: دار الکتب العلمیة)۔

شعب الایمان: (۴/۳۳۳) رقم الحدیث: ۵۳۰۸، الباب الخامس والثلاثون من شعب الإیمان: وهو باب فی الأمانات وما یجب من أدائها إلی أهلها، ط: دار الکتب العلمیة۔

کنز العمال: (۴/۶۲)، رقم الحدیث: ۹۵۲۳، کتاب البیوع الباب الثانی: فی البیع، الفصل الثانی، الفرع الثالث فی الخداع والغش، ط: مؤسسة الرسالة۔

تجارت نہیں کرے گا، اور ان کو کھانے پینے کا کوئی سامان مہیا نہیں کیا جائے گا خواہ وہ سامان خرید نا ہی کیوں نہ چاہیں، کوئی شخص ان سے کسی قسم کی رواداری نہیں برتے گا اور ان سے رشتہ اور نکاح بھی نہیں کرے گا

بعض سیرت نگاروں کے نزدیک یہ معاہدہ نضر بن حارث نے تحریر کیا تھا اور بعض روایات میں ہے کہ عامر بن ہاشم نے یہ معاہدہ لکھا تھا، بہر حال جس نے بھی یہ معاہدہ لکھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں بددعا کی، اور اس کا وہ ہاتھ شل ہوگیا جس سے اس نے وہ معاہدہ لکھا تھا۔

اس معاہدہ پر قریش کے قبائل کے تمام سربراہوں نے دستخط کئے اور جب یہ معاہدہ مرتب ہوگیا تو اس کو کعبۃ اللہ کی چھت سے آویزاں کر دیا گیا، اس معاہدہ کے بعد بنو ہاشم اور بنو مطلب کا مکمل تجارتی اور سوشل بائیکاٹ شروع کر دیا گیا، اور ابولہب کے سوا بنو ہاشم اور بنو مطلب کے سارے افراد خواہ وہ مسلمان تھے یا کافر، سمٹ کر ''شعب بنی ہاشم'' میں محبوس ہو گئے۔

یہ دونوں خاندان اس درہ میں مسلسل تین سال محبوس رہے، یہ تین سال نہایت ہی المناک، دل خراش اور سنگین تھے، اسلام کے دشمنوں نے ہاشم اور مطلب کی اولاد سے میل جول، ملاقات، سلام کلام، رشتہ پیام، تجارت اور لین دین سب کچھ بہ یک قلم موقوف کر دیا، دکانداروں نے ان کے ہاتھ سودا سلف فروخت نہ کرنے کی قسم کھالی، ہر قسم کا تعاون ختم کر دیا، ہر قسم کے کھانے پینے کی چیزوں کے بارے میں اگر معمولی یہ احتمال ہوتا تھا کہ وہ ہاشمیوں یا مطلبیوں کے ہاتھ پڑ جائیں گی، تو قریش ہر قیمت پر فوری خرید لیتے اور ہاشمیوں کو خریدنے نہیں دیتے، جب ان کے کانوں میں اڑتی ہوئی یہ خبر آجاتی کہ کہیں سے سوداگر غلہ لا رہے ہیں تو شہر سے دور نکل کر راستہ میں انہیں جا لیتے، اور تمام اناج جس قیمت پر بھی انہیں مل سکتا خرید

لیتے، بنو ہاشم اور بنو مطلب کے سب لوگ جب اس گھاٹی اور درہ میں چلے گئے تو سکونتی مکانات مقفل ہو گئے، درہ میں بھی کوئی چیز نہیں ملتی تھی کیونکہ قریش نے درہ کو ہر طرف سے محصور کر لیا تھا، اور کھانے پینے کی کوئی چیز ان تک پہنچنے نہیں دیتے تھے، جب ہاشمیوں کے ننھے منھے بچے بھوک سے بلبلاتے، تڑپتے، بے قرار ہوتے، اور ان کے رونے کی آواز باہر دور دور تک سنائی دینے لگتی تو سیاہ دل، ظالم قریش خوش ہوتے لیکن جو ان میں رحم دل تھے ان کو ناگوار گزرتا اور وہ صاف کہتے کہ تم کو نظر نہیں آتا کہ اس معاہدہ کے لکھنے والے پر کیا آفت نازل ہوئی ہے۔ (۱)

---

(۱) فلما رأت قريش أمر رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلو والأمور تتزايد، أجمعوا على أن يتعاقدوا على بني هاشم وبني المطلب وبني عبد مناف، أن لا يبايعوهم، ولا يناكحوهم، ولا يكلموهم، ولا يجالسوهم، حتى يسلموا إليهم رسول الله صلى الله عليه وسلم، وكتبوا بذلك صحيفة وعلقوها في سقف الكعبة يقال: كتبها: منصور بن عكرمة بن عامر بن هاشم، ويقال: النضر بن الحارث، والصحيح: أنه بغيض بن عامر بن هاشم، فدعا عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فشلت يده، فانحاز بنو هاشم وبنو المطلب مؤمنهم وكافرهم إلا أبا لهب، فإنه ظاهر قريشا على رسول الله صلى الله عليه وسلم وبني هاشم وبني المطلب، وحبس رسول الله صلى الله عليه وسلم ومن معه في الشعب شعب أبي طالب ليلة هلال المحرم سنة سبع من البعثة، وعلقت الصحيفة في جوف الكعبة، وبقوا محبوسين ومحصورين مضيقا عليهم جدا مقطوعا عنهم الميرة والمادة نحو ثلاث سنين، حتى بلغهم الجهد وسمع أصوات صبيانهم بالبكاء من وراء الشعب ــــــ وكانت قريش في ذلك بين راض وكاره۔ (زاد المعاد: (۲۷/۳)، فصل مقاطعة قريش لبني هاشم وبني المطلب، ط: مؤسسة الرسالة)

قالوا: لما بلغ قريشا فعل النجاشي لجعفر وأصحابه وإكرامه إياهم كبر ذلك عليهم وغضبوا على رسول الله - صلى الله عليه وسلم - وأصحابه. وأجمعوا على قتل رسول الله - صلى الله عليه وسلم - وكتبوا كتابا على بني هاشم ألا يناكحوهم. ولا يبايعوهم. ولا يخالطوهم. وكان الذي كتب الصحيفة منصور بن عكرمة فشلت يده ــــــ وحصروا بني هاشم في شعب أبي طالب ليلة هلال المحرم سنة سبع من حين تنبي رسول الله - صلى الله عليه وسلم - وانحاز بنو المطلب بن عبد مناف إلى أبي طالب في شعبه مع بني هاشم. وخرج أبو لهب إلى قريش فظاهرهم على بني هاشم وبني المطلب، وقطعوا عنهم الميرة والمادة. فكانوا لا يخرجون إلا من موسم إلى موسم حتى بلغهم الجهد وسمع أصوات صبيانهم من وراء الشعب. فمن قريش من سره ذلك ومنهم من ساءه وقال: انظروا ما أصاب منصور بن عكرمة. فأقاموا في الشعب ثلاث سنين. (الطبقات الكبرى: (۲۰۸/۱-۲۰۹)، ذكر حصر قريش رسول الله صلى الله عليه وسلم وبني هاشم في الشعب، ط: دار صادر)=

اقتصادی نا کہ بندی

موجودہ متمدن اور مہذب دنیا کے اندر بھی کسی مطالبہ کو تسلیم کرانے کا پر امن طریقہ اقتصادی نا کہ بندی ہے۔

بخل اور سخاوت

بخل اور سخاوت انسانی فطرت کی دو خصلتیں ہیں، ان کی کچھ خصوصیات اور کچھ لوازمات ہیں، بخل کے لئے حرص، طمع، تنگ نظری، خودغرضی، بزدلی، بے رحمی اور سنگ دلی لازمی صفات ہیں، جن کے نتیجہ میں ذخیرہ اندوزی، چور بازاری، رشوت، خیانت اور سود و قمار جیسے زہریلے اور انسانیت کو ختم کرنے والے جراثیم پیدا ہوتے ہیں جو عوام کی خوش حالی اور انسانیت کو ڈستے ہیں اور ان میں بے اطمینانی اور پریشان حالی کا زہر پھیلا دیتے ہیں۔

بخل کے مقابلہ میں سخاوت اور فیاضی ہے جو دل کی بہادری اور حوصلہ کی بلندی چاہتی ہے، طبیعت میں بے نیازی پیدا کر دیتی ہے، دوسروں کی ضرورتوں کا

= والذي كتب الصحيفة: قال ابن إسحاق: منصور بن عكرمة. قال ابن هشام: ويقال النضر بن الحارث. فدعا عليه رسول الله صلى الله عليه وسلّم فشلّت بعض أصابعه. وقال غيره: بغيض بن عامر. فشلّت يده. وقال غيره: هشام بن عمرو بن الحارث العامري وأسلم بعد ذلك.ـــــــثم علّقوا الصحيفة في جوف الكعبة توكيدا على أنفسهم وقطعوا عنهم الأسواق ولم يتركوا طعاما ولا إداما ولا بيعا إلا بادروا إليه واشتروه دونهم.ـــــقال ابن إسحاق وغيره: فأقاموا على ذلك ثلاث سنين حتى جهدوا، ولا يصل إليهم شيء إلا سرّا مستخفيا به من أراد صلتهم من قريش. (سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد: (۳۷۷/۲)، جماع أبواب بعض الأمور الكائنة بعد بعثه صلى الله عليه وسلم، الباب الثامن عشر في دخول بني هاشم وبني المطلب...الخ، ط: دار الكتب العلمية).

فتح الباری: (۱۹۲/۷)، كتاب مناقب الأنصار، باب تقاسم المشركين على النبي صلى الله عليه وسلم، ط: دار المعرفة.

تاريخ اليعقوبي: (۳۱/۲)، حصار قريش لرسول الله صلى الله عليه وسلم وخبر الصحيفة، ط: دار صادر.

احساس، ان کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھنا، سخاوت اور جود و کرم کی اصل روح ہے، یہ روح جب کارفرما ہوتی ہے تو ہمدردی، غم خواری، رحم اور خدمت خلق کے جوہر جلوہ گر ہوتے ہیں یعنی انسانیت کا جوبن نکھرتا ہے، شرافت کا جھنڈا بلند ہوتا ہے، میل ملاپ اور محبت کی فضا ہموار ہوتی ہے، سخاوت اگر کارفرما ہو تو طبقاتی جنگ کی نوبت ہی نہیں آتی، کیونکہ دولت مند طبقہ غرباء اور مساکین کا ہمدرد و غم گسار ہوتا ہے اور غریب و نادار اس کے وفادار اور جاں نثار ہوتے ہیں اس طرح ایک ایسا نظم وضبط قائم ہو جاتا ہے، جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہوتا ہے جو معاشرہ اور سماج کو اطمینان کی دولت بخشتا ہے جس سے ایک دوسرے سے نفرت اور بغض نہیں بلکہ محبت اور باہمی اعتماد کی نعمت میسر آتی ہے، اور جب محبت اور اعتماد کے تعاون کی کلیاں چٹکتی ہیں تو معاشرہ اور سماج رواداری اور شریفانہ اخلاق کا گلدستہ بن جاتا ہے۔ (1)

دنیاداروں کی خواہش

آج کل دنیاداروں کی خواہش یہ ہے کہ عالی شان، سربفلک محل ہوں، اعلیٰ درجہ کے آبزن، عمدہ سے عمدہ اور نفیس حمام ہوں، بہترین خوشنما باغ اور سواری کے لئے نمائشی مہنگی گاڑیاں ہوں، خدمت کے لئے خوبصورت ملازم اور حسین ملازمہ، عیش ونشاط کی محفلیں ہوں، شراب نوشی کی مجالس ہوں، عیش وعشرت کا ساز وسامان ہو، طرح طرح کے کھانے، وسیع دسترخوان ہو قابل فخر لباس ہو، بینک میں اچھی خاصی رقم ہو، پوری دنیا میں جائیداد اور کاروبار ہوں، حکومت میں بڑا منصب ہو، اور ہر جگہ، ہر مقام پر آؤ بھگت ہو، ان چیزوں کو زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں، آخرت کو بھول جاتے ہیں، عبادت کا خیال نہیں رکھتے، شریعت کی پابندی اور دین کے کام میں حصہ نہیں لیتے، اسراف فضول خرچی اور عیاشی میں قیمتی اوقات بے بہا جوانی اور مال کثیر

(۱) پیغمبر اسلام اور تجارت ص ۱۱۷۔۱۱۸، ط: بیت العلوم۔

خرچ کر دیتے ہیں، صدقہ خیرات ہمدردی اور غمگساری کی فکر نہیں ہوتی۔

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے لوگ اور ایسے ملک چند ہی سالوں میں جنسی انارکی اور شہوانی بحران میں ڈوب جاتے ہیں جیسا کہ آج کل یورپ اور امریکہ وغیرہ اس کی واضح مثال ہیں۔

اسلام نے بیوع کی شکلیں متعارف کروائی ہیں

چونکہ بازار میں کمزور ایمان والے افراد بازار کی آزاد صورت حال سے فائدہ اٹھا کر ذاتی اغراض کی خاطر دھوکہ دہی، ذخیرہ اندوزی وغیرہ جیسے ہتھکنڈوں سے بازار کی آزادی کو متاثر کر سکتے ہیں، اس کے سدّ باب کے لیے اسلام نے بیوع کی شکلیں متعارف کروائی ہیں، جن میں خرید وفروخت کے پاکیزہ طریقے وضع کیے ہیں، تاکہ بازار کی سلامتی کے ساتھ اس کی آزادی بھی قائم ہو سکے اور بازار اقتصادی بحرانوں میں مبتلا ہونے سے بچ کر عمومی طور پر معاشرے کے لیے نفع مند ہو سکے۔

ابو حنیفہؒ کی نماز کی خوبی

ابو نعیمؒ فرماتے ہیں: میں علماء کرام سے بکثرت ملا ہوں، جیسے اعمش، مسعر، حمزہ الزیات، مالک بن مغول، اسرائیل، عمرو بن ثابت اور دوسرے اکابر جن کو میں شمار نہیں کر سکتا اور میں نے ان حضرات کے ساتھ نماز پڑھی ہے، لیکن میں نے کسی کو بھی ابو حنیفہ کی نماز سے اچھی نماز پڑھنے والا نہیں پایا، نماز پڑھنے سے پہلے آپ دعا کرتے تھے، اور اللہ سے سوال کرتے تھے اور روتے تھے آپ کی حالت کو دیکھ کر کہنے والے کہا کرتے تھے، قسم ہے اللہ کی، یہ شخص اللہ سے ڈرتا ہے۔[1]

(۱) اخبرنا عبد اللہ بن محمد بن إبراهيم الحلواني قال ثنا مكرم قال ثنا أحمد قال سمعت أبا نعيم يقول لقيت الأعمش ومسعرا وحمزة الزيات ومالك بن مغول وإسرائيل وعمرو بن ثابت وشريكا وجماعة من العلماء لا احصيهم فصليت معهم فما رأيت رجلا احسن صلاة من أبي حنيفة ولقد كان =

بہترین بیوی

(۱۴۸) بہترین چیز جس کو آدمی خزانہ کی طرح محفوظ رکھے وہ نیک بیوی ہے جس کو دیکھ کر دل خوش ہوجائے، جب اس کو حکم دیا جائے تو فوراً اطاعت کرے، اور جب شوہر غائب ہو (یعنی سفر وغیرہ میں ہو) تو وہ اپنی اور اس کے مال کی حفاظت کرے۔ (۱)

= ولقد كان قبل الدخول في الصلاة يدعو ويسأل ويبكي فيقول القائل هذا والله يخشى الله. (أخبار أبي حنيفة وأصحابه: (ص: ٣٥)، نسب الإمام الأعظم أبي حنيفة رضي الله عنه، ذكر ماروى في تهجده بالليل وقيامه وقراءته وتضرعه، ط: دار الكتب العلمية)۔

(١) عن ابن عباس، قال: لما نزلت هذه الآية {والذين يكنزون الذهب والفضة}، قال: كبر ذلك على المسلمين، فقال عمر: أنا أفرج عنكم، فانطلق، فقال: يا نبي الله، إنه كبر على أصحابك هذه الآية، فقال رسول الله - صلى الله عليه وسلم -: "إن الله لم يفرض الزكاة إلا ليطيب ما بقي من أموالكم، وإنما فرض المواريث لتكون لمن بعدكم" قال: فكبر عمر ثم قال له: "ألا أخبرك بخير ما يكنز المرء؟ المرأة الصالحة: إذا نظر إليها سرته، وإذا أمرها أطاعته، وإذا غاب عنها حفظته"۔ (سنن أبي داود: (١/٢٤٦)، كتاب الزكاة، باب في حقوق المال، ط: رحمانيه)

مشكاة المصابيح: (ص: ١٥٦)، كتاب الزكاة، الفصل الثاني، ط: قديمي۔

السنن الكبرى للبيهقي: (٨٣/٤)، كتاب الزكاة، باب تفسير الكنز، ط: إدارة تاليفات اشرفيه۔

آ
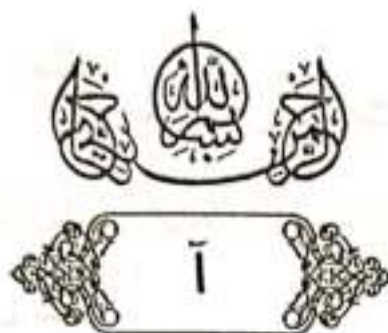
آپریٹنگ لیز (Operating Lease)

☆...... عام طور پر جو اجارہ معروف و مشہور ہے اس کو ''آپریٹنگ لیز'' کہتے ہیں۔

☆...... یہ وہ اجارہ ہے جو عام طور پر معروف ہے، اس میں واقعۃً فریقین میں موجر (اجارہ پر دینے والے) اور مُستاجر (اجارے پر لینے والے) کا تعلق ہوتا ہے۔[1]

☆...... آپریٹنگ لیز یعنی استعمالی اجارہ (کرایہ داری)، وہ اجارہ ہے جس کا تصور شریعت نے دیا ہے، اس میں فریقین کے درمیان واقعۃً اجارہ پر دینے والے اور اجارہ پر لینے والے کا رشتہ اور تعلق قائم ہوتا ہے،[2] یہ قسم سرمایہ پورا کرنے کا ذریعہ نہیں ہے۔

---

(۱) (هي) لغة اسم للأجرة... وشرعا (تمليك نفع) مقصود من العين (بعوض)....۔ (الدر مع الرد: ۶/۳) ط: كتاب الإجارة، ط: سعيد كراچی)

☜ ولنا أنها تمليك المنفعة بعوض فأشبهت البيع... ولأنها معاوضة عقدت مطلقة فلا ينفرد أحد العاقدين فيها بالفسخ إلا عند العجز....۔ (بدائع الصنائع، (۲۰۱/۴) كتاب الإجارة، فصل: وأما صفة الإجارة، ط: سعيد كراچی)

(۲) حكم الإجارة الصحيحة: هو ثبوت الملك في المنفعة للمستأجر، وثبوت الملك في الأجرة المسماة للمؤجر۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: (۳۸۴۷/۵) القسم الثالث: العقود أو التصرفات المدنية المالية، الفصل الثالث: عقد الإيجار، المبحث الثالث: صفة الإجارة، ط: رشيديه)

☜ بدائع الصنائع: (۲۰۱/۴) كتاب الإجارة، فصل: وأما حكم الإجارة، ط: سعيد۔=

آتش بازی کی تجارت

☆...... آتش بازی کی چیزیں بنانا گناہ ہے، اوران کی تجارت مکروہ ہے اور آمدنی بھی حلال طیب نہیں ہے۔(۱)

☆...... مال فضول اور بے محل ضائع ہونے کی وجہ سے آتش بازی کرنا ناجائز ہے۔(۲)

☆...... یہ گناہ کے کام میں مدد کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں گناہ کے کام میں مدد کرنے سے منع فرمایا ہے۔(۳)

= الهندية، (۳۰۹/۴) كتاب الإجارة، الباب الأوّل: في تفسير الإجارة، ط: رشيديه۔

(۱) قال الله تعالى: {وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان}۔ (المائدة: ۲)

والثالث: بيع اشياء ليس لها مصرف الا فى المعصية، فيتمحض بيعها واجارتها، وإن لم يصرح بها، ففى جميع هذه الصورة قامت المعصية بعين هذا العقد، والعاقدان كلاهما آثمان بنفس العقد، سواء استعمل بعد ذلك أم لا۔ (جواهر الفقه، تفصيل الكلام فى مسئلة الإعانة على الحرام: (۴۴۸/۲) ط: دار العلوم كراچى)

لكن الإعانة فى ماقامت المعصية بعين فعل المعين، ولا يتحقق الا بنية الاعانة أو التصريح بها، أو تعينها فى استعمال هذا الشئ بحيث لا يحتمل غير المعصية۔ (جواهر الفقه، تفصيل الكلام فى مسئلة الاعانة على الحرام، اقسام السبب وأحكامه، القسم الثانى: (۴۵۲/۲) ط: دار العلوم كراچى)

وما كان سببا لمحظور، فهو محظور۔ (شامى: (۳۵۰/۶) كتاب الحظر والإباحة، قبيل: فصل فى اللبس، ط: سعيد)

أن ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريما وإلا فتنزيها۔ (شامى (۳۹۱/۶) ط: سعيد)

قال النووى: فيه تصريح بتحريم كتابة المترابيين والشهادة عليها وبتحريم الاعانة على الباطل۔ (مرقاة المفاتيح: (۵۱/۶) كتاب البيوع، باب الربا، الفصل الأوّل، رقم الحديث: (۲۸۰۷) ط: رشيديه)

عن انس رضى الله تعالى عنه قال: لعن رسولُ الله ﷺ في الخمرِ عَشرةً: عاصرَها، ومعتصرَها، وشاربَها، وحاملَها، والمحمولةَ إليه، وساقيَها، وبائعَها، وآكلَ ثمنِها، والمشتريَ لها، والمشتراةَ له۔ (مشكوة: (ص: ۲۴۲) كتاب البيوع، باب الكسب وطلب الحلال، الفصل الثانى، ط: قديمى)

(۲) {إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ} [الاسراء: ۲۷]

(۳) {وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ} [المائدة: ۲]

آٹا پیسنے کے عوض اناج جمع کرنا

آٹا پیسنے کے عوض مکئی یا کوئی اور اناج وغیرہ لینا جائز ہے، اس طرح مکئی اور اناج وغیرہ جمع کر کے استعمال میں لانا یا فروخت کرنا سب جائز ہے، البتہ پسے ہوئے آٹے سے خاص طور پر مزدوری مقرر کر کے لینا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ "قفیز الطحان" کے حکم میں ہو کر فاسد اجارہ ہوگا۔[1]

آٹا چھنا ہوا اور بے چھنا ہوا

"چھنا ہوا آٹا اور بے چھنا ہوا آٹا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۶۸/۳)

آج نہیں کل آنا

"ٹالنا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۴۳/۳)

آخرت خراب ہوجاتی ہے مال کی محبت سے

"مال کی محبت سے آخرت خراب ہوجاتی ہے" عنوان کے تحت دیکھیں۔

آخرت کے تصور پر تجارت ہو

"تجارت کی بنیاد آخرت کے تصور پر ہو" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۶۱/۲)

---

(۱) استاجر بغلاً ليحمل طعاماً ببعضه أو ثوراً ليطحن بره ببعض دقيقه فسدت . . . والحيلة: أن يفرز الأجر أولاً، أو يسمي قفيزاً بلا تعين ثم يعطيه قفيزاً منه فيجوز۔

قال الرملي: وبه علم بالأولى جواز مايفعل في ديارنا من أخذ الأجرة من الحنطة والدراهم معاً ولاشك في جوازه۔ (الدر مع الرد: (۵۷/۶) كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ط: سعيد)

والحيلة في ذلك لمن أراد الجواز: أن يشترط صاحب الحنطة قفيزاً من الدقيق الجيد ولم يقل من هذه الحنطة۔ (الفتاوى الهندية: (۴۴۴/۴) كتاب الإجارة، الباب الخامس عشر: في بيان مايجوز من الإجارة ومالايجوز، الفصل الثالث في قفيز الطحان وماهو في معناه، ط: رشيديه)

شرح المجلة لسليم رستم باز: (۲۰۶/۱) تحت المادة: ۴۶۰، الكتاب الثاني في الإجارة، الباب الثاني في المسائل المتعلقة بالأجرة، الفصل الرابع: في فساد الإجارة وبطلانها، ط: فاروقيه كوئٹه۔

آخری زمانہ میں مال کی ضرورت ہوگی

''مال کی ضرورت آخری زمانہ میں'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۲/۶)

آدمی

آدمی کے بال اور ہڈی وغیرہ کسی چیز کا بیچنا ناجائز اور باطل ہے اور ان چیزوں کا اپنے کام میں لانا بھی درست نہیں ہے، انسانی بالوں پر مشتمل وگ یا انسانی بالوں کو گنجے سر پر استعمال کے لیے یا کسی اور صورت میں ان کو خریدنا اور استعمال کرنا حرام ہے۔ (۱)

آرائش وتزیین مصنوعہ شے میں

''آرڈر کی چیز کی آرائش وتزیین'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۵۷/۱)

آرڈر پر پروڈکٹ کی تیاری میں بائع اور مشتری کی ذمہ داریاں

☆ ...... ایک پروڈکٹ کی تیاری میں آرڈر دینے والے کی بہت ساری ذمہ داریاں اور فرائض ہیں، جن میں سے چند اہم ذمہ داریاں یہ ہیں:

❶ آرڈر دینے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ صانع (کاری گر/ بائع) کے

---

(۱) ويبطل بيع قن ضم إلى حز ... (وشعر الإنسان) لكرامة الآدمي ولو كافرًا، ذكره المصنف في بحث شعر الخنزير۔ (قوله: وشعر الإنسان) ولا يجوز الانتفاع به لحديث "لعن الله الواصلة والمستوصلة"..... (قوله: ذكره المصنف) حيث قال: والآدمي مكرمًا شرعًا وإن كان كافرًا فإيراد العقد عليه وابتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلال له، أي وهو غير جائز... وصرح في فتح القدير ببطلانه۔ (الدر مع الرد: (۵/ ۵۸) ط: كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الآدمي مكرمًا شرعًا ولو كافرًا، ط: سعيد)

وفي التجنيس: لا بأس ببيع عظام الموتى؛ لأنه لا يحل العظام الموت وليس في العظام دم فلا تتنجس فيجوز بيعها إلا بيع عظام الآدمي والخنزير ... وكذا شعر الآدمي على هذا التفصيل۔ (البحر الرائق: (۱۰۷/۱) كتاب الطهارة، تحت قوله: وشعر الإنسان الميتة...، ط: سعيد)

الهندية: (۱۱۵/۳، ۱۱۶) كتاب البيوع، الباب التاسع: فيما يجوز بيعه وما لا يجوز، الفصل الخامس: في بيع المحرم الصيد وفي بيع المحرمات، ط: رشيديه)

سامنے اپنی مطلوبہ چیز کے اوصاف کو بیان کرے۔

⑩ اگر پروڈکٹ ایسی چیز ہے جس کے نقل وحمل پر مشقت اٹھانی پڑتی ہے تو ایسی صورت میں یہ آرڈر دینے والے کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ صانع کے سامنے اس کے حوالہ کرنے کے مقام کی تعیین کرے، تاکہ صانع اس مقام کو سامنے رکھ کر اس کی قیمت متعین کرے۔

⑪ اگر صانع کی بنائی ہوئی چیز آرڈر دینے والے کے بیان کیے ہوئے اوصاف وشرائط کے مطابق ہے تو اس صورت میں آرڈر دینے والے کا فرض بنتا ہے کہ وہ اس چیز کو قبول کرے اور اگر وہ اس کو قبول نہ کرے تو اسے مجبور کیا جائے گا کہ یہ چیز لے کر صانع کو اس کی قیمت ادا کرے تاکہ صانع کو کوئی نقصان نہ ہو، ہاں اگر بائع (صانع/کاریگر) مال تیار کرنے میں یا اسے آرڈر دینے والے کے حوالے کرنے میں طے شدہ مدت سے تاخیر کرے تو آرڈر دینے والا، مال خریدنے کا پابند نہیں ہوگا۔ (۱)

⑫ جب صانع (کاریگر) آرڈر دینے والے کی مطلوبہ چیز تیار کرے اور وہ آرڈر دینے والے کو اس کی اطلاع بھی دے تو اگر آرڈر دینے والے کو کوئی معقول ذر پیش نہ ہو تو اس پر اس چیز کو اٹھا کر اپنے پاس رکھ لینا لازم ہے، اس کی وجہ یہ ہے لہ جب صانع اس چیز کے بنانے سے فارغ ہو گیا اور اس نے آرڈر دینے والے کو للاع بھی دے دی تو اس کے بعد آرڈر دینے والے کی طرف سے اس کو قبضے میں نہ ا صانع کو مشقت میں ڈالنے کے مترادف ہے، اس لیے کہ چیز تیار کرنے کے بعد ڈر دینے والے کے قبضے میں جانے تک صانع پر اس چیز کی حفاظت اور چوکیدار کا ائی بوجھ آتا ہے، کیونکہ یہ چیز بنانے والے کے پاس امانت کے طور پر نہیں رہتی اس کے ضمان اور ذمہ داری میں رہتی ہے۔ (۲)

۲) ان الصانع اذا أكمل المصنوع على المواصفات المطلوبة فانه يلزم المستصنع أن يأخذه ويدفع المتفق عليه. وأما إذا كان فيه خلل أو عيب فإن المستصنع بالخيار. (بحوث في فقه المعاملات =

❺ جو چیز بنانے کے لیے آرڈر دیا گیا ہے جب تک اس پر آرڈر دینے والے کا قبضہ نہیں ہوگا اس چیز کو آگے فروخت کرنا جائز نہیں ہوگا۔(۱)

❻ جب ایک مرتبہ آرڈر دینے والا تیار شدہ چیز پر قبضہ کر لے، چاہے قبضہ حقیقی ہو یا حکمی (قبضہ حکمی یہ ہے کہ بائع (بیچنے والا) مشتری (خریدار) اور مبیع (بیع

= المالية المعاصرة، للدكتور علي محي الدين القرة داغي، ص:۱۵۸) عقد الاستصناع بين الاتباع والاستقلال وبين اللزوم والجواز، خلاصة البحث، ط: دار البشائر الإسلامية)

إذا قال شخص لأحد من أهل الصنائع: اصنع لي الشيء الفلاني بكذا قرشا وقبل الصانع ذلك انعقد البيع استصناعا... وفي البحر ما ملخصه: الاستصناع لغة طلب الصنعة، وشرعا أن يقول لصانع خف مثلا اصنع لي خفا طوله كذا، وسعته كذا، من أديم كذا، من عندك بكذا وكذا... فيقبل الآخر منه... وقد مشت المجلة في الفقرة الأولى من المادة "۳۹۲" الآتية على قول الإمام أبي يوسف رحمه الله تعالى بأن المستصنع إذا رأى المصنوع على الشروط التي بينها، لا خيار لأحد العاقدين بالرجوع، وهو الأرفق بالناس، ... وأما عدمه للمستصنع فلأن في إثبات الخيار له إضرارا بالصانع؛ لأنه ربما لا يشتريه غيره بمثله... وشرط جوازه بيان جنس المصنوع، ونوعه وقدره وصفته؛ لأنه لا يصير معلوما بدونه، ... كل شيء تعومل استصناعه يصح فيه الاستصناع على الاطلاق... وأما ما لم يتعامل باستصناعه... إذا بين فيه المدة... صار سلما وتعتبر فيه شرائط السلم، ... وإذا لم يبين فيه المدة كان من قبيل الاستصناع أيضا... يلزم في الاستصناع وصف المصنوع وتعريفه على الوجه الموافق للمطلوب... إذا انعقد الاستصناع فليس لأحد العاقدين الرجوع، وإذا لم يكن المصنوع على الأوصاف المطلوبة المبينة كان المستصنع مخيرا.... (شرح المجلة للأتاسي: (۳۰۰/۲، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶) رقم المادة: ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۲) الكتاب الأول: البيوع، الباب السابع: في بيان البيع وأحكامه، الفصل الرابع: في الاستصناع، ط: رشيديه)

الفقه الإسلامي وأدلته: (۳۶۴۷/۵ـ ۳۶۵۰) ط: القسم الثالث، العقود أو التصرفات المدنية المالية، المبحث السادس: أنواع البيوع، ۲: عقد الاستصناع، ط: رشيديه۔

الدر مع الرد: (۲۲۳/۵، ۲۲۴) كتاب البيوع، باب السلم، مطلب في الاستصناع، ط: سعيد۔

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: أما الذي نهى عنه النبي صلى الله عليه وسلم فهو الطعام أن يباع حتى يقبض قال ابن عباس: ولا أحسب كل شيء إلا مثله، متفق عليه۔ (مشكاة المصابيح: (ص:۲۴۷) باب المنهي عنها من البيوع، الفصل الأول، ط: قديمي)

سنن أبي داود: (۱۳۸/۲) كتاب الإجارات، باب في بيع الطعام قبل أن يستوفى، ط: رحمانيه۔

جامع الترمذي: (۲۴۲/۱) أبواب البيوع، باب ما جاء في كراهية بيع الطعام حتى يستوفيه، ط: قديمي۔

گئی چیز) کے درمیان تخلیہ کرے) اس کے بعد وہ بنائی ہوئی چیز آرڈر دینے والے کے ضمان میں داخل ہوجاتی ہے، چناں چہ قبضے کے بعد اس میں ہونے والے نقصان کی ذمہ داری آرڈر دینے والے پر عائد ہوگی اور صانع اس سے بری الذمہ ہوگا۔ (۱)

آرڈر پر چیز بنانا

"استصناع" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱/۲۵۲)

آرڈر پر زیورات بنانا

آج کل زیورات آرڈر پر بنانے کا عرف عام ہے، چونکہ یہ استصناع کی ایک صورت ہے، اس لیے آرڈر پر زیورات تیار کرانا جائز ہے۔ (۲)

---

(۱) ثم التسليم يكون بالتخلية على وجه يتمكن من القبض بلامانع ولا حائل وشرط في الأجناس شرطًا ثالثًا وهو أن يقول: خليت بينك وبين المبيع فلو لم يقله أو كان بعيدًا لم يصر قابضًا والناس عنه غافلون۔ وقال المحقق الشامي تحت مطلب في شروط التخلية: وحاصله: أن التخلية قبض حكما لو مع القدرة عليه بلا كلفة لكن ذلك يختلف بحسب حال المبيع۔ (الدر مع الرد: (۵۶۲/۴، ۵۶۱) كتاب البيوع، مطلب: فيما يكون قبضًا للمبيع، ومطلب في شروط التخلية، ط: سعيد)

المبيع إذا هلك في يد البائع قبل أن يقبضه المشتري يكون من مال البائع ولا شيئ على المشتري... إذا هلك المبيع بعد القبض هلك من مال المشتري ولا شيئ على البائع۔ (شرح المجلّة للأتاسي: (۲/ ۲۲۳، ۲۲۵) الكتاب الأوّل: البيوع، الباب الخامس: في بيان المسائل المتعلقة بالتسليم والتسلّم، الفصل الخامس: في بيان المواد المترتبة على هلاك المبيع، ط: رشيديه كوئٹه)

الفقه الإسلامي وأدلّته: (۳۸۱/۴) القسم الثالث، العقود أو التصرفات المدنية المالية، المبحث الثالث: حكم البيع والكلام عن المبيع والثمن، المطلب الثاني: الثمن والمبيع، معنى التسليم أو القبض وكيفية تحققه، ط: دار الفكر۔

(۲) كل شيئ تعومل استصناعه يصح فيه الاستصناع على الإطلاق... وجوازه استحسانًا في ما جرى العرف والعادة في التعامل به من أواني الحديد والرصاص والنحاس ... والسكاكين والطشت والقمقمة ونحو ذلك۔ (شرح المجلّة لخالد الأتاسي: (۴۰۳/۲) المادة: ۳۸۹، الكتاب الأوّل في البيوع، الباب السابع في بيان أنواع البيع، الفصل الرابع في بيان الاستصناع وأحكامه، ط: رشيديه)

شرح المجلّة لرستم باز: (۱۷۵/۱) المادة: ۳۸۹، أيضًا، ط: فاروقيه۔=

آرڈر حاصل کرنا رشوت دے کر

"رشوت دے کر آرڈر حاصل کرنا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۵۲/۴)

آرڈر دینے والا مبیع واپس کرے تو بائع تک پہنچانا

اگر کسی نے آرڈر دے کر کوئی چیز یا مال بنوایا اور قبضہ کرنے کے بعد دیکھا تو پتہ چلا کہ اس میں عیب ہے تو آرڈر پر بنوانے والا اس مال کو واپس کر سکتا ہے،[1] اگر وہ مال یا چیز ایسی ہو کہ اس کی نقل وحمل پر رقم خرچ کرنی پڑے تو ان اخراجات کی ذمہ داری کس پر ہوگی؟ اس میں تفصیل ہے:

اگر مال بنانے والے/مینوفیکچرر (صانع) نے مبیع کے عیب کو چھپایا ہے تو اس چیز کو منتقل کرنا بائع (مینوفیکچرر) کا کام ہوگا اور اس پر آنے والے اخراجات کی ذمہ داری بائع (مینوفیکچرر) پر ہوگی۔ اور اگر آرڈر دے کر چیز بنوانے والے کے پاس پائے جانے والے عیب کو آرڈر پر چیز بنانے والے نے نہیں چھپایا تو آرڈر دینے والے کو پسند نہ آنے کی صورت میں آرڈر دینے والا اس کو اس جگہ تک منتقل کرے گا جس جگہ اس کی خریداری ہوئی تھی اور اسی پر واپس کرنے کا خرچہ

= الفتاویٰ الهندية: (۲۰۷/۳) كتاب البيوع، الباب التاسع عشر في القرض والاستقراض والاستصناع، ط: رشيديه۔

(۱) وإذا كان المصنوع غير موافق للأوصاف المطلوبة بأن كان النقص الموجود فيه من قبيل العيب فللمستصنع خيار العيب وإن كان من قبيل الوصف، فله خيار الوصف إن شاء قبله وإن شاء رده۔ (درر الحكام في شرح مجلة الاحكام (۱/۴۲۵) المادة (۳۹۲) كتاب البيوع، الاستصناع، ط: دار عالم الكتب)

المبسوط للسرخسي (۱۵/ ۹۳) كتاب الاجارات، باب كل الرجل يستصنع الشيء، ط: دار المعرفة۔

لازم ہوگا۔ [۱]

آرڈر کا مال مطلوبہ اوصاف کے مطابق ہو

''مصنوع کی تیاری مطلوبہ اوصاف کے مطابق ہو'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

آرڈر کی چیز کی آرائش وتزیین

بعض اوقات آرڈر دینے والا، آرڈر لینے والے صانع کو چند اہم اور نمایاں صفات بیان کر کے اسی کے مطابق چیز بنانے کا آرڈر دیتا ہے اور چھوٹی چھوٹی صفات پر زیادہ دھیان نہیں دیا جاتا، اس صورت میں اگر آرڈر لینے والا صانع اپنی طرف سے ایسی چھوٹی اشیاء کا اضافہ کرے جو اس چیز کی زیادہ پائیداری کا باعث ہوں یا اس سے مصنوعہ چیز کی تزیین ہوتی ہو تو آرڈر لینے والے صانع کو اس کا حق حاصل ہوگا، کیوں کہ اس قسم کے اضافے سے جہاں مصنوعہ چیز کی خوبصورتی میں اضافہ ہوتا ہے وہاں آرڈر لینے والے صانع کی تجارتی ساکھ بھی بہتر ہوتی ہے اور اس کی بنائی ہوئی اشیاء کی مانگ میں اضافہ ہوتا ہے، اس لیے وہ مصنوعہ چیز میں ایسی اشیاء کو شامل کرنے اور ان کو مصنوعہ چیز کا حصہ بنانے کا حق دار ہے۔ [۲]

آرڈر کی چیز میں درکار خام مال کی فراہمی

''مصنوع چیز میں درکار خام مال کی فراہمی'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

---

(۱) ان کان ربها قد دلّس فيها بالعيب الذي أصابه المشترى كان له أن يصرفها وان كان البائع لم يدلّس له بالعيب الذي أصابها للمشترى كان على المبتاع صرفها الى الموضع الذي ابتاعها فيه ويكون مؤنتها وحملها عليه۔ (الأحكام قاضي أبو المطرف عبد الرحمن الشعبي، ص: ۲۷۱)

(۲) يستطيع أن يحصل على السلع بالمواصفات التي يظن أنها تكون سبباً في رواج سلعة، وذلك بإدخال مواصفات تحسينية ترغب المشترين فيما يطلبه مما يحقق له ربحاً أوفر مما لو اشترى بالمواصفات الموجودة والمقاييس المعروفة۔ (الإستصناع: (ص: ۸۵) للدكتور سعود بن مسعد الثبيتي، المبحث السادس: أثر الاستصناع، ط: المكتبة المكية مكة المكرمة)

آرڈر کینسل کرنے پر تاوان وصول کرنا

(۱۵۸) بعض اوقات کوئی تاجر کسی کو مال کا آرڈر دے دیتا ہے، مگر بعد میں کسی وجہ سے مارکیٹ میں اس مال کا بھاؤ گر جاتا ہے، اور آرڈر دینے والا اس وجہ سے اپنا نقصان محسوس کرتا ہے اور بیچنے والے سے آرڈر منسوخ کرنے کی درخواست کرتا ہے، اور مال تیار کرنے والا آرڈر منسوخ کرنے پر آرڈر دینے والے سے تاوان اور ہرجانہ لیتا ہے، شریعت میں ایسی صورت میں تاوان اور ہرجانہ لینا ناجائز اور حرام ہے۔[1] البتہ مال تیار کرنے والے کا واقعۃً جو نقصان ہوا ہے وہ وصول کرنا درست ہے۔[2]

---

(۱) قال في الفتح: وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى: يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال وعندهما وباقي الأئمة لايجوز، ومثله في المعراج، وظاهره أن ذلك رواية عن أبي يوسف۔ قال في الشرنبلالية: ولايفتى بهذا لما فيه من تسليط الظلمة على أخذ المال للناس فيما يأكلون اهـ۔ ومثله في شرح الوهبانية عن ابن وهبان۔ وأفاد في البزازية أن معنى التعزير بأخذ المال على القول به: إمساك شيء من ماله عنده لينزجر، ثم يعيده الحاكم إليه، لا أن يأخذه الحاكم بنفسه أو لبيت المال كما يتوهمه الظلمة، إذ لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي... وفي شرح الآثار: التعزير بالمال كان في ابتداء الإسلام ثم نسخ اهـ۔ والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال۔ (شامي: (۶۲/۴، ۶۱) كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال، ط: سعيد)

☜ حاشية الطحطاوي على الدر المختار: (۴۱۱/۲) كتاب الحدود، باب التعزير، ط: دار المعرفة۔

☜ البحر الرائق: (۴۱/۵) كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير، ط: سعيد۔

(۲) المتسبب لايضمن إلا بالتعمد) المتسبب ما كان فعله مفضيًا إلى الحكم، كالتلف مثلاً من غير تأثير، وإنما المؤثر هو العلّة المتوسطة، لكن تلك العلة قد لايصح إضافة الحكم إليها، فيضاف إلى السبب، فعند ذلك ينظر إن كان التلف حاصلاً عن فعل المتسبب بغير حق كحفر البئر في الطريق العام أو في ملك الغير يضمن ما تلف فيه وإن لم يتعمد؛ لأنه متعمد بنفس الفعل۔ (شرح المجلّة لخالد الأتاسي: (۲۵۶/۱) المادة: ۹۳، المقالة الثانية في بيان القواعد الكلية الفقهية، ط: رشيديه)

☜ شرح المجلّة لرستم باز: (۵۰/۱) المادة: ۹۳، أيضا، ط: فاروقيه۔

☜ درر الحكام شرح مجلّة الأحكام: (۹۴/۱) المادة: ۹۳، أيضا، ط: دار الجيل۔

آرڈر لینے والے کا بذات خود مطلوبہ چیز بنانا

''صانع کا بذات خود مطلوبہ چیز بنانا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۰۱/۴)

آرڈر لینے والے نے مال وقت پر حوالہ نہیں کیا

''وقت پر حوالہ کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۴۳۶/۶)

آرڈر موصول ہوتے وقت مال موجود ہے

جب تاجر لوگ کوئی سامان ایکسپورٹ کرتے ہیں تو پہلے تاجر کو بیرون ملک سے ''امپورٹر'' کی طرف سے اس کا آرڈر وصول ہوتا ہے، اگر آرڈر موصول ہونے کے وقت تاجر کے پاس وہ سامان پہلے سے تیار موجود ہے تو اس صورت میں تاجر کو ''امپورٹر'' کے ساتھ ''ایگریمنٹ ٹو سیل'' یعنی وعدۂ بیع کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ اسی وقت ''سیل'' کرسکتا ہے اور اس سے کہہ سکتا ہے کہ میں نے یہ سامان آپ کو فروخت کیا اور اس نے وہ سامان خرید لیا، اس صورت میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔ (۱)

آرڈر موصول ہونے کے وقت مال موجود نہیں

اگر بیرون ملک وغیرہ سے آرڈر موصول ہونے کے وقت تاجر کے پاس وہ سامان پہلے سے تیار موجود نہیں، بلکہ وہ سامان یا تو خود تیار کرنا ہے یا دوسرے سے تیار کرانا ہے یا وہ سامان کسی اور سے خریدنا ہے تو ان تمام صورتوں میں تاجر اس آرڈر دینے والے کے ساتھ سیل (بیع) کا معاملہ نہیں کرسکتا، بلکہ ''ایگریمنٹ ٹو سیل'' (وعدۂ بیع) کا معاملہ کرے گا۔ (۲)

(۱، ۲) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: أما الذي نهى عنه النبي صلى الله عليه وسلم فهو الطعام أن يباع حتى يقبض قال ابن عباس: ولا أحسب كل شيئ إلا مثله، متفق عليه۔ (مشكاة المصابيح: =

موجودہ ملکی قانون کے لحاظ سے جو سامان ابھی تیار یا موجود نہیں اس سامان کو بیچنے میں کوئی قباحت نہیں، کیوں کہ موجودہ قانون کے اعتبار سے جس چیز کو تاجر فروخت کر رہا ہے اس کا وجود میں ہونا یا تاجر کی ملکیت یا قبضے میں ہونا کوئی شرط نہیں، یہی وجہ ہے کہ قانونی اعتبار سے ''فارورڈ سیل'' میں کوئی قباحت نہیں، لیکن شرعی اعتبار سے یہ جائز نہیں ہے، شرعی اعتبار سے یہ ضروری ہے کہ جس چیز کو تاجر فروخت کر رہا ہے وہ وجود میں آ چکی ہو اور وہ چیز ''سیلر'' (بائع) کی ملکیت میں ہو اور اس کے قبضے میں بھی ہو، البتہ چاہے اس پر حقیقی قبضہ ہو یا حکمی و عرفی قبضہ ہو۔ (۱)

= (مشكاة المصابيح: (ص: ۲۴۷) باب المنهي عنها من البيوع، الفصل الأول، ط: قديمي)

سنن أبي داود: (۱۳۸/۲) كتاب الإجارات، باب في بيع الطعام قبل أن يستوفي، ط: رحمانية۔

جامع الترمذي: (۲۴۲/۱) أبواب البيوع، باب ما جاء في كراهية بيع الطعام حتى يستوفيه، ط: قديمي۔

عن حكيم بن حزام قال: نهاني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أبيع ما ليس عندي، رواه الترمذي ورواية له ولأبي داود والنسائي، قال: قلت: يا رسول الله! يأتيني الرجل فيريد مني البيع وليس عندي فأبتاع له من السوق قال: لا تبع ما ليس عندك۔ (مشكاة المصابيح: (ص: ۲۴۸) باب المنهي عنها من البيوع، الفصل الثاني، ط: قديمي)

جامع الترمذي: (۲۳۳/۱) أبواب البيوع، باب ما جاء في كراهية بيع ما ليس عنده، ط: قديمي۔

سنن أبي داود: (۱۳۹/۲) كتاب الإجارة، باب في الرجل يبيع ما ليس عنده، ط: رحمانيه۔

(۱) ثم التسليم يكون بالتخلية على وجه يتمكن من القبض بلا مانع ولا حائل . . . وقال المحقق الشامي تحت مطلب في شروط التخلية: وحاصله: أن التخلية قبض حكما لو مع القدرة عليه بلا كلفة لكن ذلك يختلف بحسب حال المبيع۔ (الدر مع الرد: (۵۶۱/۴، ۵۶۲) كتاب البيوع، مطلب فيما يكون قبضا للمبيع، ومطلب في شروط التخلية، ط: سعيد)

شرح المجلة للأتاسي: (۱۹۱/۲، ۱۹۲) الكتاب الأول: البيوع، الباب الخامس: في بيان المسائل المتعلقة بالتسليم والتسلم، الفصل الأول: في بيان حقيقة التسليم والتسلم وكيفيتهما، ط: رشيديه۔

الفقه الإسلامي وأدلته: (۳۸۱/۴) القسم الثالث: العقود أو التصرفات المدنية المالية، المبحث الثالث: حكم البيع . . . المطلب الثاني: الثمن والمبيع، معنى التسليم أو القبض وكيفية تحققه، ط: دار الفكر۔

انظر الحاشية السابقة، رقم: ۱، ۲، على الصفحة السابقة۔

ایگریمنٹ ٹوسیل (وعدۂ بیع) کے بعد جب تاجر نے آرڈر کا سامان بازار سے خرید لیا یا وہ سامان خود تیار کرلیا یا کسی اور سے تیار کرالیا اور اب وہ سامان تاجر کے قبضے میں آگیا اور اس مرحلے میں ہے کہ تاجر وہ سامان امپورٹر کو بھیج دے اور اس کو جہاز پر چڑھادے اس وقت وعدۂ بیع (ایگریمنٹ ٹوسیل) سے حقیقی بیع (سیل) کرنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

ایک صورت تو یہ ہے کہ: جس وقت وہ سامان تیار ہو کر تاجر کے قبضے میں آگیا اس وقت سامان بیچنے والا تاجر ایک جدید ایجاب (آفر) کرے، یہ ایجاب چاہے فون کے ذریعہ ہو یا فیکس کے ذریعہ یا ای میل یا نیٹ کے ذریعہ ہو یا کسی اور ذریعے سے ہو، اور خریدار اس ایجاب (آفر) کو قبول کرے تو اس وقت حقیقی سیل منعقد ہو جائے گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بعض اوقات ایجاب وقبول کے بغیر محض چیز لینے اور دینے سے بھی حقیقی بیع منعقد ہو جاتی ہے جس کو ''بیع تعاطی'' کہا جاتا ہے، چوں کہ پہلے سے خریدار کے ساتھ ''وعدۂ بیع'' کا معاملہ ہو چکا ہے اور جب وہ سامان تیار ہو کر تاجر کے قبضے میں آگیا اس وقت خریدار کو اطلاع کرنے کے بعد کہ وہ سامان فلاں شپنگ کمپنی کو سپرد کر رہا ہوں اور وہ اجازت دے دے کہ اس شپنگ کمپنی کو حوالہ کر دو تو جس وقت تاجر وہ سامان ''شپنگ کمپنی'' کو حوالہ کر دے گا اس وقت بیع منعقد ہو جائے گی اور ساتھ ساتھ خریدار کا قبضہ بھی ہو جائے گا، کیوں کہ ''شپنگ کمپنی'' خریدار کی وکیل ہونے کی حیثیت سے سامان پر قبضہ کرتی ہے، لہٰذا اس سامان کا ضمان بھی خریدار (امپورٹر) کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ (۱)

---

(۱) أما إذا سلم البائع المبيع إلى شخص أمر المشتري بتسليمه إليه فقد حصل القبض كما لو سلم البائع المبيع إلى المشتري نفسه. (درر الحكام في شرح مجلة الأحكام (۱/ ۲۳۹) شرح المادة: ۲۶۳، كتاب البيوع، حقيقة التسليم والتسلم وكيفيتهما، ط: دار عالم الكتب)=

آرڈر میں فرمائش کے خلاف مال نکلے

''نمونہ کے مطابق مال نہیں بنایا'' اور ''نمونہ سے گھٹیا نکلا'' عنوان کے تحت دیکھیں

آڑھت

''آڑھتی'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱/۱۶۲)

آڑھتی

آڑھتی اس دلال کو کہتے ہیں جو بائع یا مشتری کی جانب سے اجرت پر سو... کرتا ہے اور انگریزی میں اس کو ''کمیشن ایجنٹ'' (Commission Agent) کہتے ہیں اور یہ کام جائز ہے، البتہ اس کے لیے ضروری ہے کہ شہری لوگوں کے مفادِ عامہ کا خیال رکھے اور صحیح داموں پر فروخت کرے۔ (۱)

= إذا قال المشتري للبائع ابعث إلى ابني واستأجر البائع رجلا يحمله إلى ابنه فهذا ليس بقبض والأجر على البائع إلا أن يقول استأجر علي من يحمله فقبض الأجير يكون قبض المشترى إن صدقه أنه استأجر ودفع إليه۔ (الفتاوى الهندية (۳/ ۱۹) ط: كتاب البيوع، الباب الرابع، الفصل الثانى فى تسليم المبيع وفيما يكون قبضا وفيما لا يكون قبضا، ط: رشيديه)

إذا تلف كل المبيع أو بعضه في يد المشتري أو وكيله بفعل نفسه أو تعدى المشتري أو غيره... وكذلك إذا اشترى شخص من آخر مالا فأرسل رسولا لقبضه من البائع فقبضه الرسول وتلف في يده فالخسارة على المشتري لأن الرسول قبض بأمره۔ (درر الحكام فى شرح مجلة الاحكام (۱/ ۲۴۸) شرح المادة: ۲۹۳، كتاب البيوع، تلف كل المبيع قبل القبض يكون على ستة صور، ط: دار عالم الكتب)

(۱) وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل، وما تواضعوا عليه أن في كل عشر دنانير كذا فذاك حرام عليهم۔ وفي الحاوى: سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار، فقال: أرجو أنه لا بأس به وإن كان في الأصل فاسدا لكثرة التعامل وكثير من هذا غير جائز، فجوزوه لحاجة الناس إليه كدخول الحمام۔ (شامي: (۶/ ۶۳) كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب في أجرة الدلال، ط: سعيد)

شرح المجلة لرستم باز: (۱/ ۲۴۴) رقم المادة: ۵۷۷، الكتاب الثاني: في الإجارة، الباب السادس في أنواع المأجور وأحكامه، الفصل الرابع في إجارة الآدمي، قبيل الباب السبع، ط: فاروقيه كوئٹه۔

شرح المجلة للأتاسي: (۲/ ۶۷۵) رقم المادة: ۵۷۷، أيضا، ط: رشيديه۔

آڑھتی اجرت کا مستحق کب بنتا ہے؟

”دلال اجرت کا مستحق کب ہوتا ہے“ عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۲۱/۳)

آڑھتی سے قرض لینا

☆......آج کل یہ رواج پڑا ہوا ہے کہ اکثر بیوپاری اور ٹھیکیدار مال لینے کے لیے یا سبزی وغیرہ کاشت کرنے کے لیے کسی آڑھتی سے قرض لیتے ہیں، اس کے بعد بیوپاری سبزی وغیرہ تیار ہونے کے بعد اسی آڑھتی کے پاس لانے کا پابند ہوتا ہے جس سے قرض لیا ہے، چنانچہ پھر جب سبزی وغیرہ تیار ہوجاتی ہے تو بیوپاری وہ مال لے کر اس آڑھتی کے پاس آتا ہے جس سے اس نے قرض لیا تھا اور آڑھتی وہ مال فروخت کر کے کمیشن اور قرض کی رقم کاٹ کر باقی رقم بیوپاری کو دے دیتا ہے تو یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ:

اگر قرض دینے والا آڑھتی مال فروخت کر کے اتنا کمیشن لیتا ہے جتنا منڈی میں عام طور پر سب کے لیے رائج ہے تو اس صورت میں یہ طریقہ جائز ہے۔ اور اگر قرض دینے کی وجہ سے رائج کمیشن سے زیادہ لیتا ہے تو یہ ناجائز ہے، کیوں کہ یہ قرض کی وجہ سے نفع زیادہ لینا ہوگا اور یہ سود ہے اور سود دینا لینا اور سودی قرض دینا اور لینا ناجائز اور حرام ہے۔

مثلاً: منڈی میں آڑھتی کا کمیشن دس فی صد مقرر ہے اور قرض دینے والا آڑھتی مال فروخت کر کے دس فی صد کمیشن لیتا ہے تو یہ جائز ہے۔ اور اگر کمیشن دس فی صد کی بجائے گیارہ یا بارہ فی صد لیتا ہے تو یہ ناجائز اور حرام ہے۔[1]

---

(۱) کل قرض جر نفعا فهو ربا۔ (مرقاة المفاتيح: (۵۸/۶) تحت رقم الحديث: ۲۸۳۱) باب الربا، الفصل الثالث، ط: رشيديه)

کل قرض جر نفعا حرام۔ (شرح الحموي على الأشباه والنظائر: (۳۳۹/۲) الفن الثاني: =

☆......بعض منڈیوں میں آڑھتیوں کے درمیان یہ معاہدہ ہوتا ہے کہ
مقروض بیوپاری اپنا مال کسی اور آڑھتی کے پاس لے گیا تو اس آڑھتی پر لازم ہوگا
وہ حاصل شدہ آڑھت اور کمیشن قرض دینے والے آڑھتی کو ادا کرے، یہ معاہدہ جا
نہیں اور اس کے مطابق مال فروخت کرنے والے آڑھتی پر کمیشن کی رقم قرض دی
والے آڑھتی کو ادا کرنا لازم نہیں، کیوں کہ کام اس نے کیا دوسرے نے نہیں کیا، لہذ
ایک تو وہ دوسرے کا حق مارتا ہے۔[1]
اور دوسرا وہ یہ رقم اپنے قرض کی بنیاد پر لیتا ہے تو یہ کھلا سود ہے۔[2]

=في الفوائد، كتاب المداينات، ط: مكتبه علمية كوئته)

عن علي رضي الله عنه: أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن آكل الربا وموكله وكاتبه ومانع الصدقة وكان ينهى عن النوح. رواه النسائي. (مشكاة المصابيح: (ص: ٢٤٦) باب الربوا، الفصل الثالث، ط: قديمي)

إن دور دلال مالا ولم يبعه وبعد ذلك باعه صاحب المال فليس للدلال أخذ الأجرة، وإن باعه دلال آخر فليس للأول شيئ وتمام الأجرة للثاني. (شرح المجلة للأتاسي: (٦٧٥/٢) رقم المادة: ٥٧٧، الكتاب الثاني: في الإجارة، الباب السادس، الفصل الرابع: إجارة الآدمي...، ط: رشيديه)

(١) عن سعيد بن زيد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أخذ شبرا من الأرض ظلما فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين. متفق عليه. (مشكاة المصابيح: (ص: ٢٥٤) باب الغصب والعارية، الفصل الأول، ط: قديمي)

صحيح البخاري: (٤٥٣/١) كتاب بدء الخلق، باب ماجاء في سبع أرضين، ط: قديمي.

صحيح المسلم: (٣٢/٢) كتاب المساقات والمزارعة، باب تحريم الظلم وغصب الأرض وغيرها، ط: قديمي.

(٢) كل قرض جر نفعا فهو ربا. (مرقاة المفاتيح: (٥٨/٦) تحت رقم الحديث: ٢٨٣١) باب الربا، الفصل الثالث، ط: رشيديه)

كل قرض جر نفعا حرام. (شرح الحموي على الأشباه والنظائر: (٣٣٩/٢) الفن الثاني: في الفوائد، كتاب المداينات، ط: مكتبه علمية كوئته)

عن علي رضي الله عنه: أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن آكل الربا وموكله وكاتبه ومانع الصدقة وكان ينهى عن النوح. رواه النسائي. (مشكاة المصابيح: (ص: ٢٤٦) باب الربوا، الفصل الثالث، ط: قديمي)

☆......بعض دفعہ آڑھتی بیوپاری کا لایا ہوا مال نسبتاً کم داموں پر خود خرید لیتے ہیں اور بیوپاری مقروض ہونے کی وجہ سے خاموش رہنے پر مجبور ہوتا ہے، یہ صورت بھی جائز نہیں ہے۔ [1]

☆......آڑھتی بیوپاری کو اپنا قرض وصول کرنے کے لیے مال اس کے پاس لانے کا پابند کرسکتا ہے، [2] البتہ کمیشن بازار کے رواج کے مطابق لے اس سے زیادہ نہ لے ورنہ سود کی وجہ سے ناجائز ہوگا۔ [3]

---

(١) كل قرض جز نفعا حرام۔ (شرح الحموي على الأشباه والنظائر: (٣٣٩/٢) الفن الثاني: في الفوائد، كتاب المداينات، ط: مكتبه علمية كوئته)

☐ عن علي رضي الله عنه: أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن آكل الربا وموكله وكاتبه ومانع الصدقة وكان ينهى عن النوح۔ رواه النسائي۔ (مشكاة المصابيح: (ص: ٢٤٦) باب الربوا، الفصل الثالث، ط: قديمي)

☐ إن دور دلال مالا ولم يبعه وبعد ذلك باعه صاحب المال فليس للدلال أخذ الأجرة، وإن باعه دلال آخر فليس للأول شيئ وتمام الأجرة للثاني۔ (شرح المجلة للأتاسي: (٦٧٥/٢) رقم المادة: ٥٧٧، الكتاب الثاني: في الإجارة، الباب السادس، الفصل الرابع: إجارة الآدمي...، ط: رشيديه)

(٢، ٣) (ودينار بعشرة عليه، أو بعشرة مطلقة ودفع الدينار وتقاصا العشرة بالعشرة) أي يجوز ذلك ومعناه أن يكون لرجل على آخر عشرة دراهم دين فباعه الذي عليه العشرة دينارا بالعشرة التي عليه۔ (تبيين الحقائق (١٣٩/٤، ١٤٠) كتاب الصرف، ط: امداديه ملتان)

☐ كل قرض جز نفعا فهو ربا۔ (مرقاة المفاتيح: (٥٨/٦) تحت رقم الحديث: ٢٨٣١ باب الربا، الفصل الثالث، ط: رشيديه)

☐ كل قرض جز نفعا حرام۔ (شرح الحموي على الأشباه والنظائر: (٣٣٩/٢) الفن الثاني: في الفوائد، كتاب المداينات، ط: مكتبه علمية كوئته)

☐ عن علي رضي الله عنه: أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم لعن آكل الربا وموكله وكاتبه ومانع الصدقة وكان ينهى عن النوح۔ رواه النسائي۔ (مشكاة المصابيح: (ص: ٢٤٦) باب الربوا، الفصل الثالث، ط: قديمي)

☐ إن دور دلال مالا ولم يبعه وبعد ذلك باعه صاحب المال فليس للدلال أخذ الأجرة، وإن باعه دلال آخر فليس للأول شيئ وتمام الأجرة للثاني۔ (شرح المجلة للأتاسي: (٦٧٥/٢) رقم المادة: ٥٧٧، الكتاب الثاني: في الإجارة، الباب السادس، الفصل الرابع: إجارة الآدمي...، ط: رشيديه)

آڑھتی کا جھوٹ بولنا

بعض دفعہ آڑھتی کسی مال کے بارے میں بیوپاری کو جھوٹ کہہ دیتے ہیں کہ وہ مثلاً تین سو روپے کی پیٹی کے حساب سے فروخت ہو گیا اور اسی حساب سے بیوپاری کو ادائیگی کرتے ہیں، لیکن واقع میں وہ اس مال کو بعد میں اسی منڈی میں یا کسی دوسری جگہ بھیج کر مہنگے داموں فروخت کرتے ہیں اور زائد رقم خود رکھ لیتے ہیں، یہ ناجائز اور حرام ہے، غلط بیانی بھی حرام ہے اور جو زائد رقم حاصل ہوئی ہے اس کا مالک بھی بیوپاری ہے آڑھتی نہیں ہے، لہٰذا اس کے لیے وہ رقم اپنے پاس رکھنا حرام ہے۔[1]

آڑھتی کا مال ادھار بیچ کر نقد ادائیگی کرنا

"کمیشن ایجنٹ کا مال ادھار فروخت کر کے نقد ادائیگی کرنا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۴۸/۵)

---

(۱) ولو أعطى أحد للدلال وقال بعه بكذا درهم، فإن باعه الدلال بأزيد من ذلك فالفاضل أيضا لصاحب المال وليس للدلال سوى الأجرة۔ (شرح المجلة للأتاسي: (۶۷۷/۲) رقم المادة: ۵۷۸، الكتاب الثاني: في الإجارة، الباب السادس: في أنواع المأجور وأحكامه، الفصل الرابع: في إجارة الآدمي، ط: رشيديه)

شرح المجلة لرستم باز: (۲۴۳/۱) رقم المادة: ۵۷۸، أيضا، ط: فاروقيه كوئٹه۔

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: آية المنافق ثلاث، زاد مسلم وإن صام وصلى وزعم أنه مسلم، ثم اتفقا: إذا حدث كذب وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان۔ (مشكاة المصابيح: (ص: ۱۷) باب الكبائر وعلامات النفاق، الفصل الأول، ط: قديمي)

الصحيح لمسلم: (۳۲۵/۲) كتاب البر والصلة والأدب، باب تحريم الكذب وبيان ما يباح منه، ط: قديمي۔

آزاد عورت کی خرید وفروخت

آزاد عورت کی خرید وفروخت حرام ہے،[1] اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایسے لوگوں سے اس طرح ناراض ہوں گے کہ بات بھی نہیں کریں گے[2] اور جس سے اللہ ناراض ہوا اس کے لیے عذاب سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

آزاد عورت کی خرید وفروخت کرنا

آزاد عورت یا مرد کی خرید وفروخت کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہے، کوئی آزاد شخص مرد ہو یا عورت اپنے آپ کو فروخت نہیں کرسکتا اور کوئی شخص آزاد مرد یا عورت کو خرید نہیں سکتا، کیوں کہ انسان اپنی ذات کا مالک نہیں ہے۔[3]

---

(۱) بطل بیع مالیس بمال کالدم والمیتة والحر... الخ (الدر مع الرد: (۵/۵۰-۵۲) کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، ط: سعید)

ملتقی الأبحر مع مجمع الأنهر: (۳/۱۱۵) کتاب البیوع، ط: غفاریة کوئٹه۔

إعلاء السنن: (۴/۱۱۵) کتاب البیوع، باب النهي عن بیع الحر، ط: ادارة القرآن کراچی۔

تبیین الحقائق، (۴/۳۶۲) کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، ط: دار الکتب العلمیة بیروت لبنان۔

البحر الرائق: (۶/۱۱۲) کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، ط: رشیدیه۔

(۲) عن سعید بن أبي سعید رضي الله تعالى عنه عن أبي هریرة رضي الله عنه عن النبي صلی الله علیه وسلم قال: قال الله تعالى: ثلاثة أنا خصمهم یوم القیامة: رجل أعطى بي ثم غدر، ورجل باع حرًا فأکل ثمنه، ورجل استأجر أجیرا فاستوفى منه ولم یعط أجره۔ (صحیح البخاري: (۱/۲۹۷) کتاب البیوع، باب إثم من باع حرًا، ط: قدیمی کتب خانه کراچی)

(۳) عن سعید بن أبي سعید رضي الله تعالى عنه عن أبي هریرة رضي الله عنه عن النبي صلی الله علیه وسلم قال: قال الله تعالى: ثلاثة أنا خصمهم یوم القیامة: رجل أعطى بي ثم غدر، ورجل باع حرًا فأکل ثمنه، ورجل استأجر أجیرا فاستوفى منه ولم یعط أجره۔ (صحیح البخاري: (۱/۲۹۷) کتاب البیوع، باب إثم من باع حرًا، ط: قدیمی کتب خانه کراچی)

(لم یجز بیع المیتة والدم والخنزیر والخمر والحر وأم الولد والمدبر والمکاتب) لعدم رکن البیع، وهو مبادلة المال بالمال، وبیع هذه الأشیاء باطل لما ذکرنا۔ (تبیین الحقائق: (۴/۳۶۲) کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، ط: رشیدیه) =

اگر کوئی شخص کسی آزاد عورت کو خریدے گا تو وہ لونڈی کے حکم میں نہیں ہوگی، کیوں کہ یہ بیع صحیح نہیں ہے، البتہ اگر وہ کسی کی منکوحہ بیوی یا معتدہ نہ ہو تو خریدنے والا شخص اس عورت سے نکاح کر سکے گا اور جو رقم ادا کی ہے اس کو مہر قرار دے سکے گا، اور اگر یہ عورت خریدار سے نکاح کرنے پر راضی نہیں ہے تو وہ آزاد عورت ہے، دوسرے آدمی سے نکاح کر سکتی ہے، اس صورت میں جو رقم قیمت کے طور پر دی ہے وہ واپس لے سکتا ہے۔ (۱)

= قوله: (والحر والمدبر وأم الولد والمكاتب) ای بیع هؤلاء غیر جائز، أي غیر منعقد أما في الحر فلعدم المالية۔ (البحر الرائق: (۶/۱۱۷) کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، ط: رشیدیه)

(۱) وهو عند الفقهاء (عقد یفید ملک المتعة) أي حل استمتاع الرجل من امرأة لم یمنع من نکاحها مانع شرعی۔ (الدر المختار)

(أي حل استمتاع الرجل) أي المراد أنه عقد یفید حکمه بحسب الوضع الشرعي۔ وفي البدائع: ان من أحکامه: ملک المتعة وهو اختصاص الزوج بمنافع بضعها وسائر أعضائها استمتاعاً أو ملک الذات والنفس في حق التمتع۔ (الدر مع الرد: (۳/۳، ۴) کتاب النکاح، ط: سعید)

قوله: (هو عقد یرد علی ملک المتعة قصداً) أي النکاح عند الفقهاء، والمراد بالعقد مطلقاً نکاحاً کان أو غیره مجموع ایجاب أحد المتکلمین مع قبول الآخر۔ (البحر الرائق: (۳/۱۴۰، ۱۴۱) کتاب النکاح، ط: رشیدیه)

لما فرغ من بیان رکن النکاح وشرطه شرع في بیان حکمه وهو المهر، فان مهر المثل یجب بالعقد فکان حکماً کذا في العنایة۔ (شامي: (۳/۱۰۰) کتاب النکاح، باب المهر، ط: سعید)

ثم المهر واجب شرعاً إبانةً لشرف المحل، فلا یحتاج الی ذکره لصحة النکاح۔ (البحر الرائق: (۳/۲۴۹) کتاب النکاح، باب المهر، ط: رشیدیه)

(و) البیع الباطل (حکمه عدم ملک المشتری) إیاه اذا قبضه (فلا ضمان لو هلک)۔ (الدر مع الرد: (۵/۵۹) کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، ط: سعید)

قبض المشتری المبیع بیعاً باطلاً بإذن مالکه لا یملکه، وهو أمانة في یده عند البعض ومضمون عند البعض۔ (ملتقی الأبحر مع مجمع الأنهر: (۳/۹۴) کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، ط: مکتبه غفاریه کوئٹه)

شرح المجلة لسلیم رستم باز: (۱/۲۰۷) [المادة: ۳۷۰] الکتاب الأول: في البیوع، الفصل الثاني: في بیان أحکام أنواع البیوع، ط: دار الکتب العلمیة بیروت۔

آزاد عورت کی خرید وفروخت کے مترادف ہے

بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ بہن یا بیٹی کی شادی کے وقت والد یا سرپرست مہر کے نام سے بہت سی رقم وصول کر کے خود استعمال کرتے ہیں اور اس میں سے تھوڑا بہت جہیز میں بھی لگاتے ہیں، اگر چہ ظاہری طور پر اسے مہر کا نام دیا جاتا ہے لیکن درحقیقت یہ آزاد عورت کی خرید وفروخت کے مترادف ہے، اس لیے یہ ناجائز اور حرام ہے۔[1]

واضح رہے کہ مہر بہت زیادہ مقرر کرنا بہتر نہیں ہے، بلکہ متوسط درجے کا ہونا چاہیے۔[2] اور مہر جس لڑکی کے لیے مقرر کیا جاتا ہے اسی کا حق ہوتا ہے،[3] والد اور

(۱) وبطل بيع ماليس بمال كالدم والميتة والحر۔ (تنوير الأبصار مع الشامي: (۵/ ۵۲) باب البيع الفاسد، ط:سعيد)

اذا كان أحد العوضين أو كلاهما محرماً فالبيع فاسد كالبيع بالميتة والخنزير والخمر، وكذا اذا كان غير مملوك كالحر۔ (فتح القدير مع الكفاية: (۳۶۸،۳۶۹/۶) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: رشيديه كوئٹه)

شرح المجلّة لرستم باز: (۸۰/۱) الكتاب الأول: في البيوع، الباب الثاني: في بيان المسائل المتعلّقة بالمبيع، رقم المادة: ۲۰۵، الفصل الثاني في مايجوز بيعه ومالايجوز، ط: فاروقيه كوئٹه۔

(۲) عن أبي العجفاء قال: قال عمر بن الخطاب: ألا لاتغالوا صدقة النساء فإنها لو كانت مكرمة في الدنيا أوتقوى عند الله لكان أولاكم بها نبي الله صلى الله عليه وسلم، ما علمت رسول الله صلى الله عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من ثنتي عشرة أوقية۔ هذا حديث حسن صحيح۔ (جامع الترمذي: (۲۱۱/۱) أبواب النكاح، باب ماجاء في مهور النساء، ط: قديمي)

سنن أبي داود: (۲۹۳/۱) كتاب النكاح، باب الصداق، ط: امداديه ملتان۔

عن عائشة رضي الله عنها: أنّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة۔ (إعلاء السنن: (۸۷،۸۸/۱۱) رقم الحديث: ۳۱۶۰، كتاب النكاح، باب استحباب تقليل المهر، ط: إدارة القرآن)

(۳) (وصحّ حطّها) لكله أو بعضه (عنه) قبل أولا۔ وصحّ حطها)... وقيد بحطها؛ لأنّ حط أبيها غير صحيح لو صغيرة ولو كبيرة توقف على إجازتها ولا بد من رضاها۔ (الدر مع الرد: (۱۱۳/۳) كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في حط المهر والابراء منه، ط: سعيد)=

سرپرست وغیرہ کا حق نہیں ہوتا، اس لیے اس لڑکی کی اجازت کے بغیر کسی اور کو اس کے استعمال کا حق نہیں، اگر کسی نے استعمال کیا تو واپس کرنا لازم ہوگا۔[1]

آزادی ختم ہو جاتی ہے قرض سے

"قرض نہ لینے کی کوشش کرنا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۹۰/۵)

آلاتِ تصویر کی خرید وفروخت

آلاتِ تصویر سے جائز اور ناجائز دونوں طرح تصویریں بنائی جاتی ہیں، بے جان اشیاء کی تصاویر اتارنا جائز ہے، مثلاً گاڑی، جہاز، پہاڑ، سمندر، جنگل، درخت، زمین، آسمان، مکان، فضاء، اور خلاء، وغیرہ کی تصاویر اتارنا اور بنانا جائز ہے، اور جاندار کی تصاویر بنانا جائز نہیں ہے، اور اس پر سخت وعید آئی ہوئی ہے، اور برتھ سرٹیفکیٹ، شناختی کارڈ، پاسپورٹ اور تعلیمی اسناد میں جو تصویر بنائی جاتی ہے اس کا گناہ قانون بنانے والے پر ہے۔

باقی چوری کے مال اور اسلحہ کی طرح آلاتِ تصویر کی خرید وفروخت بھی جائز ہے کیونکہ اس سے جائز اور ناجائز دونوں قسم کی تصاویر لی جا سکتی ہیں۔[2] البتہ جاندار کی تصویر اتارنے والا گناہ گار ہوگا اور بے جان اشیاء کی تصاویر لینے والا گناہ گار نہیں ہوگا۔[3]

= (وصخ حطّها) أي حطّ المرأة من مهرها، لأنّ المهر في حالة البقاء حقّها۔ (البحر الرائق: (۳/ ۱۵۰) كتاب النكاح، باب المهر، ط: سعيد)

طحطاوي على مراقي الفلاح: (۲/ ۵۳) كتاب النكاح، باب المهر، ط: رشيديه۔

(۱) لايجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته ....۔ (الدر مع الرد: (۶/ ۲۰۰) كتاب الغصب، مطلب: فيما يجوز من التصرف بمال الغير بدون إذن صريح، ط: سعيد)

شرح المجلة لرستم باز: (۱/ ۵۱) المادة: ۹۶، ط: فاروقيه كوئٹه۔

(۲، ۳) وهذا يفيد أن آلة اللهو ليست محرمة لعينها، بل لقصد اللهو منها إما من سامعها أو من المشتغل بها... الا ترى أن ضرب تلك الآلات بعينها حل تارة وحرم أخرى باختلاف النية بسماعها =

آلاتِ لہو کی بیع

لہولعب، باجے اور موسیقی کے آلات کی دکان کھولنا اور ان چیزوں کی خرید وفروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے، مسلمانوں پر ان چیزوں کی خرید وفروخت سے اجتناب کرنا لازم ہے۔ (۱)

=والأمور بمقاصدها۔ (شامي: (۳۵۰/۶) کتاب الحظر والإباحة، قبيل: فصل في اللبس، ط: سعيد)

والقسم الثالث : ما وضع لأغراض عامة ، ويمكن استعماله في حالتها الموجودة في مباح أو غيره... والظاهر من مذهب الحنفية أنهم يجيزون بيع هذا القسم، وإن كان معظم منافعه محرمًا... ولكن جواز البيع في هذه الأشياء بمعنى صحة العقد۔ أمّا الإثم، فيتأتى فيه ما ذكرناه في شروط العاقد من أنه إذا كان يقصد به معصية بائعًا أو مشتريًا، فالبيع يكره تحريمًا، وذلك إمّا بنية في القلب أو بالتصريح في العقد أن البيع يقصد به محظور، أمّا إذا خلا العقد من الأمرين، ولا يعلم البائع بيقين أن المشتري يستعمله في محظور، فلا إثم في بيعه، وإن علم البائع أنه يستعمله في محظور وكان سببًا قريبًا داعيًا إلى المعصية، فيكره له البيع تحريمًا، وإن كان سببًا بعيدًا لا يكره مثل بيع الحديد من أهل الحرب أو أهل البغي... وتبين بذلك حكم بيع المذياع (الراديو) والمسجل والحاكي، فإن جميع هذه الأشياء وضعت لأغراض عامة تحتمل الاستعمال في مباح وغيره ... والظاهر أن هذا هو الحكم في بيع الكاميرا، فإنه وضع لأغراض عامة، ولا يتمحض لتصوير ما فيه روح، فيمكن استخدامه في تصوير ما لا روح فيه، وهو جائز بالإجماع۔ نعم! إذا علم البائع بيقين أن المشترى يقصده لمحظور لا غير، فيكره بيعه تحريمًا۔ (فقه البيوع على المذاهب الأربعة: (۳۲۳/۱، ۳۲۵) المبحث الثالث، الباب الأول في البيع، ويشترط فيه لصحة البيع، الشرط الثاني: كون المبيع متقومًا، ط: معارف القرآن)

وما كان سببًا لمحظور فهو محظور۔ (شامي: (۳۵۰/۶) کتاب الحظر والإباحة، ط: سعيد۔

عن سعيد بن أبي الحسن قال: كنت عند ابن عباس رضي الله عنهما: إذ أتاه رجل فقال يا ابن عباس إني إنسان إنما معيشتي من صنعة يدي، وإني أصنع هذه التصاوير، فقال ابن عباس: لا أحدثك إلا ما سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من صور صورة، فإن الله معذبه حتى ينفخ فيها الروح، وليس بنافخ فيها أبدًا، فربا الرجل ربوة شديدة، وأصفر وجهه، فقال: ويحك، إن أبيت إلا أن تصنع، فعليك بهذا الشجر، وكل شيئ ليس فيه روح۔ (صحيح البخاري: (۲۹۷/۱) کتاب البيوع، باب بيع التصاوير التي ليس فيها روح وما يكره من ذلك، ط: قديمي)

مشكاة المصابيح: (ص: ۳۸۶) کتاب اللباس، باب التصاوير، الفصل الثالث، ط: قديمي۔

(۱) ويكره تحريماً بيع السلاح من أهل الفتنة ان علم؛ لأنه اعانة على المعصية، وبيع ما يتخذ منه كالحديد ونحوه. (الدر المختار) (قوله: لأنه اعانة على المعصية) ؛لأنه يقاتل بعينه، بخلاف =

آلات لہو ولعب کی خرید وفروخت

(۱۷۲) آلات لہو ولعب کی خرید وفروخت کے بارے میں اصولی حکم یہ ہے کہ ان میں سے جو چیزیں صرف گناہ اور معصیت میں استعمال ہوتی ہیں، گناہ کے کاموں کے علاوہ کسی اور جائز کام میں استعمال نہیں ہوتیں، ان چیزوں کی خرید وفروخت ناجائز اور حرام ہے۔

اور جو چیزیں گناہ کے کاموں کے علاوہ دوسرے جائز کاموں میں بھی استعمال ہوتی ہیں، ان کو جان بوجھ کر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا مکروہ ہے جو انہیں گناہ کے کاموں میں استعمال کرے گا اور ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے جو جائز طریقے سے استعمال کرے گا۔ (۱)

= مالایقاتل به الا بصنعة تحدث فيه كالحديد، ونظيره كراهة بيع المعازف؛ لأن المعصية تقام بعينها، ولايكره بيع الخشب المتخذة هي منه۔ (شامی مع الدر: (۲۶۸/۴) کتاب الجهاد، باب البغاة، ط: سعید)

و كره بيع السلاح من أهل الفتنة ... لأنه اعانة على المعصية ... وعرف بهذا أنه لايكره بيع مالم تقم المعصية به كبيع الجارية المغنية والكبش النطوح والحمامة الطيارة والعصير والخشب الذي يتخذ منه المعازف۔ (النهر الفائق: (۲۶۸/۳) کتاب الجهاد، باب البغاة، ط: رشیدیه)

و كره بيع السلاح من أهل الفتنة، لأنه إعانة على المعصية، قيد بالسلاح لأن بيع مايتخذ منه السلاح كالحديد ونحوه لايكره، ولايكره بيع مايتخذ منه المزامير وهو القصب والخشب۔ (البحر الرائق: (۲۳۰/۵) باب البغاة، ط: رشیدیه)

و كره بيع السلاح من أهل الفتنة، لأنه اعانة على المعصية، قال الله تعالى: [وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ] [المائدة: ۲] وإنما يكره بيع نفس السلاح دون مالايقاتل به إلابصنعة كالحديد؛ لأن المعصية تقع بعين السلاح بخلاف الحديد، الا ترى أن العصير والخشب الذي يتخذ منه المعازف لايكره بيعه؛ لأنه لامعصية في عينها۔ (تبيين الحقائق: (۲۳۰/۵) کتاب السير، باب البغاة، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) وبيع الغلام الأمرد ممن يعلم أنه ممن يعصي الله يكره؛ لأنه اعانة على المعصية۔ (خلاصة الفتاوی: (۱۰۰/۳) کتاب البيوع، الفصل السادس عشر: في الحظر والإباحة، الجنس الثالث: في المتفرقات، ط: رشیدیه) =

آلات موسیقی کی خرید وفروخت

موسیقی اسلام میں ناجائز اور حرام ہے، اس لیے وہ آلات جو صرف موسیقی کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور کسی قسم کے تغیر اور تبدیلی کے بغیر ان سے موسیقی کا کام لیا جاتا ہے تو گناہ کے آلات ہونے کی وجہ سے ان کی خرید وفروخت جائز نہیں ہوگی۔[۱]

آلو زمین کے اندر ہونے کی حالت میں بیچنا

☆.....آلو، پیاز، لہسن، ادرک، اروی اور ہلدی وغیرہ زمین کے اندر رہتے ہوئے اندازہ کر کے خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہے؛[۲] کیوں کہ اس میں بسا اوقات

= الهندية: (۲۱۰/۳) كتاب البيوع، الباب العشرون: في البياعات المكروهة والأرباح الفاسدة، ط: رشيديه۔

البحر الرائق: (۳٦٥/۸) كتاب الكراهية، فصل: في البيوع، ط: رشيديه۔

وجاز (بيع عصير) عنب (لمن) يعلم أنه (يتخذه خمرا)؛ لأن المعصية لاتقوم بعينه بل بعد تغييره وقيل يكره؛ لإعانته على المعصية... زاد القهستاني معزيا للخانية: أنه يكره بالاتفاق... أن ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريما وإلا فتنزيها۔ (الدر مع الرد: (۳۹۱/٦) كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، و: (۲٦۸/۴) كتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب في كراهة بيع ما تقوم المعصية بعينه، ط: سعيد)

(۱) (ويكره) تحريماً (بيع السلاح من أهل الفتنة إن علم)؛ لأنه اعانة على المعصية... قلت: وأفاد كلامهم أن ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً وإلا فتنزيهاً۔ "نهر"۔ (قوله: ؛ لأنه إعانة على المعصية)... ونظيره كراهة بيع المعازف؛ لأن المعصية تقام بها عينها۔ (الدر مع الرد: ۲٦۸/۴) كتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب: في كراهة بيع ما تقوم المعصية بعينه، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۲۴۰/۵) كتاب السير، باب البغاة، ط: رشيديه۔

بدائع الصنائع: (۲۳۳/۵) كتاب البيوع، فصل: وأما صفة البيع، ط: سعيد۔

(۲) (واللبن في الضرع) أي: لايجوز بيعه للغرر؛ فعساه انتفاخ؛ ولأنه يتنازع في كيفية الحلب، وربما ازداد فيختلط المبيع بغيره... (واللؤلؤ في الصدف) للغرر، وهو مجهول لايعلم وجوده ولا قدره۔ (البحر الرائق: (۲۲/٦) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: رشيديه)

ولا يجوز بيع اللبن في الضرع، فانه فاسد للغرر، وهو مجهول لايعلم وجوده ولا قدره۔ (مجمع الأنهر: (۸۱/۳) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: غفاريه كوئٹه)=

دھوکہ ہوتا ہے اور اس سے خریدار یا مالک کو نقصان ہوتا اور جھگڑا بھی ہوتا ہے۔ ہاں اگر دھوکہ نہ ہوتو درست ہے، مثلاً: خرید کر اسی وقت سامنے ہی اکھاڑ لیا جائے،[1] یا اکھاڑنے کے بعد ہی خرید وفروخت کا معاملہ کیا جائے۔

☆.....اگر زمین کے اندر آلو وغیرہ موجود ہونا یقینی بات ہوتب بھی بیع (خرید وفروخت) صحیح ہوجائے گی، البتہ خریدار کو نکال کر دیکھنے کے بعد لینے اور نہ لینے کا اختیار ہوگا۔[2]

= (المعدوم كبيع حق التعلي) .... ومنه بيع ما أصله غائب كجزر وفجل، أو بعضه معدوم كورد وياسمين وورق ... وجوزه مالك، لتعامل الناس وبه أفتى بعض مشائخنا عملاً بالإستحسان، هذا اذا نبت ولم يعلم وجوده، فاذا علم جاز، وله خيار الرؤية، وتكفي رؤية البعض عندهما، وعليه الفتوى۔ (الدر المختار) ... (قوله: اذا نبت) الإشارة ... ما أصله غائب، وكان الأولى أن يقول: هذا اذا لم ينبت أو نبت ولم يعلم وجوده، فانه لا يجوز بيعه فيهما۔ (الدر مع الرد: (۵/ ۵۲) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: سعيد)

(۱، ۲) بيع ما أصله غائب وعلم وجوده يجوز وله خيار الرؤية، ان شاء أخذه وتكفي رؤية البعض عندهما وعليه الفتوى۔ (تنقيح الفتاوى الحامدية: (۱/ ۲۵۱) كتاب البيوع، ط: مكتبه ميمنية مصر)

و إن كان المبيع مغيباً تحت الأرض كالبصل والثوم بعد النبات إن عرف وجوده تحت الأرض جاز و إلا فلا، فاذا باعه ثم قلع منه نموذجاً ورضي به فان كان مما يباع كيلاً كالبصل أو وزناً كالبقل بطل خياره عندهما، وعليه الفتوى۔ (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر: (۲/ ۵۵) كتاب البيوع، فصل من اشترى مالم يره، ط: غفاريه كوئٹه)

وان باع ماهو مغيب في الأرض كالجزر والبصل وأصول الزعفران والثوم والشلجم والفجل، ان باع بعد ما ألقى في الأرض قبل النبات أو نبت الآن غير معلوم لا يجوز البيع، فإن باع بعد ما نبت نباتاً معلوماً يعلم وجوده تحت الأرض يجوز البيع ويكون مشترياً شيئاً لم يره عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى، ثم لا يبطل خياره مالم ير الكل ويرضى به، وعلى قول صاحبيه لا يتوقف خياره الرؤية على رؤية الكل، وعليه الفتوى۔ (البحر الرائق: (۵/ ۵۰۴) كتاب البيوع، فصل يدخل البناء والمفاتيح في بيع الدار، ط: رشيديه)

فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى الهندية: (۲/ ۱۹۰) كتاب البيوع، فصل في خيار الرؤية، ط: رشيديه۔

آم بڑے ہونے یا پکنے سے پہلے فروخت کرنا

”پھل بڑے ہونے سے پہلے فروخت کرنا“ عنوان کے تحت دیکھیں۔

آمدن فروخت

”فیوچر سیل“ عنوان کے تحت دیکھیں۔ (١٣٠/٥)

آمدنی فروخت کرنا

مثلاً دو آدمیوں نے مشترکہ طور پر ایک بس خریدی اب دونوں میں سے ایک نے کہا کہ بس کا تمام تر سالانہ منافع مجھے اتنی رقم میں فروخت کردو، یہ سودا شرعاً جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ خرید و فروخت صحیح ہونے کے لیے مبیع (بیچی گئی چیز) کا عقد کے وقت موجود ہونا ضروری ہے اور سالانہ منافع معدوم (فی الوقت موجود نہ ہونے) اور مجہول (نامعلوم) ہونے کی وجہ سے بیع معدوم (غیر موجود چیز کی خرید و فروخت) میں داخل ہے اور بیع معدوم جائز نہیں ہے؛ اس لیے متوقع آمدنی کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔[1]

آمدورفت کا خرچہ اصل قیمت میں ملانا

بیع مرابحہ میں آمدورفت کے اخراجات کو اصل قیمت کے ساتھ ملا کر گاہک کو یہ کہنا کہ میں نے یہ چیز اتنی قیمت میں خریدی ہے اور آپ کو مزید اتنی رقم کا نفع لگا کر اتنے میں فروخت کر رہا ہوں، جائز نہیں ہے، کیوں کہ اس میں خیانت اور جھوٹ ہے۔

---

(١) منها أن يكون موجوداً، فلا ينعقد بيع المعدوم وماله خطر العدم. (بدائع الصنائع: (١٣٨/٥) كتاب البيوع، فصل وأما الذي يرجع الى المعقود، ط: سعيد)

وبيع ما ليس في ملكه لبطلان المعدوم، اذ من شروط المعقود عليه أن يكون موجوداً مالاً متقوماً في نفسه. (شامي: (٥٨/٥) كتاب البيوع، مطلب: الآدمي مكرم شرعاً ولو كافراً، ط: سعيد كراچی)

البحر الرائق: (١١٦/٦) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: رشيديه.

ہاں یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ چیز مجھے اتنے میں پڑی ہے اور میں آپ کو اتنا نفع لگا کر اتنی قیمت پر فروخت کر رہا ہوں، کیوں کہ اس صورت میں جھوٹ اور دھوکہ نہیں ہے، لہٰذا اس طرح کہنا درست ہے۔ (۱)

آم کی بیع

☆...... درخت پر صرف آم کا پھول نکلنے کے بعد آم فروخت کرنا جائز نہیں، بلکہ یہ بیع باطل ہے، (۲) اس طرح (یعنی مذکورہ طریقے پر) خریدے ہوئے آم کو جان بوجھ کر خریدنا اور کھانا جائز نہیں ہے۔ (۳)

---

(۱) (هي بيع بثمن سابق، والمرابحة به وبزيادة وشرطهما كون الثمن الأوّل مثليا، وله أن يضم إلى رأس المال أجر القصار والصبغ والطراز والفتل وحمل الطعام وسوق الغنم) ويقول قام عليّ بكذا (قوله: ويقول قام علي بكذا) ولايقول اشتريته؛ لأنّه كذب وهو حرام۔ (البحر الرائق: (۱۷۷/۶، ۱۸۲، ۱۸۳) كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، ط: رشيديه)

الهندية: (۳۰۱/۳) كتاب البيوع، الباب الثامن: في المرابحة والتولية في المضاربة، الفصل الأوّل: في بيع المضاربة مرابحة وتولية على الرقم أو غيره، ط: رشيديه)

الدر مع الرد: (۱۳۶/۵) كتاب البيوع، باالمرابحة والتولية، ط: سعيد۔

(۲) بيع المعدوم باطل، فيبطل بيع ثمرة لم تبرز أصلا۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۸۰/۱) الكتاب الأوّل في البيوع، الباب الثاني: في بيان المسائل المتعلّقة بالمبيع، الفصل الثاني في مايجوز بيعه ومالايجوز، [رقم المادة: ۲۰۵] فاروقيه كوئٹه)

لاخلاف في عدم جواز بيع الثمار قبل أن تظهر۔ (فتح القدير: (۲۸۷/۶) كتاب البيوع، ط: مصطفى البابي الحلبي مصر، و: (۲۶۴/۶) ط: رشيديه)

بيع الثمار على الشجر لايخلو: اما أن يكون قبل الظهور أو بعده، والأوّل يجوز۔ (العناية شرح الهداية على هامش فتح القدير، كتاب البيوع، (۲۸۷/۶) ط: مصطفى البابي الحلبي مصر، و: (۲۶۵/۶) ط: رشيديه))

بيع الثمار قبل الظهور لايصح اتفاقاً۔ (الفتاوى الهندية: (۱۰۶/۳) كتاب البيوع، الباب التاسع في مايجوز بيعه ومالايجوز، الفصل الثاني في بيع الثمار، ط: رشيديه)

النهر الفائق: (۳۵۹/۳) كتاب البيوع، ط: امداديه ملتان۔

(۳) والبيع الباطل حكمه: عدم ملك المشتري اياه اذا قبضه۔ (شامي: (۵۹/۵) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: سعيد)=

☆...... ہاں اگر درخت پر آم آچکے ہیں اور ان کی کچھ قیمت مل سکتی ہے تو ان کی خرید وفروخت درست ہے،[۱] لیکن اسی وقت ان کا توڑنا لازم ہے، اگر بائع کی مرضی کے خلاف کر کے ان کو نہ توڑا تو آم کی بڑھوتری میں جتنا اضافہ ہوگا وہ خریدار کے لیے صدقہ کرنا لازم ہوگا۔[۲]

☆...... اگر آم درخت پر جتنا بڑا ہونا تھا اتنا بڑا ہوگیا اس کے بعد فروخت کیا اور سودا کرتے وقت مشتری (خریدار) نے بائع (بیچنے والے) سے فی الحال آم درخت پر رکھنے کی اجازت لے لی یا شرط رکھی تو یہ بھی ناجائز ہے اور یہ بیع (خرید و

= والبيع الباطل لايفيد الملك وان اتصل به القبض۔ (فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی الهندية: (۲/۱۳۳) کتاب البیوع، فصل في البيع الباطل، ط: رشيديه)

الحرمة تتعدى في الأموال مع العلم بها۔ (الأشباه والنظائر مع الحموي: (۳/۵۰۴) كتاب الحظر والاباحة، ط: ادارة القرآن کراچی)

(۱) بيع الثمار قبل الظهور لايصح اتفاقاً، فإن باعها بعد أن تصير منتفعاً بها يصح، وإن باعها قبل أن تصير منتفعاً بها بأن لم تصلح لتناول بني آدم وعلف الدواب، فالصحيح أنه يصح۔ (الفتاوى الهندية: (۳/۱۰۶) كتاب البيوع، الباب التاسع في مايجوز بيعه ومالايجوز، الفصل الثاني في بيع الثمار، ط: رشيديه)

ومن باع ثمرة بدا صلاحها أو لم يبد صح، لأنه مال متقوم اما لكونه منتفعاً به في الحال أو في المآل (ويقطعها المشتري للحال)۔ (مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر: (۳/۲۵) کتاب البیوع، ط: غفارية کوئٹه)

(ومن باع ثمرة بدا صلاحها أولا، تصح)، لأنه مال منتفع به في الحال أو في المآل، ويقطعها المشتري۔ (تبيين الحقائق: (۴/۲۹۵) كتاب البيوع، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

الدر مع الرد: (۴/۵۵۴، ۵۵۵) كتاب البيوع، فصل في مايدخل في المبيع تبعاً ومالايدخل، ط: سعيد۔

النهر الفائق: (۳/۳۵۹) كتاب البيوع، ط: امداديه، ملتان

(۲) وان تركها باذن البائع بلااشتراط، طاب له الزيادة، وان تركها بغير اذنه تصدق بمازاد في ذاتها۔ (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر: (۳/۲۷)، كتاب البيوع، ط: غفاريه کوئٹه)

لوتركها باذن البائع طاب له الفضل، وهو مازاد في ذات المبيع وإن بغير إذنهم، فان لم يتناه عظمها تصدق به۔ (النهر الفائق: (۳/۳۵۹) كتاب البيوع، ط: امداديه ملتان)

فروخت) فاسد ہو جائے گی اور اس کو فسخ (ختم) کرنا واجب ہوگا۔ تاہم اگر ایسے خریدار سے کسی اور آدمی نے آم خرید لیا تو وہ بیع صحیح ہو جائے گی، کیوں کہ بیع فاسد ہونے کی صورت میں خریدار خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کرنے کے بعد مالک بن جاتا ہے، لیکن اس بیع کو توڑنا / فسخ کرنا لازم ہوتا ہے۔ (۱)

☆...... اور اگر اس صورت میں سودا ہو جانے کے بعد خریدار نے بیچنے والے سے اجازت لے لی کہ آم فی الحال نہیں توڑے گا یا زمین کرایہ پر لے لی یا کسی دوسرے طریقے سے معلوم ہو گیا کہ بیچنے والا راضی ہے تو خریدار کے لیے اس وقت ان آموں کو توڑنا لازم نہیں۔ اس کے بعد جو خرید و فروخت ہوگی وہ کسی قسم کی کراہت کے بغیر صحیح ہوگی اور ایسا آم خریدنا سب کے لیے درست ہوگا۔ (۲)

(۱، ۲) ویقطعها المشتري تفریغًا لملک البائع... وإن شرط ترکها علی النخل فسد أي البیع لما قدمنا أنه محل النهي عن بیع الثمار قبل بدو صلاحها، ولأنه شرط لا یقتضیه العقد، وهو شغل ملک الغیر، أو لأنه صفقة في صفقة؛ لأنه إجارة في بیع إن کان للمنفعة حصة من الثمن أو إعارة في بیع إن لم یکن لها حصة من الثمن... أطلقه فشمل ما إذا تناهی عظمها أولا، وفي الأول خلاف محمد فإنه یقول: أن لا یفسد بشرط الترک للعادة بخلاف ما إذا لم یتناه؛ لأنه شرط فیه الجزء المعدوم وهو ما یزداد بمعنی من الأرض، والشجر... وقید باشتراط الترک؛ لأنه لو اشتراها مطلقًا وترکها فإن کان بإذن البائع طاب له الفضل، وإن کان ترکها بغیر إذنه تصدق بما زاد في ذاته لحصوله بجهة محظورة، وإن ترکها بعد ما تناهی لم یتصدق بشيء؛ لأن هذا تغیر حالة لا تتحقق زیادة، وإن اشتراها مطلقًا أو بشرط القطع وترکها علی النخل وقد استأجر النخیل إلی وقت الإدراک طاب له الفضل؛ لأن الإجارة باطلة لعدم التعارف والحاجة، فبقي الإذن معتبرًا...۔ (البحر الرائق: (۵/۵۰۵، ۵۰۲) کتاب البیوع، فصل: یدخل البناء والمفاتیح في بیع الدار، ط: رشیدیه)

الدر مع الرد: (۴/۵۵۶، ۵۵۵) کتاب البیوع، فصل: فیما یدخل في المبیع تبعًا وما لا یدخل، ط: سعید۔

الهندیة: (۳/۱۰۶) کتاب البیوع، الباب التاسع: فیما یجوز بیعه وما لا یجوز، الفصل الثاني: في بیع الثمار، ط: رشیدیه۔

وأیضًا حکم الفاسد أنه یفید الملک بالقبض۔ (شامی: (۵/۳۹) کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، وأیضًا فیه: بخلاف البیع الفاسد فإنه لا یطیب له لفساد عقده ویطیب للمشتري منه لصحة عقده، (۵/۹۸) کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، مطلب البیع الفاسد لا یطیب له ویطیب للمشتري منه، ط: سعید)=

آنتوں کو بیچنا

مذبوحہ حلال جانوروں کی آنتوں کو نجاست سے پاک صاف کرنے کے بعد فروخت کرنا جائز ہے اور آمدنی حلال ہے۔[1]

آئی ایم ایف (انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ)

آئی ایم ایف (انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ) کا یہ ادارہ ١٩٤٥ء میں جنگ عظیم دوم کے ختم ہونے کے بعد وجود میں آیا، لیکن جلد ہی اس نے دنیا کے ١٨٣ ملکوں کو اپنے آہنی پنجوں میں جکڑ لیا۔

آئی ایم ایف کے تین مقاصد ہیں:

1. عالمی تجارت میں توازن پیدا کرنا۔
2. مختلف ممالک کی کرنسیوں کی شرح تبادلہ طے کرنا۔
3. کرنسیوں کی قیمت گرنے پر نظر رکھنا۔

= البحر الرائق: (١٥٧/٦) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: رشيديه۔

فتح القدير: (٤٢٨/٦) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: رشيديه۔

(١) ويباع عظمها وينتفع به وكذا عصبها وقرنها وشعرها ووبرها وكذا عظم الفيل۔ (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر: (٨٦/٣) باب البيع الفاسد، ط: دار الكتب العلمية)

تبيين الحقائق: (٣٧٧/٤) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: دار الكتب العلمية۔

قوله عليه السلام في شاة ميمونة: إنما حرم أكلها، وفي رواية: لحمها، فدلّ على أن ما عدا اللحم لا يحرم، فدخلت الأجزاء المذكورة۔ (رد المحتار: (٢٠٦/١) كتاب الطهارة، باب المياه، مطلب في أحكام الدباغة، ط: سعيد)

والصحيح أنه يجوز بيع كل شيء ينتفع به۔ (الفتاوى الهندية: (١١٤/٣) الباب التاسع من كتاب البيوع، الفصل الخامس في بيع المحرم الصيد وفي بيع المحرمات، ط: رشيديه)

كل ما ينتفع به فجائز بيعه والإجارة عليه۔ (القواعد الفقهية: (ص: ١٢٨) ط: دار القلم دمشق)

الحاصل أن جواز البيع يدور مع حل الانتفاع۔ (الدر مع الرد: (٦٩/٥) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: سعيد)

ان تین مقاصد کے باعث اس نے دنیا کی اقتصادیات پر مکمل طور پر قبضہ کرلیا ہے، کیوں کہ جب کوئی ملک آئی ایم ایف کا ممبر بنتا ہے تو دستخط کرنے کے بعد اس ملک کی تجارت، اس کی کرنسی کی شرح تبادلہ آئی ایم ایف کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے، اب اس کا بجٹ، اس کی معاشی پالیسیاں، اس کی مصنوعات، اس کا ٹیکس سسٹم اور اس ملک کی سیاست پر آئی ایم ایف کا اثر انداز ہونا اس کا استحقاق ہوجاتا ہے، اب یہ مالیاتی ادارہ اس ملک کی دولت، اس کے مالیاتی ذخائر، قرضوں کی ترسیل، ایکسچینج ریٹ، صنعت وحرفت، بینکوں، معاشی قوانین اور ملکی پالیسیوں کی نگرانی کرتا ہے، کوئی رکن ملک اس کی اجازت کے بغیر کسی قسم کا معاشی ردو بدل نہیں کرسکتا، کیونکہ آئی ایم ایف کے ملازمین تمام ممبر ملکوں کی وزارت خزانہ میں بیٹھے ہوتے ہیں، تمام سرکاری کاغذات ان کے ہاتھوں سے نکل کر دائیں بائیں جاتے ہیں، اگر اس ملک کا کوئی فرد کوئی ایسی اصلاح کرتا ہے جس سے بین الاقوامی تجارت یا عالمی تجارت متأثر ہوتی ہے تو فوراً اس کی اطلاع واشنگٹن کو کردی جاتی ہے، اور پھر وہاں سے ایک ایسا ٹیلی فون آتا ہے جس سے وہ اصلاح واپس لے لی جاتی ہے، یا اس میں واشنگٹن کی مرضی کے مطابق ترمیم کردی جاتی ہے۔

آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی ساٹھ سالہ تاریخ میں ایک بھی ملک ایسا نہیں جس نے ایک بار ان سے سودی قرضہ لیا ہو اور اس کے بعد اس سے اس کی جان مکمل طور پر چھوٹ گئی ہو، یہ آکٹوپس (OCTUPUS) کی طرح اس ملک کو اپنی ٹانگوں میں اس طرح پھانستا ہے کہ وہ ملک لاکھ ہمت وطاقت کے باوجود اس کے آہنی پنجوں اور مضبوط گرفت سے نہیں نکل سکتا۔

پاکستان کے ذمہ صرف چار اداروں: بی آئی ایس، آئی ایم ایف، ورلڈ بینک اور ای سی ڈی کا ۲۲ ہزار تین سو ۹۲ ملین ڈالر قرضہ ہے، جو ۲۲ ارب تین سو

نوے بلین ڈالر بنتے ہیں، ان سوا بائیس ارب ڈالر میں تین بڑے بینکوں کے ۵ ہزار ۱۳ ملین ڈالر اور ۱۹ ملین ڈالر بیرون ملک سیکورٹیز کی شکل میں ہیں، ۲ ہزار ۵ سو ملین ڈالر تجارتی قرضے ہیں، جب کہ ۱۵ ہزار ۲ ملین ڈالر کثیر الجہتی دعوے ہیں، ہم ہر سال ایک ہزار آٹھ سو ۳۳ ملین ڈالر کی قسط ادا کرتے ہیں، اس میں سے ہم بینکوں کو ایک ہزار چار سو ۱۲ ملین ڈالر دیتے ہیں، میمورینڈم آئیٹمز میں ۲۰ ہزار ۱۷۶ ملین ڈالر ہمارے ذمہ ہیں، جب کہ ہمارے مالیاتی ذخائر (مارچ ۲۰۰۲ء) تین ہزار ۹۶۵ ملین ڈالر ہیں، ہم اگر بیرونی میمورنڈم آئیٹمز کو جمع کریں تو ہمارا قرضہ ۴۰ بلین ۵۶۸ ملین ڈالر بنتا ہے، ان میں سے اگر ہم رعایتیں نکال دیں تو ۳۶ بلین اور سو ملین ڈالر بنتے ہیں، جو ظاہر ہے کہ ہمارے جیسے ملک کے لیے ادا کرنا ممکن نہیں، جتنا ہمارا قرضہ ہے، اس سے کئی گنا زیادہ ہم آج تک سود کی شکل میں ادا کر چکے ہیں، لیکن ہمارا قرضہ وہیں کا وہیں ہے، ہم جو کچھ ہر سال دیتے ہیں وہ سود میں کٹتا ہے۔

آج دنیا میں روپے کے دریا بہہ رہے ہیں، اتنی دولت اس سے قبل کبھی نہیں ہوئی تھی، زمین نے اپنے خزانے باہر اگل دیے ہیں {وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا} لیکن اس کے باوجود ہر متنفس بے چین اور بے سکون ہے، حرص و ہوس دل میں گھر کیے ہوئے ہے، لوٹ مار، کا بازار گرم ہے، دنیا کے ۱۸۳ ملکوں کے عوام کی خون پسینے کی کمائی سود میں دی جا رہی ہے، اور قرضہ ہے کہ شیطان کی آنت کی طرح بڑھتا ہی چلا جاتا ہے، یہ ساری بے چینی اس سود کی وجہ سے ہے جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتا اور عوام کا خون چوس چوس کر بڑے بڑے سرمایہ داروں کی توندوں (بڑے پیٹوں) کو موٹا کر رہا ہے۔

شریعتِ اسلامیہ نے اسی وجہ سے نہایت سختی کے ساتھ سود کو حرام قرار دیا، کیونکہ یہ جس فرد یا ملک کو چمٹ جائے اس کو پھر کسی صورت نہیں چھوڑتا اور وہ فرد یا

ملک قرض دینے والے کا بے دام غلام بن جاتا ہے، وہ قومیں کبھی بھی ترقی کی منازل طے نہیں کرسکتیں، جن میں سود کا چلن ہو، کہا جاتا ہے اور بالکل درست کہا جاتا ہے کہ کاشت کار مقروض پیدا ہوتا ہے، مقروض زندہ رہتا ہے اور مقروض ہی مرتا ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ مروجہ اسلامی بینک اسلامی نظام بنانے میں آزاد نہیں ہیں اگر بالفرض اسلامی نظام بنا بھی لیں تو آئی ایم ایف اس کو برقرار نہیں رکھے گا، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ سودی نظام سے ملک کبھی بھی ترقی نہیں کرسکتا۔

آئس کریم

آئس کریم کے بارے میں بین الاقوامی اصول یہ ہے کہ اگر یہ کسی وجہ سے پگھل جائے اور دوبارہ جم جائے تو یہ کھانے کے قابل نہیں رہتی، کیوں کہ اسے کھانے سے معدہ کی بیماری اور دوسری بیماریوں کا خطرہ ہوتا ہے، ایسی ''آئس کریم'' کو ''خراب آئس کریم'' کہتے ہیں، ایسی ''آئس کریم'' کی خرید وفروخت سے بچنا چاہیے تاکہ لوگوں کا نقصان نہ ہو۔ [2]

آئی، سی، پی

☆......آئی، سی، پی (انویسمنٹ کارپوریشن آف پاکستان) یہ ادارہ کئی کام کرتا ہے:

❶ ایک یہ کہ این، آئی، ٹی کی طرح ایک فنڈ جاری کرتا ہے جس کو'' آئی، سی،

---

(۱) (پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور تجارت، ص:۲۸۵،۲۸۶، ط: بیت العلوم لاہور)

(۲) {وأنفقوا في سبيل الله ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة وأحسنوا إن الله يحب المحسنين}۔ (البقرة: ۱۹۵)

عن عبادة بن الصامت رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى أن لا ضرر ولا ضرار۔ (سنن ابن ماجة: (ص: ۱۶۹) كتاب الأحكام، باب من بنى في حقه مايضر بجاره، ط: قديمي)

شرح المجلة للأتاسي: (۵۲/۱) المادة: ۱۹، القواعد الفقهية، ط: رشيديه۔

میوچل فنڈ" کہتے ہیں، لوگ اس فنڈ میں رقم لگاتے ہیں، این، آئی، ٹی کی طرح اس رقم سے سرمایہ کاری کر کے نفع تقسیم کیا جاتا ہے۔ این، آئی، ٹی اور آئی، سی، پی کے فنڈ میں فرق یہ ہوتا ہے کہ "این، آئی، ٹی" کا یونٹ خرید کر جب چاہیں "این، آئی، ٹی" کو ہی دوبارہ بیچا جاسکتا ہے، مگر "آئی، سی، پی" کے شیئرز لے کر "آئی، سی، پی" کو دوبارہ نہیں بیچے جاسکتے، البتہ کمپنی کے شیئرز کی طرح کسی اور کو فروخت کیے جاسکتے ہیں۔

۲ آئی، سی، پی کا دوسرا کام یہ ہے کہ جو لوگ بیرون ملک رہتے ہیں وہ آئی، سی، پی میں اپنی رقم کا اکاؤنٹ کھولتے ہیں، ایک وہ اکاؤنٹ جس میں "آئی، سی، پی" کو اختیار ہوتا ہے کہ جو شیئرز چاہے خرید کر سرمایہ کاری کرے، دوسرا وہ اکاؤنٹ جس میں "آئی، سی، پی" کو یہ اختیار نہیں ہوتا، بلکہ جس کا اکاؤنٹ ہے وہ خود بتاتا ہے کہ فلاں کمپنی کے شیئرز لیے جائیں۔

۳ "آئی، سی، پی" کا تیسرا کام یہ ہے کہ کسی کو زیادہ قرضے کی ضرورت ہو تو یہ ادارہ کئی بینکوں کو بلا کر مجموعی طور پر قرض کا انتظام کرتا ہے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پیشہ

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پیشہ" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۰۲/۳)

ابھارنے کے لیے بیع کرنا

اگر کسی کا ارادہ سامان خریدنے کا نہیں، مگر وہ سامان کی قیمت زیادہ لگا کر اپنے آپ کو خریدار اور لینے والا ظاہر کرتا ہے تا کہ دوسرے لوگ دھوکہ میں آ کر جلدی خرید لیں تو یہ شخص دوسرے کو خریدنے پر ابھار رہا ہے اور خود خریدنا نہیں چاہتا ہے۔ چونکہ یہ جھوٹ اور دھوکہ ہے اس لیے جائز نہیں ہے۔ (۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھارنے والی بیع سے منع فرمایا ہے۔ (۲)

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لاتناجشوا۔ أخرجه الترمذي، وقال: حديث حسن صحيح۔

قوله: "لاتناجشوا"، أقول: الحديث نص في الباب، ومعنى النجش أن يزيد في الثمن، ولا يريد الشراء أو يمدحه بما ليس فيه ليروّجه... فلأنّ فيه خداعا وإضرارا، أمّا الخداع فلأنّه أظهر الشراء وهو لايريده، ولا خفاء في كونه خداعا، وأمّا الإضرار فلأنّ السلعة لما كانت محتملة الحصول للمشتري بأقلّ من القيمة على الوجه المشروع، ثم اشتراها بالقيمة بسبب نجشه فكان الناجش أخذ الزائد من المشتري، وأعطاه البائع من غير رضاه فيكون هذا إضرارا بالمشتري لا محالة۔ (إعلاء السنن: (۱۸۵/۱۴، ۱۸۶) كتاب البيوع، باب تحريم النجش، ط: إدارة القرآن)

الدر مع الرد: (۱۰۱/۵) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب أحكام نقصان المبيع فاسدا، ط: سعيد۔

(۲) عن ابن عمر أنّ النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن النجش... عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لاتناجشوا۔ (سنن ابن ماجه: (ص: ۱۵۷) أبواب التجارات، باب ماجاء في النهي عن النجش، ط: قديمي)

جامع الترمذي: (۲۴۴/۱) أبواب البيوع، باب ماجاء في كراهية النجش، ط: قديمي۔

إعلاء السنن: (۱۸۵/۱۴) كتاب البيوع، باب تحريم النجش، ط: إدارة القرآن۔

ابہام ہے مدتِ ادا میں

''قیمت ادا کرنے کی مدت میں ابہام ہے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۱۹/۵)

اُپلا

''اوپلے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۵۹/۱)

اُپلے کی خرید و فروخت کرنا

''گوبر کی خرید و فروخت'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۱۸/۵)

اپنا حصہ فروخت کرنا

مثلاً دو بھائیوں کا ایک مکان ہے اور یہ ابتدا سے شریک ہیں یا دونوں کو وراثت میں ملا ہے تو ہر وارث اور ہر شریک اپنا حصہ دوسرے وارث یا شریک کی اجازت کے بغیر فروخت کر سکتا ہے، لیکن اگر بیچنے میں دوسرے شریک یا وارث کو ضرر ہو تو دوسرے شریک کی اجازت کے بغیر بیچنا جائز نہیں ہوگا، جیسے عمارت یا درخت یا فصل کو بیچنا، لہٰذا اس صورت میں دوسرے شریک کی اجازت کے بغیر فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ (۱)

---

(۱) لأحد الشريكين إن شاء باع حصته إلى شريكه و إن شاء باعها لآخر بدون إذن شريكه . . . أما في صور خلط الأموال واختلاطها التي بينت في الفصل الأول لايسوغ لأحد الشريكين أن يبيع حصته في الأموال المشتركة المخلوطة أو المختلطة بدون إذن شريكه۔

أما لو باعها بإذن شريكه أو باعها من شريكه جاز كما في الملتقى وغيره، والفرق: أن الشركة اذا كانت بينهما من الإبتداء بأن اشتريا حنطةً أو ورثاها كانت كل حبة مشتركة بينهما، فبيع كل منهما نصيبه شائعاً جائز من الشريك والأجنبي، بخلاف ما اذا كان بالخلط أو الإختلاط، لأن كل حبة مملوكة لأحدهما بجميع أجزائها ليس للآخر فيها شركة، فإذا باع نصيبه من غير إذن الشريك لايقدر على تسليمه إلا مخلوطاً بنصيب الشريك فيتوقف على إذنه، بخلاف بيعه من الشريك للقدرة على التسليم۔ (مجمع الانهر) قلت: ومثل الخلط والإختلاط بيع ما فيه ضرر على الشريك أو البائع =

اپنا حصہ مشترکہ طور پر خریدی ہوئی چیز سے نکالنا

(۱۸۶) "مشترکہ طور پر خریدی ہوئی چیز سے ایک حصہ نکالنا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۹۳/۶)

= أو المشترى كبيع الحصة الشائعة من البناء أو الغراس أو الزرع بدون الأرض، وقد استوفينا الكلام على ذلك في شرح المادة: (٢١٥) ومثله لو باع أحد الشريكين بيتاً معيناً باع من دار مشتركة أو باع نصيبه من بيت معين منها فالبيع لايجوز۔ (رد المحتار)

وذلك لتضرر الشريك الآخر عند القسمة إذ لو صح البيع في نصيب البائع لتعين نصيبه فيه۔ (شرح المجلة لرستم باز: (٣٨٣/١) المادة: ١٠٨٨، الكتاب العاشر: في أنواع الشركات، الباب الأول: في شركة الملك وتقسيمها، الفصل الثاني: في كيفية التصرف في الأعيان المشتركة، ط: فاروقيه كوئته)

فاذا وقعت القسمة للدار كان ذلك ضرراً على الشريك اذ لاسبيل الى جمع نصيب الشريك فيه والحال هذه؛ لأن نصفه للمشترى ولاجمع نصيب البائع فيه لفوات ذلك ببيعه النصف، واذا سلم الأمر من ذلك انتفى ذلك وسهل طريق القسمة۔ كذا في الخيرية من البيوع) (شامی (٣٠٣/٤) كتاب الشركة، مطلب مهم في بيع الحصة الشائعة من البناء أو الغراس، ط: سعيد)

ويصح بيع الحصة المعلومة الشائعة بدون إذن الشريك ... ثم إن هذه المادة ليست على إطلاقها، بل يستثنى منها فصلان: الأول: بيع أحد الشريكين حصته من مال مشترك بينهما بسبب الخلط، فإنه من الأجنبي لايجوز إلا بإذن الشريك... بخلاف بيعه من الشريك للقدرة على التسلم والتسليم... وبخلاف ما إذا كانت الشركة بينهما ابتداءً بأن اشتريا حنطة أو ورثاها فإن كل حبة تكون مشتركة بينهما، فبيع كل منهما نصيبه شائعاً جائز ولو من الأجنبي بلا إذن الشريك... الفصل الثاني: بيع ما فيه ضرر على الشريك أو غيره... دار بينهما فباع أحدهما نصف بيت معين منها شايعاً، لم يجز عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى لتضرر شريكه في تقطيعه عليه عند القسمة... اعلم أن المناط في فساد البيع في هذه المسائل هو حصول الضرر للبائع أو المشتري أو الشريك، كما يظهر من عباراتهم صريحاً أو دلالة، وعليه فما أمن فيه الضرر جاز بيعه ومالا، فلا۔ (شرح المجلة للأتاسي: (١٠٨/٢) رقم المادة: ٢١٥، الكتاب الأول: البيوع، الباب الثاني: في بيان المسائل المتعلقة بالمبيع، الفصل الثاني: فيما يجوز بيعه ومالايجوز، ط: رشيديه)

الدر مع الرد: (٣٠٠/٤، ٣٠١) كتاب الشركة، ط: سعيد۔

شرح المجلة لرستم باز: (٨٣/١، ٨٣) رقم المادة: ٢١٥، الكتاب الأول: في البيوع، الباب الثاني، الفصل الثاني؛ فيمايجوز بيعه ومالايجوز، ط: رشيديه۔

اپنے حق سے کم پر اکتفا کرنا

بنی اسرائیل میں سے دو آدمیوں نے مل کر کھیتی باڑی شروع کی، ایک بوڑھا تھا دوسرا نوجوان، برابر کی شراکت تھی، جب فصل پک کر تیار ہوگئی تو دونوں نے مل کر غلے کے برابر حصے کر لیے، شام ہوگئی اور ہر ایک شریک کو اپنا اپنا حصہ سر پر اٹھا کر اپنے اپنے گھر لے جانا تھا، اس زمانہ میں غلہ وغیرہ منتقل کرنے کے لیے دوسرا ذریعہ میسر نہیں تھا، پہلے جوان آدمی نے اپنے حصے میں سے کچھ غلہ لیکر گٹھڑی باندھی اور اسے سر پر اٹھا کر اپنے گھر روانہ ہوا، غلہ کے پاس بوڑھا اکیلا بیٹھا تھا، اسے خیال آیا کہ میں تو زندگی کی بہاریں دیکھ چکا ہوں، مجھے آخر اتنے غلے کی ضرورت بھی کیا ہے؟ یہ جوان آدمی ہے اس کو بے شمار ضرورتیں اور حاجتیں پیش ہوں گی، یہ مجھ سے زیادہ حاجتمند اور ضرورت مند ہے، یہ خیال آتے ہی اس بوڑھے نے اپنے حصے میں سے کچھ غلہ اس نوجوان کے حصے کی طرف دھکیل دیا۔

نوجوان جو غلہ لے کر گیا تھا وہ گھر چھوڑ کر واپس آیا تو اب بوڑھے کی غلہ گھر لے جانے کی تیاری تھی، جب وہ بوڑھا غلہ کی گٹھڑی باندھ کر اپنے گھر روانہ ہوا تو اس جوان کو خیال آیا کہ میں تو ابھی نوجوان ہوں، اچھی طرح خوب محنت کر سکتا ہوں، ساری عمر کھاتا رہوں گا، اس بورھے نے کس مشقت سے میرے ساتھ کھیتی باڑی کا کام کیا ہے، میں تو جوان تھا لیکن اس بیچارے کو بہت زیادہ مشقت اٹھانی پڑی ہے، لہٰذا یہ مجھ سے زیادہ کا حقدار ہے، یہ سوچ کر اس نے بھی اپنے حصے کے غلہ میں سے کچھ غلہ دھکیل کر بوڑھے کے حصے کی طرف کر دیا۔

اس طرح وہ دونوں باری باری رات کے اندھیرے میں اپنا اپنا حصہ اپنے گھروں کو لے جاتے رہے اور ایک دوسرے کی حصے کی طرف غلہ منتقل کرنے کا سلسلہ بھی یوں ہی چلتا رہا، ایک گھر کی طرف جاتا تو دوسرا اپنے حصے کا کچھ غلہ

دوسرے کے حصے کی طرف دھکیل دیتا، بعد میں دوسرا بھی وہی کام کرتا، لیکن دونوں میں سے کسی کو بھی ان کی اس باہمی ہمدردی اور اخوت وایثار کے کام کی خبر نہ ہوئی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کی اس باہمی ہمدردی کی وجہ سے ان پر مہربان ہو گئے وہ ساری رات غلہ اپنے گھروں کو لے جاتے رہے لیکن غلہ تھا کہ ختم ہونے کو نہ آتا تھا وہ خود حیران تھے کہ ان کا غلہ زیادہ تو نہ تھا، جتنا وہ اپنے اپنے گھروں کے لے جا چکے ہیں بالآخر جب صبح کی روشنی ہوئی اور ہر چیز نمایاں طور پر نظر آنے لگی تب کہیں جا کر ان کے ڈھیر ختم ہونے کو آئے۔ (۱)

اتحادِ مجلس

خرید وفروخت کے معاملے میں ایجاب وقبول کی مجلس ایک ہونے کا مطلب

---

(۱) (وقد رأيت) في بعض التواريخ أن أحد الملوك لما ملك بعض البلاد وجد في الخزانة حبة قمح جرمها زائد علي المعروف من القمح بزيادة كثيرة فسأل عنها فلم يجد من يعرف لها خبرا إلا شيخا كبيرا قد عمر فقال أعرفها وذلك أن شابا وشيخا اشتركا في زرع فلما درسا زرعهما قال أحدهما للآخر ننقل هذا الطعام إذا قسمناه بالنوبة تحمل أنت مرة و أحرس أنا نصيبي و نصيبك ثم احمل أنا مرة أخري و تحرس أنت نوبتك فلما ق[illegible]سما جعل الشيخ يحمل مرة من نصيبه و كان ذا [illegible]ال ويقعد الشاب يحرس فإذا غاب الشيخ يقول الشاب في نفسه هذا شيخ وله عائلة فأحتاج أن أعينه فيأخذ من نصيب نفسه ويزيد في نصيب شريكه فإذا نقل الشاب في نوبته وقعد الشيخ يحرس يقول الشيخ في [illegible]سه هذا شاب و الناس يقصدونه فأحتاج أن أعينه فيأخذ الشيخ من نصيب نفسه ويزيد في نصيب [illegible]ريكه فبقي ذلك دأبهما وهم ينقلان والغلة تكثر ويكبر جرمها حتي عييا وفشلا من حمل القمح ورأياه قد كثر حتي خرج من الحد المعروف فسأل أحدهما الآخر وحلفه أن يصدقه ما يفعل بعده فأخبر كل واحد منهما صاحبه ما يفعل في غيبته فاشتهرت المسألة حتي بلغت أميرهم فوجه [illegible]ن يري من ذلك القمح شيئا فلما رآه قال ينبغي أن يجعل من هذا شيئ في الخزانة يبقي لمن بعد فيه موعظة و تذكار۔ (بهجة النفوس، و تحليها بمعرفة مالها و ما عليها، شرح مختصر صحيح البخاري، المسمى جمع النهاية فى بدء الخير و الغاية، للامام المحدث الورع ابى محمد عبد الله بن ابى جمرة الاندلسى، المتوفى سنة ۶۹۹ھ (۸۱/۲) الشركة المباركة (۶۰) حديث اشراط الساعة، ط: دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

☜ النور السارى من فيض صحيح الامام البخارى (۲۱۹/۳-۲۲۰) لبحر الحديث الشيخ الامام حسن العدوى الحمزاوى، المتوفى: ۱۳۰۳ھ ط: دار الكتب العلمية۔

یہ ہے کہ ایجاب کے بعد دوسرے فریق کی طرف سے کوئی بھی ایسا کام یا چیز نہ پائی جائے جو ایجاب سے روگردانی اور اعراض (REFUSE) پر دلالت کرتا ہو۔

اگر دوسرے فریق کی طرف سے روگردانی اور اعراض کا عمل پایا گیا تو اس کے بعد قبول کرنے سے قبول کا اعتبار نہیں ہوگا، مثلاً دکان دار نے کہا کہ یہ موبائل میں نے دس ہزار کا فروخت کردیا، دوسرے فریق نے سننے کے باوجود اس پر توجہ نہیں دی اور کسی تیسرے شخص سے بات چیت شروع کردی تو پہلا ایجاب ختم ہو چکا، اب جب تک دوبارہ نیا ایجاب نہیں ہوگا قبول کا اعتبار نہیں ہوگا۔ (۱)

اتلاف مبیع

مثلاً مبیع (بیچی گئی چیز) جانور تھا، مشتری (خریدار) نے اسے قبضہ کرنے کے بعد قتل کردیا یا کپڑا تھا اسے جلا دیا، یا پھاڑ دیا، یا سمندر میں پھینک دیا، پھر معلوم ہوا کہ اس میں عیب تھا تو مشتری کو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار حاصل نہیں ہوگا، اور عیب کی وجہ سے قیمت میں جو کمی آتی ہے وہ واپس لینے کا حق نہیں ہوگا۔ (۲)

---

(۱) لو صدر من أحد العاقدين بعد الإيجاب و قبل القبول قول أو فعل يدل على الإعراض بطل الإيجاب، ولا عبرة بالقبول الواقع بعد ذلک۔ مثلاً: لو قال أحد المتبايعين بعت واشتريت واشتغل الآخر قبل القبول بأمر آخر أو بكلام أجنبي ولا تعلّق له بعقد البيع بطل الإيجاب ولا عبرة بالقبول الواقع بعده ولو قبل انقضاض المجلس۔ (شرح المجلّة لرستم باز: (۶۹/۱) المادة: ۱۸۳، الكتاب الأوّل في البيوع، الباب الأوّل في بيان المسائل المتعلّقة بعقد البيع، الفصل الثالث: في حق مجلس البيع، ط: مكتبه فاروقيه)

فالمراد بالمجلس ما لا يوجد فيه ما يدلّ على الإعراض، وأن لا يشتغل بمفوت له فيه وإن لم يكن للإعراض أفاده في النهر، فإن وجد بطل ولو اتحد المكان ط۔ (شامى: (۵۲۶/۴) كتاب البيوع، مطلب: ما يوجب اتحاد الصفقة وتفريقها، ط: سعيد)

حاشية الطحطاوي على الدر المختار: (۱۱/۳) كتاب البيوع، ط: دار المعرفة۔

(۲) رجل اشترى عبدًا وقبضه ولم يعلم بعيب حتى قتله هو وغيره ثم علم بعيب فإنّه لا يرجع على البائع بشيئ... إذا اشترى طعامًا أو ثوبًا وخرق الثوب أو استهلک الطعام ثم اطلع على عيب كان به لا يرجع بنقصان العيب فلا خلاف۔ (الفتاوىٰ الهندية: (۸۳/۳) كتاب البيوع، الباب الثامن في [illegible]ار العيب، الفصل الثالث فيما يمنع الرد بالعيب... الخ، ط: رشيديه)=

اثاثے

کمپنی کے املاک کو اردو میں ''اثاثے'' اور انگریزی میں (Assets) کہتے ہیں:

''اثاثوں'' سے مراد کمپنی کی املاک اور لازمی طور پر وصول ہونے والے (Receivable) اموال ہیں۔

اجارہ

اجارہ: شریعت کی اصطلاح ہے، قرآن [1] وسنت [2] سے ثابت ہے، اور فقہ میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔ [3] اور دینی مدارس کا ہر طالب علم اس سے واقف ہے، لیکن صرف اجارے کا لفظ دیکھ کر کسی معاملے کو اسلامی قرار نہیں دیا جاسکتا، جب تک وہ پوری طرح شریعت کے اصولوں کے مطابق نہ ہو۔ [4]

= المحيط البرهاني: (۱۱۳/۱۰) كتاب البيوع، الفصل الرابع عشر في العيوب، نوع آخر في بيان مايمنع الرجوع بالأرش، ولايمنع، ط: إدارة القرآن)

الفتاوى التاتارخانية: (۱۵۹/۹) كتاب البيوع، الفصل الخامس عشر في العيوب، :ط: مكتبه فاروقيه۔

(۱) {لو شئت لاتخذت عليه أجرا}۔ [الكهف: ۷۷]

{يا ابت استأجره إن خير من استأجرت القوي الأمين}۔ [القصص: ۲۶]

{فإن أرضعن لكم فآتوهن أجورهن}۔ [الطلاق: ۶]

(۲) أعط الأجير أجره قبل أن يجف عرقه۔ (سنن ابن ماجه: (ص: ۱۷۶) أبواب الرهون، باب أجر الأجراء، ط: قديمى)

استأجر النبي صلى الله عليه وسلم و أبوبكر رجلاً من بني الديل ثم من بني عبد بن عدي هاديا خريتا۔ (صحيح البخاري: (۳۰۱/۱) كتاب الإجارة، باب: إذا استأجر أجيرا ليعمل له بعد ثلاثة أيام، ط: قديمى)

(۳) الإجارة بكتاب الله تعالى وبالأخبار الثابتة عن النبي صلى الله عليه وسلم واتفق على إجازتها كل من نحفظ قوله من علماء الأئمة والحاجة داعية إليها، لأن أكثر المنافع بالصنائع۔ (شرح منتهى الإرادات: (۲۴۰/۲) كتاب الشركة، باب الإجارة، ط: عالم الكتب)

منار السبيل في شرح الدليل: (۴۱۳/۱) باب الإجارة، ط: المكتب الإسلامي۔

(۴) العبرة في العقود للمقاصد والمعاني لا للألفاظ والمباني... الخ) أي أن العقود مبنية على الأغراض =

اجارہ کا لغوی معنیٰ ''معاوضہ'' ہے۔ اور شریعت کی زبان میں اجارہ کا معنیٰ یہ ہے کہ ایک طرف کسی چیز کے استعمال کا حق یا کسی شخص کی محنت ہو، اور دوسری جانب اس کا معاوضہ ہو تو اس کو اجارہ کہتے ہیں۔ (۱)

شریعت میں اجارہ کی اصطلاح دو صورتوں کے لیے استعمال ہوتی ہے:

① متعین مدت کے لیے اپنے کسی اثاثے یا جائیداد کے استعمال کا حق دوسرے شخص کی طرف منتقل کرنا اور اس کے عوض میں کرایہ وصول کرنا اس کو اردو زبان میں ''پٹہ داری''، انگریزی میں (LEASE) اور عربی زبان میں ''إجارة الأعيان'' کہتے ہیں۔

''استعمال کے حق کا استعمال'' کے الفاظ میں اس بات کی اشارہ ہے کہ اجارہ میں صرف فائدہ حاصل کرنے کا حق فروخت کیا جاتا ہے، خود وہ چیز اجارہ پر دینے والے شخص کی ملکیت میں رہتی ہے۔

② اجرت پر کوئی کام کرنا یا کرانا، چاہے وہ جسمانی ہو یا ذہنی، چنانچہ کسی مزدور، ملازم، ڈاکٹر، انجینئر یا وکیل کی خدمت معاوضے پر حاصل کرنا سب اجارہ میں داخل ہے، اس کو انگریزی زبان میں (EMPLOYMENT) اور عربی زبان میں ''إجارة الأشخاص'' یا ''أجير الخاص'' کہتے ہیں۔

اجارہ کی یہ دونوں صورتیں جائز ہیں۔ (۲)

= والمقاصد لا على الألفاظ كالبيع والإجارة والحوالة تعتبر فيها المقاصد والمعاني ولا عبرة للألفاظ۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۱/۱۵) المادة: ۳، المقالة الثانيه: في بيان القواعد الكلية الفقهية، ط: فاروقيه)

☜ درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۱/۲۱) المادة: ۳، ط: دار الجيل۔

(۱) (الإجارة من الأجر وهو العوض... وهي لغة: المجازاة... وشرعا: عقد على منفعة مباحة معلومة من عين معينة أو موصوفة في الذمة) كسكني هذه الدار سنة... (أو على عمل معلوم) كحمله إلى موضع كذا (بعوض معلوم)۔ (شرح منتهى الإرادات: (۲/۲۴۰) كتاب الشركة، باب الإجارة، ط: عالم الكتب)

☜ كشاف القناع: (۳/۵۳۶) باب الإجارة، ط: دار الكتب العلمية۔

(۲) وأما أقسامها، فإنها تنقسم إلى قسمين: قسم يرد على منافع الأعيان كاستئجار الأراضي والدور =

اجارہ اسلامی بینکوں کا

اسلامی بینکوں میں اجارہ کا جو طریقہ رائج ہے وہ یہ ہے:

☆ مثلاً کسی آدمی کے پاس گاڑی یا مشینری خریدنے کے لیے پیسے نہیں ہیں، تو وہ بینک میں آکر درخواست کرتا ہے کہ اسے اس رقم کی گاڑی یا مشینری خرید کر اجارہ پر دے دی جائے، تو بینک کا نمائندہ آکر اس کی مالی حالت کے بارے میں تحقیق کرتا ہے، اگر اس کی مالی حالت اطمینان بخش ہو کہ وہ اتنی رقم ادا کر سکے گا تو بینک اس کو مطلوبہ سہولت فراہم کرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔

☆ سب سے پہلے دونوں فریقوں کے درمیان ''ماسٹر فائنانسنگ اگریمنٹ'' (اصولی معاہدہ برائے فراہمی تمویل) کے عنوان سے ایک معاہدے پر دستخط ہوتے ہیں جس میں وہ تمام شرائط و ضوابط درج ہوتی ہیں جن کے مطابق اجارے کا معاملہ وجود میں آنا ہوتا ہے۔

اس موقع پر بینک درخواست دینے والے سے یکطرفہ طور پر یہ وعدہ بھی لے لیتا ہے کہ جب بینک مارکیٹ سے اس کی مطلوبہ گاڑی یا مشینری خرید لے گا تو وہ ضرور اجارے پر لے گا، اور اگر بینک کی جانب سے گاڑی یا مشینری خریدنے کے بعد اس نے وہ چیز اجارہ پر نہیں لی، اور بینک کو اپنی لاگت سے کم قیمت میں دوسری جگہ بیچنی پڑی تو بینک کے اس نقصان کی تلافی وہ کرے گا۔

= والدواب والثياب وما أشبه ذلك، فإن عقد الإجارة لهذه الأشياء وارد على منفعتها إذ الغرض من تأجير الأراضي الانتفاع بزرعها ومن تأجير الدور الانتفاع بالسكنى فيها ... فالعقد متعلق بمنفعتها وقسم يرد على نفس العمل كاستئجار أرباب المهن على الأعمال التي يقومون بها من تجارة أو حدادة أو صياغة أو نحو ذلك؛ فإن العقد وارد على مايقومون به من الأعمال۔ (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة: (۹۶/۳، ۹۷) الإجارة، تعريفها، أركانها وأقسامها، ط: دار إحياء التراث العربي)

شرح المجلة لرستم باز: (۱۸۸/۱) المادة: ۴۲۱، الكتاب الثاني في الإجارة، الباب الثاني في الضوابط العمومية، ط: فاروقيه۔

العناية مع فتح القدير: (۵۸/۹) كتاب الإجارة، ط: رشيديه جديد۔

نیز بینک اسی موقع پر درخواست دینے والے سے سیکورٹی ڈپازٹ کے نام سے مطلوبہ چیز کی قیمت کا کچھ حصہ عام طور پر بیس فیصد نقد رقم کی صورت میں پیشگی وصول کرلیتا ہے، تاکہ اگر وہ بینک کی خریداری کے بعد اپنا وعدہ پورا نہ کرے، یا ادائیگی میں ناکام رہے، یا دیوالیہ ہوجائے، یا گاڑی واپس کرے، یا اس کی لاپروائی یا بدعہدی کے باعث کوئی نقصان ہوا ہو تو اس رقم سے وصولی کرنے میں سہولت رہے۔ البتہ مطلوبہ چیز کے حصول کے بعد اجارہ کے معاہدہ پر دستخط ہوتے ہیں، چونکہ اجارہ کی تمام شرائط وضوابط ''ماسٹر فائنانسنگ ایگریمنٹ'' کی صورت میں پہلے ہی طے پاچکی ہوتی ہیں، اور اس معاہدے میں بھی وضاحت ہوتی ہے کہ یہ اجارہ انہی شرائط وضوابط کے مطابق منعقد ہورہا ہے، جو ماسٹر فائنانسنگ ایگریمنٹ میں مذکور ہیں، اس لیے اجارہ کے معاہدہ پر دستخط محض رسمی کارروائی ہوتی ہے۔

☆ اجارہ کے معاہدے پر دستخط کراتے وقت بینک کلائنٹ سے یہ وعدہ بھی لیتا ہے کہ اگر اجارہ کے دوران فلاں فلاں شق کی خلاف ورزی کی وجہ سے بینک نے اجارہ ختم کردیا تو اجارہ شدہ اثاثہ کلائنٹ خریدنے کا پابند ہوگا اور مختلف مہینوں کے حساب سے قیمت بھی متعین کردی جاتی ہے کہ پہلے مہینے میں خریدنے کی قیمت یہ، دوسرے اور تیسرے مہینے یہ رقم ہوگی۔

نیز اس موقع پر بینک بھی یہ وعدہ کرتا ہے کہ اگر کلائنٹ تمام اقساط باقاعدگی سے ادا کرتا رہا تو وہ اجارہ کے اختتام پر گاڑی یا مشینری اس کو فروخت کرنے کے بارے میں سوچے گا، بینک کی طرف سے کیے گئے وعدہ پر قبول کرنے والے کی حیثیت سے کلائنٹ کے بھی دستخط ہوتے ہیں۔

☆ بعض اوقات بینک خاص طور پر جب اجارہ شدہ اثاثہ پہلے سے استعمال شدہ یا درآمدی مشینری ہو تو کلائنٹ سے ہی کہہ دیتا ہے کہ وہ اس کے ایجنٹ کی

حیثیت سے اپنی مطلوبہ چیز خود ہی خرید لے، اور اگر مطلوبہ چیز دوسرے ملک سے در آمد کی جارہی ہے تو کلائنٹ کو اس پر قبضے کا وکیل بھی بنا دیتا ہے۔

☆ کرائے کی قسطیں اس تناسب سے مقرر کی جاتی ہیں کہ اجارہ کے اختتام تک بینک کو گاڑی کی قیمت بھی وصول ہو جائے، اور اتنی مدت کے لئے اگر یہ رقم قرض پر دی جاتی تو جتنا سود ملنا تھا وہ بھی وصول ہو جائے، یعنی سودی بینکوں کی شرح سود ہی اسلامی بینکوں کے نفع کی شرح کا معیار ہوتی ہے۔ مروجہ اسلامی بینکوں میں منافع اور کرائے کے تعین کے لیے کراچی میں کائیبور (کراچی انٹر بینک آفر ریٹ) (KIBOR) (Karachi Inter Bank Offer Rate) کو معیار بنایا جاتا ہے۔

☆ بینک شروع میں جو رقم سیکورٹی ڈپازٹ کی مد میں لیتا ہے وہ قیمت سے منہا کر کے بقیہ رقم کے حساب سے قسطیں مقرر کرتا ہے، کیونکہ بینک والوں کو اپنے سرمائے پر ہی منافع لینا ہے، اس وجہ سے اگر کوئی کلائنٹ بینک کی فرمائش سے زائد رقم سیکورٹی ڈپازٹ کے طور پر جمع کرادے تو اس کے کرائے کی قسط کم رکھی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک شخص مروجہ اسلامی بینک سے دس لاکھ مالیت کی گاڑی تین سال کے لیے اجارہ پر لیتا ہے، اور سیکورٹی ڈپازٹ میں دو لاکھ جمع کراتا ہے، تو بینک قسطیں اس تناسب سے مقرر کرے گا کہ ان تین سالوں میں آٹھ لاکھ بھی واپس مل جائیں، اور اس دوران اس رقم پر جو سود ملنا تھا وہ بھی وصول ہو جائے، اور اگر کلائنٹ سیکورٹی ڈپازٹ کی مد میں تین لاکھ جمع کرائے گا تو بینک سات لاکھ کے سود کی نسبت سے قسطیں مقرر کرے گا جو پہلی صورت سے یقیناً کم ہوگی۔

☆ بینک قسطیں مقرر کرتے وقت گاڑی یا مشینری کی بکنگ کی تاریخ سے قبضہ (DELIVERY) تک کی درمیانی مدت (GRACE PERIOD) کے دوران بکنگ کی رقم پر حاصل ہونے والے متوقع سود کی بھی اپنی لاگت کا حصہ بنا

لیتا ہے، اور اسی کے مطابق قسطیں مقرر کی جاتی ہیں۔

☆ اگر کرایہ دار مقررہ تاریخ یا توسیع کی مدت تک رقم کی ادائیگی میں ناکام رہے تو اس سے جرمانہ لیا جاتا ہے، جو بینک کی زیر نگرانی قائم چیریٹی فنڈ میں جمع ہوتا ہے، اور بینک اس فنڈ کو اپنی مکمل صوابدید کے مطابق چیریٹی مقاصد کے لیے استعمال کرتا ہے، یا کسی چیریٹی ادارے میں جمع کرنے کا پابند بنایا جاتا ہے اور یہ جرمانہ شرح سود کے مطابق اور یومیہ بنیاد پر لیا جاتا ہے۔

☆ جب اجارے کی مدت مکمل ہو جاتی ہے اور کرائے کی شکل میں گاڑی کی قیمت شرح سود کے مطابق نفع کے ساتھ وصول ہو جاتی ہے، تو بینک گاڑی یا مشینری کلائنٹ کے نام منتقل کر دیتا ہے، اور سیکورٹی ڈپازٹ کے طور پر جمع کرائی گئی رقم اس کا معاوضہ قرار پاتی ہے۔

واضح رہے کہ دونوں فریق کو ابتدا ہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اجارہ کا یہ معاملہ اس طرح اختتام کو پہنچے گا، کیونکہ اجارہ کا معاہدہ، کلائنٹ کی طرف سے خریداری اور بینک کی جانب سے فروخت پر غور کا وعدہ سب مطبوعہ شکل میں اجارہ کے معاہدے کے ساتھ منسلک ہوتے ہیں، اور جب کوئی شخص اجارہ کے لیے بینک میں آتا ہے تو یہ سب چیزیں اس کو اکٹھے ہی فراہم کی جاتی ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مروجہ اسلامی بینکوں میں رائج اجارہ کی بنیاد اسلامی اور شرعی اجارہ کے اصولوں پر نہیں بلکہ سودی بینکوں میں رائج لیزنگ کے تصور پر قائم ہے جو سراسر ناجائز اور حرام ہے، بینک کا اجارہ وغیرہ کو جائز کہنے والے حضرات کی جتنی توجیہات اور تاویلات ہیں وہ حقیقت سے بہت دور اور شریعت کے خلاف ہیں۔

مزید "وعدہ کی شرعی حیثیت" "سیکورٹی ڈپازٹ کا حکم" "کلائنٹ کو وکیل بنانا"

اور ''شرح سود کو معیار بنانا'' عنوانات کو بھی دیکھیں تا کہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ مروجہ اسلامی بینکوں کا اجارہ اسلامی اصولوں کے مطابق ہے یا نہیں۔

اجارہ اور استصناع میں فرق

''استصناع اور اجارہ میں فرق'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۵۴/۱)

اجارہ اور بیع کا معاملہ اکٹھے کرنا

''بیع اور اجارہ کا معاملہ اکٹھے کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۵۶/۲)

اجارہ اور بیع میں فرق

اجارہ (کرایہ داری) بیع (خرید وفروخت) کی ایک قسم ہے،[1] تاہم اجارہ اور بیع میں بعض اعتبار سے فرق ہے، اور وہ یہ ہے:

❶ اجارہ میں صرف اثاثے اور جائیداد کو استعمال کرنے کا حق فروخت کیا جاتا ہے، ملکیتی حقوق بدستور مالک کے پاس ہی رہتے ہیں، اور بیع میں ملکیت کا حق بھی خریدار کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔[2]

---

(۱) الإجارة نوع من البيع إذ هي بيع المنافع۔ (شامي: (۶/۴۷،۴۶) كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ط: سعيد)

الفقه الإسلامي وأدلته: (۳۸۵۹/۵) القسم الثالث: العقود، الفصل الثالث: عقد الإجارة، المبحث السادس: اختلاف المتعاقدين في الإجارة، ط: رشيديه۔

(۲) فالتمليكات أربعة أنواع: فتمليك العين بالعوض بيع ... وتمليك المنفعة بعوض إجارة۔ (التعريفات للجرجاني: (ص: ۱۴) باب العين، العارية، ط: مكتبه حقانيه)

وأما حكم الإجارة ... إن كانت صحيحة ...: فهو ثبوت الملك في المنفعة للمستأجر وثبوت الملك في الأجرة المسماة للآجر۔ (بدائع الصنائع: (۲۰۱/۴) كتاب الإجارة، فصل: وأما حكم الإجارة، ط: سعيد)

لأن العقد ورد على المنفعة لا على العين إذ الإجارة بيع المنفعة لا بيع العين۔ (بدائع الصنائع: (۱۹۶/۴) كتاب الإجارة، فصل: وأما شرائط الركن فأنواع، ط: سعيد)

المأجور أمانة في يد المستأجر۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۲۵۴/۱) رقم المادة: ۶۰۰، كتاب الإجارة، الباب الثامن في الضمانات، الفصل الثاني في ضمان المستأجر، ط: مكتبه فاروقيه)

بیع منعقد ہوتے ہی خریدار کی طرف ملکیت منتقل ہوجاتی ہے، اور خریدار کے ذمہ میں قیمت ادا کرنا لازم ہوجاتا ہے، ہاں اگر بیچنے والے نے مہلت دی تو الگ بات ہے، لیکن اجارہ میں چیز کے استعمال کا حق فوراً منتقل ہونا ضروری نہیں ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص اجارہ کا معاملہ اس طرح کرے کہ یہ اجارہ تین دن یا ایک مہینہ یا ایک سال کے بعد شروع ہوگا تو یہ جائز ہے۔ اور جب وہ تاریخ آئے گی تو مقررہ شرائط کے مطابق اجارہ شروع ہوجائے گا۔[1]

بیع دائمی ہوتی ہے اور اجارہ محدود مدت کے لیے ہوتا ہے۔[2]

اجارہ اور جُعالہ میں فرق

"جعالہ اور اجارہ میں فرق" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (١٠٥/٣)

اجارہ اور قرض میں فرق

بعض حضرات قرض کو اجارہ (کرایہ داری) پر قیاس کرتے ہیں، ان کا کہنا یہ ہے کہ جس طرح کرایہ کی آمدنی جائز ہے اسی طرح قرض سے حاصل ہونے والے فوائد بھی جائز ہیں، کیونکہ اجارہ اور قرض ایک حد تک باہم ملتے جلتے ہیں، اور دونوں میں کسی

---

(١) وأمّا حكمه (أي حكم البيع) فثبوت الملك في المبيع للمشتري وفي الثمن للبائع إذا كان البيع باتًا۔ (الفتاوى الهندية: (٣/٣) كتاب البيوع، الباب الأوّل في تعريف البيع... الخ، ط: رشيديه)

حاشية الشلبي على التبيين: (٢/٤) كتاب البيوع، ط: إمداديه ملتان۔

(وتصح الإجارة... مضافًا) إلى الزمان المستقبل كأجرتك... رأس الشهر (لا البيع)۔ (الدر المختار مع رد المحتار: (٩٣/٦) كتاب الإجارة، مسائل شتى، ط: سعيد)

(٢) أنّ البائع يخرج المبيع من يده وملكه بالبيع۔ (فتح القدير: (٣٢٠/٩) كتاب الشفعة، فصل: باع دارًا الأمقدار ذراع... الخ، ط: رشيديه)

عقد الإجارة كالبيع من العقود المسماة التي عنى التشريع الإسلامي في بيان أحكامها... وهي تختلف عن عقد البيع في أنها مؤقتة المدة، بينما عقد البيع لا يقبل التأقيت، وإنّما هو مؤبد؛ لأنّه يترتب عليه انتقال ملكية العين۔ (الفقه الإسلامي وأدلّته: (٣٨٠٠/٥) القسم الثالث العقود أو التصرفات المدنية المالية، الفصل الثالث: عقد الإيجار، ط: رشيديه)

قسم کی محنت اور مشقت کے بغیر مستقل آمدنی وصول کی جاتی ہے، مگر یہ قیاس بالکل درست نہیں، کیونکہ قرض اور اجارہ کے درمیان متعدد اعتبار سے فرق ہیں، اور وہ یہ ہیں:

① قرض کا مقصد قرض دار کے ساتھ نیکی اور احسان کرنا ہوتا ہے، فائدہ حاصل کرنا مقصد نہیں ہوتا، لہٰذا اس کا معاوضہ لینا جائز نہیں، [1] اور اجارہ کا مقصد نیکی اور احسان کرنا نہیں بلکہ اجارہ میں نفع کا حق استعمال کرنے کے عوض میں اجرت لینا مقصد ہوتا ہے۔ [2]

② اجارہ صرف ان چیزوں میں جائز ہے، جو استعمال کے بعد باقی رہیں۔ [3] اور قرض دینا اور لینا صرف ان چیزوں میں جائز ہے جو استعمال کرنے کے بعد باقی نہ رہیں بلکہ انہیں استعمال کرنے کے لئے بذاتِ خود خرچ کرنا پڑے،

---

(١) ان عقد القرض يقصد به الرفق بالناس ومعاونتهم على شئون العيش وتيسير وسائل الحياة، وليس هو وسيلة من وسائل الكسب ولا أسلوبًا من أساليب الاستغلال، ولهذا لا يجوز أن يرد المقترض إلى المقرض إلا ما اقترضه منه أو مثله۔ (فقه السنة: (١٤٧/٣) القرض، ط: دار الكتاب العربي)

و القرض تبرع ابتداء حتى لا يملكه إلا من يملك التبرع۔ (تبيين الحقائق: (٩٣/٥) كتاب الهبة، ط: امداديه ملتان)

يحرم القرض إن لم يكن القصد منه عمل المعروف كتحقيق منفعة للمقرض مثلاً۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: (٣٧٨٥/٥) القسم الثالث: العقود أو التصرفات المدنية المالية، الفصل الثاني: القرض، ط: رشيديه)

(٢) الإجارة: هي بيع منفعة معلومة بأجر معلوم۔ (تبيين الحقائق: (١٠٥/٥) كتاب الإجارة، ط: امداديه ملتان)

عمدة القاري: (١١٠/١٢) كتاب الإجارة، ط: إدارة الكتب العلمية۔

البحر الرائق: (٥٠٦/٧) كتاب الإجارة، ط: رشيديه۔

(٣) والمعقود عليه في الإجارة هو المنفعة لا العين لهذا كله فإن المقرر: أن كل ما تنتفع به مع بقاء عينه تجوز إجارته وما لا فلا۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: (٣٨٠٥/٥) القسم الثالث: العقود أو التصرفات المدنية المالية، الفصل الثالث: عقد الإيجار، ط: رشيديه)

وإنما يرد عقد الإجارة على ما ينتفع به مع بقاء عينه۔ (المبسوط للسرخسي: (٤٩/١٤) كتاب الصرف، باب الإجارة في الصياغة، ط: دار المعرفة)

المحيط البرهاني: (٤٢١/١١) كتاب الإجارة، الفصل الثالث والعشرون: في استئجار الحمام والرحى، ط: إدارة القرآن۔

اس کے بغیر ان کا استعمال ممکن نہ ہو، جیسے کرنسی، چاول، دال، چینی وغیرہ قرض لینے کے بعد جب تک ان کو خرچ نہ کیا جائے ان سے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں ہوتا اگر قرض کی شکل میں کوئی ایسی چیز دی جائے جو استعمال کے بعد بھی باقی رہے تو اس کو "عاریت" کہتے ہیں۔[1]

◉ کرایہ پر دی گئی چیز کی افادیت کو برقرار رکھنا مالک کی ذمہ داری ہے، جس کے لیے بعض اوقات اسے مزید اخراجات بھی کرنے پڑتے ہیں۔[2] اور قرض کے مال کی افادیت کو برقرار رکھنا مالک کی ذمہ داری نہیں ہے، اس لیے قرض کے مال کو برقرار رکھنے کے لیے مالک کو مزید اخراجات کی ضرورت نہیں ہوتی۔

◉ اجارہ میں چیز بدستور مالک کی ملکیت میں رہتی ہے، اور مقررہ مدت گزرنے کے بعد بعینہ وہی چیز واپس کرنا ضروری ہوتا ہے، اور اگر اجارہ کی مدت کے دوران اجارہ پر دی گئی چیز کا خود بخود نقصان ہو جائے تو اس کا ذمہ دار مالک خود ہی ہوگا۔[3] اور قرض میں درمیانی مدت میں ملکیت بھی قرض دار کی طرف منتقل ہو جاتی

---

(۱) وعاریة ما جاز قرضه قرض وما لا يجوز قرضه عارية۔ (البحر الرائق: (۲۰۴/۶) كتاب البيع، باب المرابحة والتولية، فصل: في بيان التصرف المبيع، ط: رشيديه)

◻ (وعارية الثمنين والمكيل والمعدود قرض)؛ لأن الإعارة إذن في الانتفاع به ولا يتأتى الانتفاع بهذه الأشياء إلا باستهلاك عينها ولا يملك الاستهلاك إلا إذا ملكها فاقتضت تمليك عينها ضرورة، وذلك بالهبة أو بالقرض والقرض أدناهما ضررا لكونه يوجب رد المثل۔ (تبيين الحقائق: (۸۷/۵) كتاب العارية، ط: امداديه ملتان)

(۲) (وعمارة الدار) المستأجرة (وتطيينها وإصلاح الميزاب وما كان من البناء على رب الدار) وكذا كل ما يخل بالسكنى۔ (الدر المختار مع رد المحتار: (۷۹/۶) كتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، ط: سعيد)

◻ المبسوط للسرخسي: (۱۴۳/۱۵) كتاب الإجارات، باب إجارة الدور والبيوت، ط: دار المعرفة۔

◻ مجمع الأنهر: (۵۵۵/۳) كتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، ط: دار الكتب العلمية۔

(۳) لا خلاف في أن المستأجر أمانة في يد المستأجر كالدار، وعبد الخدمة، ونحو ذلك حتى لو =

ہے، اس لئے وہ ہر حال میں اس کو واپس کرنے کا ذمہ دار ہوتا ہے، اور قرض دی گئی چیز بنفسہ لوٹانا لازم نہیں، بلکہ اس کی مثل واپس کرنا لازم ہوتا ہے۔[1]

اجارہ بینک کا

☆...... بینک کے اجارہ کو اجارہ کہنا درست نہیں، کیوں کہ شریعت کی رو سے اجارہ میں مستاجر (کرایہ پر لینے والا) صرف نفع کا مالک ہوتا ہے، عین چیز کا مالک نہیں ہوتا، عین چیز کا مالک بدستور کرایہ پر دینے والا مالک رہتا ہے، جیسا کہ زمین، دکان، مکان اور گاڑی اور مشینری وغیرہ میں، جب کہ بینک کے اجارہ میں ایسا نہیں ہوتا۔

☆...... بینک کے اجارہ میں اجارہ (کرایہ) پر دینے والے اور کرایہ پر لینے والے کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ کرایہ پر دینے والے کو کرایہ پر دینے کے فوائد حاصل ہوں اور کرایہ کے نام سے لی جانے والی چیز کو کرایہ پر لینے والا خرید لے اور ملکیت اس کی طرف منتقل ہو، تو یہ معاملہ اجارہ نہیں بلکہ بیع کا معاملہ ہے؛ اسی لیے بینک سے گاڑی، مکان، دکان یا زمین وغیرہ کرائے پر لینے والا یہی کہتا ہے کہ: ہم

=هلك في يده بغير صنعه لا ضمان عليه؛ لأنّ قبض الإجارة قبض مأذون فيه، فلا يكون مضمونا كقبض الوديعة والعارية۔ (بدائع الصنائع: (۲۱۰/۴) كتاب الإجارة، فصل: وأما صفة الإجارة، ط: سعيد)
مجمع الأنهر: (۵۴۲/۳) كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ط: دار الكتب العلمية۔
البحر الرائق: (۲۹۷/۳) كتاب النكاح، باب المهر، ط: رشيديه۔

(۱) القرض هو المال الّذي يعطيه المقرض للمقترض ليرد مثله إليه عند قدرته عليه۔ (فقه السنة: (۱۴۴/۳) القرض، ط: دار الكتاب العربي)
إنّ الديون تقضى بأمثالها على معنى أنّ المقبوض مضمون على القابض؛ لأنّ قبضه بنفسه على وجه التملك ولربّ الدين على المدين مثله۔ (شامی: (۸۴۸/۳) كتاب الأيمان، باب اليمين في الضرب والقتل وغير ذلك، مطلب: الديون تقضى بأمثالها، ط: سعيد)
تبيين الحقائق: (۱۶۲/۳) كتاب الأيمان، باب اليمين في الضرب والقتل وغير ذلك، ط: امداديه ملتان۔

نے لیز پر گاڑی اور مکان خریدا ہے، حالاں کہ اجارہ میں خریدنا نہیں ہوتا۔ (۱)

☆...... مذکورہ اجارہ میں مطلوبہ مال کی خریداری کو اجارہ پر موقوف رکھا گیا ہو تو یہ "بیع وشرط" ہے یا "صفقه فی صفقه" (ایک عقد پر دوسرا عقد) ہے اور یہ دونوں باتیں شریعت میں جائز نہیں ہیں، (۲) اس لیے بینک کے اجارہ کو شرعی اعتبار سے جائز اجارہ کہنا درست نہیں ہے۔

☆...... اگر کرایہ پر لینے والے کی جانب سے تعدّی اور زیادتی نہ ہو تو کرایہ کے علاوہ مزید اضافی ذمہ داری کرایہ دار پر عائد کرنا درست نہیں ہے، مثلاً معمول کے مطابق استعمال کیا، خرابی آ گئی تو کرایہ پر لینے والے پر وہ بھرنا لازم نہیں، حالاں کہ بینک کے اجارہ میں یہ ذمہ داری کرایہ پر لینے والے پر ہے جو شریعت کے خلاف ہے، اس لیے بینک کے اجارہ کو شریعت کی رو سے جائز اجارہ کہنا درست نہیں ہے۔

---

(۱) (هي) بيع منفعة معلومة بأجر معلوم) ۔ يعني الإجارة شرعا تمليک منفعة بعوض فخرج البيع والهبة والعارية والنكاح فإنه استباحة المنافع بعوض لا تمليكها ۔ وأشار المصنف رحمه الله تعالى إلى أن عقد الإجارة ينعقد بإقامة العين مقام المنفعة في حق الإنعقاد لا في حق الملک ۔ (البحر الرائق: (۷/ ۵۰۶، ۵۰۷) كتاب الإجارة، ط: رشيديه)

☐الدر مع الرد: (۶/ ۴) كتاب الإجارة، ط: سعيد۔

☐شرح المجلّة للأتاسي: (۲/ ۴۷۱، ۴۷۲) رقم المادة: ۴۰۵، الكتاب الثاني: في الإجارات، المقدّمة، ط: رشيديه۔

(۲) عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جدّه قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيعتين في صفقة واحدة، رواه في شرح السنة، وعنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحلّ سلف وبيع ولا شرطان في بيع ولا ربح مالم يضمن ولا بيع ما ليس عندک .... ۔ (مشكاة المصابيح: (ص: ۲۴۸) كتاب البيوع، باب المنهي عنها من البيوع، الفصل الثاني، ط: قديمي)

☐نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن صفقتين في صفقة، ونهى عن بيع وشرط، وعن شرطين .... ۔ (الجوهرة النيرة: (۱/ ۲۴۰، ۲۴۱) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: قديمي)

☐فتح القدير: (۶/ ۴۱۰، ۴۱۱) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: رشيديه جديد۔

اور اس طرح چیز لینا بھی درست نہیں ہے۔[1]

اجارۂ صکوک

اجارۂ صکوک: یہ صکوک کی اہم ترین قسم ہے، اس کا اطلاق ان تمسکات پر ہوتا ہے، جو کرایہ پر دیے گئے اثاثوں اور ان کی منفعت (USUFRUCT) میں متناسب حصہ کی ملکیت کی نمائندگی کرتے ہیں، اور ان اثاثوں سے جو کرایہ حاصل ہوتا ہے صکوک ہولڈرز اپنے حصص کے تناسب سے اس میں شریک ہوتے ہیں۔

مشارکۂ صکوک اور اجارۂ صکوک میں فرق یہ ہے کہ مشارکۂ صکوک میں شراکت سے حاصل ہونے والا منافع تقسیم ہوتا ہے، اور اجارۂ صکوک میں اثاثہ میں سے ملنے والا کرایہ تقسیم کیا جاتا ہے۔

کبھی تو اثاثہ یا منفعت کا مالک براہ راست خود اجارۂ صکوک جاری کرتا ہے، اور کبھی مالیاتی ایجنٹ کے ذریعے یہ کام کرتا ہے، اور یہ مالیاتی ایجنٹ ایک ادارہ ہوتا ہے جو خاص اسی مقصد کے لیے قائم کیا جاتا ہے، اس لیے اسے ''اسپیشل پریز و ہیکل'' (ایس پی وی S.P.V) کا نام دیا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر حکومت کو سرمائے کی ضرورت ہے اور اس کے پاس ایک بلڈنگ ہے جس کی قیمت ایک سو ملین ہے، چنانچہ ''ایس پی وی'' حکومت کے ایجنٹ

---

(۱) المأجور أمانة في يد المستأجر إن كان عقد الإجارة صحيحًا أو لم يكن... لا يلزم الضمان إذا أتلف المأجور في يد المستأجر ما لم يكن بتقصيره أو تعديه أو مخالفته لمأذونيته، لما تقدم من أنه أمانة في يده، فلا يضمن وإن شرط عليه الضمان؛ لأن شرط الضمان في الأمانات باطل۔ (شرح المجلة للأتاسي: (۷۰۳/۲) رقم المادة: ۲۰۰، ۲۰۱، الكتاب الثاني: في الإجارات، الباب الثامن: في الضمانات، الفصل الثاني: في ضمان المستأجر، ط: رشيديه)

شرح المجلة لرستم باز: (۲۵۴/۱) رقم المادة: ۲۰۱، ۲۰۰، الكتاب الثاني: في الإجارات، الثامن: في الضمانات، الفصل الثاني: في ضمان المستأجر، ط: رشيديه۔

البحر الرائق: (۵۳/۸) كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير، ط: رشيديه۔

کی حیثیت سے اس بلڈنگ کو پانچ سال کے لیے کرایہ پر دے کر اس کی کل قیمت سو ملین کے سو روپے کے ایک لاکھ اجارہ صکوک کے سرٹیفکیٹ بنا کر سرمایہ کاری کرنے والے لوگوں میں فروخت کر دیتی ہے، اس طرح حکومت کو پانچ سال کے لیے ایک سو ملین کی رقم حاصل ہو جاتی ہے، اور اس بلڈنگ سے حاصل ہونے والا کرایہ صکوک ہولڈرز کے حصص کے تناسب سے ان میں تقسیم کیا جاتا ہے، جب اجارہ کی پانچ سالہ مدت پوری ہو جائے گی تو حکومت ان صکوک کی قیمت ادا کر کے دوبارہ اس بلڈنگ کی مالک بن جائے گی۔

چونکہ یہ صکوک حصہ داری کے سرٹیفکیٹ ہوتے ہیں اور ان کی بیع بھی حقیقت میں اس حصے کی بیع ہوتی ہے، جس کی قیمت ان کی پشت پر لکھی ہوئی ہوتی ہے اس لیے اگر کوئی صکوک ہولڈر ان کو مقررہ مدت سے قبل کسی تیسرے آدمی کے ہاتھ فروخت کرنا چاہے تو وہ فروخت بھی کر سکتا ہے۔ (۱)

اجارہ فاسدہ کا حکم

ہر وہ شرط جس سے بیع فاسد ہوتی ہے اس سے اجارہ بھی فاسد ہو جاتا ہے، اس لیے اجارہ (کرایہ داری) میں شرط فاسد سے بچنا لازم ہے۔ لیکن اگر کسی شرط فاسد کی وجہ سے اجارہ فاسد ہو گیا ہے تو فیصلہ اس طرح ہوگا کہ اگر ابھی تک اجارہ کے مطابق کام شروع نہیں ہوا تو اس عقد (معاملہ) کو ختم کر کے نئے سرے سے صحیح شرائط کے

---

(۱) ولو باع عشرة أسهم من مائة سهم جاز بالاجماع۔ (بدائع الصنائع: (۱۶۲/۵) كتاب البيوع، فصل: وأما شرائط الصحة فأنواع، ط: سعيد)

☐ تبيين الحقائق: (۷،۸/۴) كتاب البيوع، ط: امداديه ملتان۔

☐ جاز بيع المشاع وإيداعه۔ (تكملة رد المحتار: (۳۸۴/۸) كتاب العارية، ط: سعيد۔

☐ ويجوز بيع الأسهم أفتى كثير من علماء الهند، مثل الإمام الشيخ أشرف على التهانوي رحمه الله تعالى۔ (فقه البيوع على المذاهب الأربعة: (۳۸۱/۱) المبحث الثالث، الباب الأول، الشرط السادس: أن يكون المبيع معلوما، بيع أسهم الشركات، ط: معارف القرآن)

ساتھ عقد اجارہ کیا جائے، اور اگر کام شروع ہو چکا ہے اور کام بھی پورا ہو گیا ہے تو اجیر کو اجرت مثل (یعنی مارکیٹ میں اس معاملہ کی مزدوری رائج ہے وہ) ملے گی۔[1]

اجارہ/لیز کی شرائط

اجارہ کی شرائط یہ ہیں:

❶ صرف وہی چیز اجارہ پر دینا جائز ہے، جو اجارہ پر دینے والے (LESSOR) کی ملکیت ہو، اور اس کے قبضہ میں آچکی ہو، ملکیت اور قبضہ میں آنے سے پہلے کسی کے ساتھ اجارہ کا معاملہ کرنا جائز نہیں؛ کیونکہ جو چیز انسان کے قبضہ میں نہیں اس کی بیع جائز نہیں، اسی طرح اجارہ بھی کیونکہ اجارہ کسی چیز کے استعمال کے حق کو بیچنا ہے۔[2]

---

(۱) وحكم الأوّل، وهو الفاسد وجوب أجر المثل بالإستعمال لو المسمّٰى معلومًا . . . تفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد، وكل ما أفسد البيع كمامر (يفسدها) كجهالة مأجور أو أجرة أو مدة أو عمل وكشرط طعام عبد وعلف دابة ومرمة الدار أو مغارمها وعشر وخراج أو مؤنة رد۔ "اشباه"۔ (قوله: بالاستعمال) أي بحقيقة استيفاء المنفعة فلا يجب بالتمكّن منها۔ (الدر مع الرد: (۶/۴۵، ۴۶) كتاب الاجارة، باب الإجارة الفاسدة، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۸/۲۹) كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ط: رشيديه۔

شرح المجلّة للأتاسي: (۲/۵۳۸، ۵۴۳)، رقم المادة: ۴۶۰، ۴۶۱، الكتاب الثاني: في الإجارات، الباب الثاني: في بيان المسائل المتعلقة بالأجيرة، الفصل الرابع: في فساد الإجارة، وبطلانها، ط: رشيديه۔

(۲) وإجارة العقار المشتراة قبل القبض لايجوز، إمّا على الخلاف الّذي في بيع العقار قبل القبض كما ذهب إليه بعض المشايخ، أو على الوفاق كما ذهب إليه بعض المشايخ۔ (المحيط البرهاني: (۱۷/۲۴۹) كتاب المحاضر والسجلات، ورد محضر فيه دعوى مدة الإجارة ودعوى استحداث الأجر هذه على المستأجر، ط: إدارة القرآن)

(قوله: وإجارة) أي إجارة العقار فإنها لاتصح اتفاقًا، وقيل: على الخلاف، والصحيح الأوّل: لأنّ المعقود عليه في الإجارة المنافع وهلاكها غير نادر، وهو الصحيح۔ (شامى: (۵/۱۴۷) كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، فصل: في التصرف في المبيع والثمن . . . الخ، ط: سعيد)

حاشية الطحطاوي على الدر المختار: (۳/۱۰۰) ط: دار المعرفة۔=

البتہ کسی کلائنٹ کو اس کی ضرورت کا اثاثہ خرید کر اجارہ پر دینے کا وعدہ کیا جا سکتا ہے، پھر عذر کے بغیر وعدہ کے خلاف کرنا گناہ ہوگا۔ (۱) لیکن اس وعدہ کی پابندی دونوں یا کسی ایک فریق پر لازم نہیں ہوگی، کیونکہ لازم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اجارہ پر دینے والے نے اثاثہ خریدنے سے پہلے ہی اجارہ کا معاملہ کرلیا ہے اور وہ درست نہیں، اور خرید و فروخت کے معاملات میں ایسا وعدہ کرنا جس کی پابندی دونوں یا ایک فریق پر لازم ہو وہ حقیقت میں وعدہ نہیں بلکہ عقد ہے، اور خریدنے سے پہلے عقد کرنا جائز نہیں ہے۔ (۲)

❷ اگر اجارہ/لیز پر دینے والے بینک یا مالیاتی ادارہ نے کسی اثاثے کو خریدنے سے پہلے ہی اجارہ/لیز پر دینے کا وعدہ کیا ہے تو اس چیز کی خریداری کے لیے اس آدمی کو اپنا ایجنٹ (وکیل) مقرر نہیں کرسکتا جو اثاثہ خود کرایہ پر لینا چاہتا ہے، تاکہ یہ معاملہ سودی قرض کے مشابہ نہ ہو۔ (۳)

= وشرط المعقود عليه ستة كونه موجوداً مالاً متقوماً مملوكاً في نفسه وكون الملك للبائع فيما يبيعه لنفسه... فلم ينعقد بيع المعدوم... ولا بيع ما ليس مملوكاً له وإن ملكه بعده إلا السلم. (شامي: ۵۰۵/۴) كتاب البيوع، مطلب: شرائط البيع أنواع أربعة، ط: سعيد)

(۱) قوله: الخلف في الوعد حرام. قال السبكي: ظاهر الآيات والسنة تقتضي وجوب الوفاء. وقال صاحب العقد الفريد في التقليد: إنما يوصف بما ذكر أي بأن خلف الوعد نفاق إذا فارق الوعد العزم على الخلف... وأما من عزم على الوفاء ثم بدا له فلم يف بهذا لم يوجد منه صورة نفاق كما في الإحياء من حديث طويل عند أبي داود والترمذي مختصراً بلفظ "إذا وعد الرجل أخاه، ومن نيته أن يفي فلم يف فلا إثم عليه" انتهى. وقيل: عليه فيه بحث فإن أمر [أوفوا بالعقود] مطلق فيحمل عدم الإثم في الحديث على ما إذا منع مانع من الوفاء. (غمز عيون الأبصار: (۲۳۶/۳) كتاب الحظر والإباحة، ط: دار الكتب العلمية)

= مرقاة المفاتيح: (۱۱۴/۹) كتاب الآداب، باب المزاح، الفصل الثالث، ط: رشيديه.

(۲) انظر رقم الحاشية: ۲ تحت عنوان "اجارۃ/لیز کی شرائط".

(۳) عن علي أمير المؤمنين رضي الله عنه مرفوعاً: كل قرض جر منفعةً فهو ربا. (إعلاء السنن: (۱۴/ ۵۱۲) كتاب الحوالة، باب كل قرض جر منفعة فهو ربا، ط: إدارة القرآن) =

اجارہ کے معاملہ میں معقود علیہ (Subject Matter) متعین اور معلوم ہونا چاہیے تاکہ بعد میں فریقین کے درمیان کسی قسم کا جھگڑا نہ ہو، یعنی اجارہ پر دیے ہوئے اثاثے اور جائیداد کا فائدہ اور استعمال کا حق متعین اور معلوم ہو، مبہم نہ ہو ورنہ یہ غرر (Uncertainty) میں داخل ہوگا، شریعت نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (۱)

☆ قرض دینے کی شرط پر اجارہ کا معاملہ کرنا، یا اجارہ کی شرط پر قرض دینا جائز نہیں ہے، یعنی اس طرح کہنا کہ میں آپ کو اس شرط پر قرض دوں گا کہ آپ میرے ساتھ اجارہ کا معاملہ کریں گے یا میں آپ کے ساتھ اس شرط پر اجارہ کا معاملہ کروں گا کہ آپ اس کے بدلے مجھے اتنا قرض دیں، یہ ناجائز ہے۔ (۲)

= فلما حرمت الخمر حرم النبي صلى الله عليه وسلم استعمال هذه الظروف إما لأن في استعمالها تشبيها بشرب الخمر۔ (مرقاة المفاتيح: (۱/۱۶۳) كتاب الإيمان، تحت رقم الحديث: ۱۷، الفصل الأول، ط: رشيديه)

والتشبه بالحرام حرام۔ (حاشية الطحطاوي على المرقي: (ص: ۶۷۸) كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ويوجب الكفارة، فصل: يجب الإمساك، ط: قديمى)

(۱) شروط صحة الإجارة... ۲: أن يكون المعقود عليه وهو المنفعة معلوما علما يمنع من المنازعة، فإن كان مجهولاً جهالة مفضية إلى المنازعة لايصح العقد؛ لأن هذه الجهالة تمنع من التسليم والتسلم فلايحصل المقصود من العقد، والعلم بالمعقود عليه يكون ببيان محل المنفعة وبيان المدة وبيان العمل في استئجار الصنائع والعمال۔ أما بيان محل المنفعة فيحصل بمعرفة العين المستأجرة بعينها، فلو قال إنسان لآخر: أجرتك إحدى هاتين الدارين أو أحد هذين المركبين... لم يصح العقد لجهالة المعقود عليه جهالة فاحشة۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: (۵/۳۸۰۸، ۳۸۰۹) القسم الثالث: العقود أو التصرفات المدنية المالية، الفصل الثالث: عقد الإيجار، الفصل الثالث: عقد الإيجار، المبحث الثاني: شروط الإجارة، ط: رشيديه)

بدائع الصنائع: (۴/۱۸۰) كتاب الإجارة، فصل: وأما شرائط الركن فأنواع، ط: سعيد)

الفتاوى الهندية: (۴/۴۱۱) كتاب الإجارة، الباب الأول، ط: رشيديه۔

(۲) قال عليه الصلاة والسلام: كل قرض جر منفعة فهو ربا۔ (فيض القدير للمناوي: (۶/۲۸۲) رقم الحديث: ۶۳۳۶، حرف الكاف، ط: دار الحديث القاهرة)

☆ اجارہ کا معاملہ کرتے وقت اس بات کا تعین کرنا بھی ضروری ہے کہ روزانہ، یا ماہانہ یا سالانہ کرایہ کیا ہوگا، اور اگر اجارہ لمبی مدت کے لیے ہو تو پھر یہ بھی طے کرنا ضروری ہے کہ آئندہ اس میں اضافہ کتنی مدت بعد ہوگا، اور کس تناسب سے ہوگا تاکہ بعد میں کسی قسم کا جھگڑا نہ ہو۔ (۱)

☆ جب تک اجارہ پر دینے والا اجارہ پر دیا ہوا اثاثہ اجارہ پر لینے والے کے قبضہ میں نہیں دے دیتا، یا اجارہ کے معاہدہ میں کرایہ کی رقم پیشگی ادا کرنے کی شرط نہیں لگا لیتا وہ کرایہ کی وصولی کا حق دار نہیں بنتا، لہٰذا اجارہ کا معاہدہ سے پہلے کرایہ ادا کرنے کا مطالبہ کرنا درست نہیں۔ (۲)

= ▢ کل قرض جر منفعة فهو وجه من وجوه الربا۔ (السنن الكبرى للبيهقي: (۳۵۰/۵) كتاب البيوع، باب كل قرض جر منفعة فهو ربا، ط: إدارة تاليفات اشرفيه)

▢ كل قرض جر نفعا فهو حرام۔ (شامی: (۱۶۶/۵) كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، فصل في القرض، ط: سعيد)

▢ تفسد الإجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد، فكل ما أفسد البيع يفسدها۔ (الدر المختار مع الرد: (۴۶/۶) كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ط: سعيد)

▢ (يفسد الإجارة الشرط) ... وكل شرط لا يقتضيه العقد وفيه منفعة لأحد المتعاقدين يفضي إلى المنازعة فيفسد الإجارة۔ (البحر الرائق: (۸۹/۸) كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ط: رشيديه)

▢ فتح القدير: (۹۲/۹) كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ط: رشيديه۔

(۱) ومنها أن تكون الأجرة معلومة۔ (الفتاوى الهندية: (۴۱۱/۴) كتاب الإجارة، الباب الأول في تفسير الإجارة وركنها... الخ، ط: رشيديه)

▢ بدائع الصنائع: (۱۹۳/۴) كتاب الإجارة، فصل: وأما شرائط الركن فأنواع، ط: سعيد۔

▢ الفقه الإسلامي وأدلته: (۳۸۲۲/۵) القسم الثالث: العقود أو التصرفات المدنية المالية، الفصل الثالث: عقد الإيجار، المبحث الثاني: شروط الإجارة، ط: رشيديه۔

(۲) (واعلم أن الأجر لا يلزم بالعقد، فلا يجب تسليمه) به (بل بتعجيله أو شرطه في الإجارة ... أو الاستيفاء) للمنفعة (أو تمكنه منه)۔ (الدر المختار مع الرد: (۱۰/۶) كتاب الإجارة، ط: سعيد)

▢ درر الحكام شرح غرر الأحكام: (۲۲۶/۲) كتاب الإجارة، ط: مير محمد كتب خانه۔

▢ البحر الرائق: (۸/۸) كتاب الإجارة، ط: رشيديه۔

☆ کرایہ کی ادائیگی میں تاخیر کی بنا پر کرایہ دار سے اضافی رقم وصول کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ کرایہ ادا کرنا لازم ہونے کے بعد کرایہ کی رقم کرایہ دار کے ذمہ دین (DEBT) بن جاتا ہے، جس پر ملنے والا کوئی بھی اضافہ کسی بھی نام سے ہو سود ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہوتا ہے، خواہ اجارہ پر دینے والا بینک یا مالیاتی ادارہ یہ اضافی رقم نیکی اور بھلائی کے کاموں پر خرچ کرے یا کسی بھلائی کے کام میں خرچ کرنے کے لیے وصول کرلے بہر صورت یہ ناجائز اور حرام ہے۔[1]

☆ اجارہ پر چیز لینے والا شخص (Lessee) صرف چیز کے استعمال کا حق خریدتا ہے چیز نہیں خریدتا، اور اجارہ کے پورے عرصہ کے دوران اصل چیز اجارہ پر دینے والے کی ملکیت میں رہتی ہے، اس لیے اگر اجارہ کی مدت کے دوران اجارہ پر دی گئی چیز کا کوئی نقصان ہوجائے تو وہ اجارہ پر دینے والا برداشت کرے گا۔[2]

---

(۱) قال علیه الصلاة والسلام: كل قرض جر منفعة فهو حرام۔ (فيض القدير للمناوي: (۲۸۲/۶) رقم الحديث: ۶۳۳۶، حرف الكاف، ط: دار الحديث)

عن علي أمير المؤمنين رضي الله تعالىٰ عنه مرفوعا: كل قرض جر منفعة فهو ربا . . . وقال الموفق: وكل قرض شرط فيه الزيادة، فهو حرام بلا خلاف۔ (إعلاء السنن: (۵۱۲/۱۴، ۵۱۳) كتاب الحوالة، باب كل قرض منفعة فهو ربا، ط: إدارة القرآن)

كل قرض جر نفعا فهو حرام۔ (شامي: (۱۶۶/۶) كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، فصل: في القرض، ط: سعيد)

الأشباه والنظائر: (ص: ۲۵۷) الفن الثاني، كتاب المداينات، ط: قديمي۔

(۲) (وعمارة الدار) المستأجرة (وتطيينها) وإصلاح الميزاب وما كان من البناء على رب الدار) وكذا كل ما يخل بالسكنى۔ (الدر المختار مع رد المحتار: (۷۹/۶) كتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، ط: سعيد)

أعمال الأشياء التي تخل بالمنفعة المقصودة عائدة على الآجر، مثلاً: تطهير الرحى على صاحبها، وكذلك تعمير الدار وطرق الماء وإصلاح منافذه وإنشاء الأشياء التي تخل بالسكنى وسائر الأمور التي تتعلق بالبناء كلها لازمة على صاحب الدار۔ (شرح المجلة لسليم باز: (۲۲۸/۱) المادة: ۵۲۹، الكتاب الثاني: في الإجارة، الباب السادس في أنواع المأجور وأحكامه، الفصل الأول، ط: فاروقيه)

درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۶۰۸/۱) رقم الحديث: ۵۲۹، أيضا، ط: دار الجيل۔

تاہم اگر اجارہ پر لینے والے کی زیادتی بے اعتنائی، غلط استعمال اور غفلت سے نقصان ہوا ہے تو وہ اجارہ پر لینے والا ہی برداشت کرے گا۔ (۱)

☆ اجارہ اور لیز کی پوری مدت کے دوران اجارہ اور لیز پر دی گئی چیز کو استعمال کے قابل حالت میں رکھنا اجارہ پر دینے والے کی ذمہ داری ہے، کیونکہ کرایہ دار سے لیا جانے والا کرایہ اصل میں اثاثے جائیداد وغیرہ سے فائدہ اٹھانے کا معاوضہ ہے، لہٰذا اجارہ پر دینے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کو درست حالت میں رکھے، تاکہ کرایہ دار اس سے مکمل طور پر فائدہ اٹھا سکے۔ (۲) البتہ جن اخراجات کا تعلق کرایہ دار کے استعمال سے ہے جیسے بجلی اور گیس وغیرہ کا بل وہ کرایہ دار کی ذمہ داری ہے۔ (۳)

)ولا یضمن ما هلک في يده أو بعمله كتخريق الثوب من دقه إلا إذا تعمد الفساد فيضمن كالمودع.
در المختار مع الرد: (۶/ ۷۰، ۷۱) كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير، مطلب: ليس للأجير اص أن يصلي النافلة، ط: سعيد)
البحر الرائق: (۸/ ۵۳، ۵۴) كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير، ط: رشيديه.
تبيين الحقائق: (۵/ ۱۳۸) كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير، ط: إمداديه ملتان.
(وعمارة الدار) المستأجرة (وتطيينها) وإصلاح الميزاب وما كان من البناء على رب الدار) ا كل ما يخل بالسكنى. (الدر المختار مع رد المحتار: (۶/ ۷۹) كتاب الإجارة، باب فسخ ارة، ط: سعيد)
عمال الأشياء التي تخل بالمنفعة المقصودة عائدة على الآجر، مثلاً: تطهير الرحى على صاحبها، لک تعمير الدار و طرق الماء وإصلاح منافذه وإنشاء الأشياء التي تخل بالسكنى و سائر الأمور علق بالبناء كلها لازمة على صاحب الدار. (شرح المجلة لستم باز: (۱/ ۲۲۸) المادة: ۵۲۹، ب الثاني: في الإجارة، الباب السادس في أنواع المأجور وأحكامه، الفصل الأول، ط: فاروقيه)
رر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۱/ ۲۰۸) رقم الحديث: ۵۲۹، أيضاً، ط: دار الجيل.
وله: لأن أثر الثنية و كرى الأنهار ... الخ) والأصل هنا أن ما كان ملائماً للعقد لا يكون مفسداً له ثم ک نقول: إنما تستأجر الأراضي لمنفعة المستأجر خاصة، فكل فعل ينتفع به المستأجر خاصة اب والزراعة والسقي يكون ملائماً للعقد. (حاشية الشلبي على التبيين: (۵/ ۱۳۱) كتاب ة، باب الإجارة الفاسدة، ط: إمداديه ملتان)
لدر المختار مع رد المحتار: (۶/ ۲۰) كتاب الإجارة، مطلب: يخص القياس والأثر بالعرف العام خاص، ط: سعيد.

☆ اجارہ میں یہ شرط رکھنا جائز نہیں کہ اجارہ کی مدت ختم ہونے کے بعد اجارہ اور لیز پر دی ہوئی چیز کرایہ دار کو فروخت یا ہبہ کردی جائے گی، کیونکہ اس طرح شرط رکھنے سے ایک عقد میں دو عقد جمع ہو جاتے ہیں، اور یہ دینِ اسلام میں جائز نہیں ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع میں دو بیع سے منع فرمایا۔ (۱)

☆ جب اجارہ پر دینے والا اصل مالک اجازت دے یا عرف عام میں ایسا کرنا جائز سمجھا جاتا ہو تو کرایہ داری وہی اثاثہ اور جائیداد کسی دوسرے شخص کو بھی کرایہ پر دے سکتا ہے، خواہ دوسرے شخص سے لیا جانے والا کرایہ اصلی مالک کو ادا کئے جانے والے کرائے کے مساوی ہو یا اس سے کم ہو یا زیادہ اس کو ضمنی اجارہ (Sub Lease) کہا جاتا ہے۔

اگر دوسرے آدمی سے لیا جانے والا کرایہ اصلی مالک کو ادا کیے جانے والے کرائے کی رقم سے زیادہ ہے، مثلاً دس ہزار ماہانہ کرایہ پر لیا اور آگے پندرہ ہزار کرائے پر دیدیا، تو زائد کرائے کی رقم حلال ہونے کے لیے پہلے کرایہ دار کو اس میں کچھ کام کرنا پڑے گا ورنہ زائد رقم حلال نہیں ہوگی، مثلاً پہلے کرائے دار نے مکان یا مکان میں اپنی طرف سے لائٹ پنکھا لگا دیا یا فرنیچر رکھ دیا، یا اس میں رنگ وروغن کیا تو ان صورتوں میں کرایہ کی زائد رقم بھی حلال ہوگی۔

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيعتين في بيعة۔ (جامع الترمذي: (۱/۲۳۳) أبواب البيوع، باب ماجاء في النهي عن بيعتين في بيعة، ط: سعيد)
مشكاة المصابيح: (ص: ۲۴۸) كتاب البيوع، باب المنهي عنها من البيوع، الفصل الثاني، ط: قديمي۔
وكذلك لو باع عبدًا على أن يستخدمه البائع شهرًا أو دارًا على أن يسكنها أو على أن يقرضه المشتري درهمًا أو على أن يهدي له هدية)؛ لأنه شرط لا يقتضيه العقد... ولأنه لو كان الخدمة والسكنى يقابلها شيء من الثمن يكون إجارة في بيع ولو كان لا يقابلهما يكون إعارة في بيع وقد نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن صفقتين في صفقة۔ (الهداية: (۳/۶۲) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: رحمانيه)

کرایہ دار کے لئے آگے کرایہ پر دینا جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اجارہ کا عقد ہونے کے بعد اس چیز کی منفعت کا مالک کرایہ دار بن جاتا ہے، لہٰذا وہ منفعت کو جس طرح چاہے آگے کسی کو فروخت کرسکتا ہے۔ (۱)

☆ فریقین کی رضامندی کے بغیر طے شدہ مدت ختم ہونے سے پہلے اجارہ ختم نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اجارہ بھی بیع کی طرح عقد لازم ہے، اس لیے کسی ایک فریق کو یکطرفہ ختم کرنے کا حق نہیں ہوتا، ہاں اگر کوئی عذر ہو مثلاً اجارہ پر دیا ہوا اثاثہ استعمال کے قابل نہیں رہا، یا کرایہ دار طے شدہ شرائط کی پابندی نہیں کررہا تو ایسی

---

(۱) جمهور الفقهاء (الحنفية والمالكية والشافعيه والأصح عند الحنابلة) على جواز إيجار المستأجر إلى غير المؤجر الشيء الذي استأجره وقبضه في مدة العقد، ما دامت العين لاتتأثر باختلاف المستعمل، وقد أجازه كثير من فقهاء السلف، سواء أكان بمثل الأجرة أم بزيادة۔ وذهب القاضي من الحنابلة إلى منع ذلك مطلقا... والأول أصح؛ لأن قبض العين قام مقام قبض المنافع... وذهب الحنفية إلى جواز الإجارة الثانية إن لم تكن الأجرة فيها من جنس الأجرة الأولى للمعنى السابق، أما إن اتحد جنس الأجرتين، فإن الزيادة لا تطيب للمستأجر۔ وعليه أن يتصدق، وصح الإجارة الثانية؛ لأن الفضل فيه شبهة۔ أما إن أحدث زيادة في العين المستأجرة فتطيب الزيادة؛ لأنها في مقابلة الزيادة المستحدثة۔ (الموسوعة الفقهية: (۱/۲٦۷، ۲٦۸) حرف الألف: إجارة، الفصل الثالث: أحكام الإجارة الأصلية والتبعية، المطلب الأول، ط: وزارة الاوقاف الشئون الاسلامية)

(للمستأجر أن يؤجر المؤجر) بعد قبضه وقيل: وقبله (من غير مؤجره)۔ (قوله: للمستأجر أن يؤجر المؤجر... الخ) أي ما استأجره بمثل الأجرة الأولى أو بأنقص، فلو بأكثر تصدق بالفضل إلا في مسألتين كما مر۔ (الدر المختار مع رد الرد: (۹۱/٦) كتاب الإجارة، مسائل شتى، مطلب في إجارة المستأجر للمؤجر ولغيره، ط: سعيد)

(ولو آجر بأكثر تصدق بالفضل إلا في مسألتين: إذا آجرها بخلاف الجنس أو أصلح فيها شيئا۔

(قوله: أو أصلح فيها شيئا) بأن جصصها أو فعل فيها مسناة، وكذا كل عمل قائم؛ لأن الزيادة بمقابلة ما زاد من عنده حملا لأمره على الصلاح كما في المبسوط۔ (الدر المختار مع رد المحتار: (۲۹/٦) كتاب الإجارة، باب ما يجوز من الإجارة وما يكون خلافا فيها، ط: سعيد)

المبسوط للسرخسي: (۱۳۰/۱۵) كتاب الإجارات، باب إجارة الدور والبيوت، ط: دار المعرفة۔

صورت میں دوسرے فریق کو یکطرفہ اجارہ فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔[1]

اجارہ میں اجرت کی شرح بینک میں

اسلامی بینک کے عقد اجارہ میں با قاعدہ اجرت متعین نہیں ہوتی، بلکہ عقد اجارہ میں اجرت کی شرح کے تعین کے لیے بازار یا کسی خاص ملک کی شرح سود کو معیار بنایا جاتا ہے، تاکہ اسلامی بینک کو اجارہ کے ذریعہ اتنا ہی نفع ہو جتنا سودی بینک لیز نگ اور سودی قرضوں پر حاصل کرتے ہیں، حالانکہ اجارہ میں اجرت کا پیشگی تعین اور معلوم ہونا ضروری ہے، ورنہ معاملہ ناجائز ہوتا ہے۔ اور سودی مارکیٹ میں شرح سود ہمیشہ یکساں نہیں رہتی، بلکہ بدلتی رہتی ہے، کیوں کہ افراطِ زر کی شرح کے تناسب سے سود کی شرح میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، اس طرح اجرت مجہول ہو جائے گی، اجارہ صحیح نہیں ہوگا۔[2]

---

(۱) فالإجارة لازم إذا وقعت صحيحة عرية عن خيار الشرط والعيب والرؤية عند عامة العلماء، فلا تفسخ من غير عذر۔ وقال شريح: أنها غير لازمة وتفسخ بلا عذر؛ لأنها إباحة المنفعة فأشبهت الإعارة۔ ولنا: أنها تمليك المنفعة بعوض فأشبهت البيع۔ وقال سبحانه وتعالى: {أوفوا بالعقود} والفسخ ليس من الإيفاء بالعقد ... ولأنها معاوضة مطلقة، فلا ينفرد أحد العاقدين فيها بالفسخ إلا عند العذر عن المضي في موجب العقد من غير تحمل ضرر كالبيع۔ (بدائع الصنائع: (۲۰۱/۴) كتاب الإجارة، فصل: وأما صفة الإجارة، ط: سعيد)

الدر المختار مع الرد: (۸۰/۶، ۸۱) كتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، ط: سعيد۔

تفسخ الإجارة ... بعيب) قديم أو حادث (فوت النفع) بالمستأجر (كخراب الدار وانقطاع ماء الأرض أو الرحى)۔ (الدر المنتقى: (۵۵۴/۳) كتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، ط: دار الكتب العلمية)

(۲) وحكم الأول، وهو الفاسد وجوب أجر المثل بالإستعمال لو المسمٰى معلومًا ... تفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد، وكل ما أفسد البيع كما مر (يفسدها) كجهالة مأجور أو أجرة أو مدة أو عمل وكشرط طعام عبد وعلف دابة ومرمة الدار أو مغارمها وعشر وخراج أو مؤنة رد۔ "اشباه"۔ (قوله: بالاستعمال) أي بحقيقة استيفاء المنفعة فلا يجب بالتمكن منها۔ (الدر مع الرد: (۴۵/۶، ۴۶) كتاب الاجارة، باب الإجارة الفاسدة، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۲۹/۸) كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ط: رشيديه۔=

اجارہ میں حکمت

اجارہ (کرایہ داری) انسانوں کی بنیادی ضروریات کی فراہمی آسان بنانے کا ایک اہم ذریعہ ہے، بسا اوقات انسان کو کسی چیز کی شدید ضرورت ہوتی ہے، لیکن وہ اس کو خریدنے پر قادر نہیں ہوتا، یا وہ خریدنے پر قادر ہوتا ہے مگر اس کی مالیت کے مقابلے میں فائدہ بہت کم ہوتا ہے، اس وجہ سے انسان خریداری کے بجائے کرایہ داری کے معاملے کو ترجیح دیتا ہے، یا بعض اوقات آدمی کے پاس کوئی جائیداد یا چیز ہوتی ہے، اور اس کو فوری ضرورت نہیں ہوتی، مستقبل میں پیش آنے کا امکان ہوتا ہے، تو اس صورت میں بھی وہ فروخت کی جگہ کرایہ پر دینے کو بہتر سمجھتا ہے، تاکہ جائیداد وغیرہ بھی ہاتھ سے نہ نکلے اور کرایہ کی صورت میں فائدہ بھی حاصل ہوتا رہے۔

نیز یہ کہ دنیا میں بیشتر افراد کا روزگار اجارہ پر ہے اگر اس پر پابندی ہوتی تو بے روزگاری میں انتہائی حد تک اضافہ ہوتا۔ (۱)

موجودہ دور کی معاشی سرگرمیوں میں اجارہ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، اس کے بغیر دنیا کا نظام نہیں چل سکتا، لہٰذا اس کی اجازت اللہ تعالیٰ کا خاص کرم اور احسان ہے۔

= شرح المجلة للأتاسي: (۵۳۸/۲، ۵۴۳)، رقم المادة: ۴۶۰، ۴۶۱، الكتاب الثاني: في الإجارات، الباب الثاني: في بيان المسائل المتعلقة بالأجرة، الفصل الرابع: في فساد الإجارة، وبطلانها، ط: رشیدیہ۔

(۱) لأن الله تعالى إنما شرع العقود لحوائج العباد، وحاجتهم إلى الإجارة ماسة؛ لأن كل واحد لا يكون له دار مملوكة يسكنها أو أرض مملوكة يزرعها أو دابة مملوكة يركبها وقد لا يمكنه تملكها بالشراء لعدم الثمن، ولا بالهبة ولا بالعارية؛ لأن نفس كل واحد لا يسمح بذلك فيحتاج إلى الإجارة فجوزت بخلاف القياس لحاجة الناس كالسلم ونحوه... فلو لم يشرع الإجارة مع امتساس الحاجة إليها لم يجد العبد لدفع هذه الحاجة سبيلاً وهذا خلاف موضوع الشرع. (بدائع الصنائع: (۱۷۴/۴) كتاب الإجارة، فصل في ركن الإجارة ومعناها، ط: سعيد)=

اجازت کے بغیر چیز فروخت کردی

جس چیز کا آدمی خود مالک نہیں ہے اور اس نے مالک کی اجازت کے بغیر وہ چیز اپنی طرف سے خود فروخت کردی ہے تو یہ بیع (بیچنا) مالک کی اجازت پر موقوف رہے گی، اگر مالک اجازت دے دے گا تو بیع صحیح ہوجائے گی اور اگر مالک اجازت نہیں دے گا تو بیع صحیح نہیں ہوگی، اور یہ غیر موجود چیز کے حکم میں ہوگا۔ (۱)

= (إلا أنا جوزناه) أي عقد الإجارة (لحاجة الناس إليه) قد يحتاج إلى منافع الأعيان لإقامة المصالح، ولا يجد الثمن يشتري العين، وصاحب الأعيان قد يحتاج إلى الدراهم ولا يتهيأ له البيع، والفقير يحتاج إلى المال والغني إلى الأعمال فلو لم تجز الإجارة تضاق الأمر على الناس، ولهذا يترک القياس كما جاز السلم لحاجة المفاليس۔ (البناية شرح الهداية: (۲۷۰/۹) كتاب الإجارات، ط: دار الفكر)

المبسوط للسرخسي: (۷۵/۱۵) كتاب الإجارات، ط: دار المعرفة۔

(۱) البيع نوعان: صحيح و فاسد۔ والصحيح نوعان: لازم و غير لازم ... ومنهم من جعله قسيما للصحيح وعليه مشي الشارح الزيلعي، فإنه قسمه إلى صحيح، وباطل، وفاسد وموقوف، فجعله من غير الجائز مريدًا بالجائز النافذ... وقال قبله في جواب الشافعي في بيع الفضولي: إنه غير صحيح؛ لأنه لايفيد حكمه وصحة التصرف عبارة عن اعتباره في حق الحكم۔ فقال: قلنا نعم، وعندنا هذا التصرف يفيد في الجملة، وهو ثبوت الملک موقوفا على الإجازة إنما من كل وجه أو من وجه لكن لا يظهر شيئ من ذلک عند العقد، وإنما يظهر عند الإجازة۔ (البحر الرائق: (۱۱۴/۶، ۱۱۵) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد ط: رشيديه)

ومن باع ملک غيره فللمالک أن يفسخه أو يجيزه إن بقي العاقدان والمعقود عليه وله وبه) يعني أنه صحيح موقوف على الإجازة بالشرائط الأربعة... ولو قال: لا أجيز يكون ردًا للبيع بخلاف الرضا۔ (البحر الرائق: (۲۴۵/۶، ۲۴۷) كتاب البيع، فصل: في بيع الفضولي، ط: رشيديه)

إذا كان البيع غير لازم كان حق الفسخ لمن له الخيار، البيع الموقوف يفيد الحكم عند الإجازة، وأما قبل الإجازة، فلا يفيده حتى أن المشتري من الفضولي لو باعه قبل إجازة المالک، البيع الأول وهو بيع الفضولي، يكون بيع من اشترى منه باطلاً۔ (شرح المجلة للأتاسي: (۳۷۳/۲، ۳۷۴) رقم المادة: ۳۷۶، ۳۷۷، الكتاب الأول: البيوع، الباب السابع: في بيان البيع وأحكامه، الفصل الثاني: في بيان أحكام أنواع البيوع، ط: رشيديه)

شرح المجلة لرستم باز: (۱۶۸/۱) رقم المادة: ۳۷۶، ۳۷۷، الكتاب الأول: في البيوع، الباب السابع، الفصل الثاني: في بيان أحكام أنواع البيوع، ط: فاروقيه كوئٹه۔

اجازت کے بغیر کسی کی زمین فروخت کرنا

بعض علاقوں میں بہنوں اور بیٹیوں کو وراثت کا حصہ نہیں دیتے اور بھائی اور بیٹے میت کے تمام ترکہ اور جائیداد وغیرہ پر قبضہ کر لیتے ہیں، یہ ناجائز اور حرام ہے ایسے لوگ جنت سے بھی محروم رہیں گے۔ (۱)

ایسے بھائی، بہنوں کے حصوں کو ناجائز طور پر قبضہ کرنے کی وجہ سے غاصب اور ظالم ہیں، اگر ایسے بھائی بہنوں کے حصے کی زمین کو ان کی اجازت کے بغیر فروخت کریں گے تو یہ بیع فضولی ہوگی اور بہنوں کی اجازت پر موقوف رہے گی، اگر وہ اجازت دیں گی تو بیع نافذ ہوگی، ورنہ بیع باطل ہو جائے گی۔ (۲)

---

(۱) عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة ، رواه ابن ماجة ورواه البيهقي في شعب الإيمان ، عن أبي هريرة ۔ (مشكاة المصابيح: (ص: ۲٦٦) باب الوصايا، الفصل الثالث، ط: قديمى)

☐ عن سعيد بن زيد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أخذ شبرا من الأرض ظلما فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين۔ متفق عليه (مشكاة المصابيح: (ص: ۲۵۳) باب الغصب والعارية، الفصل الأول، ط: قديمى)

☐ بدائع الصنائع: (۱۴۸/۷) كتاب الغصب، فصل: وأما حكم الغصب، ط: سعيد۔

(۲) كل واحد من الشركاء في شركة الملك أجنبي في حصة الآخر ولا يعتبر أحد وكيلا عن الآخر، فلذلك لا يجوز تصرف أحدهما في حصة الآخر بدون إذنه ۔ (شرح مجلة الأحكام لسليم رستم باز، (۴۷۷/۱) [المادة: ۱۰۷۵] الكتاب العاشر: في أنواع الشركات، الباب الأول: في شركة الملك وتقسيمها، الفصل الثاني في كيفية التصرف في الأعيان المشتركة، ط: فاروقيه كوئٹه)

☐ ولا يجوز لأحدهما أن يتصرف في نصيب الآخر إلا بأمره، وكل واحد منهما كالأجنبي في نصيب صاحبه۔ (الفتاوى الهندية: (۲/ ۳۰۱) كتاب الشركات، الباب الأول: في بيان أنواع الشركة وأركانها ...، الفصل الأول في بيان أنواع الشركة، ط: رشيديه)

☐ شرح المجلة للأتاسي: (۱۵/۴) رقم المادة: ۱۰۷۵، الكتاب العاشر: في أنواع الشركات، الباب الأول: في شركة الملك وتقسيمها، الفصل الثاني: في كيفية التصرف في الأعيان المشتركة، ط: فاروقيه كوئٹه۔

اجرت پیشگی دینا

اجارہ (کرایہ کے معاملہ) میں اصل قاعدہ تو یہی ہے کہ جب کام پورا ہو جائے یا اجیر ڈیوٹی پوری کر دے اس وقت اجرت کا مستحق قرار پاتا ہے اور مالک کے ذمہ اجرت کی ادائیگی لازم ہو جاتی ہے، تاہم اگر کوئی ملازم پیشگی اجرت کی شرط رکھے یا دکان یا مکان کا مالک پیشگی کرایہ کا مطالبہ کرے اور کرایہ دار اس شرط کو تسلیم کرے یا ادارہ اور کمپنی خود ملازمین کو مہینے کے شروع میں پیشگی تنخواہ ادا کر دے، یہ سب صورتیں آپس کی رضامندی سے شرعاً جائز ہیں۔[1]

اجرت دلالوں کے آپس میں تقسیم کرنے کا طریقہ

''دلالوں کا آپس میں اجرت تقسیم کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۳۰/۳)

اجرت ڈاڑھی مونڈنے کی

''ڈاڑھی مونڈنے کی اجرت'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۸۵/۳)

---

(۱) لاتلزم الأجرة بالعقد المطلق۔ یعنی لایلزم تسلیم بدل الإجارة بمجرد انعقادها حالاً، سواء كان البدل عيناً أو ديناً ... تلزم الأجرة بالتعجيل يعني لو سلم المستأجر الأجرة نقدًا ملكها الآجر وليس للمستأجر استردادها، سواء كانت الإجارة منجزة أو مضافة ... تلزم الأجرة بشرط التعجيل يعني لو شرط كون الأجرة معجلة يلزم المستأجر تسليمها إن كان عقد الإجارة وارداً على منافع الأعيان أو على العمل ففي الصورة الأولى للآجر أن يمتنع عن تسليم المأجور، وفي الصورة الثانية للأجير أن يمتنع عن العمل إلى أن يستوفيا الأجرة، وعلى كلتا الصورتين لهما المطالبة بالأجرة نقدًا فإن امتنع المستأجر عن الإيفاء فلهما فسخ الإجارة۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۲۰۸/۱)، رقم المادة: ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، الكتاب الثاني: في الإجارة، الباب الثالث: في المسائل التي تتعلق بالأجرة، الفصل الثاني: في المسائل المتعلقة بلزوم الأجرة وكيفية استحقاقها للمؤجر، ط: فاروقیه کوئٹه)

الدر مع الرد: (۶۳/۶) كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير، ط: سعید۔

شرح المجلة للأتاسي: (۵۳۹/۲، ۵۱۱) رقم المادة: ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، الكتاب الثاني في الإجارة، الباب الثالث، الفصل الثاني: في المسائل المتعلقة بسبب لزوم الأجرة وكيفية استحقاق الآجر الأجرة، ط: رشیدیه۔

اجرت کی رسید کی کام مکمل کرنے سے پہلے خرید وفروخت کرنا

☆......اجرت کی رسید کی کام مکمل ہونے سے پہلے خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہے۔اور کام مکمل کرنے کے بعد اجرت کی رسید میں جتنی رقم لکھی ہوئی ہے اتنی رقم کے عوض میں فروخت کرنا یعنی حوالہ کرنا جائز ہے۔

مثلاً: زید ٹھیکیداری کا کام کرتا ہے، اس کے ہاں کاروبار کا یہ طریقہ ہے کہ وہ دوسرے اشخاص سے گاڑیاں کرایہ پر لے لیتا ہے اور اجرت کی رسید دے دیتا ہے، مگر اجرت کام ختم ہونے کے بعد دیتا ہے، اب اگر گاڑی کے مالک کو پیسوں کی ضرورت ہو اور وہ اسی رسید کو ٹھیکیدار یا کسی دوسرے پر فروخت کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو کام مکمل ہونے سے پہلے فروخت کرنا (حوالہ کرنا) جائز نہیں ہوگا[1] اور کام مکمل ہونے کے بعد رسید میں لکھی ہوئی رقم کے برابر رقم سے تبادلہ کرنا جائز ہوگا۔[2]

---

(۱) وعن ابن عباس قال: أما الذي نهى عنه النبي صلى الله عليه وسلم فهو الطعام أن يباع حتى يقبض، قال ابن عباس: ولا أحسب كل شيئ إلا مثله۔ متفق عليه (مشكاة المصابيح: (ص: ۲۴۷) كتاب البيوع، باب المنهي عنها من البيوع، الفصل الأول، وفيه أيضا: وعنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لايحل سلف وبيع، ولا شرطان في بيع ولا ربح مالم يضمن، ولا بيع ماليس عندك۔ رواه الترمذي۔۔۔، (ص: ۲۴۸) الفصل الثاني، ط: قديمى)

☜ لايملك الأجرة الابواحد من هذه الأربعة، والمراد أنه لايستحقها الموجر الابذلك۔۔۔ لكن ليس له بيعها قبل قبضها۔ (البحر الرائق: (۷/ ۳۰۰) كتاب الاجارة، ط: رشيديه كوئٹه)

☜ (قوله: ومايستجره الانسان) ذكر في البحر: ان من شرائط المعقود عليه أن يكون موجوداً، فلم ينعقد بيع المعدوم۔ (شامى: (۵۱۶/۴) كتاب البيوع، قبيل: مطلب في بيع الاستجرار، ط: سعيد)

☜ الفتاوى الهندية: (۳/۳) كتاب البيوع، الباب الأول: في تعريف البيع،۔۔۔، ط: رشيديه)

(۲) هي نقل الدين من ذمة إلى ذمة وتصح في الدين لا في العين برضا المحتال والمحتال عليه۔ (البحر الرائق: (۲۱۰/۶) كتاب الحوالة، ط: رشيديه)

☜ الهندية: (۲۹۵/۳) كتاب الحوالة، الباب الأول، ط: رشيديه۔

☜ الدر مع الرد: (۳۴۰/۵) كتاب الحوالة، ط: سعيد۔

اجرت متعین کرنا قرض وصول کرنے کے لیے

”قرض وصول کر کے دینے کی اجرت“ عنوان کے تحت دیکھیں۔(۱۹۱/۵)

اجرت متعین کرنے کا طریقہ

”دلال کی اجرت متعین ہو“ عنوان کے تحت دیکھیں۔(۳۲۶/۳)

اجزائے ترکیبی کے بارے میں غلط بیانی کرنا

”اشیا کے اجزائے ترکیبی کے متعلق غلط بیانی کرنا“ عنوان کے تحت دیکھیں۔

اجنبی عورت سے مصافحہ کرنا

شدید مجبوری کے بغیر غیر محرم عورت کو ہاتھ لگانا شرعاً بڑا گناہ ہے؛ اس لیے اجنبی عورت سے ہرگز ہرگز مصافحہ نہ کرے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ہاتھ کا زنا قرار دیا ہے، چناں چہ حدیث شریف میں ہے:

”والیدان تزنیان وزناھما البطش“۔[1]

یعنی ہاتھوں کا بھی زنا ہے، ہاتھوں کا زنا یہ ہے کہ (اجنبی مرد وعورت کا) ایک دوسرے کو پکڑنا۔

ایک روایت میں ہے کہ: ”اپنے سر میں سوئی گھونپنا زیادہ بہتر ہے اس سے

(۱) عن أبي هريرة قال: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لكل ابن ادم حظه من الزنا بهذه القصة قال: واليدان تزنيان فزناهما البطش والرجلان تزنيان فزناهما المشي والفم يزني فزناه القبل۔ (أبو داود: (۳۱۰/۱) كتاب النكاح، باب مايؤمر به من غض البصر، رقم الحديث: ۲۱۵۳، ط: رحمانية كوئٹه)

سنن البيهقي الكبرى: (۸۹/۷) رقم الحديث: ۱۳۲۸۹، كتاب النكاح، باب تحريم النظر إلى الأجنبيات من غير سبب مبيح، ط: مكتبة دار باز مكة المكرمة)

مسند أحمد بن حنبل: (۳۴۳/۲) رقم الحديث: ۸۵۰۷، مسند المكثرين من الصحابة، مسند أبي هريرة رضى الله عنه، ط: مؤسسة القرطبة القاهرة۔

کہ ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لیے حلال نہ ہو“۔ (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی عورتوں سے مصافحہ نہیں فرماتے تھے، بلکہ اگر کوئی عورت خود درخواست کرتی تب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم صاف انکار فرمادیتے تھے۔ (۲)

اس لیے دکانداروں کے لیے نامحرم عورتوں کو گھڑی، زیورات، کپڑے اور جوتے وغیرہ پہنانا اور ان سے مصافحہ کرنا ناجائز اور گناہ ہے، اسی طرح باہر ممالک سے آنے والی مختلف کمپنیوں کے نمائندہ عورتوں سے مصافحہ کرنا بھی حرام ہے۔

اجنبی کے فعل کی شرط لگانا بیع میں

”بیع میں اجنبی کے فعل کی شرط لگانا“ عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲/۲۴۲)

---

(۱) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لأن يطعن في رأس أحدكم بمخيط من حديد خير له من أن يمس امرأة لاتحل له۔ (المعجم الكبير للطبراني: (۲۰/۲۱۱) رقم الحديث: ۴۸۶، باب الميم، معقل بن يسار يكنى أبا علي، ط: مكتبة العلوم والحكم)

كنز العمال: (۵/۳۲۸) رقم الحديث: ۱۳۰۶۵، كتاب الحدود من قسم الأقوال، الباب الثاني في أنواع الحدود، الفصل الأول: في الزنا، الفرع الثاني في مقدمات الزنا و الخلوة بالأجنبية، ط: مؤسسة الرسالة)

فيض القدير: (۵/۳۲۹) رقم الحديث: ۷۲۱۶، حرف اللام، ط: دار الكتب العلمية۔

(۲) أخبرنا مالک أخبرنا محمد بن المنكدر عن أميمة بن رقيقة أنها قالت: أتيت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم في نسوة تبايعه، فقلنا: يارسول الله نبايعک على أن لانشرک بالله شيئاً، ولانسرق ولانزني ولانقتل أولادنا ولانأتي ببهتان نفتريه بين أيدينا وأرجلنا ولانعصيک في معروف، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: فيما استطعتنّ وأطقتنّ، قلنا: الله ورسوله أرحم منا بأنفسنا، هلمّ نبايعک يارسول الله! قال: إني لاأصافح النساء، وانما قولي لمائة امرأة كقولي لامرأة واحدة أو مثل قولي لامرأة واحدة۔ (موطا امام محمد: (ص: ۳۹۳، ۳۹۴) كتاب السير، باب مايكره من مصافحة النساء، ط: قديمی كتب خانه)

موطا الإمام مالک: (ص: ۷۳۰) كتاب الجامع، ماجاء في البيعة، ط: قديمی)

فيض القدير: (۳/۲۲) رقم الحديث: ۲۶۳۶، حرف الألف، ط: دار الكتب العلمية۔

اجیر خاص

☆......اگر دلال یا کسی آدمی کو کسی خاص آدمی یا ادارے نے وقت کی تعیین کے ساتھ کام کرنے کے لیے رکھا ہو تو وہ ''اجیر خاص'' ہے۔ (۱)

☆......تاجر کا دلال کے ساتھ جو عقد ہوتا ہے وہ عقد اجارہ ہے، لہٰذا اگر اجارے کی شرائط کا لحاظ رکھا جائے گا تو دلالی کا کام جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ (۲)

(۱، ۲) الأجير على قسمين: القسم الأوّل هو الأجير الخاص الّذي استؤجر على أن يعمل للمستأجر فقط... كالخادم المؤظف، القسم الثاني هو الأجير المشترک الّذي ليس بمقيد بشرط ألا يعمل لغير المستأجر، وبعبارة أخرى: الأجير المشترک من يعمل لا لواحد... أو يعمل له عملاً غير موقت أو مؤقتا بلا تخصيص... كالحمال والدلال والخياط والساعاتي والصائغ،...۔ (شرح المجلّة لسليم رستم باز: (۱۸۸/۱، ۱۸۹) رقم المادة: ۴۲۲، الكتاب الثاني: في الإجارة، الباب الأوّل: في الضوابط العمومية، ط: فاروقيه كوئٹه)

يشترط أن تكون الأجرة معلومة... يشترط في الإجارة أن تكون المنفعة معلومة بوجه يكون مانعا للمنازعة... المنفعة تكون معلومة ببيان مدة الإجارة... تكون المنفعة معلومة في استجار أهل الصنعة ببيان العمل، يعني بتعين ما يعمل الأجير أو تعيين كيفية عمله۔ (شرح المجلّة لسليم رستم باز: (۲۰۳/۱) رقم المادة: ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۵) الكتاب الثاني: في الإجارة، الباب الثاني: في المسائل المتعلقة بالأجرة، الفصل الثالث: في شروط صحة الإجارة، ط: فاروقيه كوئٹه)

تبطل الإجارة إن لم يوجد أحد شروطها۔ المراد بشروط الإجارة الشروط الراجعة إلى ركن العقد كشرط صدوره من أهله... تفسد الإجارة لو وجدت شروط انعقاد الإجارة ولم يوجد أحد شروط الصحة... لما كانت الإجارة نوعًا من البيع فتفسد بكل ما يفسد البيع كجهالة مأجور أو أجرة أو عمل أو مدة۔ (شرح المجلّة لسليم رستم باز: (۲۰۴/۱، ۲۰۵) رقم المادة: ۴۵۸، ۴۶۰، الكتاب الثاني في الإجارة، الباب الثاني: الفصل الرابع: في فساد الإجاره وبطلانها، ط: فاروقيه كوئٹه)

الدر مع الرد: (۵/۶)، و: (۶۴/۶، ۶۹) كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير، مبحث الأجير المشترک، ومبحث الأجير الخاص، و: (۴۶/۶، ۴۷) باب الإجارة الفاسدة، ط: سعيد)

شرح المجلّة للأتاسي: (۳۸۱/۱) رقم المادة: ۴۲۲، الكتاب الثاني: في الإجارة، الباب الأوّل: في الضوابط العمومية، و: (۵۳۲/۱، ۵۳۴) رقم المادة: ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۵) الباب الثاني: في المسائل المتعلّقة بالأجره، الفصل الثالث: في شروط صحة الإجارة، و: (۵۳۶/۱، ۵۳۸) رقم المادة: ۴۵۸، ۴۶۰) الفصل الرابع: في فساد الإجارة، وبطلانها، ط: رشيديه۔

☆……دلالی جائز ہونے کی شرائط یہ ہیں:

① اگر دلال اجیر خاص ہے تو اس کے کام کی اجرت و معاوضہ کی مدت اور خود اجرت کا متعین ہونا ضروری ہے، مثلاً: ایک مہینہ کام کرنے کی ماہانہ اجرت ملا کرے گی یا سال بھر کام کرنے کے بعد سالانہ اجرت ملے گی، یا کم و بیش جو بھی مدت ہو، اور دلال کی اجرت بھی متعین ہو، مثلاً: روزانہ پانچ سو روپے یا ماہانہ بیس ہزار روپے وغیرہ۔[1]

② اور اگر دلال وکیل یا اجیر مشترک ہے تو اس سے جو کام مطلوب ہے وہ اور اجرت دونوں کا متعین ہونا ضروری ہے۔[2]

اجیر مشترک

جب دلال یا کوئی شخص ایک ہی وقت میں متعدد لوگوں کے کام کرنے کے لیے آزاد ہو تو وہ اجیر مشترک ہوگا۔[3]

مزید ''اجیر خاص'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۲۲۰/۱)

اچھا اور خراب

''کچھ اچھا کچھ خراب'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۲۹۴/۵)

اچھے مقاصد کے لیے سودی قرضہ لینا

''سودی قرضہ لینا اچھے مقاصد کے لیے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۱۸۰/۴)

احتکار

''ذخیرہ اندوزی'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۲۱۶/۳)

(۱، ۲، ۳) انظر الی الحاشیۃ السابقۃ، رقم ۱، ۲۔ علی الصفحۃ السابقۃ تحت نفس العنوان۔

اخبارات

روزنامہ، ہفتہ وار، ماہنامہ وغیرہ میں پرچے اور صفحات کی تعداد متعین نہیں ہوتی اور یہ تفصیل بھی معلوم نہیں ہوتی کہ مضامین اور اخبار کے صفحات کتنے ہوں گے اور اشتہارات کتنے صفحات میں آئیں گے، خصوصی نمبرات کتنے ہوں گے اور تعطیلات کی بنا پر کتنے اخبارات یا نمبرات بند رہیں گے، لیکن اس کے باوجود اخبارات اور ماہناموں کی خریداری پہلے سے یا روزانہ کرنا جائز ہے، اس قسم کی جہالت سے بیع (خرید وفروخت) فاسد اور معاملہ ناجائز نہیں ہوتا؛ کیوں کہ اس قسم کی جہالت سے جھگڑا نہیں ہوتا، اور جس جہالت سے جھگڑا نہیں ہوتا اس سے بیع فاسد نہیں ہوتی، اس لیے اس سے بھی بیع فاسد نہیں ہوگی۔[1]

اخبارات کی خرید وفروخت

اخبارات کی خرید وفروخت کا بنیادی مقصد ملکی اور غیر ملکی حالات اور واقعات سے باخبر رہنا ہے، باقی رہا جاندار کی تصاویر کا مسئلہ تو اس کا گناہ تصاویر بنانے والے پر ہے، اسی طرح جھوٹ اور بے بنیاد باتیں شائع کرنے والے خود گناہ گار ہیں، اخبار خریدنے والا گناہ گار نہیں ہوگا، البتہ اگر کسی اخبار یا میگزین وغیرہ کی اشاعت کا مقصد عقائد کو خراب کرنا، دین کا مذاق بنانا، فحاشی، عریانی اور لادینیت کو فروغ دینا ہو اور اس سے معاشرے کے افراد کی عادات، اخلاق اور عقائد متاثر ہوتے ہوں تو ایسے

---

(۱) وما كل جهالة تفسد البيع، فان كثيرا من الأمور يترك مهملا في البيع، واشتراط الاستقصاء ضرر، ولكن المفسد هو المفضي إلى المنازعة۔ (حجة الله البالغة: (۱۰۹/۲) البيوع المنهي عنها، ط: قديمي)

وذلك لأن العقود على نحوين: نحو يكون معصية في نفسه وذا لايجوز مطلقا، ونحو آخر لايكون معصية، وإنما يحكم عليه بعدم الجواز لإفضائه إلى المنازعة فإذا لم تقع فيه منازعة جاز۔ (فيض الباري للكشميري: (۲۸۹/۳) كتاب الوكالة، باب وكالة الشاهد، ط: اشرفيه كوئٹه)

الدر مع الرد: (۸۸/۵) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: سعيد۔

اخبارات کی خرید وفروخت سے بچنا ضروری ہے۔ (۱)

اختیارات کا مفہوم

سرمایہ دارانہ نظام معیشت میں رائج اختیارات اور شریعت میں جائز اختیارات الگ الگ ہیں دونوں کے درمیان کوئی مناسبت اور تعلق نہیں ہے۔

اختیار کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ بیع باقی رکھنے یا فسخ کرنے میں جو صورت بہتر معلوم ہو اس کا انتخاب کر لیا جائے، اس کی کوئی فیس مقرر نہیں ہوتی، اور یہ حق دوسرے کسی آدمی کو فروخت کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ (۲)

---

(۱) {ولا تكسب كل نفس إلا عليها ولا تزر وازرة وزر أخرى} [الأنعام: ۱۶۴]

قال أصحابنا وغيرهم من العلماء: تصوير صورة الحيوان حرام شديد التحريم ... وأما اتخاذ المصور بحيوان فإن كان معلقاً على حائط سواء كان له ظل أم لا أو ثوباً ملبوساً أو حمامة أو نحو ذلك فهو حرام، وأما الوسادة ونحوها مما يمتهن فليس بحرام۔ (المرقاة شرح المشكاة: (۸/۳۲۶)، باب التصاوير، الفصل الأول، ط: امدادیہ ملتان)

وإذا سأل الرجل غيره الأخبار المحدثة في البلد، قال بعضهم: يكره الإخبار والإستخبار، وقال بعضهم: لا يكره الإستخبار، ويكره الإخبار، والصحيح: أنه لا بأس بالاخبار أيضاً ليكون عالماً بالمصالح۔ (الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى الهندية: (۳/۴۲۵)، كتاب الحظر والإباحة، فصل: في التسبيح والتسليم...، ط: رشیدیہ کوئٹہ)

الصحيح لمسلم: (۲/۱۹۹) كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير الحيوان وتحريم اتخاذ ما فيه صورة... ط: قدیمی۔

الإعانة في المعصية وترويجها وتقريب الناس إليها معصية وفساد في الأرض۔ (حجة الله البالغة: (۲/۱۰۹) البيوع المنهي عنها، ط: کتب خانہ رشیدیہ دهلی)

(۲) (الخيار كون أحد العاقدين مخيرا ...) الخيار هو أن يكون الإنسان مخيرا بين تنفيذ العقد وبين فسخه۔ (درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۱/۱۱۰) المادة: ۱۱۶، المقالة الثانية: في بيان القواعد الكلية الفقهية، ط: دار الجيل)

شرح المجلة لرستم باز: (۱/۵۵) المادة: ۱۱۶، ایضاً، ط: مکتبہ فاروقیہ۔

وفي الأشباه: لا يجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة۔ (الدر المختار مع الرد: (۴/۵۱۸) كتاب البيوع، ط: سعید)

اور سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت میں رائج اختیار سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کو خریدنے یا بیچنے کا محض ایک حق ہو اور یہ کوئی ایسا مالی حق بھی نہیں جس کا معاوضہ لینا جائز ہو، لہٰذا اختیارات کی خرید وفروخت ناجائز اور حرام ہے۔[1]

اس سے جو آمدنی حاصل ہوتی ہے وہ بھی حرام ہے۔[2]

مزید یہ کہ اختیارات کی خرید وفروخت ایک ایسا عمل ہے، جو غرر اور سٹہ بازی جیسی قباحتوں سے خالی نہیں ہے۔[3]

اختیار بیچنے والا

''اختیار کا خریدار'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۲۸/۱)

---

(۱) إنّ المقصود بعقود الإختيارات الاعتياض عن الالتزام ببيع شيئ محدد موصوف أو شرائه بسعر محدد خلال فترة زمنية أو في وقت معين إمّا مباشرة أو من خلال هيئة ضامنة لحقوق الطرفين۔ حكمه الشرعي: إنّ عقود الاختيارات: كماتجرى اليوم في الأسواق المالية العالمية، لاتنضوى تحت أي عقد من العقود الشرعية المسماة، فهي عقود مستحدثة۔ وبما أن المعقود عليه ليس مالاً ولا منفعة ولا حقًا ماليًا يجوز الاعتياض عنه، فإنّه غير جائز شرعًا وبما أنّ هذه العقود لاتجوز ابتداء فلايجوز تداولها۔ (الفقه الإسلامي وأدلّته: (۵۱۹۵/۷) القسم الرابع: الملكية و توابعها، المبحث السابع: عائد الاستثمار، الأسواق المالية، ثانيًا: بيع الاختيارات، ط: رشيديه)

فقه البيوع على المذاهب الأربعة: (۲۸۸/۱) المبحث الثالث: في أحكام المبيع والثمن... الخ، الشرط الأوّل: مالية المبيع، بيع الاختيارات، ط: معارف القرآن۔

(۲) فإنّ هذا الالتزام ليس حقا يقبل الانتقال إلى المشتري، وإنّما هو وعد محض من قبل الملتزم ولايجوز أخذ العوض على مثل هذا الوعد۔ (فقه البيوع: (۲۸۸/۱) ط: معارف القرآن)

عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إنّ الله تعالىٰ: إذا حرم شيئًا حرم ثمنه۔ (سنن الدار قطني: (۳۸۸/۳) رقم الحديث: ۲۸۱۵، مؤسسة الرسالة)

إعلاء السنن: (۱۱۳/۱۴) كتاب البيوع، باب حرمة بيع الخمر والميتة... الخ، ط: إدارة القرآن۔

(۳) والواقع أن هذه التعاملات داخلة في المضاربات التي هي أشبه بالمقامرة منها بالبيع والتجارة۔ وذلك أنّ بائع الاختيار لايملك ما يلتزم ببيعه وإنّما يدخل في هذا الالتزام على أساس التوقعات التي يخمّنها للمستقبل، وكذلك المشتري۔ (فقه البيوع على المذاهب الأربعة: (۲۸۸/۱) المبحث الثالث، في أحكام المبيع والثمن... الخ، الشرط الأوّل مالية المبيع، بيع الاختيارات، ط: معارف القرآن)

اختیار (خیارِ شرط) ختم کرنا چاہے تو

اگر صاحبِ اختیار خیارِ شرط کی صورت میں سودا ختم کرنا چاہے تو اس کے لیے دوسرے فریق کو اس کی خبر دینا ضروری ہے، دوسرے فریق کو خبر دیے بغیر یک طرفہ طور پر سودا ختم نہیں کیا جاسکتا۔ (۱)

اختیار خریدنے کا مقصد (Call Option)

سرمایہ دارانہ نظام میں اختیار خریدنے کا پہلا مقصد یہ ہے کہ خرید وفروخت کے ذریعہ قیمتوں کے اتار چڑھاؤ سے فائدہ اٹھایا جائے۔

مثال کے طور پر کسی کمپنی کے ایک سو شیئرز ہیں جن کی موجودہ قیمت ایک سو روپے فی شیئر ہے، زید کے خیال میں ایک مہینہ تک اس شیئر کی قیمت میں اضافہ ہونے کی توقع ہے، لہٰذا عمرو زید کو پانچ روپے فی شیئر فیس ادا کر کے ایک مہینہ تک سو شیئر سو روپے کے حساب سے خریدنے کا اختیار لے لیتا ہے، اس مثال میں عمرو اختیار خریدنے والا ہے، اور زید اختیار بیچنے والا ہے، اب یہاں تین حالتیں پیش آسکتی ہیں۔

❶ مقررہ تاریخ تک شیئر کی قیمت پانچ روپے سے زائد ہوگئی، مثلاً ایک

---

(۱) كل من شرط له الخيار في البيع يصير مخيرا بفسخ البيع في المدة المعينة للخيار ... ، فسخ البيع وإجازته في مدة الخيار كما يكون بالقول يكون بالفعل أيضا ... أما الفسخ ... وإن كان بالقول فلا ينفسخ البيع إلا بعلم صاحبه في مدة الخيار، فلو لم يعلم حتى مضت المدة، لزم العقد۔ (شرح المجلة للأتاسي: (۲۳۶/۲، ۲۳۷) رقم المادة: ۳۰۱، ۳۰۲، الكتاب الأول: في البيوع، الباب السادس: في بيان الخيارات، الفصل الأول: في بيان خيار الشرط، ط: رشيديه)

الدر مع الرد: (۵۸۰/۴) كتاب البيوع، باب خيار الشرط، ط: سعيد۔

شرح المجلة لرستم باز: (۱۲۶/۱) رقم المادة: ۳۰۱، الكتاب الأول: في البيوع، الباب السادس: في بيان الخيارات، الفصل الأول: في بيان خيار الشرط، ط: فاروقيه كوئٹه۔

شیئر کی قیمت ایک سو چھ روپے ہو گئی ہے، تو عمرو زید سے ایک سو روپے فی شیئر کے حساب سے وہ شیئرز خرید کر مارکیٹ میں ایک سو چھ روپے میں فروخت کر دے گا، اس طرح اسے پانچ سو روپے آپشن فیس ادا کرنے کے بعد سو روپے کا فائدہ ہو جائے گا جب کہ زید کو سو روپے کا نقصان ہو گا۔

۲ شیئر کی قیمت کم ہو کر نوے روپے رہ گئی ہے تو اس صورت میں عمرو زید سے شیئرز نہیں خریدے گا کیونکہ مارکیٹ میں اس کی قیمت گر چکی ہے، اگر اسے شیئرز خریدنے کی دلچسپی ہوئی بھی تو وہ زید سے ایک سو میں خریدنے کی بجائے مارکیٹ سے نوے روپے میں خریدنے کو ترجیح دے گا کیونکہ اس طرح اس کا نقصان آپشن فیس تک ہی محدود رہے گا، جو کہ پانچ سو روپے ہے اور یہی پانچ سو روپے زید کا منافع ہے۔

۳ شیئر کی قیمت میں اضافہ تو ہوا مگر "آپشن فیس" پانچ سو روپے سے کم ہو گئی مثال کے طور پر تین روپے کا اضافہ ہوا ہے، تب بھی "اختیار کا خریدار" عمرو زید سے وہ شیئرز خرید لے گا، حالانکہ اس صورت میں عمرو کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو رہا، تاہم اس کا خسارہ کم ہو جاتا ہے، کیونکہ نہ خریدنے کی صورت میں پوری آپشن فیس رائیگاں جاتی ہے، جبکہ خریداری کی صورت میں صرف تین روپے کا نقصان ہے۔

اختیار خریدنے کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ قیمتوں میں ممکنہ اضافہ سے پیشگی تحفظ اور متوقع کمی سے فائدہ اٹھایا جائے یعنی احتیاطی تدبیر کے طور پر اختیار کو خرید لیا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر عمرو کے ذمہ ایک ہزار امریکی ڈالر قرض ہے، جو اس نے تین ماہ کے بعد ادا کرنا ہے، ڈالر کی موجودہ قیمت ایک سو پندرہ روپے ہے، زید اس کشمکش میں ہے کہ وہ ابھی ڈالر خرید لے یا ادائیگی کے موقع پر خریدے، کیونکہ اگر وہ ابھی خرید لیتا ہے اور ادائیگی تک اس کی قیمت کم ہو جاتی ہے، تو اس کا نقصان ہے

کیونکہ اس نے ڈالر مہنگے داموں خریدا ہوا ہے، اور اگر اس وقت نہیں خریدتا تو ممکن ہے، ادائیگی تک اس کی قیمت بڑھ جائے، اور اسے مہنگے داموں خریدنا پڑے، یہ بھی نقصان کا سودا ہوگا، لہٰذا عمرو زید کو ایک روپیہ فی ڈالر فیس ادا کر کے تین مہینوں تک ایک سو پندرہ روپے فی ڈالر پر ایک ہزار ڈالر خریدنے کا اختیار لے لیتا ہے، اب اگر مقررہ تاریخ تک روپے کے مقابلہ میں ڈالر کی قیمت بڑھ جاتی ہے تو عمرو زید سے ایک سو پندرہ روپے کے حساب سے ایک ہزار ڈالر خریدے گا، اور اگر کمی واقع ہوئی تو عمرو زید سے خریدنے کے بجائے مارکیٹ سے خریدے گا تاکہ اس کا نقصان کم سے کم ہو، اس صورت میں عمرو کو آپشن فیس کا نقصان برداشت کرنا پڑے گا تاہم مارکیٹ سے ڈالر سستا مل جائے گا۔

دینِ اسلام میں اس طرح فیس دے کر متعینہ مدت کے لیے خریدنے یا بیچنے کا اختیار خریدنا جائز نہیں ہے، اس طرح معاملات کر کے نفع کمانا اور نقصان بھرنا سب ناجائز اور حرام ہے، مسلمانوں کے لیے اس قسم کا معاملہ کرنا یا اس میں شرکت کرنا جائز نہیں ہے۔ (۱)

---

(۱) لایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردة کحق الشفعة ۔ (الدر المختار مع رد المحتار: (۴/ ۵۱۸) کتاب البیوع، مطلب: لایجوز الاعتیاض عن الحقوق المجردة، ط: سعید)

الأشباہ والنظائر: (ص: ۲۱۰) الفن الثاني: الفوائد، کتاب البیوع، ط: قدیمی۔

بیع الحقوق بانفرادها لایجوز۔ (شرح المجلّة لرستم باز: (۸۵/۱) شرح المادة: ۲۱۶، البیوع، الباب الثاني، الفصل الثاني في مایجوز بیعه ومالایجوز، ط: مکتبه فاروقیه)

بیع الاختیارات: صورة العقد: إن المعقود بعقود الاختیارات الاعتیاض عن الالتزام ببیع شيء محدد موصوف أو شرائه بسعر محدد خلال فترة زمنیة معینة أو في وقت معین إمّا مباشرة أو من خلال هیئة ضامنة لحقوق الطرفین۔ حکمه الشرعي: إن عقود الاختیارات کما تجری الیوم في الأسواق المالیة العالمیة، لا تنضوي تحت أي عقد من العقود الشرعیة المسماة فهي عقود مستحدثة۔ وبما أن المعقود علیه لیس مالاً ولا منفعة ولا حقًا مالیًا یجوز الاعتیاض عنه فإنه عقد غیر جائز۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: (۵۱۹۵/۷) القسم الرابع: الملکیة و توابعها، الباب الثاني: المبحث السابع: عائد الاستثمار، ط: رشیدیه)

اختیار کا جدید مفہوم

سرمایہ دارانہ نظام کے جدید معاشی ماہرین کے نزدیک اختیار سے مراد ایسا عقد جو اختیار (Option) لینے والے کو ایک خاص مدت تک طے شدہ قیمت پر فنانشل پیپرز یا متعین اجناس خریدنے یا بیچنے کا حق دے۔[۱]

اختیار دینے کی باقاعدہ فیس لی جاتی ہے اور موجودہ دور کی معیشت میں اس کو ایسا مستقل مال شمار کیا جاتا ہے جو کسی دوسرے کو فروخت بھی کیا جاسکتا ہے، اور یہ دین اسلام میں جائز نہیں ہے۔ شریعت میں اختیار مال نہیں اس کو فروخت کرنا یا اس کے عوض میں فیس لینا جائز نہیں ہے۔[۲]

اختیار کا خریدار

جدید معاشی ماہرین کے نزدیک اختیار مال ہے، اور اس کو فروخت کرنا جائز ہے، اور عقد اختیار میں دو فریق ہوتے ہیں۔

اختیار کا خریدار: اس سے مراد وہ شخص ہے جو فیس دے کر خریدنے یا بیچنے کا اختیار حاصل کرتا ہے۔

اختیار کا بیچنے والا: اس سے مراد وہ شخص ہے جو فیس وصول کر کے بیچنے یا خریدنے کا اختیار دیتا ہے۔

اختیار کا خریدار اگر چیز خریدنا یا بیچنا چاہے تو اختیار دینے والا اس کی مرضی کے مطابق عمل کرنے کا پابند رہتا ہے، کیونکہ اس نے فیس وصول کی ہوتی ہے، البتہ

---

(۱) عقد يخول لحامله الحق ببيع أو شراء أوراق مالية أو سلع معينة بسعر معين طيلة فترة زمنية معينة۔ فقه البيع المنهي عنها مع تطبيقاتها الحديثة في المصارف الاسلامية للدكتور احمد ريان۔ (ص: ۲۵) ط: مكتبة الملك فهد۔

(۲) انظر الى الحاشية السابقة رقم: ۱، على الصفحة السابقة۔

اختیار خریدنے والا خریدنے یا بیچنے کا پابند نہیں ہوتا، اس کی اپنی مرضی ہے چاہے خریدے چاہے نہ خریدے، چاہے بیچے چاہے نہ بیچے وہ آزاد ہے۔

اختیار کی قسمیں

سرمایہ دارانہ معیشت کے نظام میں اختیار کی بنیادی قسمیں دو ہیں:

❶ اگر خریدنے کا اختیار لیا گیا ہے، تو اس کو (Call Option) کہتے ہیں۔

❷ اور اگر بیچنے کا اختیار لیا گیا ہے تو اس کو (Put Option) کہتے ہیں۔

اختیار ہے لینے یا نہ لینے کا

''لینے یا نہ لینے کا اختیار'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۴۴۰/۵)

اخراجات مضاربت میں

''مضارب کے اخراجات'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۳۹/۶)

اخروٹ خراب نکلے

''سبزی خراب نکلے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۱۵/۴)

ادارے کے لیے سامان خریدتے وقت رعایت ملے

''رعایت ملے سامان خریدتے وقت'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۵۶/۴)

ادائیگی بروقت نہ ہو تو بیعانہ ضبط کرنے کی شرط

☆...... اگر عقد بیع (خرید و فروخت) کرتے ہوئے یہ شرط ہو کہ خریدار نے بروقت ادائیگی نہیں کی تو اس کا بیعانہ ضبط ہو جائے گا تو بیع فاسد ہو جائے گی؛ کیوں کہ اس شرط میں بائع کا فائدہ ہے۔ اور اگر عقد بیع کرتے ہوئے شرط کا ذکر نہیں ہوا، بلکہ

بیع ہوجانے کے بعداس شرط کاذکرکیاتوبیع صحیح ہوجائے گی اورشرط لغوہوجائے گی۔

☆...... بیعانہ دیتے وقت جو یہ شرط لگاتے ہیں کہ اگر خریدار نے بروقت ادائیگی نہیں کی تواس کا بیعانہ ضبط ہوجائے گا اور اگر بائع اپنے سودے سے پھر گیا تو وہ خریدار کو بیعانہ کی دگنی مقدار واپس کرے گا تو یہ شرط ناجائز ہے، نہ بائع بیعانہ ضبط کرسکتا ہے اور نہ ہی خریدار دوگنی مقدار لے سکتا ہے، خریدار اگر بیع کے فسخ (ختم) کرنے پر راضی ہے تو وہ صرف اپنا بیعانہ واپس لے سکتا ہے، اور اگر فسخ کرنے پر راضی نہیں تو عدالت کے ذریعے خریدی ہوئی چیز وصول کرنے کا حق دار ہے۔ [1]

ادائیگی کی مدت کے اعتبار سے قیمت میں کمی زیادتی کرنا

''ادھار کی قیمت مختلف بتانا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۳۸/۱)

---

(۱) عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جدّه رضي الله تعالى عنه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع العربان۔ قال مالك: وذلك فيما نرى والله أعلم يشتري الرجل العبد أو الوليدة أو يتكاري الدابة، ثم يقول للّذي اشترى منه أو تكارى منه: اعطيتك دينارا أو درهما أو أكثر من ذلك أو أقل على أني أخذت السلعة أو ركبت ما تكاريت منك، فالّذي أعطيتك من ثمن السلعة أو كراء الدابة، وإن تركت ابتياع السلعة أو كراء الدابة، فما أعطيتك لك باطل بغير شيئ۔ (إعلاء السنن: (۱۷۳/۱۴-۱۷۶) كتاب البيوع، باب النهي عن بيع العربان، ط: إدارة القرآن)

مؤطا الإمام مالك رحمه الله: (ص: ۵٦۸) كتاب البيوع، ماجاء في بيع العربان م ط: قديمي۔

قوله: نهى عن بيع العربان، بضم المهملة وفيه لغتان: العربون بضم العين وفتحها أي عن بيع الّذي فيه العربان، في النهاية هو أن يشتري السلعة ويدفع إلى صاحبها شيئا على أنه إن أمضى البيع حسب من الثمن وإلاّ كان لصاحب السلعة ولم يرجعه المشتري وهو بيع باطل عند الفقهاء لما فيه من الغرر وشرط عدم الرد والهبة إن لم يرض السلعة۔ (كشف المغطّاء عن وجه الموطأ على مؤطا امام مالك: (ص: ۵٦۸) كتاب البيوع، ماجاء في العربان، ط: قديمي كتب خانه)

ونهى عن بيع العربان أن يقدم إليه شيئ من الثمن فإن اشترى حسب من الثمن وإلاّ فهو له مجانا وفيه معنى الميسر۔ (حجة الله البالغة: (۱۰۸/۲) البيوع المنهي عنها، من البيوع مايجرى فيه معنى الميسر، ط: كتب خانه رشيديه دهلي)

(قوله: وحكمه ثبوت الملك) أي في البدلين لكل منهما في بدل، وهذا حكمه الأصلي، والتابع وجوب تسليم المبيع والثمن....۔ (شامي: (۵۰٦/۴) كتاب البيوع، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۳٦۱/۵) كتاب البيع، ط: سعيد۔

ادائیگی کے دن بھاؤ میں کمی بیشی ہونا

(۲۳۱) اگر کسی نے سونا چاندی کے علاوہ کوئی اور چیز ڈالر سے ادھار میں خریدی، مثلاً ایک ہزار ڈالر میں کپڑا خریدا، اور ڈالر ایک مہینے بعد ادا کرے گا، اور جس دن سودا ہوا تھا اس دن ایک ڈالر کی قیمت سو روپے تھی، اور ایک مہینے کے بعد جب ادا کرنے کا وقت آیا تو ایک ڈالر ایک سو بیس روپے کا ہوگیا، تو ایک ہزار ڈالر میں پاکستانی روپے کے حساب سے بیس ہزار روپے کا نقصان ہوا کہ خریدار کو ایک لاکھ پاکستانی روپے کے بجائے ایک لاکھ بیس ہزار ادا کر کے ایک ہزار ڈالر خرید کر دینے پڑیں گے۔

اور اگر ادائیگی کے دن ڈالر کی قیمت سو روپے کی بجائے نوے روپے ہوگی تو خریدار کو دس ہزار پاکستانی روپے کا فائدہ ہوگا، اور وہ ایک لاکھ پاکستانی روپے دیکر ایک ہزار ڈالر خریدنے کی بجائے نوے ہزار پاکستانی دیکر ایک ہزار ڈالر خرید کر بائع (سیلر) کو دیدے گا، تو خریدار کا دس ہزار کا فائدہ ہے اور یہ سب کچھ ڈالر کے بھاؤ میں کمی بیشی کی وجہ سے ہوا ہے، تو اس بارے میں حکم یہ ہے کہ خریدار پر ہر حالت میں ایک ہزار ڈالر ادا کرنا لازم ہے، بھاؤ میں کمی بیشی کی وجہ سے ڈالر کی مقدار میں کمی بیشی کرنا جائز نہیں ہوگا، اس اعتبار سے ڈالر کی قیمت گرنے کی وجہ سے خریدار کا جو نفع ہوگا وہ خریدار کے لیے حلال ہے، اور ڈالر کی قیمت بڑھنے کی وجہ سے جو نقصان ہوا اور ڈالر پیسے زیادہ دیکر خریدنا پڑا اس کا نقصان بھی خریدار ہی برداشت کرے گا، غرض کہ جو کرنسی جتنی تعداد میں مقرر ہوئی ہے، وہی کرنسی اتنی ہی تعداد میں ادا کرنا لازم ہے۔[1]

---

(۱) في الفتاوى الانقروية: رجل اقرض من الناصري مبلغا قيمته سبعة مثاقيل نصف دينار بوري ومضت سنون، وتغير سعر الناصري حتى صارت قيمته ثمانية عشر بدينار نيسابوري فله أن يطالبه بالنقد الذي دفعه إليه۔ (الفتاوى الانقروية: (۱/ ۳۰۹) كتاب المداينات، ط: مكتبه سلطانيه)

وكذلك لو قال: أقرضني عشرة دراهم غلة بدينار فأعطاه عشرة دراهم فعليه مثلها ولا ينظر إلى غلاء الدراهم ولا إلى رخصها۔ (الدر مع الرد: (۵/ ۱۶۲) كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، =

ادائیگی مشتری کی صوابدید پر چھوڑ دینا

''بیع مطلق ہونے کے بعد ادائیگی کے لیے وقت متعین نہ ہو'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲/۲۳۳)

ادرک زمین کے اندر ہونے کی حالت میں بیچنا

''آلو زمین کے اندر ہونے کی حالت میں بیچنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

ادھار

☆..... ہر وہ عقد جس کے ایجاب وقبول میں ادھار کا ذکر آ جائے۔

☆..... یا لین دین کے طریقے سے ادھار ہونا معلوم ہو جائے۔ [1]

ادھار بیع

''بیع موجل'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲/۲۳۸)

ادھار بیع حیوانات کی

''حیوانات کی ادھار بیع کا حکم'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳/۲۳۱)

= فصل فی القرض، ط: سعید۔ القرض: هو عقد مخصوص يرد على دفع مال مثلي لآخر ليرد مثله۔ (الدر مع الرد: (۵/۱۶۱) کتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، فصل في القرض، ط: سعيد)

🗀 بدائع الصنائع: (۵/۲۴۲) کتاب البيوع، فصل: وأما حكم البيع، ط: سعيد)

(۱) الدين: القرض ذو الأجل وإلا فهو قرض، والقرض، وثمن المبيع وكل ماليس حاضرًا، والموت، (ج) أدين وديون۔ (المعجم الوسيط: (۱/۳۰۷) باب الدال، الدين، ط: دار الدعوة)

🗀 التأجيل تعليق الدين وتأخيره إلى وقت معين۔ ... الدين ماثبت في الذمة۔ (شرح المجلة للأتاسي: (۲/۲۴) رقم المادة: ۱۵۶، الكتاب الأول: في البيوع، المقدمة، ط: رشيديه)

🗀 شرح المجلة لرستم باز: (۱/۶۰) رقم المادة: ۱۵۶، الكتاب الأول: في البيوع، المقدمة، ط: فاروقيه کوئٹہ۔

🗀 التأجيل: ضرب الأجل للشيئ وجعله في المؤجل، وأيضا تعليق الدين وتأخيره إلى وقت معين۔ (المجموعة للقواعد الفقهية، : (ص: ۱۳۷) التعريفات الفقهية، حرف التاء، التأجيل، ط: بشرى)

ادھار خریداری کی ادائیگی میں تاخیر ہو

ادھار خریداری میں ایک مرتبہ جو قیمت طے ہو جائے، ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے اس میں اضافہ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ تاخیر کے نتیجے میں جو بھی اضافہ ہوگا چاہے کسی بھی نام سے ہو وہ ناجائز ہوگا، کیونکہ وہ حقیقت میں قرض پر اضافہ ہوگا اور قرض پر اضافی رقم لینا سود ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے۔ (۱)

ادھار خرید وفروخت صحیح ہونے کی شرط

''بیع نسیہ صحیح ہونے کی شرط'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲/۲۴۴)

ادھار خرید وفروخت کرنا

''بیع نسیہ'' یعنی ادھار خرید وفروخت کرنے کا معنی یہ ہے کہ سامان تو خریدار خرید کر ابھی لے جائے اور قیمت کی ادائیگی کے لیے مستقبل کی کوئی تاریخ مقرر کر لی جائے۔ (۲)

---

(۱) قال علیه الصلاة والسلام: کل قرض جرّ منفعةً فهو ربا۔ (فیض القدیر للمناوي: (۲۸۲/۶) رقم الحدیث: ۶۳۳۶، حرف الکاف، ط: دار الحدیث القاهرة)

☐ عن أمیر المؤمنین رضي الله عنه مرفوعا: کل قرض جرّ منفعةً فهو ربا۔ (إعلاء السنن: (۵۱۲/۱۴) کتاب الحوالة، باب کل قرض جرّ منفعة فهو ربا، ط: إدارة القرآن)

☐ کل قرض جرّ نفعا فهو حرام۔ (شامی: (۱۶۶/۵) کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، فصل: في القرض، ط: سعید)

☐ لا یجوز أن یرد المقترض إلی المقرض إلاّ ما اقترضه منه أو مثله، تبعا للقاعدة الفقهیة القائلة: کل قرض جرّ نفعا فهو ربا۔ (فقه السنة: (۱۳۸/۳) القرض، ط: دار الکتاب العربي)

(۲) البیع مع تأجیل الثمن وتقسیطه صحیح... یلزم أن تکون المدة معلومة في البیع بالتأجیل أي یلزم أن یکون الأجل معلوم الوقت عند کلا العاقدین؛ لأنّ جهالته تفضي إلی النزاع فیفسد البیع۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۱۰۰/۱) الکتاب الأول: في البیوع، الباب الثالث: في بیان المسائل المتعلقة بالثمن، الفصل الثاني: في بیان المسائل المتعلّقة بالنسیئة والتأجیل، رقم المادة: ۲۳۵، ۲۳۶) ط: فاروقیه کوئٹه)=

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے کھانے کی اشیاء ادھار پر خریدیں اور اپنی زرہ اس کے پاس گروی رکھی۔ (۱)

ادھار خریدی ہوئی چیز کو نفع پر بیچنا

اگر دکان دار نے کوئی چیز ادھار خریدی ہے تو مرابحہ اور تولیہ میں جب تک دوسرے خریدنے والے کو یہ نہ بتادے کہ ہم نے یہ چیز ادھار لی ہے تب تک اس کو نفع پر بیچنا یا خرید کے دام پر بیچنا جائز نہیں ہے، بلکہ بتادے کہ یہ چیز میں نے ادھار خریدی تھی، پھر اس طرح نفع لے کر یا دام کے دام پر بیچنا درست ہے۔ البتہ اگر اپنی خرید کے داموں کا کچھ ذکر نہ کرے یعنی مرابحہ اور تولیہ قسم کی بیع نہ ہو، بلکہ عام بیع ہو تو پھر چاہے جتنے دام پر بیچ دے درست ہے اور ادھار خریدنے کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ (۲)

= شرح المجلة للأتاسي: (۱۶۶/۲، ۱۶۷) رقم المادة: ۲۴۵، ۲۴۶، أيضًا، ط: رشيديه۔
الدر مع الرد: (۵۳۱/۴) كتاب البيوع، مطلب: في التأجيل إلى أجل مجهول، ط: رشيديه۔

(۱) عن عائشة قالت: اشترى رسول الله صلى الله عليه وسلم طعامًا من يهودي إلى أجل ورهنه درعًا له من حديد۔ متفق عليه۔ (مشكاة المصابيح: (ص: ۲۵۰) كتاب البيوع، باب السلم والرهن، الفصل الأول، ط: قديمى)
صحيح البخاري: (۲۷۷/۱) كتاب البيوع، باب شراء النبي صلى الله عليه وسلم بالنسيئة، ط: قديمى۔
الصحيح لمسلم: (۳۱/۲) كتاب المساقاة والمزارعة، باب الرهن وجوازه في الحضر كالسفر، ط: قديمى۔

(۲) لما بين الثمن شرع في المثمن ولم يذكر المساومة والوضيعة لظهورهما (المرابحة) مصدر رابح وشرعًا (بيع ما ملكه)... (بما قام عليه وبفضل) مؤنة۔ وقال المحقق الشامي تحت قوله: ولم يذكر المساومة) وهي البيع بأي ثمن كان من غير نظر إلى الثمن الأول، وهي المعتادة ... قوله: وشرعًا بيع ما ملكه بما قام عليه وبفضل) عدل عن قول الكنز وهو بيع بثمن سابق لما أورد عليه من أنه غير مطرد، ولا منعكس أي غير مانع ولا جامع، أما الأول فلأن من شرى دنانير بالدراهم، لا يجوز له بيعها مرابحة، وكذا من اشترى شيئًا بثمن نسيئة لا يجوز له أن يرابح عليه مع صدق التعريف عليهما ... وعن مسألة الأجل بأن الثمن مقابل بشيئين: أي بالمبيع وبالأجل، فلم يصدق في أحدهما أنه بثمن سابق۔ وقول البحر: إنه لا يرد لجوازها إذا بين أنه اشتراه نسيئة، رده في النهر بأن الجواز إذا بين لا يختص بذلك، بل هو كل ما لا تجوز فيه المرابحة كما لو اشترى من أصوله أو فروعه، جاز إذا بين۔ (الدر مع الرد: (۱۳۲/۴، ۱۳۳) كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، ط: سعيد) =

ادھار سونا خریدنا

''سونا قسطوں میں خریدنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۴/۱۹۴)

اُدھار کا ذکر کیا

اگر بیع (خرید وفروخت) کرتے وقت ادھار کا ذکر کیا یا پہلے سے ادھار کا ذکر چل رہا تھا پھر اسی مجلس میں بیع کر لی اور قیمت ادا نہیں کی تو یہ بیع ادھار ہو جائے گی اور اس کے صحیح ہونے کے لیے قیمت کی ادائیگی کی تاریخ متعین کر کے بیان کرنا ضروری ہے، اگر تاریخ متعین نہیں کی یا ایسی تاریخ بیان کی جس کے ہونے کا علم نہیں ہو سکتا یا جس کے واقع ہونے میں احتمال ہے (کہ پتہ نہیں وہ کام ہوگا یا نہیں)، جیسے: جب بارش ہوگی یا جب چاہے دے دینا، یا جب نوکری لگ جائے گی یا مال مل جائے گا تب دوں گا، یا جلد دے دوں گا تو ان تمام صورتوں میں ادائیگی کی تاریخ متعین نہ ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہو جائے گی۔[1]

= البحر الرائق: (۱۷۸/۶، ۱۹۰) كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، ط: رشيديه۔

فتح القدير: (۴۵۶/۶) كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، ط: رشيديه۔

ولو اشترى شيئًا مالم يبعه مرابحة حتى يبين؛ لأن للأجل شبهة المبيع وإن لم يكن مبيعًا حقيقة؛ لأنه مرغوب ألا ترى أن الثمن قد يزاد لمكان الأجل، فكان له شبهة أن يقابله شيئ من الثمن، فيصير كأنه اشترى شيئين ثم باع أحدهما مرابحة على ثمن الكل؛ لأن الشبهة ملحقة بالحقيقة في هذا الباب، فيجب التحرز عنها بالبيان۔ (بدائع الصنائع: (۲۲۴/۵) كتاب البيوع، فصل: وأما بيان ما يجب بيانه في المرابحة وما لا يجب، ط: سعيد)

(۱) يلزم أن تكون المدة معلومة في البيع بالتأجيل والتقسيط؛ لأن جهالته تفضي إلى النزاع، فالبائع يطالب في مدة قريبة والمشتري يأباها، فيفسد البيع، إذا عقد البيع على تأجيل الثمن إلى كذا يومًا أو شهرًا أو سنة أو إلى وقت معلوم عند العاقدين كيوم قاسم أو النيروز صح البيع... تأجيل الثمن إلى مدة غير معينة كأمطار السماء يفسد البيع ومثله البيع إلى قدوم الحاج، والحصاد للزرع والدياس للجب والقطاف للعنب؛ لأنها تتقدم وتتأخر۔ (شرح المجلة للأتاسي: (۱۶۷/۲، ۱۶۸) رقم المادة: ۲۴۷، ۲۴۸، الكتاب الأول: في البيوع، الباب الثالث: في بيان المسائل المتعلقة بالثمن، الفصل الثاني: =

ادھار کا معاملہ لکھا جائے

"معاملہ کا لکھنا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۵۱/۶)

ادھار کی بیع میں تین باتیں ضروری ہیں

ادھار پر خرید وفروخت کرتے وقت تین باتیں صاف طور پر کرنا ضروری ہیں:

❶ کُل قیمت کیا ہے؟ ❷ مدت کتنی ہے؟ ❸ قسط کی مقدار اور مدت کتنی ہے؟

تاکہ بعد میں کسی بھی چیز کے بارے میں جھگڑا نہ ہو اور جو قیمت عقدِ بیع کے وقت مقرر ہوئی ہے اس میں اضافہ نہ ہو۔[1]

ادھار کی بیع میں یہ شرائط ہیں

کسی چیز کو ادھار فروخت کرنے کی صورت میں کل قیمت، قسطوں کی مقدار

=في بيان المسائل المتعلقة بالبيع بالنسيئة والتأجيل، ط: رشيديه)

☐ درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۱۹۵/۱، ۱۹۶) رقم المادة: ۲۳۷، ۲۳۸، أيضا، ط: دار الكتب العلمية بيروت۔

☐ شرح المجلة لرستم باز: (۱۰۰/۱، ۱۰۱) رقم المادة: ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، أيضا، ط: فاروقيه كوئته۔

(۱) تسمية الثمن حين البيع لازمة... يلزم الثمن أن يكون معلوما فلو جهل الثمن فسد البيع۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۹۸/۱) رقم المادة: ۲۳۸، الكتاب الأول: في البيوع، الباب الثالث: في بيان المسائل المتعلقة بالثمن، الفصل الأول: في بيان المسائل المترتبة على أوصاف الثمن وأحواله، ط: فاروقيه كوئته)

☐ شرح المجلة للأتاسي: (۱۵۸/۲) أيضا، ط: رشيديه كوئته۔

☐ درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۱۸۵/۱) رقم المادة: ۲۳۸، أيضا، ط: دار الكتب العلمية۔

اور مدت متعین کرنا ضروری ہے، ورنہ بیع صحیح نہیں ہوگی۔ [1]

اُدھار کی صورت میں رہن طلب کرنا

"ادھار کی صورت میں ضمانت طلب کرنا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۳۷/۱)

اُدھار کی صورت میں ضمانت طلب کرنا

ادھار فروخت کرنے کی صورت میں بائع یا دکان دار خریدار سے کوئی ضمانت اور رہن وغیرہ طلب کرسکتا ہے اور جو چیز خریدی ہے اس کے کاغذات بھی گروی رکھوائے جاسکتے ہیں۔

لیکن خریدی ہوئی چیز جب تک خریدار کے قبضے میں نہ آجائے خریدار سے

---

(۱) یلزم أن تکون المدة معلومة في البیع بالتأجیل والتقسیط؛ لأنّ جهالته تفضي إلی النزاع، فالبائع یطالب في مدة قریبة والمشتري یأباها، فیفسد البیع، إذا عقد البیع علی تأجیل الثمن إلی کذا یوما أو شهرا أو سنة أو إلی وقت معلوم عند العاقدین کیوم قاسم أو النیروز صحّ البیع... تأجیل الثمن إلی مدة غیر معینة کإمطار السماء یفسد البیع ومثله البیع إلی قدوم الحاج، والحصاد للزرع والدیاس للحب والقطاف للعنب؛ لأنها تتقدم وتتأخر۔ (شرح المجلّة للأتاسي: (۱۶۷/۲، ۱۶۸) رقم المادة: ۲۴۷، ۲۴۸، الکتاب الأوّل: في البیوع، الباب الثالث: في بیان المسائل المتعلّقة بالثمن، الفصل الثاني: في بیان المسائل المتعلّقة بالبیع بالنسیئة والتأجیل، ط: رشیدیه)

درر الحکام شرح مجلّة الأحکام: (۱۹۵/۱، ۱۹۶) رقم المادة: ۲۴۷، ۲۴۸، أیضا، ط: دار الکتب العلمیة بیروت۔

شرح المجلّة لرستم باز: (۱۰۰/۱، ۱۰۱) رقم المادة: ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، أیضا، ط: فاروقیه کوئٹه۔

تسمیة الثمن حین البیع لازمة... یلزم الثمن أن یکون معلوما فلو جهل الثمن فسد البیع۔ (شرح المجلّة لرستم باز: (۹۸/۱) رقم المادة: ۲۳۸، الکتاب الأوّل: في البیوع، الباب الثالث: في بیان المسائل المتعلّقة بالثمن، الفصل الأوّل: في بیان المسائل المترتبة علی أوصاف الثمن وأحواله، ط: فاروقیه کوئٹه)

شرح المجلّة للأتاسي: (۱۵۸/۲) أیضا، ط: رشیدیه کوئٹه۔

درر الحکام شرح مجلّة الأحکام: (۱۸۵/۱) رقم المادة: ۲۳۸، أیضا، ط: دار الکتب العلمیة۔

گروی نہیں رکھوا سکتا۔ (۱)

اُدھار کی قیمت مختلف بتانا

(۲۳۸)

اگر ادھار میں سودا ہو رہا ہے تو مجلس عقد میں کُل قیمت اور قیمت ادا کرنے کی میعاد متعین کر لینا ضروری ہے ورنہ بیع فاسد ہو جاتی ہے، مثلاً: بائع (بیچنے والے) نے خریدار سے کہا: ایک مہینے کے ادھار پر سو روپے اور دو مہینے کے ادھار پر ایک سو بیس روپے اور تین مہینے کے ادھار پر ایک سو چالیس روپے ہوں گے اور مجلس عقد میں کوئی ایک قیمت طے نہیں ہوئی تو بیع فاسد ہو جائے گی؛ کیوں کہ قیمت معلوم نہیں بلکہ مجہول

---

(۱) (هو) لغة: حبس الشيء، وشرعا: (حبس شيء مالي) ... (بحق يمكن استيفاؤه) أي أخذه (منه)... (كالدين) ... وقال المحقق الشامي: هو مشروع لقوله تعالى: {فرهان مقبوضة} وبما روي أنه عليه الصلاة والسلام اشترى من يهودي طعاما ورهنه به درعه۔ وانعقد عليه الإجماع، ومن محاسنه النظر لجانب الدائن بأمن حقه عن التوى.... (الدر مع الرد: (۶/۴۷۷) كتاب الرهن، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۸/۴۲۷) كتاب الرهن، ط: رشيديه۔

فتح القدير مع الكفاية: (۱۰/۱۵۳) كتاب الرهن، ط: رشيديه۔

ولا (بعين مضمونة بغيرها) أي بغير مثل أو قيمة، مثل المبيع في يد البائع، فإنه مضمون بالثمن، فإذا هلك ذهب بالثمن ... (وصح) الرهن (بعين مضمونة بنفسها) أي بالمثل أو بالقيمة ... (و) صح بالدين ولو موعودا بأن رهن ليقرضه كذا) كألف مثلاً۔ (الدر مع الرد: (۶/۴۹۳، ۴۹۴) كتاب الرهن، باب ما يجوز ارتهانه وما لا يجوز، ط: سعيد)

فتح القدير مع الكفاية: (۱۰/۱۷۶) كتاب الرهن باب ما يجوز ارتهانه والارتهان به وما لا يجوز، ط: رشيديه۔

البحر الرائق، (۸/۴۳۹) كتاب الرهن، باب ما يجوز ارتهانه والارتهان به وما لا يجوز، ط: رشيديه۔

وبما أن الثمن في البيع المؤجل يصير دينا على المشتري فور تمام العقد، فإنه يجوز للبائع أن يطالبه بتوثيق لهذا الدين أو بضمان للتسديد عند حلول الأجل أما ضمان التسديد، فيمكن طريق الرهن أو بكفالة من الطرف الثالث، وفي الصورة الأولى يرهن المشتري شيئا من ممتلكاته لدى البائع ... وأما الطريق الثاني وهو أن يمسك البائع المبيع عنده بصفة كونه رهنا من المشتري بالثمن الواجب في ذمته فإنه يمكن بطريقتين أيضا، الأول: أن يرهنه المشتري قبل أن يقبضه من البائع فهذا لا يجوز أيضا؛ لأنه في معنى حبس المبيع عند البائع لاستيفاء الثمن وذلك لا يجوز في البيوع المؤجلة۔ (قضايا فقهية معاصرة: (۱/۱۱) أحكام البيع بالتقسيط، توثيق الدين وأنواعه، ط: دار العلوم كراچی)

...یت مجہول ہونے سے بیع فاسد ہوجاتی ہے۔ (۱)

اُدھار کی وجہ سے مزید اتنی رقم زائد کہنا

...سودا کرتے وقت بائع یا دکان دار کا یہ کہنا کہ: ''چیز کی قیمت ایک ہزار ...ہے اور ایک سو روپے مزید ادھار کی وجہ سے ہیں'' جائز نہیں ہے اور یہ سو ...سود کے حکم میں ہوں گے۔ (۲)

اُدھار لینے کا بیان

''دام ابھی نہیں ہیں پھر دے دوں گا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۹۸/۳)

ادھار معاملات لکھ لیا کریں

کاروباری طبقہ کو اکثر و بیشتر ادھار خرید و فروخت کی ضرورت پیش آتی رہتی ...ہے بعض اوقات فریقین میں اعتماد اور خوشگوار تعلقات کی بنا پر ابتداء میں کسی تحریر کی ...ضرورت محسوس نہیں کی جاتی، مگر بعد میں بے اعتمادی اور غلط فہمیاں پیدا ہوجاتی ہیں ...لڑائی جھگڑے اور مقدمہ بازی تک نوبت پہنچ جاتی ہے، یا لمبا عرصہ گزرنے کی ...سے خریدار کو یاد ہی نہیں رہتا کہ اس نے کوئی چیز خریدی تھی یا نہیں اور اگر خریدی ...تو کس قیمت پر خریدی تھی، وہ بھول جاتا ہے۔

---

(۱) ...تفصیل کے لیے ''ادھار ہے یا نقد مجلس میں طے ہونا ضروری ہے'' عنوان کے تحت حاشیہ دیکھیں۔

(۲) ...اما یفعله بعض الناس من تحدید ثمن البضاعة علی أساس سعر النقد، وذکر القدر الزائد علی ...ثمن أنه جزء من فوائد التأخیر في الأداء، فإنه ربا صراح۔ (بحوث في قضایا فقهیة معاصرة: (ص: ...أحكام البیع بالتقسیط، ط: مكتبه دار العلوم كراچی)

...مالک عن زید بن أسلم أنه قال: كان الربا في الجاهلية أن يكون للرجل على الرجل الحق إلى أجل، ...فإذا حل الحق، قال أتقضي أم تربي، فإن قضى أخذ، وإلا زاده في حقه وأخر عنه في الأجل، (موطأ الإمام ...مالک: (ص: ۲۰۲) کتاب البیوع، ماجاء في الربا في الدین، ط: قدیمی)

...التفسیر الکبیر للفخر الرازي: (۲/۹) سورة آل عمران، رقم الآیة: ۱۳۰، ط: دار الکتب العلمیه تهران۔

مزید یہ کہ خریدار کبھی کبھار اچانک فوت ہوجاتا ہے اور تحریری ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے اس کے ورثاء ادائیگی سے انکار کردیتے ہیں، اس موقع پر اگر تحریری ثبوت اور دستاویز موجود ہو تو یہ شہادت کا کام دے سکتی ہے۔

اس لیے قرآن مجید نے یہ تلقین کی ہے کہ ادھار خرید فروخت کی دستاویز لکھ لی جائے تا کہ بعد میں اختلافات اور جھگڑے وغیرہ نہ ہوں، اور اگر بالفرض ہوں بھی تو ان سے نمٹنا آسان ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ} ۔[البقرة:۲۸۲][1]

اُدھار میں اتنی اور نقد میں اتنی قیمت ہے

''قیمت متعین ہونا ضروری ہے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۲۴۲/۵)

اُدھار میں بازاری قیمت مقرر کرنا

مثلاً ایک مہینے کے ادھار پر سامان فروخت کیا اور قیمت اس طرح مقرر کی کہ ایک مہینے کے بعد بازار میں اس سامان کی جو قیمت ہوگی وہ ادا کرنی پڑے گی، اس طرح قیمت مقرر کر کے بیع کرنے (بیچنے) سے بیع فاسد ہوگی۔[2]

اُدھار میں قیمت زیادہ لوں گا

اگر بائع نے سامان فروخت کرتے وقت خریدار سے کہا: ''ادھار میں قیمت

---

(۱) (فاكتبوه) لأنه أوثق أو أدفع للنزاع، والجمهور على أنه استحباب ـ (تفسير البيضاوي: (۱/ ۱۶۳) البقرة: ۲۸۲، ط: دار إحياء التراث العربي)

(۲) يلزم أن يكون الثمن معلوماً، فلو جهل الثمن فسد البيع ـ (شرح المجلة لسليم رستم باز، (۱/ ۹۸) [رقم المادة: ۲۳۸] الكتاب الأول: في البيوع، الباب الثالث في بيان المسائل المتعلقة بالثمن، الفصل الأول: في بيان المسائل المترتبة على أوصاف الثمن وأحواله، ط: فاروقيه كوئته)

شرح المجلة للأتاسي: (۲/ ۱۵۸)، أيضا، ط: رشيديه كوئته ـ

درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۱/ ۱۸۵)، أيضا، ط: دار الكتب العلمية ـ

زیادہ لوں گا'' اور قیمت کی مقدار متعین نہیں کی تو بیع فاسد ہوجائے گی؛ کیوں کہ قیمت کی مقدار مجلس عقد میں مقرر نہیں ہوئی ہے۔[1]

اُدھار میں قیمت زیادہ لینا

اُدھار کی وجہ سے قیمت میں اضافہ کرنا جائز ہے،[2] لیکن اتنا زیادہ اضافہ کرنا جو عرف ورواج کے اعتبار سے برداشت کے قابل نہ ہو مروت کے

(۱) تخریج کے لیے ''ادھار ہے یا نقد مجلس میں طے ہونا ضروری ہے'' عنوان کے تحت حاشیہ دیکھیں۔

(۲) ولو اشتری بألف نسیئة وباع بربح مائة ولم یبین خیر المشتری، لأنه یزاد الثمن لأجل الأجل، فکان شبهة بالمبیع، والشبهة فی هذا الباب ملحقة بالحقیقة۔ (تبیین الحقائق: (۴/۴۳۳) کتاب البیوع، باب التولیة، ط: دار الکتب العلمیة بیروت)

☐ شامی: (۵/۱۴۲) کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، ط: سعید۔

☐ الفتاوی الهندیة: (۳/۱۳۶) کتاب البیوع، الباب العاشر فی الشروط التی تفسد البیع والتی لاتفسد البیع، ط: رشیدیه کوئٹه

☐ البحر الرائق: (۶/۱۹۰) کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، ط: رشیدیه کوئٹه۔

☐ من اشتری ثوباً بعشرة نسیئة وباعه بربح واحد حالاً، ولم یبین ذلک فعلم المشتری خیانته بعیر مخیراً إن شاء رده وإن شاء قبله، لأن للأجل شبهاً بالمبیع ألاتری أنه یزاد فی الثمن لأجل الأجل، والشبهة فی هذا ملحقة بالحقیقة۔ (مجمع الأنهر: (۳/۱۱۲) کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، ط: غفاریه کوئٹه)

☐ فتح القدیر: (۶/۲۶۲) کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، ط: مصطفی البابی الحلبی مصر۔

☐ الهدایة: (۳/۶۷) کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، ط: مکتبه شرکة علمیة ملتان۔

☐ عن أبي هریرة رضي الله عنه قال: نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن بیعتین فی بیعة۔ قال الترمذي: وقد فسر بعض أهل العلم قالوا: بیعتین فی بیعة أن یقول: أبیعک هذا الثوب بنقد بعشر وبنسیئة بعشرین ولایفارقه علی أحد البیعتین، فاذا فارقه علی أحدهما فلابأس اذا کانت العقدة علی واحد منهما۔ (جامع الترمذي: (۱/۲۳۳) باب النهی عن بیعتین، أبواب البیوع عن رسول الله صلی الله علیه وسلم، ط: سعید)

☐ واذا عقد العقد علی أنه الی أجل کذا بکذا وبالنقد بکذا أو قال: الی شهر بکذا والی شهرین بکذا فهو فاسد؛ لأنه لم یعاطه علی ثمن معلوم؛ ولنهي النبي صلی الله علیه وسلم من شرطین فی بیع ...... وهذا اذا افترقا علی هذا، فان کان یتراضیان بینهما ولم یتفرقا حتی قاطعه علی ثمن معلوم وأتما العقد علیه فهو جائز۔ (المبسوط للسرخسی: (۱۳/۹) کتاب البیوع، باب البیوع الفاسدة، ط: غفاریه کوئٹه)

خلاف ہے، (۱) خاص طور پر اگر خریدار کے پاس نقد ادا کرنے کے لیے رقم نہیں ہے مجبوراً ادھار لے رہا ہے تو وہ رحم اور شفقت کا مستحق ہے، حدیث شریف میں ہے: ”تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا“۔ (۲) اور ”جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا ہے اس پر رحم نہیں ہوتا ہے“۔ (۳)

ادھار ہونے کی شرط نہیں تھی

☆......اگر سودا کرتے وقت ادھار ہونے کی شرط نہیں لگائی گئی تھی، اس کے بعد خریدار نے کہا کہ: میں قیمت بعد میں دوں گا، بائع بھی اس پر راضی ہو گیا تو یہ جائز ہے خواہ ادائیگی کی تاریخ متعین نہ بھی کی جائے، لیکن اس صورت میں بائع

---

(۱) عن علي بن أبي طالب رضي الله تعالى عنه قال: سيأتي على الناس زمان عضوض يعض الموسر على مافي يده ولم يؤمر بذلك، قال الله تعالى: {وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ} ويباع المضطرون وقدنهى النبي صلى الله عليه وسلم عن بيع المضطر ... قال الشامي: وهو أن يضطر الرجل الى طعام وشراب أوغيرهما ولايبيعه البائع الاباكثرمن ثمنهابكثير وكذلك فى الشراء منه ... قال الخطابى: إن عقدالبيع مع الضرورة على هذا الوجه جائزفي الحكم ولايفسخ إلاأن سبيله فى حق الدين والمروءة أن لايباع على هذا الوجه وأن لايقتات عليه بماله ولكن يعاون ويقرض ويستمهل له إلى الميسرة۔ (إعلاء السنن: (۲۰۵/۴) كتاب البيوع، باب النهى عن بيع المضطر، ط:ادارة القرآن كراچى)

▭ والوجه الآخر أن يضطر الى البيع لدين يركبه أو مؤنة ترهقه، فيبيع مافى يده بالوكس من أجل الضرورة، فهذا سبيله فى حق الدين، والمروءة أن لايباع على هذا الوجه وأن لايقتات عليه بماله ولكن يعاون ويقرض ويستمهل له الى الميسرة۔ (بذل المجهود: (۲۵۲/۵) كتاب البيوع، باب فى بيع المضطر، ط:امداديه)

▭ شامي: (۱۴۲/۵) كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، ط:سعيد۔

(۲) عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الراحمون يرحمهم الرحمن ارحموا من في الأرض يرحمكم من في السماء۔ (مشكاة المصابيح: (ص:۴۲۳) كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الثاني، ط:قديمى)

(۳) عن جرير بن عبدالله رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لايرحم الله من لايرحم الناس۔ (مشكاة المصابيح: (ص:۴۲۱) كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الأول، ط:قديمى)

(بیچنے والے) کو جب بھی چاہے قیمت کی ادائیگی کا مطالبہ کرنے کا حق ہوگا۔ (۱)

☆......اور اگر ادھار ہونے کی شرط تھی تو اس صورت میں قیمت کی رقم ادا کرنے کی تاریخ متعین کرنا ضروری ہے، ''میں قیمت بعد میں دوں گا'' کہنے سے بیع صحیح نہیں ہوگی۔ (۲)

ادھار ہے یا نقد مجلس میں طے ہونا ضروری ہے

تاجروں میں یہ رواج ہے کہ نقد فروخت کرنے کی قیمت علیحدہ مقرر کرتے ہیں اور قسط وار قیمت ادا کرنے میں قیمت نقد سے زیادہ لیتے ہیں، اس طرح تجارت کے جائز ہونے کی صورت یہ ہے کہ مجلسِ عقد (جس مجلس میں سودا ہوا ہے) ہی میں نقد ہے یا ادھار معاملہ صاف کردے، اگر مجلس میں بات صاف نہیں ہوئی تو بیع فاسد ہوجائے گی۔ (۳)

مثلاً: خریدار سے دریافت کرلیا جائے کہ آپ قیمت ابھی نقد ادا کریں گے یا بعد میں؟ اگر نقد کی بات کی ہے تو نقد کی قیمت بتادے اور اگر ادھار کہا ہے تو ادھار والی قیمت بتادے تو درست ہے۔

---

(۱) ثم اعلم أن هذه الآجال إنما تفسد البيع إذا ذكر في أصل العقد، أما لو باع بثمن حال ثم بعد تمام العقد أجله إلى هذه الأوقات صح البيع وصح التأجيل؛ لأن هذا تأجيل الدين لا الثمن، والدين كالكفالة يتحمل فيه جهالة الأجل إذا كانت يسيرة فإنه لو كفل إلى هذه الأوقات صح۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۱۰۱/۱) تحت المادة رقم: ۲۴۷، الكتاب الأول: في البيوع، الباب الثالث، الفصل الثاني في بيان المسائل المتعلقة بالنسيئة والتأجيل، ط: فاروقيه كوئٹه)

☐ درر الحكام شرح المجلة الأحكام لعلي حيدر: (۱۹۶/۱) رقم المادة: ۲۴۸، ط: دار الكتب العلمية۔

☐ شرح المجلة للأتاسي: (۱۶۸،۱۶۹/۲) رقم المادة: ۲۴۸، أيضا، ط: رشيديه كوئٹه۔

(۲) ''ادھار ہے یا نقد مجلس میں طے ہونا ضروری ہے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

(۳) نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيعتين في بيعة۔ وقد فسر بعض أهل العلم قالوا: بيعتين في بيعة أن يقول: أبيعك هذا الثوب بنقد بعشر وبنسيئة بعشرين ولا يفارقه على أحد البيعتين، فإذا فارقه =

اذانِ جمعہ کے بعد تجارت کرنا

’’جمعہ کی اذان کے بعد تجارت کرنا‘‘ عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۱۵/۳)

ارکانِ مضاربت

’’مضاربت کے ارکان‘‘ عنوان کے تحت لکھیں۔ (۲۲۷/۶)

اَروِی زمین کے اندر ہونے کی حالت میں بیچنا

’’آلو زمین کے اندر ہونے کی حالت میں بیچنا‘‘ عنوان کے تحت دیکھیں۔

اَسبابِ مِلک

’’مِلک کے اسباب‘‘ عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۹۴/۶)

= علی أحدهما فلابأس اذا كانت العقدة على واحدمنهما۔ (جامع الترمذي: (۱/ ۲۳۳) أبواب البيوع، باب النهي عن بيعتين، ط: سعيد)

وإذا عقد العقد على أنه إلى أجل كذا بكذا وبالنقد بكذا، أو قال: إلى شهر بكذا وإلى شهرين بكذا، فهو فاسد؛ لأنه لم يعاطه على ثمن معلوم؛ ولنهي النبي صلى الله عليه وسلم من شرطين في بيع ...... وهذا إذا افترقا على هذا، فإن كانا يتراضيان بينهما ولم يتفرقا حتى قاطعه على ثمن معلوم وأتما العقد عليه فهو جائز؛ لأنهما ما افترقا إلا بعد تمام شرط صحة العقد۔ (المبسوط للسرخسي: (۹/۱۳) باب البيوع الفاسدة، ط: غفاريه كوئته)

البيع مع تأجيل الثمن وتقسيطه صحيح، يلزم أن تكون المدة معلومة في البيع بالتأجيل والتقسيط إذا عقد البيع على تأجيل الثمن إلى كذا يوماً أو شهراً أو سنة أو إلى وقت معلوم عند العاقدين كيوم قاسم أو النيروز صح البيع ... تأجيل الثمن إلى مدة غير معينة كإمطار السماء يفسد البيع، غير أنه إذا أبطل المشتري الأجل قبل الافتراق وقبل الفسخ صح البيع لارتفاع الفساد قبل تقرره۔ (شرح المجلة لسليم رستم باز: (۱/ ۱۱۰، ۱۰۱) [المادة: ۲۴۵،۲۴۶] الكتاب الأول: في البيوع، الباب الثالث: في بيان المسائل المتعلقة بالثمن، الفصل الثاني: في بيان المسائل المتعلقة بالبيع بالنسيئة والتأجيل، ط: فاروقيه كوئته)

شرح المجلة للأتاسي: (۱۶۷/۲، ۱۶۸) ط: أيضا رشيديه)

بحوث في قضايا فقهية معاصرة: (۱/ ۷) أحكام البيع بالتقسيط، زيادة الثمن من أجل التاجيل، ط: دار العلوم كراچی۔

اسپاٹ سیل (Spot Sale)

''حاضر سودا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۷۵/۳)

اسپرٹ کی تجارت

اسپرٹ کی تجارت جائز ہے، البتہ جان بوجھ کر ایسے آدمی کو فروخت نہ کرے جو نشہ کرنے کے لیے خریدتا ہے، تاکہ بیچنے والا گناہ گار نہ ہو۔(۱)

اسپرٹ کی تجارت کا حکم

واضح رہے کہ ''الکحل'' اور ''اسپرٹ'' شراب کے خالص جوہر کا نام ہے جو کیمیائی طریقے سے نکالا جاتا ہے۔ اسپرٹ کی مختلف اقسام ہیں اور ہر ایک کا حکم بھی

---

(۱) ان بيع العصير ممن يتخذه خمراً ان قصد به التجارة فلا يحرم، وان قصد لأجل التخمير حرم۔ (قوله: إن بيع العصير ممن يتخذه خمرًا ... الخ۔ فسر في مشكلات القدوري من يتخذه خمراً بالمجوسي لا المسلم، أما بيعه من المسلم فيكره؛ لأن المجوس يستحلون ذلك، ويجوز لنا أن ندعهم يتخذون الخمر ويشربونها، أما في حق المسلم فيه إعانة على الفسق والمعصية فيكره۔ (شرح الأشباه والنظائر للحموي: (۶۹/۱، ۷۰) الفن الأول: القواعد الكلية، القاعدة الثانية: الأمور بمقاصدها، ط: علميه كوئٹه)

والضابط عندهم: أن كل ما فيه منفعة تحل شرعاً، فإن بيعه يجوز؛ لأن الأعيان خلقت لمنفعة لانسان۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: (۳۴۳۱/۵) القسم الثالث: العقود والتصرفات المدنية المالية، لفصل الأول، المبحث الرابع: البيع الباطل والبيع الفاسد، ط: رشيديه)

الدر مع الرد: (۶۹/۵) كتاب البيوع، ط: سعيد

وانما نبهت على هذا لأن "الكوحل" المسكرة (Alcohals) اليوم صارت تستعمل في معظم أدوية ولأغراض كيمياوية أخرى، ولا تستغني عنها كثير من الصناعات الحديثة وقد عمت بها البلوى شتدت اليها الحاجة، والحكم فيها على قول أبي حنيفة سهل ...... فالحاصل: أن هذه الكوحل لو لم ن مصنوعة من العنب والتمر فبيعها للأغراض الكيمياوية جائز باتفاق بين أبي حنيفة وصاحبيه، وإن نت مصنوعة من التمر أو من المطبوخ من عصير العنب فكذلك عند أبي حنيفة خلافاً لصاحبيه، كانت مصنوعة من العنب النيء فبيعها حرام عندهم جميعاً، والظاهر أن معظم الكوحل لا تصنع من ب والتمر فينبغي أن يجوز بيعها لأغراض مشروعة في قول علماء الحنفية جميعاً۔ (تكملة فتح لهم: (۵۵۱/۱) كتاب المساقات والمزارعة، باب تحريم بيع الخمر، ط: دار العلوم كراجي)

الگ الگ ہے، لہٰذا یہاں ہر ایک قسم کو الگ الگ لکھا جا رہا ہے تا کہ حکم بھی الگ الگ واضح ہو:

❶ پہلی قسم اس اسپرٹ کی ہے جسے منقّی، انگور یا کھجور کی شراب سے بنایا گیا ہو۔ یہ بالاتفاق ناپاک ہے، جس دوا میں یہ ملائی گئی ہو وہ بھی ناپاک ہے، اس کا پینا حرام ہے۔[1]

البتہ شدید اضطراری حالت میں ایسی دوا پینے کی رخصت ہے، اور شدید اضطراری حالت یہ ہے کہ ماہر معالج اور ڈاکٹر کا ظن غالب یہ ہو کہ اس مریض کو کسی اور دوا سے شفا نہیں ہوگی تو ایسی صورت میں اس قسم کی اسپرٹ ملی ہوئی دوا پینے کی بقدر ضرورت گنجائش ہے۔[2]

---

(۱) (الشراب) لغة: كل مائع يشرب واصطلاحًا (مايسكر والمحرم منها أربعة) ... (الخمر وهي النيئ) ... (من ماء العنب إذا غلى واشتدّ وقذف) أي رمى (بالزبد) أي الرغوة، ولم يشرطا قذفه وبه قالت الثلاثة وبه أخذ أبو حفص الكبير، وهو الأظهر ... وحرم قليلها وكثيرها) بالإجماع (لعينها) أي لذاتها... (وهي نجسة نجاسة مغلظة كالبول ويكفر مستحلّها... وحرم الانتفاع بها) ولسقي دواب أو لطين أو نظر للتلهي، أو في دواء، أو دهن أو طعام أو غير ذلك، إلاّ لتخليل أو لخوف عطش، بقدر الضرورة، فلو زاد فسكر حد... والثاني۔ (الطلاء بالكسر (وهو العصير يطبخ حتى يذهب أقلّ من ثلثيه) و يصير مسكرًا... (وقيل ما طبخ من ماء العنب حتى يذهب ثلثاه وبقي ثلثه وصار مسكرًا... ونجاسته... كالخمر) به يفتى (و) الثالث (السكر) (وهو النيئ من ماء الرطب... والرابع (نقيع الزبيب وهو النيئ من ماء الزبيب) ... (والكل) الثلاثة المذكورة (حرام إذا غلى واشتدّ) وإلا لم يحرم اتفاقا، وإن قذف حرم اتفاقا،... ولم يبيّن حكم نجاسة السكر والنقيع؛ ومفاد كلامه أنها خفيفة وهو مختار السرخسي واختار في الهداية، أنها غليظة۔ (الدر مع الرد: (۶/۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۱، ۴۵۲) كتاب الأشربة، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۸/۳۹۹ إلى ۴۰۲) كتاب الأشربة، ط: رشيديه۔

بدائع الصنائع: (۵/۱۱۲، ۱۱۳) كتاب الأشربة، ط: سعيد۔

(۲) ففي النهاية عن الذخيرة: الاستشفاء بالحرام يجوز إذا علم أن فيه شفاء ولم يعلم دواء آخر۔ وفي فتاوى قاضيخان معزيًا إلى نصر بن سلام: معنى قوله عليه السلام "إن الله لم يجعل شفاءكم فيما حرم عليكم" إنما قال ذلك في الأشياء التي لا يكون فيها شفاء فأما إذا كان فيها شفاء فلا بأس به، ألا ترى أن العطشان يحل له شرب الخمر للضرورة۔ (البحر الرائق: (۱/۲۰۳) كتاب الطهارة، تحت قوله: وبول مايؤكل نجس... ولا يشرب أصلاً، ط: رشيديه)=

❷ دوسری قسم اس اسپرٹ کی ہے جو مذکورہ اشیاء کے علاوہ کسی اور چیز مثلاً: جو، آلو، شہد وغیرہ کی شراب سے بنائی گئی ہو۔ اس کی طہارت اور حرمت میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک یہ پاک ہے اور اتنی مقدار پینا بھی حلال ہے کہ جس سے نشہ نہ ہو نیز لہو لعب کے مقصد سے پینا نہ ہو۔ جب کہ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک یہ نجاست خفیفہ ہے اور اس کی تھوڑی مقدار پینا بھی جائز نہیں، فتویٰ اگر چہ عام حالات میں امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر دیا گیا ہے، مگر اسپرٹ میں چوں کہ عموم بلویٰ ہے، لہٰذا جس دوا میں دوسری قسم کی اسپرٹ یا الکحل ملا ہوا ہو اس کے بارے میں گنجائش ہے کہ امام اعظم اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے قول پر عمل کر لیا جائے، اگر چہ تقویٰ اور احتیاط امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر عمل کرنے میں ہے۔ (۱)

❸ تیسری قسم اس اسپرٹ کی ہے جو کسی شراب سے نہ بنائی گئی ہو، بلکہ کسی اور پاک و حلال چیز مثلاً: درخت کے پتے، پھول، گھاس یا پودے وغیرہ سے بنائی گئی ہو، یہ بالاتفاق سب کے نزدیک پاک ہے اور جس دوا میں یہ ملائی گئی ہو وہ بھی

= بدائع الصنائع: (۱/ ۶۱، ۶۲) کتاب الطهارة، فصل: وأما الطهارة الحقيقية، ط: سعيد۔

الدر مع الرد: (۵/ ۲۲۸) كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب في التداوي بالمحرم، ط: سعيد۔

(۱) (وحرمها محمد) أي الأشربة المتخذة من العسل والتين ونحوهما قاله المصنف (مطلقًا) قليلها وكثيرها (وبه يفتى) ... وفي طلاق البزازية: وقال محمد: ما أسكر كثيره فقليله حرام وهو نجس أيضا،... والخلاف إنما هو عند قصد التقوي أما عند قصد التلهي فهو حرام إجماعا۔ (الدر مع الرد: (۶/ ۴۵۴، ۴۵۵) كتاب الأشربة، ط: سعيد)

وهذا الاختلاف فيما إذا قصد به التقوي دون التلهي، وإن قصد به التلهي فهو حرام بالإجماع۔ (قوله فيما إذا قصد به التقوي) على طاعة الله أو استمراء الطعام أو التداوي فأما السكر منه حرام بالإجماع. اهـ أتقاني۔ (تبيين الحقائق مع حاشية الشلبي (۶/ ۴۷) ط: كتاب الأشربة، ط: امداديه ملتان)

البحر الرائق: (۸/ ۴۰۲، ۴۰۳) كتاب الأشربة، ط: سعيد۔ =

پاک اور حلال ہے اور اس کی خرید وفروخت بھی جائز ہے، موجودہ دور میں عام طور پر تیسری قسم کی اسپرٹ استعمال ہوتی ہے، کیوں کہ وہ سستی ہے۔[1]

مذکورہ بالا تفصیل اس وقت ہے جب کہ معلوم ہو کہ اسپرٹ کس قسم کی ہے، اور اگر معلوم نہ ہو کہ یہ کس قسم کی ہے تو چوں کہ ناپاک ہونے کا گمان غالب نہیں ہے، بلکہ محض شبہ ہے کہ قسم اول سے ہو، تو محض اس شبہ کی بنا پر اس کی نجاست یا حرمت کا حکم نہیں لگایا جائے گا، لہٰذا جس دوا میں ایسی اسپرٹ یا الکحل ہو جس کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ مذکورہ تین قسموں میں سے کس قسم سے ہے، ایسی دوا کھانے اور پینے کی گنجائش ہے اور جس کپڑے کو ایسی دوا یا اسپرٹ لگ جائے اسے ناپاک نہیں کہا جائے گا۔[2]

اب اس تفصیل کے بعد الکحل کی خرید وفروخت کا حکم یہ ہے کہ جن صورتوں کو پاک لکھا گیا ہے اور استعمال کی گنجائش دی گئی ہے ان صورتوں میں خرید وفروخت بھی جائز ہوگی، اس کی تجارت بھی حلال ہوگی اور جن صورتوں کو ناپاک لکھا گیا ہے

= الهندية: (۳۰۹/۵، ۳۱۲) كتاب الأشربة، الباب الأول: في تفسير الأشربة، ط: رشيديه۔

والسادس: العسر وعموم البلوى، كالصلاة مع النجاسة المعفو عنها كما دون ربع الثوب من مخففة و قدر الدرهم من المغلظة ....۔ (شرح الأشباه للحموي: (۱۸۹/۱) الفن الأول: القواعد الكلية، القاعدة الرابعة: المشقة تجلب التيسير، ط: علميه كوئٹه)

أما استعمال الكحول الخارجي بغير التداوي في مثل العطور و الحبر و الأصباغ، فيتوقف حكمه على كونه نجسا أو طاهرا، وقد ثبت من مذهب الحنفية المختار أن غير الأشربة الأربعة (المصنوعة من التمر أو من العنب) ليست نجسة، ولما أن الكحول المستخدمة للاستعمال ليست داخلة في الأشربة الأربعة، فإنها ليست نجسة في قول أبي حنيفة و أبي يوسف رحمهما الله تعالى، ولذلك يجوز على قولهما استعمال العطور و الحبر و الاصباغ و نحوها التي توجد فيها الكحول۔ (فقه البيوع على المذاهب الأربعة (۲۹۴/۱) المبحث الثالث، الشرط الثاني، كون المبيع متقوما، الأدوية و الأغذية المشتملة على الكحول، ط: مكتبه معارف القرآن)

(۱) ايضا۔

(۲) اليقين لا يزول بالشك، ... وإذا صار مشكوكا في نجاسته جازت الصلاة معه، قلت: يندرج في هذه القاعدة قواعد: منها قولهم: الأصل بقاء ما كان على ما كان، وتتفرع عليها مسائل منها: من تيقن =

ان کی خرید وفروخت بھی ناجائز ہوگی اور تجارت بھی حرام ہوگی۔ (۱)

اسپورٹس ڈریس

وہ کپڑے جن پر کافروں کے شعار ہوتے ہیں ان میں کچھ تفصیل ہے اور وہ

=الطهارة و شک في الحدث فهو متطهر۔ (شرح الحموي على الأشباه: (۱/۱۴۸ـ ۱۵۰) الفن الأول: القواعد الكلية، القاعدة الثالثة: اليقين لايزول بالشک، ط: مكتبه علمية كوئٹه)
☐شرح المجلّة للأتاسي: (۱/۱۸) رقم المادة: ۴، المقدمة، المقالة الثانية: في بيان القواعد الكلية الفقهية، ط: رشيديه كوئٹه،
☐شرح المجلّة لرستم باز: (۱/۱۶) رقم المادة: ۴، أيضا، ط: فاروقيه كوئٹه۔
(۱) وإنما نبهت علي هذا لأن "الكحول المسكرة" اليوم صارت تستعمل في معظم الأدوية، و لأغراض كيمياوية أخرى، و لاتستغني عنها كثير من الصناعات الحديثة، و قد عمت بها البلوى، واشتدت اليها الحاجة، و الحكم فيها علي قول أبي حنيفة سهل، لأنها إن لم تكن مصنوعة من التي من ماء العنب، فلايحرم بيعها عنده، والذي يظهر لي أن معظم هذه الكحول لا تصنع من العنب، بل تصنع من غيرها... فالحاصل أن هذه الكحول لو لم تكن مصنوعة من العنب و التمر، فبيعها للأغراض الكيمياوية جائز بين أبي حنيفة وصاحبيه، وإن كانت مصنوعة من التمر أو من المطبوخ من عصير العنب، فكذالك عند أبي حنيفة، خلافًا لصاحبيه، و لو كانت مصنوعة من العنب التي فبيعها حرام عندهم جميعًا۔ (تكملة فتح الملهم (۱/۵۵۱) كتاب المساقاة و المزارعة، باب تحريم بيع الخمر، ط: مكتبه دار العلوم)
☐وبهذا تبين حكم الكحول المسكرة التي عمت بها البلوي اليوم، فإنها تستعمل في كثير من الأدوية والعطور و المركبات الأخرى، فإنها إن اتخذت من العنب أو التمر فلاسبيل إلي حلتها أو طهارتها، وإن اتخذت من غيرها فالأمر فيها سهل علي مذهب أبي حنيفة رحمه الله تعالي، ولا يحرم استعماله مركبة مع المواد الأخرى، ولايحكم بنجاستها أخذًا بقول أبي حنيفة رحمه الله، وإن معظم الكحول التي تستعمل اليوم في الأدوية والعطور وغيرها لاتتخذ من العنب أو التمر إنما تتخذ من الحبوب أو القشور أو البترول وغيره كما وحينئذ هناك فسحة في الأخذ بقول أبي حنيفة عند عموم البلوي، والله سبحانه أعلم۔ (تكملة فتح الملهم (۳/۶۰۸) كتاب الأشربة، باب تحريم بيع الخمر، ط: مكتبه دار العلوم)
☐أما استعمال الكحول الخارجي بغير التداوي في مثل العطور و الحبر و الأصباغ، فيتوقف حكمه علي كونه نجسًا أو طاهرًا، وقد ثبت من مذهب الحنفية المختار أن غير الأشربة الأربعة (المصنوعة من التمر أو من العنب) ليست نجسة، ولما أن الكحول المستخدمة للاستعمال ليست داخلة في الأشربة الأربعة، فإنها ليست نجسة في قول أبي حنيفة و أبي يوسف رحمهما الله تعالي، ولذلك يجوز علي قولهما استعمال العطور و الحبر و الاصباغ و نحوها التي توجد فيها الكحول۔ (فقه البيوع على المذاهب الأربعة (۱/۲۹۴) المبحث الثالث، الشرط الثاني، كون المبيع متقومًا، الأدوية و الأغذية المشتملة علي الكحول، ط: مكتبه معارف القرآن)

یہ ہے:

❶ اگر یہ شعار کافروں کے دینی رموز اور علامتیں ہیں جیسے صلیب وغیرہ تو ایسی حالت میں ان کپڑوں کو درآمد کرنا اور ان کی خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

❷ اگر یہ شعار اور علامت کسی کافر کی تعظیم اور احترام کی علامت ہو، مثلاً کپڑے پر تعظیم کے لئے کسی کافر کی تصویر چھپی ہو، یا اس کا نام لکھا ہو، یا اس طرح کی کوئی اور چیز ہو تو ایسے کپڑوں کو بھی درآمد کرنا اور ان کی خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہے۔

❸ اور اگر کپڑوں پر جو علامتیں چھپی ہوئی ہیں وہ عبادت کی علامت نہیں یا کسی آدمی کی تعظیم کے لئے بھی نہیں صرف تجارتی نشانات ہیں جنہیں "ٹریڈ مارک" کہتے ہیں تو ان میں کوئی حرج نہیں۔ (۱)

---

(۱)(ولو وجدوا في الغنائم صليباً من ذهب أو فضة أو تماثيل أو دراهم، أو دنانير فيها التماثيل، فإنه ينبغي للإمام أن يكسر ذلك كله فيجعله تبراً): لأنه لو قسمه أو باعه كذلك، ربما يبيعه من يقع في سهمه من بعض المشركين بأن يزيدوا له في ثمنه رغبة منهم في لباسه، أو في أن يعبدوا فليتحرز عن ذلك بكسر الصلب والتماثيل.... (فأما الدراهم والدنانير فلا بأس بقسمتها وبيعها قبل أن تكسر) لأن هذا مما لا يلبس، ولكنه يبتذل في المعاملات، ألا ترى أن المسلمين يتبايعون بدراهم الأعاجم فيها التماثيل بالتيجان، ولا يمتنع أحد عن المعاملة بذلك، وإنما يكره هذا فيما يلبس أو يعبد من دون الله من الصليب ونحوها. (وحكم هذه الاشياء كحكم مالو أصابوا برابط وغيرها من المعازف، فهناك ينبغي له أن يكسر ها ثم يبيعها أو يقسمها حطباً. (شرح السير الكبير: (۳/ ۱۴۲، ۱۴۳) مايحمل عليه الفني ومايركبه الرجل من الدواب، ط: دار الكتب العلمية)

ولهذه العناية الإلهية جاءت في شريعتنا السمحة البيضاء احكام لسد الذرائع فيما جرب عظيم فساده في الأرض من المعاصي، كما ترى أنه لما حرمت الخمر حرم بيعها وشرائها الذي هو ذريعة إلى هذه المعصية وكذلك لما كان الشرك ظلماً عظيما وإثما غير مغفور حرمت ما كان ذريعة إلى الشرك، منها التصوير صنعته واستعماله۔ (احكام القرآن للتهانوی: (۳/۲۷۸)، ط: إدارة القرآن)۔

ولايحل عمل شيئ من هذه الصور، ولايجوز بيعها ولا التجارة لها والواجب أن يمنعوا من ذلك۔ (بلوغ القصد والمرام: (ص: ۲۰)، بحوالہ تصویر کے شرعی احکام: (ص: ۸۹)، عنوان: "تصاویر کی تجارت" ط: إدارة المعارف کراچی)۔ =

استثنا

جس چیز کو اکیلے فروخت کرنا صحیح ہے فروخت کرتے وقت اس کا استثنا کرنا بھی جائز ہے۔ اور جس چیز کو اکیلے فروخت کرنا صحیح نہیں ہے فروخت کرتے وقت اس کا استثنا کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ (١)

اِستجرار

☆...... دکان دار کو پیشگی رقم دینے کے بعد اس کی دکان سے مختلف چیزیں لاتے رہنا اور آخر میں ان کا حساب کر کے ان کی قیمت کٹوا دینا جائز ہے، اس کو "استجرار" کہتے ہیں۔ (٢)

☆...... اسی طرح دکان دار سے پورے مہینے سامان اور راشن وغیرہ لینے کے بعد مہینے کے آخر میں حساب کر کے پیسہ ادا کر دینا بھی درست ہے۔ (٣)

= إذا ثبت كراهية لبسها ثبت كراهية بيعها وصيغها لما فيه من الإعانة على ما لا يجوز وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز (الدر المختار مع الرد: (٣٦٠/٦)، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ط: سعيد)

ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريماً وإلا فتنزيهاً۔ (الدر مع الرد: (٣٩١/٦)، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ط: سعيد)۔

(١) كلما جاز بيعه منفرداً جاز استثناءه من البيع ... ولو استثنى منه ما لا يجوز أفراده بالعقد، لا يصح استثناءه، كما لو باع جارية إلا حملها ... لم يجز۔ (شرح المجلّة للأتاسي: (ص: ١٢٣، ١٢٤) رقم المادة: ٢١٩، الكتاب الأول: في البيوع، الباب الثاني، الفصل الثالث: في بيان المسائل المتعلّقة بكيفية بيع المبيع، ط: رشيديه كوئٹه)

شرح المجلّة لرستم باز: (٨٦/١) رقم المادة: ٢١٩، البيوع، الباب الثاني: الفصل الثالث في بيان المسائل المتعلّقة بكيفية بيع المبيع، ط: فاروقيه كوئٹه۔

درر الحكام شرح مجلّة الأحكام: (١٦٨/١) رقم المادة: ٢١٩، ط: دار الكتب العلمية۔

(٢،٣) قال في الولوالجية: دفع دراهم الى الخباز، فقال: اشتريت منك مائة خبز، وجعل يأخذ كل يوم خمسة أمناء فالبيع فاسد وما أكل فهو مكروه؛ لأنه اشترى خبزاً غير مشار اليه، فكان المبيع مجهولاً، ولو أعطاه دراهم وجعل يأخذ منه كل يوم خمسة أمناء ولم يقل في الابتداء: "اشتريت منك" يجوز، وهذا حلال وإن كانت نيته وقت الدفع الشراء، لأنه بمجرد النية لا ينعقد البيع وإنما ينعقد البيع الآن =

اُسترا

''بلیڈ'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۱۲۲/۲)

اِستِصناع (Order)

کسی کاری گر یا کارخانے کو آرڈر دے کر مال بنوانا جائز ہے،[1] اس کو ''استصناع'' کہتے ہیں، اس میں مندرجہ ذیل امور کی رعایت کرنا ضروری ہے:

❶ کوئی مدت اس طرح مقرر نہ کی جائے کہ اس مدت سے پہلے لینا صحیح نہ ہو، اندازہ اور مہلت کے لیے مدت بیان کرسکتے ہیں۔

=بالتعاطی والآن المبیع معلوم فینعقد البیع صحیحاً۔ (شامی: (۵۱۶/۴) کتاب البیوع، مطلب: البیع بالتعاطی، ط: سعید)

ولا بأس بأن یضع الرجل عند الرجل درهماً ثم یأخذ منه بثلث أو بربع أو بکسرٍ معلومٍ سلعةً معلومةً (مؤطا الامام مالک: (ص: ۵۹۰) کتاب البیوع، باب جامع بیع الطعام، ط: میر محمد کتب خانہ کراچی)

ویصح أیضاً ولو کان الإعطاء من أحد الجانبین فقط وبه یفتی، وصورته: أن یتفقا علی الثمن ثم یأخذ المشتري المتاع ویذهب برضا صاحبه من غیر أن یدفع الثمن أو أن یدفع المشتري الثمن للبائع ویذهب بدون قبض المبیع فان البیع لازم علی الصحیح۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: (۶۵/۱) [رقم المادة: ۱۷۵] الکتاب الأول: في البیوع، الباب الأول: في المسائل المتعلقة بعقد البیع، الفصل الأول فیما یتعلق برکن البیع، ط: فاروقیه کوئٹه)

شرح المجلة لخالد الاتاسی، (۳۶/۲) [رقم المادة: ۱۷۵]، ط: مکتبه حقانیه پشاور

بحوث في قضایا فقهیة معاصرة، (ص: ۶۹) البیع بالتعاطی والاستجرار، ط: دالعلوم کراچی۔

مایستجره الانسان من البیاع اذا حاسبه علی أثمانها بعد استهلاکها جاز استحساناً۔ (الدر مع الرد: (۵۱۶/۴) کتاب البیوع، ط: سعید)

ومما تسامحوا فیه وأخرجوه عن هذه القاعدة ما في القنیة: الأشیاء التي تؤخذ من البیاع علی وجه الخرج کما هو العادة من غیر بیع کالعدس والملح والزیت ونحوها ثم اشتراها بعد ما انعدمت صح، فیجوز بیع المعدوم هنا۔ (البحر: (۴۴۴/۵) کتاب البیع، ط: رشیدیه)

حاشیة الطحطاوي علی الدر المختار: (۸/۳) کتاب البیوع، ط: دار المعرفة بیروت۔

(۱) الاستصناع لغة: طلب الصنعة، وشرعاً أن یقول لصانع خف مثلاً اصنع لي خفًا طوله کذا وسعته، کذا من أدیم کذا من عندک بکذا وکذا، ویعطی الثمن المسمی أو لا یعطی شیئاً، فیقبل الآخر منه۔ =

❷ چیز بنانے کا سارا مال کاری گر کا ہو، اگر کل یا اکثر مال آرڈر دینے والے کا ہو تو یہ استصناع نہیں ہوگا، بلکہ یہ اجرت پر کام کروانا ہوگا اور اس پر اجارہ کے احکام جاری ہوں گے۔

❸ چیز بنانے کے بعد آرڈر دینے والے کو چیز دکھلانے سے پہلے کاری گر کو اختیار ہوگا کہ وہ چیز آرڈر دینے والے کو دے یا نہ دے، بلکہ دوسری چیز بنا کر دے دے۔ اور آرڈر دینے والے کو دکھلانے کے بعد کاری گر کو وہ چیز اپنے لیے روک لینے کا اختیار نہیں ہوگا، نیز مال دیکھنے کے بعد آرڈر دینے والے کو بنی ہوئی چیز قبول نہ کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔ (۱)

=(شرح المجلة للأتاسي: (۲۰۱/۱)، تحت المادة: ۳۸۸، البيوع، الباب السابع: في بيان البيع وأحكامه، الفصل الرابع: في الاستصناع، ط: رشيديه)

وصح السلم والاستصناع في نحو خف وطست... الخ۔ (البحر الرائق: (۲۸۳/۶) كتاب البيع، باب السلم، ط: رشيديه)

الدر مع الرد: (۲۲۳/۵) كتاب البيوع، باب السلم، مطلب في الاستصناع، ط: سعيد۔

(۱) إذا قال شخص لأحد من أهل الصنائع اصنع لي الشيئ الفلاني بكذا قرشا... وبين الطول والحجم وسائر أوصافها اللازمة وقبل صاحب المعمل انعقد الاستصناع، بشرط أن يكون الحديد من الصانع إذ لو كان من المستصنع كان العقد إجارة لا استصناعا انظر المادة: ۴۲۱... كل شيئ تعومل استصناع يصح فيه الاستصناع على الإطلاق أي سواء عينت المدة أم لا، كالخف والقلنسوة والأواني المتخذة من الصفر والنحاس، وكالطست والقمقمة، وأما لم يتعامل باستصناعه إذا بين فيه المدة صار سلما، وتعتبر فيه حينئذ شروط السلم وإذا لم يبين فيه المدة كان من قبيل الاستصناع أيضا، إنما يكون سلما عند بيان المدة إذا بينت المدة على سبيل الاستمهال وحينئذ تعتبر فيه شروط السلم، أما لو ذكرت المدة على سبيل الاستعجال كعلى أن تفرغه غدا كان استصناعا لا سلما... وإذا انعقد الاستصناع، فليس لأحد العاقدين الرجوع، وإذا لم يكن المصنوع على الأوصاف المطلوبة المبينة كان المستصنع مخيرا، لفوات الوصف المرغوب فيه، أما الصانع فلا خيار له مطلقا؛ لأنه باع ما لم يره، ولا خيار للبائع...۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۱۷۶،۱۷۵/۱) رقم المادة: ۳۸۸، إلى رقم المادة: ۳۹۲، البيوع، الباب السابع: في بيان أنواع البيع وأحكامه، الفصل الرابع: في الاستصناع، ط: فاروقيه كوئته)

شرح المجلة للأتاسي: (۴۰۳/۲، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶) رقم المادة: ۳۸۸-۳۹۲، أيضا، ط: رشيديه۔

(والاستصناع) هو طلب عمل الصنعة (بأجل) ذكر على سبيل الاستمهال لا الاستعجال فإنه =

استصناع اور اجارہ میں فرق

☆......استصناع اور اجارہ میں فرق یہ ہے کہ استصناع میں مال تیار کرنے والا (مینوفیکچرر) خود اپنے خام مال سے چیز تیار کرنے کی ذمہ داری قبول کرتا ہے، لہٰذا یہ معاہدہ اس بات کو بھی شامل ہوتا ہے کہ اگر خام مواد تیار کرنے والے کے پاس موجود نہیں ہے تو وہ اسے مہیا کرے اور اس بات کو بھی شامل ہوتا ہے کہ مطلوبہ چیز کی تیاری کے لیے کام کرے۔

☆...... اگر خام مواد گاہک کی طرف سے مہیا کیا گیا ہے اور تیار کرنے والے سے صرف اس کی محنت اور مہارت مطلوب ہے تو یہ معاہدہ استصناع کا نہیں ہوگا، اس صورت میں یہ اجارے کا عقد ہوگا جس کے ذریعے کسی شخص کی خدمات ایک متعین معاوضے کے بدلے میں حاصل کی جاتی ہیں۔[1]

استصناع اور سَلَم میں فرق

استصناع اور سلم کے درمیان چند فرق ہیں اور وہ مختصراً یہ ہیں:

❶ استصناع ہمیشہ ایسی چیز پر ہوتا ہے جسے تیار کرنے کی ضرورت ہو، جب

= لایصیر سلمًا (سلم) ... فیجبر الصانع علی عملہ ولا یرجع الآمر عنه) .... (الدر مع الرد: (۵/۲۲۳-۲۲۵) کتاب البیوع، باب السلم، مطلب: في الاستصناع، ط: سعید)

📂 والاستصناع أن تكون العين والعمل من الصانع فأما إذا كانت العين من المستصنع لا من الصانع فإنه يكون إجارة ولا يكون استصناعًا ....(الهندية: (۴/۵۱۷) كتاب الإجارة، الباب الحادي والثلاثون: في الاستصناع والاستئجار على العمل، ط: رشيديه)

📂 في البائع، واما صفته فهي انه عقد غير لازم قبل العمل من الجانبين بلاخلاف، حتي كان لكل واحد منهما خيار الامتناع من العمل، كالبيع بالخيار للمتبايعين، فان لكل منهما الفسخ اه وامابعد الفراغ من العمل قبل ان يراه المستصنع فكذلك حتي كان للصانع ان يبيعه ممن شاء، واذا أحضره الصانع علي الصفة المشروطة فلاخيار لهما عند الثاني، وعليه هذه المادة۔ (شرح المجلة للاتاسی (۲/۴۱۰) شرح المادة: ۳۹۲، ط: رشيديه)

(۱) والاستصناع أن تكون العين والعمل من الصانع، فأما إذا كان العين من المستصنع لا من الصانع=

کہ بیع سلم ہر چیز کی ہو سکتی ہے خواہ اسے تیار کرنے کی ضرورت ہو یا نہ ہو۔

❷ سلم میں یہ ضروری ہے کہ قیمت مکمل طور پر پیشگی ادا کی جائے، جب کہ استصناع میں یہ ضروری نہیں ہے۔

❸ سلم کا عقد جب ایک مرتبہ ہو جائے تو اسے یک طرفہ طور پر منسوخ نہیں کیا جا سکتا، جب کہ عقد استصناع کو سامان کی تیاری شروع ہونے سے پہلے منسوخ کیا جا سکتا ہے۔

❹ سپردگی کا وقت مقرر کرنا سلم میں بیع کا ضروری حصہ ہے، جب کہ استصناع میں سپردگی کا وقت مقرر کرنا ضروری نہیں ہے۔ (١)

=يكون إجارة، ولا يكون استصناعاً۔ (المحيط البرهاني (١٢/ ٩٨) كتاب الإجارة، الفصل الثالث و الثلاثون في الإستصناع، ط: إدارة القرآن)

الفتاوى الهندية (٣/ ٥١٧) كتاب الإجارة، الباب الحادي والثلاثون في الإستصناع والاستجار على العمل، ط: رشيديه۔

مجمع الأنهر (٣/ ١٣٩) ط: كتاب البيوع، باب السلم، ط: دار الكتب العلمية۔

(١) يشترط لصحة السلم بيان جنس المبيع مثلاً أنه حنطة أو أرز . . . وصفته كالجيد والخسيس، وبيان مقدار الثمن والمبيع وزمان تسليمه ومكانه . . . وجملة الشروط كما في الدرر والبحر سبعة عشر شرطًا . . . ستة في رأس مال السلم، وهي بيان جنسه ونوعه وصفته وقدره ونقده وقبضه قبل الافتراق، وأحد عشر في المسلم فيه، وهي الأربعة الأولى، وبيان مكان إيفائه، وأجله وعدم انقطاعه، . . . وواحد يرجع إلى العقد وهو كونه باتاً ليس فيه خيار الشرط . . . بقي من شروط السلم نقد رأس مال السلم، . . . ومنها عدم خيار الشرط، لما تقرر من أن قبض رأس المال قبل تفرق شرط بقائه على الصحة، وخيار الشرط يمنع تمام القبض . . . ولا يثبت في المسلم فيه خيار الرؤية؛ لأنه دين في الذمة۔ (شرح المجلّة للأتاسي: (٢/ ٣٩٦، ٣٩٧، ٣٩٨) رقم المادة: ٣٨٦، ٣٨٧، البيوع، الباب السابع: في بيان البيع وأحكامه، الفصل الثالث في حق المسلم، ط: رشيديه)

كل شيئ تعومل استصناعه يصح فيه الاستصناع على الاطلاق . . . فعلى هذا لا يجوز استصناع حائك على أن ينسج له ثوبا، لعدم التعامل، ثم ما ورد التعامل في استصناعه سواء، كان مؤجلاً إلى شهر أو أزيد أو لم يكن مؤجلاً، فالتأجيل يحمل على الاستعجال ولا يخرجه عن كونه استصناعا . . . وعند الإمام الأعظم إذا ذكر الأجل يصير سلمًا فيشرط فيه ما يشترط للسلم . . . وأما ما لم يتعامل باستصناعه . . . إذا بين فيه المدة صار سلمًا وتعتبر فيه شرائط السلم . . . وإذا لم يبين فيه المدة كان من قبيل الاستصناع أيضا . . . لا يلزم في الاستصناع دفع الثمن حالاً أي وقت العقد . . . وإذا انعقد الاستصناع فليس =

استصناع بیع ہے وعدہ نہیں

استصناع خود بیع ہے، بیع کا وعدہ نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پوری دنیا میں اس بیع کا تعامل وتعارف ہے۔ چوں کہ یہ بیع ہے وعدہ نہیں ہے، اس لیے صانع (کاریگر) کو مطلوبہ آرڈر تیار کرنے پر مجبور کیا جائے گا، اور جب مطلوبہ مال تیار ہوجائے گا تو آرڈر دینے والا اسے لینے کا پابند ہوگا، البتہ عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار ہوگا۔[1]

اور اگر کاریگر کو ثمن پہلے دے دیا گیا تو وہ اس کا مالک بن جائے گا۔[2]

=لأحد العاقدين الرجوع وإذا لم يكن المصنوع على الأوصاف المطلوبة المبينة كان المستصنع مخيرًا،... وأما إلزام الصانع على العمل وعدم رجوع الآمر عنه فهو وإن صرّح به في التنوير تبعًا للدرر والوقاية، إلا أنه مخالف لكثير من كتب المذهب، لقول البحر، وحكمه الجواز دون اللزوم، ولذا قلنا للصانع أن يبيع المصنوع قبل أن يراه المستصنع؛ لأنّ العقد غير لازم، ولما في البدائع: وأما صفته فهي أنه عقد غير لازم قبل العمل من الجانبين بلاخلاف۔ (شرح المجلّة للأتاسي: (۲/۴۰۳-۴۰۶) رقم المادة: ۳۸۹-۳۹۲، البيوع، الباب السابع: في بيان البيع وأحكامه، الفصل الرابع: في بيان الاستصناع، ط: رشيديه)

شرح المجلّة لرستم باز: (۱/۱۷۲-۱۷۴) رقم المادة: ۳۸۶، ۳۸۷) أيضًا، و: (۱/۱۷۵، ۱۷۶)، رقم المادة: ۳۸۹-۳۹۲، أيضًا، ط: فاروقيه كوئٹه۔

الدر مع الرد: (۵/۲۱۳، ۲۱۵، ۲۲۳، ۲۲۴) كتاب البيوع، باب السلم، ومطلب في الاستصناع، ط: سعيد۔

(۱) (وإذا انعقد الاستصناع، فليس لأحد العاقدين الرجوع۔ وإذا لم يكن المصنوع على الأوصاف المطلوبة المبينة كان المستصنع مخيرًا)۔

قال العلامة علي حيدر الآفندي: الاستصناع بيع وليس وعدًا مجردًا، فإذا انعقد فليس لأحد العاقدين على رواية أبي يوسف الرجوع عنه بدون رضا الآخر، فيجبر الصانع على عمل الشيئ المطلوب وليس له الرجوع عنه؛ لأنّ الذي يبيع مالاً لم يزد له خيار، وكذلك ليس للمستصنع أن يرجع عنه؛ لأنه لو جعل له الخيار للحق البائع إضرار؛ لأنه قد لا يرغب في المصنوع أحد غير المستصنع... وإذا كان المصنوع غير موافق للأوصاف المطلوبة فإن كان النقص الموجودة فيه من قبل العيب فللمستصنع خيار العيب۔ (شرح المجلّة لعلي حيدر: (۱/۴۲۴) المادة: ۳۹۲، الكتاب الأول: البيوع، الباب السابع في بيان أنواع البيع وأحكامه، الفصل الرابع في بيان الاستصناع، ط: دار الجيل)

شرح المجلّة لخالد الأتاسي: (۲/۴۰۶) المادة: ۳۹۲، ط: حقانيه۔

(۲) ولو قبض الثمن ملكه۔ (تبيين الحقائق: (۴/۱۲۴) كتاب البيوع، باب السلم، ط: امداديه ملتان)

استصناع صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری ہے

استصناع کے صحیح ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ چیز کی قیمت فریقین کی رضامندی سے طے کرلی جائے اور مطلوبہ چیز (جس کی تیاری مقصود ہے) کے ضروری اوصاف بھی متعین کرلیے جائیں۔[1]

استصناع کا معنی

☆ ......"استصناع" بیع کی ایک قسم ہے جس میں چیز کے وجود میں آنے سے پہلے اس کی بیع (سودا) ہوجاتی ہے۔[2]

☆ ......استصناع کا معنی یہ ہے کہ: کوئی مال تیار کرنے والا (مینوفیکچرر) اپنے پاس سے خام مال لگا کر خریدار کے لیے چیز تیار کرنے کی ذمہ داری قبول کرلیتا ہے تو اس طرح کرنے سے استصناع کا عقد وجود میں آجاتا ہے۔[3]

استصناع کی شرائط

استصناع کے جائز ہونے کے لیے متعدد شرائط ہیں اور وہ یہ ہیں:[4]

---

(۱) يلزم في الاستصناع وصف المصنوع وتعريفه على الوجه الموافق للمطلوب.... (شرح المجلة للأتاسي: (۲/۴۰۵) رقم المادة: ۳۹۰، البيوع، الباب السابع، الفصل الرابع: في الاستصناع، ط: رشيديه)

الثمن المسمى: هو الثمن الذى يسميه و يعينه العاقدان وقت البيع بالتراضي۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۱/۶۰) رقم المادة: ۱۵۳۔

شرح المجلة لرستم باز: (۱/۱۷۵) رقم المادة: ۳۹۰، أيضا، ط: فاروقيه كوئته۔

درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۱/۳۶۰)، رقم المادة: ۳۹۰، أيضا، ط: دار الكتب العلمية۔

وللتعامل جوزنا الاستصناع مع أنه بيع المعدوم۔ (شامي (۵/۸۸) ط: سعيد۔

(۲، ۳) الاستصناع لغة: طلب الصنعة، وشرعا أن يقول لصانع خف مثلا اصنع لي خفا طوله كذا وسعته كذا من أديم كذا من عندك بكذا و كذا، ويعطى الثمن المسمى أو لا يعطى شيئا، فيقبل الآخر منه۔ (شرح المجلة للأتاسي: (۱/۴۰۱)، تحت المادة: ۳۸۸، البيوع، الباب السابع: في بيان البيع وأحكامه، الفصل الرابع: في الاستصناع، ط: رشيديه)

البحر الرائق: (۶/۲۸۳) كتاب البيع، باب السلم، ط: رشيديه۔

الدر مع الرد: (۵/۲۲۳) كتاب البيوع، باب السلم، مطلب في الاستصناع، ط: سعيد۔

(۴) الشروط الحنفية لجواز الاستصناع شروطا ثلاثة... ۱۔ بيان جنس المصنوع و نوعه وقدره =

① جس چیز کو بنانے کا آرڈر دیا جارہا ہے، اس کی جنس، نوع، مقدار، اور صفت معلوم ہو، مثلاً برتن بنوانا ہے، یا گاڑی یا کپڑا وغیرہ، اگر برتن بنوانا ہے تو کس نوع اور کس ڈیزائن کا یعنی لوٹا بنوانا ہے یا پلیٹ بنوانی ہے، اگر لوٹا بنوانا ہے تو کس چیز کا، پیتل کا یا پلاسٹک کا یا سلور کا، پھر کتنے بنوانے ہیں، یہ تمام باتیں عقد استصناع کے وقت معلوم ہونا ضروری ہیں۔

② صرف ان ہی چیزوں کا آرڈر دیا جائے جن میں استصناع اور آرڈر دے کر بنوانے کا تعامل ہے، اور رواج ہے، جیسے جوتے، موزے، کپڑے، زیورات برتن، اور نقل وحمل کے وسائل مثلاً گاڑی وغیرہ۔ لہٰذا جن چیزوں میں آرڈر دے کر بنوانے کا رواج نہیں ہے، ان چیزوں میں استصناع صحیح نہیں ہے۔

نیز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک زمانہ اور ایک علاقہ میں کسی چیز میں استصناع کا رواج ہو اور دوسرے زمانے اور دوسرے علاقے میں رواج نہ ہو۔

③ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایک شرط یہ بھی ہے کہ حوالگی کی

= وصفته... وبناء عليه إذا استصنع شخص إناء أو سيارة، بين في الإناء نوع المعدن وجنسه ومقاسه وحجمه وأوصافه وعدد الآنية المطلوبة إذا كانت متعددة۔ ٢۔ أن يكون المصنوع مما يجري فيه تعامل الناس كالمصنوعات والأحذية والأواني وأمتعة الدواب ووسائل النقل الأخرى، فلا يجوز الاستصناع في الثياب أو في سلعة لم يجر العرف باستصناعها كالدبس (مايخرج من العنب) لعدم تعامل الناس به... ويصح في عصرنا الحاضر الاستصناع في الثياب لجريان التعامل فيه، والتعامل يختلف بحسب الأزمنة والأمكنة۔ ٣۔ ألا يذكر فيه أجل محدد، فإذا ذكر المتعاقدان أجلاً معيناً لتسليم المصنوع فسد العقد وانقلب سلمًا عند أبي حنيفة، فتشرط فيه حينئذ شروط السلم... وقال الصاحبان: ليس هذا بشرط، والعقد استصناع على كل حال، حدد فيه أجل أو لم يحدد، لأن العادة جارية بتحديد الأجل في الاستصناع، فيكون شرطًا صحيحًا لذلك۔ وهذا القول هو المتفق مع ظروف الحياة العلمية، وحاجات الناس، فيكون هو الأولى بالأخذ به۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: (٣٦٤٨،٣٦٤٦/٥) القسم الثالث: العقود أو التصرفات المدنية المالية، الفصل الأول: عقد البيع، المبحث السادس: أنواع البيع، ٢۔ عقد الاستصناع، ط: رشيديه)

شرح المجلة لخالد الأتاسي: (٤٠٣/٢) المادة: ٣٨٩، الكتاب الأول، الباب السابع: في بيان أنواع البيع وأحكامه، الفصل الرابع في بيان الاستصناع، ط: رشيديه۔

متعین نہ کی جائے ورنہ عقد استصناع فاسد ہوجائے گا اور بیع سلم بن جائے گی، بشرطیکہ اس میں بیع سلم کی شرائط موجود ہوں، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک حوالگی کی مدت متعین کرنے سے کچھ فرق نہیں پڑتا، مدت متعین کرنا اور نہ کرنا برابر ہے، اور فتوی اسی قول پر ہے اور لوگوں کا تعامل بھی اسی پر ہے۔ (۱)

آج کل بعض اوقات استصناع کے عقد میں یہ شرط بھی لگائی جاتی ہے کہ اگر آرڈر پر مال تیار کرنے والے (Manufacturer) نے فلاں تاریخ تک مال تیار کر کے نہیں دیا تو ہر روز کے حساب سے اتنی متعین قیمت کم ادا کی جائے گی، ایسی شرط لگانا جائز نہیں ہے۔ (۲)

⓬ استصناع صرف ان چیزوں کا ہوسکتا ہے جن میں صنعت (مینوفیکچرنگ) ہوتی ہے، جیسے: گارمنٹس کا ساز و سامان، فرنیچر وغیرہ، اگر کسی چیز کی صنعت ہی نہیں ہوتی ہو تو اس میں استصناع صحیح نہیں ہے، جیسے: گندم، چاول، آم وغیرہ۔ (۳)

(۱، ۲) قال في الفتح: وعن أبي يوسف رحمه الله تعالى: يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال وعندهما و باقي الأئمة لايجوز، ومثله في المعراج، وظاهره أن ذلك رواية عن أبي يوسف۔ قال في الشرنبلالية: ولايفتى بهذا لما فيه من تسليط الظلمة على أخذ المال للناس فيما يأكلون اهـ۔ ومثله في شرح الوهبانية عن ابن وهبان۔ وأفاد في البزازية أن معنى التعزير بأخذ المال على القول به: إمساك شيئ من ماله عنده مدة لينزجر، ثم يعيده الحاكم إليه، لا أن يأخذه الحاكم بنفسه أو لبيت المال كما يتوهمه الظلمة، إذ لايجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي... وفي شرح الآثار: التعزير بالمال كان في ابتداء الإسلام ثم نسخ اهـ۔ والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال۔ (شامي: (۴/۶۲، ۶۱) كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال، ط: سعيد)

حاشية الطحطاوي على الدر المختار: (۲/ ۴۱۱) كتاب الحدود، باب التعزير، ط: دار المعرفة۔

البحر الرائق: (۵/ ۴۱) كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير، ط: سعيد۔

(۳) يجب لصحة الاستصناع أن تتوافر فيه شروط ـــــ الشرط الأول: أن يكون المعقود عليه مما يحتاج إلى صنعة، فلا يمكن الاستصناع فيما لا صنعة، مثل الحنطة أو الشعير أو المنتجات الزراعية الأخرى۔ (فقه البيوع على المذاهب الأربعة: (۱/ ۵۹۳) المبحث الخامس، الباب الثاني في السلم والاستصناع، ط: معارف القرآن)

استصناع کے معاہدے کو منسوخ کرنا

"استصناع کے معاہدے کے بعد" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۶۰/۱)

استصناع کے معاہدے کے بعد

استصناع کے معاہدے کی وجہ سے مال تیار کرنے والے/مینوفیکچرر پر یہ اخلاقی ذمہ داری عائد ہوجاتی ہے کہ وہ اس چیز کو تیار کرے، لیکن مال تیار کرنے والے (مینوفیکچرر) کے کام شروع کرنے سے پہلے فریقین میں سے کوئی بھی فریق دوسرے فریق کو نوٹس دے کر استصناع کا معاہدہ منسوخ کرسکتا ہے، البتہ مال تیار کرنے والے کے کام شروع کردینے کے بعد استصناع کے معاہدے کو یک طرفہ طور پر ختم نہیں کیا جاسکتا۔[1]

---

(۱) إذا انعقد الاستصناع فليس لأحد العاقدين الرجوع وإذا لم يكن المصنوع على الأوصاف المطلوبة المبينة كان المستصنع مخيرًا، ... وأمّا إلزام الصانع على العمل وعدم رجوع الآمر عنه فهو وإن صرّح به في التنوير تبعًا للدرر والوقاية، إلاّ أنّه مخالف لكثير من كتب المذهب، لقول البحر، وحكمه الجواز دون اللزوم، ولذا قلنا للصانع أن يبيع المصنوع قبل أن يراه المستصنع؛ لأنّ العقد غير لازم، ولما في البدائع: وأمّا صفته فهي أنّه عقد غير لازم قبل العمل من الجانبين بلا خلاف، حتى كان لكل واحد منهما خيار الامتناع من العمل، كالبيع بالخيار للمتبايعين، فإنّ لكل منهما الفسخ، وأمّا بعد الفراغ من العمل قبل أن يراه المستصنع، فكذلك حتى كان للصانع أن يبيعه ممن شاء۔ وإذا أحضره الصانع على الصفة المشروطة فلا خيار لها عند الثاني، وعليه هذه المادة: وقال الشارح الأتاسي قبل هذا تحت المادة، رقم: ۳۸۸، وهذا، أي عدم اللزوم، قول الإمام الأعظم، ولو بعد رؤية المستصنع المصنوع، وقد مشت المجلّة في الفقرة الأولى من المادة: ۳۹۲، الآتية على قول الإمام أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ بأن المستصنع إذا رأى المصنوع على الشروط التي بينها، لا خيار لأحد العاقدين بالرجوع وهو الأرفق بالناس۔ (شرح المجلّة للأتاسي: (۳۰۱/۲۔۳۰۷) رقم المادة: ۳۹۲، البيوع، الباب السابع، الفصل الرابع: في بيان الاستصناع، ط: رشيديه)

الدر مع الرد: (۲۲۳/۵) كتاب البيوع، باب السلم، مطلب في الاستصناع، ط: سعيد۔

البحر الرائق: (۲۸۵/۶) كتاب البيوع، باب السلم، ط: رشيديه۔

بدائع الصنائع: (۳/۵) كتاب الإجارة، فصل: وأمّا صفة الاستصناع، ط: سعيد۔

استصناع میں بنائی ہوئی چیز متعین ہوتی ہے یا نہیں؟

☆......بیع استصناع میں بنائی ہوئی چیز دونوں کی رضامندی کے بغیر آرڈر دینے والے کے لیے متعین نہیں ہوتی، کاری گر ایک آدمی کے آرڈر پر بنائی ہوئی چیز کسی اور آدمی کے ہاتھ فروخت کر کے اس کے لیے دوسری بنا سکتا ہے۔

☆......آرڈر دینے والے کو بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق اختیار ہوتا ہے کہ وہ بنائی ہوئی چیز لے لے یا خیارِ رؤیت کی بنا پر نہ لے، لیکن فتوی اس پر نہیں ہے۔

☆......اگر کوئی ایسی چیز بنانے کا آرڈر دے جس کی عام طور سے طلب نہیں ہوتی اور خاص مطالبے پر ہی بنائی جاتی ہے اور اندیشہ ہے کہ خیارِ رویت کی بنا پر نہ لی تو کاری گر کا بڑا نقصان ہوگا تو کاری گر یہ صورت اختیار کر سکتا ہے کہ آرڈر دینے والے کے لیے اجرت پر کام کرے، خام مال آرڈر دینے والے کے لیے اس کی اجازت سے خریدے اور اس خام مال سے اپنی مرضی کی اجرت متعین کر کے سامان بنا کر دے۔[1]

استصناع میں تیار کیے ہوئے مال کا حکم

❶ استصناع میں جب تک کاریگر تیار کی ہوئی چیز آرڈر دینے والے کو حوالہ

---

(۱) وجه رواية أبي حنيفة رحمه الله أن في تخيير كل واحد منهما دفع الضرر عنه وإنه واجب . . . وقول أبي يوسف أن الصانع يتضرر بإثبات الخيار للمستصنع مسلم ولكن ضرر المستصنع بإبطال الخيار فوق ضرر الصانع بإثبات الخيار للمستصنع ؛ لأن المصنوع إذا لم يلائمه وطولب بثمنه لايمكنه بيع المصنوع من غيره بقيمة مثله ، ولا يتعذر ذلک على الصانع لكثرة ممارسته وانتصابه لذلک . . . فإن سلم إلى حداد حديدًا ليعمل له إناء معلومًا بأجر معلوم أو جلدا إلى خفاف ليعمل له خفا معلومًا بأجر معلوم فذلک جائز ولا خيار فيه ؛ لأن هذا ليس باستصناع بل هو استئجار فكان جائزا . . . . (بدائع الصنائع: (۳/۵) كتاب الإجارة، فصل: وأما صفة الاستصناع، ط: سعيد)

انظر الحاشية السابقة تحت عنوان ''استصناع کے معاہدے کے بعد''۔

نہیں کرے گا تب تک کاری گر اس چیز کا مالک ہے، لہٰذا کاری گر وہ چیز تیسرے آدمی کو فروخت کر سکتا ہے، اور یہ بیع نافذ ہو جائے گی، باقی وعدہ کی خلاف ورزی کی بات الگ ہے اور بنائی ہوئی چیز آرڈر دینے والے کو حوالہ کرنی سے پہلے اس کی ملکیت میں نہیں آتی، بلکہ اس کی ملکیت ایسی چیز پر آتی ہے جو کاری گر کے ذمہ میں ہوتی ہے۔

۲ تیار کرنے والا کاریگر جب بنائی ہوئی چیز آرڈر دینے والے خریدار کو حوالہ کر دیتا ہے تو تیار کرنے والے کاریگر کا خیار ختم ہو جاتا ہے، اور اس بنائی ہوئی معین چیز میں خریدار کی ملکیت آجاتی ہے، لہٰذا اب آرڈر پر بنانے والا کاریگر اس میں کسی قسم کا تصرف نہیں کر سکتا۔

۳ آرڈر دینے والے خریدار نے چونکہ بنائی ہوئی چیز کو دیکھا نہیں اس لیے جب وہ اسے دیکھے گا تو اس کو خیار رؤیت حاصل ہوگا یا نہیں اس میں اختلاف ہے البتہ فتویٰ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے قول پر ہے کہ اس کو خیار رؤیت حاصل نہیں ہوگا، کیونکہ بالفرض اگر اسے دیکھنے کے بعد چیز پسند نہ آئی تو وہ چیز واپس کر دے گا جس سے کاریگر کا بڑا نقصان ہوگا، کیونکہ آرڈر دینے والے کے معیار اور شرائط کے مطابق جو مال تیار کیا گیا ہے وہ کسی اور کو پسند آنا ضروری نہیں ہے۔

۴ ہاں اگر کاریگر نے آرڈر پر جو مال تیار کیا ہے اس میں کوئی عیب ہے یا آرڈر دینے والے کے معیار اور شرائط کے مطابق نہیں بنایا تو آرڈر دینے والے کو عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔ (۱)

(۱) حکم الاستصناع بمعنى الأثر النوعي أو الجوهري المترتب عليه: هو ثبوت الملك للمستصنع في العين المصنوعة في الذمة، وثبوت الملك للصانع في البدل المتفق عليه۔

۲۔ صفة هذا الحكم أو صفة عقد الاستصناع: أنه عقد غير لازم قبل الصنع، وبعد الفراغ من الصنع في حق الصانع والمستصنع معا، فيكون لكل من العاقدين الخيار في إمضاء العقد أو فسخه والعدول عنه قبل رؤية المستصنع الشيء المصنوع فلو باع الصانع الشيء المصنوع قبل أن يراه المستصنع، جاز؛ لأن العقد غير لازم والمعقود عليه ليس هو عين المصنوع وإنما مثله في الذمة۔=

استصناع میں سامان نہ لینے کا اندیشہ ہو تو اجارہ کا عقد کرے

''استصناع میں بنائی ہوئی چیز متعین ہوتی ہے یا نہیں؟'' عنوان کے تحت (٢٦٣) دیکھیں۔ (٢٦١/١)

استصناع میں قیمت کی بروقت ادائیگی

آرڈر دینے والے پر قیمت کی بروقت ادائیگی لازم ہے چاہے اس کی ادائیگی ایڈوانس طے کی گئی ہو یا ادھار یا اقساط کے ذریعے، بہر حال جس طریقے سے بھی قیمت کی ادائیگی طے کی گئی ہو اس طریقے سے قیمت کی بروقت ادائیگی ضروری ہے۔ (١)

= إذا جاء الصانع بالشيء المصنوع إلى المستصنع سقط خياره ؛ لأنه رضي بكونه للمستصنع حيث جاء به إليه ، فيكون حكم الاستصناع في حق الصانع ثبوت الملك اللازم إذا رآه المستصنع ورضي به ولا خيار له وهذا في ظاهر الرواية۔ وأما المستصنع فحكم العقد بالنسبة إليه إذا أتى الصانع بالمصنوع على الصفة المشروطة: هو ثبوت الملك غير لازم في حقه، فإذا رآه فله الخيار إن شاء أخذه وإن شاء تركه، وفسخ العقد عند أبي حنيفة ومحمد . . . وقال أبو يوسف: العقد لازم إذا رأى المستصنع الشيء المصنوع ولا خيار له إذا جاء موافقًا للصفة أو الطلب والشرط ؛ لأنه مبيع بمنزلة المسلم فيه، فليس له خيار الرؤية، لدفع الضرر عن الصانع في إفساد المواد المصنوعة التي صنعها وفقًا لطلب المستصنع، وربما لا يرغب غيره في شرائه على تلك الصفة . . . لذا أخذت المجلة برأي أبي يوسف ، فقررت في المادة : (ص: ٣٩٢) : أن عقد الاستصناع ينعقد لازمًا ، فليس لأحد الطرفين الرجوع ولو قبل الصنع ، إلا أنه إذا جاء المصنوع مغايرًا للأوصاف المشروطة ، يتخير المستصنع بفوات الوصف۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: (٣٦٤٩/٥، ٣٦٥١) الفصل الأول: عقد البيع، المبحث السادس: أنواع البيوع، ٢: عقد الاستصناع، ط: رشيديه)

شرح المجلة لخالد الأتاسي : (٤٠٦/٢) رقم المادة: ٣٩٢، الكتاب الأول : البيوع ، الباب السابع: في أنواع البيع وأحكامه، الفصل الرابع في بيان الاستصناع، ط: حقانيه۔

(١) لا يلزم في الاستصناع دفع الثمن حالا أي وقت العقد ؛ لأن هذا بيع والمستصنع مشتر ، والمشترى لا يلزمه دفع الثمن قبل إحضاره البائع المبيع . . . ثم وإن إلزامه بالثمن عند إحضار المصنوع إذا لم يشترط حين العقد تأجيله إلى أجل معلوم ، أو سكت عن ذلك . . . ثم رضي الصانع بتأجيله بعد إحضاره. . . ۔ (شرح المجلة للأتاسي : (٤٠٥/٢، ٤٠٦) رقم المادة: ٣٩١، الكتاب الأول: في البيوع، الباب السابع، الفصل الرابع: في بيان الاستصناع، ط: رشيديه) =

استصناع میں قیمت مقرر کرنا ضروری ہے

☆......استصناع بیع ہے اجارہ نہیں ہے، اس لیے استصناع کا عقد کر
وقت آرڈر دی گئی چیز کی قیمت مقرر کرنا ضروری ہے۔

☆...... استصناع میں عقد کرتے وقت اس طرح قیمت مقرر کرنا درس
نہیں کہ اگر دس دن میں بنا دیا تو اتنی قیمت اور اگر بیس دن میں تیار کر دیا تو اتنی قیمت
غرض کہ فراہمی کے حساب سے قیمت مختلف مقرر کرنا جائز نہیں۔

☆......استصناع کو اجارہ پر قیاس کرنا بھی صحیح نہیں ہے ؛ کیوں کہ بیع او
اجارہ میں بہت بڑا فرق ہے۔ (۱)

= درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۳۰۶/۱)، رقم المادة: ۳۹۱، أيضا، ط: دار الكتب العلمية

الدر مع الرد: (۲۲۴/۵) كتاب البيوع، باب السلم، مطلب: في الاستصناع، ط: سعيد۔

(۱) تسمية الثمن حين البيع لازمة فلو باع بدون تسمية ثمن كان البيع فاسدًا۔ (شرح المجلة للأتاسي:
(۱۵۸/۲)، رقم المادة: ۲۳۷، الكتاب الأول: في البيوع، الباب الثالث: في بيان المسائل المتعلقة
بالثمن، الفصل الأول، ط: رشيديه)

يلزم أن تكون المدة معلومة في البيع بالتأجيل والتقسيط ؛ لأنّ جهالته تفضي إلى النزاع، فالبائع
يطالب في مدة قريبة، والمشتري يأباها، فيفسد البيع۔ (أيضًا: (۱۶۷/۲) رقم المادة: ۲۴۶، البيوع،
الباب الأول، الفصل الثاني، ط: رشيديه)

(صح) الاستصناع (بيعًا لا عدة) على الصحيح ... (والمبيع هو العين لا عمله) وقال: الشامي:
تحت قوله: والمبيع هو العين لا عمله) أي أنه بيع عين موصوفة في الذمة لا بيع عمل أي لا إجارة على
العمل، لكن قدمنا أنه إجارة ابتداء بيع انتهاء، تأمل۔ (الدر مع الرد: (۲۲۴/۵، ۲۲۵) كتاب البيوع،
باب السلم، مطلب: في الاستصناع، ط: سعيد كراچی)

شرح المجلة لرستم باز: (۱۷۵/۱)، رقم المادة: ۳۸۸، البيوع، الباب السابع، الفصل الرابع:
في الاستصناع، ط: فاروقيه كوئٹه۔

الاستصناع عقد مقاولة مع أهل الصنعة على أن يعملوا شيئًا فالعامل صانع والمشتري مستصنع
والشيء مصنوع، وشرطه أن تكون العين والعمل من الصانع، فإن كانت العين من المستصنع كان العقد
إجارة۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۵۷/۱) المادة: ۱۲۴، الكتاب الأول في البيوع، ط: فاروقيه
كوئٹه)

استصناع میں مال تیار ہونے کے بعد

جب استصناع کے عقد کے بعد مطلوبہ چیز بائع (مینوفیکچرر) تیار کرلے تو اسے خریدار کے سامنے پیش کرے، اب خریدار کو خیارِ رؤیت استعمال کر کے اس سودے کو منسوخ کرنے کا اختیار ہوگا یا نہیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک خریدار وہ چیز دیکھنے پر اپنا خیارِ رؤیت استعمال کرسکتا ہے؛ اس لیے کہ بیع استصناع ایک قسم کی بیع ہے اور جب کوئی شخص کوئی ایسی چیز خریدتا ہے جو اس نے دیکھی نہیں ہے تو دیکھنے کے بعد اگر پسند نہ آئے تو اسے سودا منسوخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے، استصناع پر بھی یہی اصول لاگو ہوگا۔

امام ابویوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اگر بائع (کاری گر) نے فریقین کے درمیان عقد کے وقت طے شدہ اوصاف اور شرائط کے مطابق اس چیز کو بنایا ہے یا ان اوصاف وشرائط کے مطابق چیز کو لا کر پیش کیا ہے تو خریدار اسے قبول کرنے کا پابند ہوگا اور وہ خیارِ رؤیت استعمال نہیں کرسکے گا، خلافتِ عثمانیہ میں فقہاء کرام نے امام ابویوسف رحمہ اللہ کے قول کو ترجیح دی تھی اور حنفی قانون اسی کے مطابق مدون کیا گیا تھا اور فتویٰ بھی اسی قول کے مطابق دینا چاہیے؛ کیوں کہ موجودہ دور کی صنعت وتجارت میں یہ بڑے نقصان کی بات ہوگی کہ مال تیار کرنے والا بائع اپنے تمام وسائل مطلوبہ چیز کی تیاری پر لگادے، اس کے بعد خریدار کوئی وجہ بتائے بغیر سودا منسوخ کردے، جب کہ فراہم کردہ چیز مطلوبہ اوصاف کے مکمل طور پر مطابق ہو۔ (۱)

(۱) إذا انعقد الاستصناع فليس لأحد العاقدين الرجوع وإذا لم يكن المصنوع على الأوصاف المطلوبة المبينة كان المستصنع مخيّرًا، ... وأمّا إلزام الصانع على العمل وعدم رجوع الآمر عنه فهو وإن صرّح به في التنوير تبعًا للدرر والوقاية، إلاّ أنّه مخالف لكثير من كتب المذهب، لقول البحر، وحكمه الجواز دون اللزوم، ولذا قلنا للصانع أن يبيع المصنوع قبل أن يراه المستصنع؛ لأنّ العقد غير لازم، ولما في البدائع: وأمّا صفته فهي أنه عقد غير لازم قبل العمل من الجانبين بلاخلاف، حتى كان =

استصناع میں مال تیار ہونے کے بعد نہ لینے کا اختیار ہوگا یا نہیں؟

''استصناع میں مال تیار ہونے کے بعد'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۶۵/۱)

استصناع میں مبیع حوالہ کرنے کی جگہ متعین کرنا

اگر پروڈکٹ ایسی چیز ہے جس کی نقل وحمل پر مشقت اٹھانی پڑتی ہے تو ایسی صورت میں یہ مشتری (خریدار) کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ صانع (کاری گر/ مینوفیکچرر) کے سامنے اس کے حوالہ کرنے کے مقام کی تعیین کرے، تا کہ صانع اس مقام کو سامنے رکھ کر اس کی قیمت متعین کرے۔ (۱)

=لكل واحد منهما خيار الامتناع من العمل، كالبيع بالخيار للمتبايعين، فإن لكل منهما الفسخ، وأما بعد الفراغ من العمل قبل أن يراه المستصنع، فكذلك حتى كان للصانع أن يبيعه ممن شاء۔ وإذا أحضره الصانع على الصفة المشروطة فلاخيار لهاعند الثاني، وعليه هذه المادة: وقال الشارح الأتاسي قبل هذا تحت المادة، رقم: ۳۸۸، وهذا، أي عدم اللزوم، قول الإمام الأعظم، ولو بعد رؤية المستصنع المصنوع، وقد مشت المجلة في الفقرة الأولى من المادة: ۳۹۲، الآتية على قول الإمام أبي يوسف رحمه الله تعالى بأن المستصنع إذا رأى المصنوع على الشروط التي بينهما، لاخيار لأحد العاقدين بالرجوع وهو الأرفق بالناس۔ (شرح المجلة للأتاسي: (۴۰۱/۲-۴۰۷) رقم المادة: ۳۹۲، البيوع، الباب السابع، الفصل الرابع: في بيان الاستصناع، ط: رشيديه)

الدر مع الرد: (۲۲۴/۵) كتاب البيوع، باب السلم، مطلب في الاستصناع، ط: سعيد۔

البحر الرائق: (۲۸۵/۶) كتاب البيوع، باب السلم، ط: رشيديه۔

بدائع الصنائع: (۳/۵) كتاب الإجارة، فصل: وأما صفة الاستصناع، ط: سعيد۔

(۱) والسابع بيان (مكان الإيفاء) للمسلم فيه (فيما له حمل) أو مؤنة ...۔ (الدر مع الرد: (۲۱۵/۵) كتاب البيوع، باب السلم، ط: سعيد)

(والاستصناع) هو طلب عمل الصنعة (بأجل) ... (سلم) فتعتبر شرائطه ...۔ (أيضا: (۲۲۳/۵) كتاب البيوع، باب السلم، مطلب: في الاستصناع، ط: سعيد)

شرح المجلة للأتاسي: (۳۹۳/۲)، رقم المادة: ۳۸۶، البيوع، الباب السابع، الفصل الثالث: في حق السلم، ط: رشيديه۔

شرح المجلة لرستم باز: (۱۷۴/۱) رقم المادة: ۳۸۶، أيضا، ط: فاروقيه كوئٹه۔

استصناع میں مبیع مسترد کرنے کی صورت میں واپس کرنے کا خرچہ کس پر ہوگا؟

''آرڈر دینے والا مبیع واپس کرے تو بائع تک پہنچانا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۱۵٦/۱)

استصناع میں مصنوعات کے اوصاف بیان کرنا

استصناع میں مشتری کے لیے صانع کے سامنے اپنی مطلوبہ چیز کے وصف کو بیان کرنا ضروری ہے، تاکہ بعد میں جھگڑے اور اختلاف کی نوبت نہ آئے۔[1]

استصناع میں وقت پر مبیع اٹھانا

جب آرڈر لینے والا آرڈر دینے والے کی مطلوبہ چیز تیار کرے اور وہ آرڈر دینے والے کو اس کی اطلاع بھی دے تو اگر آرڈر دینے والے کو کوئی معقول عذر پیش نہ ہو تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس چیز کو اٹھا کر اپنے پاس رکھ لے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جب صانع اس چیز کے بنانے سے فارغ ہوگیا اور اس نے آرڈر دینے والے کو اطلاع بھی دے دی تو اس کے بعد آرڈر دینے والے کی طرف سے اس کو قبضے میں نہ لینا آرڈر لینے والے کو مشقت میں ڈالنے کے مترادف ہے، اس لیے کہ چیز تیار کرنے کے بعد آرڈر دینے والے کے قبضے میں جانے تک آرڈر لینے والے پر اس

---

(۱) يلزم في الاستصناع وصف المصنوع۔ وتعريفه على الوجه الموافق للمطلوب، بنوع يرفع الجهالة التي تفضي إلى النزاع ....۔ (شرح المجلّة لرستم باز: (۱۷۵/۱) رقم المادة: ۳۹۰، البيوع، الباب السابع، الفصل الرابع: في الاستصناع، ط: فاروقيه كوئٹه)

شرح المجلّة للأتاسي: (۴۰۵/۲) رقم المادة: ۳۹۰، أيضاً، ط: رشيديه۔

درر الحكام إلى مجلّة الأحكام: (۳٦۰/۱) رقم المادة: ۳۹۰، أيضاً، ط: دار الكتب العلمية۔

چیز کی حفاظت اور چوکیدار کا اضافی بوجھ آتا ہے۔[1]

۲۶۸ استعمال کی چیزوں کے چار درجے ہیں

استعمال کی چیزوں کے چار درجے ہیں اور وہ یہ ہیں:

۱ ضرورت۔

۲ راحت۔

---

(۱) ان الصانع اذا أكمل المصنوع على المواصفات المطلوبة فانه يلزم المستصنع أن يأخذه ويدفع ثمنه المتفق عليه۔ وأمّا إذا كان فيه خلل أو عيب فإنّ المستصنع بالخيار۔ (بحوث في فقه المعاملات المالية المعاصرة، للدكتور علي محي الدين القرة داغي، ص:۱۵۸) عقد الاستصناع بين الاتباع والاستقلال وبين اللزوم والجواز، خلاصة البحث، ط: دار البشائر الإسلامية)

إذا قال شخص لأحد من أهل الصنائع: اصنع لي الشيء الفلاني بكذا قرشا وقبل الصانع ذلك انعقد البيع استحسانا . . . وفي البحر ما ملخصه: الاستصناع لغة طلب الصنعة، وشرعا أن يقول لصانع خف مثلاً اصنع لي خفا طوله كذا، وسعته كذا، من أديم كذا، من عندك بكذا وكذا . . . فيقبل الآخر منه . . . وقد مشت المجلة في الفقرة الأولى من المادة "۳۹۲" الآتية على قول الإمام أبي يوسف رحمه الله تعالى بأن المستصنع إذا رأى المصنوع على الشروط التي بينها، لا خيار لأحد العاقدين بالرجوع، وهو الأرفق بالناس، . . . وأمّا عدمه للمستصنع فلأنّ في إثبات الخيار له إضرارًا بالصانع؛ لأنّه ربما لا يشتريه غيره بمثله . . . (شرح المجلّة للأتاسي: (۲/ ۳۰۰، ۳۰۱) رقم المادة: ۳۸۸) الكتاب الأول: البيوع، الباب السابع: في بيان البيع وأحكامه، الفصل الرابع: في الاستصناع، ط: رشيديه)

الفقه الإسلامي وأدلّته: (۵/ ۳۶۴۷ـ ۳۶۵۰) ط: القسم الثالث، العقود أو التصرفات المدنية المالية، المبحث السادس: أنواع البيوع، ۲: عقد الاستصناع، ط: رشيديه۔

الدر مع الرد: (۵/ ۲۲۳، ۲۲۴) كتاب البيوع، باب السلم، مطلب في الاستصناع، ط: سعيد۔

⑬ زیب وزینت۔

⑭ نام ونمود۔

پہلے تین درجے جائز جب کہ نام ونمود حرام اور ناجائز ہے۔[1]

اسٹاپ آرڈر (Stop Order)

شیئرز میں ”اسٹاپ آرڈر“ سے مراد یہ ہے کہ شیئرز کا مالک اپنے شیئرز کی بیع کا مشروط آرڈر دیتا ہے کہ اگر اس کی قیمت بحال رہے یا بڑھتی رہے تو شیئرز نہ بیچنا اور اگر قیمت گرنے لگے تو بیچ دینا۔ (یہ صورت جائز ہے)[2]

اسٹال میں شراکت داری کرنا

تجارتی میلوں میں نئے نمائش کرنے والوں کو اکثر سب سے گھٹیا جگہ ملتی ہے، اس کا ایک آسان حل یہ ہے کہ نئی نمائش کرنے والا کسی اچھی جگہ پر موجود اسٹال

---

(۱) في فتح القدير ههنا خمسة مراتب: ضرورة وحاجة ومنفعة وزينة وفضول فالضرورة بلوغه حدًا إن لم يتناول الممنوع هلك إذا قاربه، وهذا يبيح تناول الحرام۔ والحاجة كالجائع الّذي لو لم يجد ما يأكله لم يهلك غير أنه يكون في جهد ومشقة وهذا لا يبيح الحرام، ويبيح الفطر في الصوم... والزينة كالمشتهي الحلوي والسكر۔ (غمز عيون الأبصار: (۲۷۷/۱) القاعدة الخامسة: الضرر يزال ويتعلق بها قواعد، الثانية ما أبيح للضرورة يقدر بقدرها، ط: دار الكتب العلمية)

اعلم أن إخلاص العبادة لله تعالیٰ واجب والرياء فيها، وهو أن يريد بها غير وجه الله تعالیٰ حرام بالإجماع للنصوص القطعية، وقد سمى عليه الصلاة والسلام الرياء: الشرک الأصغر۔ (شامی: (۶/ ۴۲۵) كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ط: سعيد)

(۲) الأصل أن المؤكل إذا قيد على وكيله، فإن كان مفيدًا اعتبر مطلقًا وإلا لا۔ قال الحموي رحمه الله تعالیٰ: قوله: والأصل أن المؤكل إذا قيد... الخ۔ قال في المحيط: إن المؤكل متى شرط في البيع على الوكيل شرطًا ينظر، إن كان نافعًا مفيدًا من كل وجه يجب على الوكيل مراعاة شرطه إن أكده بالنفي أو لا۔ (شرح الحموي مع الأشباه: (۵/۳) الفن الثاني: الفوائد، كتاب الوكالة، ط: دار الكتب العلمية)

شامی: (۵۲۳/۵) كتاب الوكالة، باب الوكالة بالبيع والشراء، فصل لا يعقد وكيل البيع والشراء، ط: سعيد)

میں شراکت داری کرلیں تو یہ شرعاً جائز بھی ہوگا، اور نمائش کرنے کا فائدہ بھی ہوگا۔(۱)

اسٹامپ کی بیع

موجودہ دور میں عدالتی کاروائی، بیع نامہ، ہبہ نامہ، کرایہ نامہ، رہن نامہ، ضمانت نامہ، طلاق نامہ، مختارنامہ وغیرہ کے لیے اسٹامپ استعمال ہوتا ہے، ان کی خرید وفروخت جائز ہے۔(۲)

اسراف سے بچیں مارکیٹنگ میں

اپنا سامان فروخت کرنے کے لیے مارکیٹنگ مہم میں ایسے طریقے اختیار نہ کیے جائیں کہ اس پر بہت زیادہ خرچ آجائے اور اس پر بہت زیادہ سرمایہ لگ جائے، پھر اس کا بوجھ خریدار پر پڑے اور اس کو اس وجہ سے زیادہ قیمت سے خریدنا پڑے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسراف سے منع فرمایا ہے اور اسراف وتبذیر کرنے والوں کو شیطان کے بھائیوں سے تعبیر کیا ہے۔(۳)

---

(۱) الاکتساب فی عرف اللسان تحصیل المال بماحل من الاسباب. (المبسوط للسرخسی، (۳۰/ ۲۴۴)، کتاب الکسب، ط: دار المعرفة

الشامیة: (۵/ ۴۴۸)، کتاب القضاء، باب کتاب القاضی إلی القاضی، مطلب: اقتسموا دارا وأراد کل منهم فتح باب لهم، ط: سعید

(۲) هو (أي البیع): مبادلة شيء مرغوب فیه بمثله علی وجه مفید مخصوص۔ (الدر مع الرد: (۴/ ۵۰۲) کتاب البیوع، ط: سعید)

البیع: مبادلة مال بمال...... والمراد بالمال عین یجري فیه التنافس والإبتذال...... وحیث فالمال یثبت بالتموّل أي بادخار کل الناس أو بعضهم، فان أبیح الإنتفاع به شرعاً فمتقوم. (الدر المنتقی علی هامش مجمع الأنهر: (۳/ ۳) کتاب البیوع، ط: مکتبه غفاریه کوئٹه)

والمالیة تثبت بتمول الناس کافةً أو بعضهم۔ (الدر مع الرد: (۴/ ۵۰۱) کتاب البیوع، ط: سعید

الفقه الاسلامی وأدلته: (۴/ ۳۴۵) القسم الثالث: العقود، الفصل الأول: عقد البیع، المبحث الأول، المطلب الأول: تعریف البیع ومشروعیته، ط: دار الفکر۔

امداد الفتاوی، کتاب البیوع، جائز وناجائز یا مکروہ معاملات کی بیع، (۳/ ۱۱۲) ط: مکتبہ دار العلوم کراچی۔

(۳) {إن المبذرین کانوا إخوان الشیاطین وکان الشیطان لربه کفورًا} [سورة الإسراء: ۲۷]

اسراف کی وجہ سے سامان کی قیمت بڑھ جاتی ہے اور خریداروں کو زیادہ قیمت دے کر خریدنا پڑتا ہے اور یہ خریداروں پر زیادتی ہے، اس لیے مارکیٹنگ کے کسی بھی کام میں اسراف سے کام نہ لیا جائے، اس سے مارکیٹنگ کے شعبے کا بھی فائدہ ہوگا، اخراجات کی بچت ہوگی اور خریداروں کو بھی مناسب قیمت پر چیز مل جائے گی۔

اسرائیل کے معاون مسلمانوں کے ساتھ کاروبار کرنا

عام حالات میں یہود ونصاریٰ اور دیگر غیر مسلموں کے ساتھ معاملات کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں مشغول نہ ہوں۔ (۱)

---

(۱) [لَا يَنْهَاكُمُ اللهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ ....] [الممتحنة:۸]

☐ عن عائشة رضي الله تعالى عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم اشترى طعاماً من رجل يهودي الى أجل ورهنه درعاً من حديد۔ (صحيح البخاري: (۲۷۷/۱) كتاب البيوع، باب شرى النبي صلى الله عليه وسلم بالنسيئة، ط: قديمي)

☐ قام عمر رضي الله عنه خطيباً فقال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان عامل يهود خيبر على أموالهم، وقال: نقركم ما أقركم الله۔ (صحيح البخاري: (۳۷۷/۱) كتاب الشروط، باب إذا اشترط في المزارعة إذا شئت أخرجتك، ط: قديمي)

☐ عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه قال: كان بالمدينة يهودي وكان يسلفني في تمري إلى الجذاذ۔ (صحيح البخاري: (۸۱۸/۲) كتاب الاطعمة، باب الرطب التمر، ط: قديمي)

☐ عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه أنه أخبره أن أباه توفي وترك عليه ثلاثين وسقاً لرجل من اليهود۔ (صحيح البخاري: (۳۲۲/۱) كتاب في الاستقراض، باب إذا قاص أو جازفه في الدين فهو جائز، ط: قديمي)

☐ وكذا إسلام البائع ليس بشرط لانعقاد البيع ولا لنفاذه ولا لصحته بالاجماع فيجوز بيع الكافر وشراؤه، ... ولنا عمومات البيع من غير فصل بين بيع العبد المسلم من المسلم وبين بيعه من الكافر فهو على العموم إلا حيث ما خص بدليل۔ (بدائع الصنائع: (۱۳۵/۵) كتاب البيوع، فصل: وأما شرائط الركن، ط: سعيد)

☐ الهندية: (۳۴۸/۵) كتاب الكراهية، الباب الرابع في أهل الذمة والأحكام التي تعود إليهم، ط: رشيدية۔

اور اگر یہود ونصاریٰ، کفار ومشرکین مسلمانوں کے جانی دشمن بنے ہوئے ہوں اور برسرپیکار ہوں، مسلمانوں پر ظلم وستم کا کوئی موقع نہ چھوڑتے ہوں، رات دن، صبح وشام مسلمانوں کا خون بہانا ان کی طبیعت ثانیہ (عادت) بن چکی ہو، جیسا کہ اس زمانے میں اسرائیلی، روسی اور امریکی فوج کا کردار ہے، ایسے ظالموں کے ساتھ یا ان ظالموں کے معاون اداروں کے ساتھ تعاون کے معاملات کرنا قرآن وحدیث اور فقہاء کرام کی عبارات کی روشنی میں جائز اور درست نہیں ہے؛ کیوں کہ مسلمانوں کے خلاف ظلم کرنے والے کے ساتھ کسی قسم کی معاونت کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور ایسے لوگوں کے ساتھ کاروبار کرنا گناہ ہوگا، اس سے اللہ اور رسول ناراض ہوں گے۔ (۱)

---

(۱) {اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ...} [الممتحنة: ۹]

{وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ} [المائدة: ۲]

فيعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي، ويندرج فيه النهي عن التعاون على الإعتداء والإنتقام۔ (روح المعاني للآلوسي: (۶/۵۷) سورة المائدة، رقم الآية: ۲، ط:...)

وأن يكون المسلمون متظاهرين كاليد الواحدة (المؤمنون تتكافأ دماؤهم ويسعى بذمتهم أدناهم وهم يد على من سواهم) ويجب الإعراض عن المتعدي وترك النصرة له ورده عما هو عليه، ثم نهى فقال: {وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ} وهو الحكم اللاحق عن الجرائم وعن العدوان وهو ظلم الناس۔ (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: (۶/۴۷) سورة المائده، رقم الآية: ۲، ط: دار عالم الكتب)

وأخرج ابن ماجة عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من أعان على قتل مؤمن ولو بشطر كلمة لقي الله مكتوب بين عينيه: آيس من رحمة الله"۔

وأخرج الطبراني في الأوسط والحاكم عن ابن عباس رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من أعان ظالماً بباطل ليدحض به حقاً فقد برئ من ذمة الله ورسوله... وأخرج البخاري في تاريخه والطبراني والبيهقي في شعب الإيمان عن أوس بن شرحبيل رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من مشى مع ظالم ليعينه وهو يعلم أنه ظالم فقد خرج من الإسلام... وأخرج الحاكم وصححه والبيهقي عن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أعان قوماً على ظلم فهو كالبعير المتردى فهو ينزع بذنبه۔ (الدر المنثور للسيوطي: (۳/۱۳) سورة المائدة، رقم الآية: ۲، ط: دار الفكر)

اسقاط خیار

خریدار مبیع کے عیب پر مطلع ہونے کے بعد صراحۃً یا دلالۃً خیار عیب کو ساقط کر سکتے ہیں، صراحۃً یہ ہے کہ مثلاً یہ کہا کہ میں نے خیار کو ساقط یا باطل کر دیا ہے، اور دلالۃً یہ ہے کہ مثلاً یوں کہا کہ میں نے بیع کو لازم کر دیا وغیرہ۔ (۱)

اسقاط کی صورتیں

اسقاط یعنی خیار شرط کو ساقط کرنے کی دو صورتیں ہیں:

❶ صریح اسقاط: یہ ہے کہ بائع (سیلر) یا مشتری (خریدار) میں سے جس کو خیار ہے وہ کہہ دے کہ میں نے خیار کو ختم کر دیا، ساقط کر دیا، یا میں نے بیع کی اجازت دے دی وغیرہ تو اس سے خیار شرط ختم ہو جائے گا۔

❷ اسقاط دلالۃً: یہ ہے کہ بائع یا مشتری میں سے جس کو خیار حاصل ہے وہ خریدی ہوئی چیز (مبیع) میں ایسا تصرف کرے، جس سے معلوم ہو کہ وہ خیار کو ختم کر رہا ہے، مثلاً مشتری نے اپنے لئے خیار شرط رکھا تھا مگر اس نے مبیع کو آگے بیچنے کے لیے پیش کر دیا، یا بائع کو خیار شرط تھا اس نے کسی تیسرے آدمی کو خریدنے کی

---

(۱) ومنها اسقاط الخيار صريحا أو ما هو في معنى الصريح نحو أن يقول المشتري: أسقطت الخيار أو أبطلته أو ألزمت البيع أو أوجبته و مايجرى هذا المجرى؛ لأنّ خيار العيب حقه، والإنسان بسبيل من التصرف في حقه استيفاء وإسقاطًا۔ (بدائع الصنائع: (۲۸۲/۵) كتاب البيوع، فصل: وأمّا حكم البيع، ط:سعيد)

✍ يمتنع الرد بالعيب ويسقط الخيار بعد ثبوته ويلزم البيع بأسباب....:

ا۔ الرضا بالعيب بعد العلم به، إمّا صريحا كأن يقول: رضيت بالعيب أو أجزت البيع أو دلالة كالتصرف في المبيع تصرفًا يدل على الرضا بالعيب كصبغ الثوب وقطعه۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: (۳۵۲۸/۵) القسم الثالث: العقود أو التصرفات المدنية المالية، المبحث الخامس: الخيارات، المطلب الخامس: موانع الرد بالعيب وسقوط الخيار، ط:دار الفكر)

✍ تحفة الفقهاء: (۱۰۱/۲) كتاب البيوع، باب خيار العيب، ط:دار الكتب العلمية۔

پیشکش کردی، یا خریدار نے مبیع کو رہن رکھ دیا یا گفٹ کر کے قبضہ دیدیا یا گھر کو کرایہ پر دے دیا یا اس کی مرمت شروع کردی وغیرہ۔ [1]

اسکیم کے تحت گاڑی خریدنا

موجودہ دور میں تقریباً پوری دنیا میں باقاعدہ اسکیم کے تحت تجارت کا ایک طریقہ چل رہا ہے، تقریباً مسلم ممالک بھی اس میں ملوث ہیں، اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی تاجر یا کوئی کمپنی یا کوئی پارٹی ممبر سازی کرتی ہے، مثلاً: موٹر سائیکل اسکیم کے تحت بیچنی ہے اور موٹر سائیکل کی قیمت چالیس ہزار ہے، تو طریقہ یہ اختیار کیا جاتا ہے کہ دو ہزار روپے ماہانہ قسط پر چالیس ممبر بنائے جاتے ہیں اور ہر ماہ ایک مرتبہ قرعہ اندازی کی جاتی ہے، اس قرعہ اندازی میں جس ممبر کا نام نکل آتا ہے اس کو صرف دو ہزار میں موٹر سائیکل مل جاتی ہے اور باقی قسطیں ادا کرنا لازم نہیں ہوتا، اس طرح

---

(۱) العقد الّذي فيه الخيار عقد غير لازم، ويصبح لازمًا إذا اسقط الخيار بعد ثبوته وطرق الإسقاط ثلاثة:

١۔ الإسقاط الصريح: هو أن يقول صاحب الخيار: أسقطت الخيار أو أبطلته أو أجزت البيع أو رضيت به، ونحوها، فيبطل الخيار، سواء علم المشتري بالإجازة أو لم يعلم۔۔۔۔

٢۔ الإسقاط دلالةً: وهو أن يوجد ممن له الخيار تصرف يدل على إجازة البيع وإثبات الملك، فالإقدام عليه يكون إجازة للبيع دلالة۔ وبناء على هذا: إذا كان الخيار للمشتري، والمبيع في يده، فعرضه على البيع يبطل خياره، لأنّ عرض المشتري المبيع على البيع معناه اختيار التملك وهو يكون بإبطال الخيار۔ وإذا كان الخيار للبائع فعرضه على البيع، فالأصح من الروايتين عن أبي حنيفة: أن يكون إسقاطًا للخيار، لأنّه دليل على اختيار إبقاء الملك في البيع۔ وكذلك يسقط خيار المشتري إذا باع الشيئ الّذي اشتراه أو رهنه أو وهبه سلم أو لم يسلم أو آجره ... ومن مسقطات الخيار دلالة: أن يسكن المشتري الدار المبيعة رجلاً بأجر أو بغير أجر أو يرمم شيئًا منها بالتطيين أو التجصيص۔ (الفقه الإسلامي وأدلّته: (٣٥٣٨/٥، ٣٥٣٩) القسم الثالث: العقود أو التصرفات المدنية المالية، المبحث الخامس: الخيارات، المطلب الثالث: طرق إسقاط الخيار، ط: دار الفكر)

تحفة الفقهاء: (٦٦/٢) كتاب البيوع، باب خيار الشرط، ط: دار الكتب العلمية۔

شرح المجلّة لرستم باز: (١٢٦/١، ١٢٧) رقم المادة: ٣٠٢، ٣٠٣، الكتاب الأوّل في البيوع، الباب السادس في بيان الخيارات، الفصل الأوّل في بيان خيار الشرط، ط: مكتبه فاروقيه۔

البحر الرائق: (١٨/٥) كتاب البيع، باب خيار الشرط، ط: سعيد۔

ہر ماہ قرعہ اندازی میں نام نکلنے والے کو موٹر سائیکل ملتی رہے گی، دوسرے مہینے میں قرعہ اندازی میں جس کا نام نکلے گا اس کو صرف چار ہزار میں موٹر سائیکل مل جائے گی، یہ صورت ہر مہینہ چلے گی اور بیسویں مہینے میں جتنے ممبران باقی رہیں گے سب کو موٹر سائیکل مل جائے گی۔

اس صورت میں اسکیم چلانے والے کا فائدہ یہ ہے کہ اس کو پہلے مہینے میں اسی ہزار روپے ملیں گے جس میں سے چالیس ہزار روپے کی گاڑی دے دے گا اور باقی رقم اپنی تجارت میں لگائے گا، اسی طرح نو ماہ تک کچھ نہ کچھ رقم بچتی رہے گی اور چالیس ہزار روپے کی گاڑی دینی ہوگی دسویں ماہ میں باقی تمام ممبروں کو موٹر سائیکل دے دی جاتی ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پہلی، دوسری، تیسری اور دیگر قرعہ اندازیوں کے اندر نکلنے والے ناموں کو یہ چیز کم قیمت میں ملتی ہے یہ معاملہ فریقین کی رضامندی سے طے ہوتا ہے۔

شریعت کی رو سے یہ اسکیم/ معاملہ درست نہیں ہے؛ کیوں کہ عقد کرتے وقت قیمت اور مبیع متعین ہونا ضروری ہے، اس اسکیم میں یہ دونوں چیزیں متعین نہیں ہوتیں بلکہ مجہول ہوتی ہیں، قیمت میں کمی زیادتی ظاہر ہے۔ اس کو جوا بھی کہا جاسکتا ہے؛ کیوں کہ ہر ممبر کا نام قرعہ اندازی میں نکلنے کا بھی احتمال ہے اور نہ نکلنے کا خطرہ بھی ہے۔ ایسی اسکیم میں شریک ہونا جائز نہیں ہے۔ (۱)

---

(۱) بشرط أن يكون المبيع معلوماً عند المشتري لأن بيع المجهول فاسد۔ (شرح المجلة لسليم رستم باز: (ص:۹۷) [رقم المادة: ۲۰۰] ط: مكتبه حنفيه كوئٹه، و: (۱/۷۸) رقم المادة: ۲۰۰، البيوع، الباب الثاني، الفصل الأول: في شروط المبيع وأوصافه، ط: فاروقيه كوئٹه)

يلزم أن يكون الثمن معلوماً فلوجهل الثمن فسد البيع۔ (شرح المجلة لسليم رستم باز، (ص: ۱۲۲) [رقم المادة: ۲۳۸] ط: مكتبه حنفيه كوئٹه، و: (۱/۹۸) رقم المادة: ۲۳۸، البيوع، الباب الثالث، الفصل الأول: في بيان المسائل المترتبة على أوصاف الثمن وأحواله، ط: فاروقيه كوئٹه)

تبيين الحقائق: (۲۸۰/۴) كتاب البيوع، ط: دار الكتب العلمية بيروت لبنان۔=

اسلامی بینک

قیامت کی نشانی ہے کہ اسلامی بینکاری کا بڑا زور ہے، پاکستان سمیت دنیا بھر میں اسلام کے نام پر بینک اور مالیاتی ادارے قائم کئے جارہے ہیں، اور انہیں انگریزی تعلیم یافتہ بڑے بڑے نامور علماء کرام کی سرپرستی اور ایڈوائزنگ حاصل ہے، یہ بینک اور مالیاتی ادارے جن شرعی اصطلاحات کے نام پر اپنی مصنوعات متعارف کرارہے ہیں ان میں اجارہ (Ijarah) بھی شامل ہے، بلکہ اسلامی بینکاری میں اجارہ کا تذکرہ کثرت کے ساتھ ہوتا رہتا ہے، جیسے: ''آٹو اجارہ'' پلانٹ اور مشینری اجارہ وغیرہ، اور سودی بینکوں میں بھی اجارہ کا استعمال بہت ہی زیادہ ہے بلکہ اسلامی بینکاری میں اس کا تعارف سودی بینکوں کے ذریعہ ہی ممکن ہوا ہے، نام نہاد اسلامی بینکوں نے یہ تمام تصور سودی بینکوں سے ہی لیا ہے۔

اسلامی بینک کا مختصر تعارف

موجودہ دور میں مغرب اور دنیا میں اکثر و بیشتر سرمایہ دارانہ نظام (Capitalism) رائج ہے، جو سود پر مبنی ہے، مغرب میں صنعتی انقلاب (Industrial Revolution) کے بعد جب تجارتی سرگرمیاں بڑھیں تو لوگوں کے پیسے کی حفاظت، اور ایک جگہ سے دوسری جگہ رقم کی منتقلی اور کاروبار، کارخانہ کے لیے قرض لینے دینے وغیرہ جیسے کاموں کے لیے بینک وجود میں آئے، عجیب بات یہ تھی کہ بینک کے بانی یہودی تھے جو سود پر رقم دینے کا کام ایک عرصے سے کرتے چلے آرہے تھے۔

= شامی: (۵۲۹/۴) کتاب البیوع، ط: سعید۔
البحر الرائق: (۳۵۶/۵) کتاب البیوع، ط: رشیدیہ کوئٹہ۔
وسمي القمار قمارًا: لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه، ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص۔ (شامی (۴۰۳/۶) ط: سعید)

بیسوی صدی میں جب کچھ مسلمان ممالک مغربی استعمار سے آزاد ہوئے تو ان کو ملکی اور بین الاقوامی کاروبار کرتے ہوئے بینکوں سے عملی طور پر واسطہ پڑا، مگر جب انہوں نے دیکھا کہ بینکوں کا سارا مدار سودی نظام پر ہے اور قرآن وحدیث میں سود سے سختی سے منع کیا گیا ہے، تو علمائے کرام کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اس نظام میں شریعت کے مطابق تبدیلیاں کر کے بینک کو سود سے پاک کیا جائے اس طرح دیندار طبقے میں اسلامی بینکاری کی سوچ پیدا ہوئی، اور بعض مسلم رہنماؤں کی طرف سے اس بات کی تائید ہوئی کہ مروجہ سودی بینکاری نظام میں کچھ تبدیلیاں کر کے اسے اسلامی بینک بنایا جا سکتا ہے، تو عرب سرمایہ داروں نے عملی طور پر اسلامی بینک بنانے کا پختہ عزم کر لیا، اور مغرب نے بھی اس کی حمایت کی، وجہ یہ تھی کہ مغرب والے جانتے تھے کہ دیندار مسلمانوں کی جو دولت اور پیسے سودی نظام ہونے کی وجہ سے بینکوں میں جمع نہیں ہوئے، اسلامی بینک کے نام سے وہ بھی جمع ہو جائیں گے اور ان دیندار مسلمانوں کے پیسے بھی مغرب کے تصرف میں آجائیں گے، چنانچہ برسات کی گھاس کی طرح دھڑا دھڑ اسلامی بینک کھلنے شروع ہو گئے 1963ء میں سب سے پہلے مصر میں اسلامی بینک بنایا گیا جس کا نام ''مت غمر سوشل بینک'' تھا، اس بینک میں زراعت کے لئے رقوم جمع کرنا اور قرضے فراہم کرنے کا کام جاری ہوا تھا۔

اسی سال ملائیشیا میں حج کے لیے ایک ادارہ قائم کیا گیا، جس کا نام ''بتونگ حاجی'' تھا، لوگ اس ادارے میں اپنی بچی ہوئی رقم جمع کرواتے، اور ضرورت کے مطابق قرض لیتے تھے، 1975ء میں ''دوبئی اسلامی بینک'' بنا، اور اسی سال ''او آئی سی'' کے تحت اسلامی ترقیاتی بینک کی بنیاد رکھی گئی، 1983ء میں ''اسلامی بینک بنگلہ دیش'' کا قیام عمل میں آیا، پھر اس کے بعد پوری دنیا میں اسلامی بینکوں کے قیام کا سیلاب آ گیا، 2003ء میں دنیا کے اکیاون مسلم اور غیر مسلم ممالک میں تقریباً دو سو ساٹھ (260) اسلامی بینکوں

کے نام سے ادارے قائم ہوئے، پاکستان میں 2001.9/11ء سے کچھ عرصہ پہلے سے میزان اسلامی بینک اور "بینک الفلاح لمیٹڈ" اور "دبئی اسلامی بینک" اور "فیصل بینک لمیٹڈ" وغیرہ اسلامی بینک کے نام سے وجود میں آنا شروع ہوئے۔

اسلامی بینکوں کا اجارہ

"اجارہ اسلامی بینکوں کا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۹۲/۱)

اسلامی ریاست کے لیے خطرہ والی چیز درآمد کرنا

اسلامی ریاست کے لیے خطرہ بننے والی چیزوں کو درآمد کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، مثلاً: حکومت کے علاوہ عام شہری کے لیے اسلحہ اور اسلحہ بنانے کا خام مواد، اسلحہ ٹیکنالوجی وغیرہ درآمد کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، تا کہ ملک میں اغوا، دہشت گردی، بھتہ خوری، چھینا جھپٹی، ڈاکہ زنی اور قتل وقتال کا بازار گرم نہ ہو۔[۱]

اسلحہ ممنوعہ کی خرید وفروخت

"ممنوعہ اسلحہ کی خرید وفروخت" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۰۰/۶)

اسمگل کرنا (Smuggle)

"غیر قانونی طور پر مال لانا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۵۹/۵)

---

(۱) (ویکره) تحريما (بيع السلاح من أهل الفتنة إن علم)؛ لأنه إعانة على المعصية، (وبيع ما يتخذ منه كالحديد) ونحوه يكره لأهل الحرب، (لا) لأهل البغي... قلت: وأفاد كلامهم أن ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريما وإلا فتنزيها نهر، (قوله: نهر)... وعندي أن ما في الخانية محمول على الكراهة التنزيه والمنفي هو كراهة التحريم، وعلى هذا فيكره في الكل تنزيها، وهو الذي إليه تطمئن النفس؛ لأنه تسبب في الإعانة ولم أر من تعرض لهذا، والله تعالى الموافق۔ (الدر مع الرد: (۲۶۸/۴) كتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب: في كراهة بيع ما تقوم المعصية بعينه، ط: سعيد)

بدائع الصنائع: (۲۳۳/۵) كتاب البيوع، فصل: وأما صفة البيع، ط: سعيد۔

الهندية: (۲۸۵/۲) كتاب السير، الباب العاشر: في البغاة، ط: رشيديه۔

اسمگلر کے ہاتھ کوئی چیز بیچنا

جس شخص کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ سامان اسمگلنگ کرے گا تو اس کے ہاتھ سامان فروخت کرنا منع نہیں ہے، اور منافع بھی حلال ہیں۔ (۱) البتہ احتیاط بہتر ہے۔ (۲)

اسمگل شدہ مال خریدنا

اسمگلنگ شدہ مال اگر جائز اور حلال ہے تو اس کا خریدنا جائز ہے البتہ بچنا

---

(۱) كل يتصرف في ملكه كيفما شاء . . . لايمنع أحد من التصرف في ملكه مالم يكن فيه ضرر فاحش للغير۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۵۱۷/۱، ۵۱۹) المادة: ۱۱۹۲، ۱۱۹۷، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب الثالث: في المسائل المتعلقة بالحيطان والجيران، الفصل الأول في بعض قواعد أحكام الأملاك، ط: فاروقيه)

☐ شرح المجلة للأتاسي: (۱۳۲/۴، ۱۴۰) المادة: ۱۱۹۲، ۱۱۹۷، ط: رشيديه۔

☐ ولاينبغي للسلطان أن يسعر على الناس لقوله عليه السلام: لاتسعروا فإن الله هو المسعر القابض الباسط الرازق، ولأن الثمن حق العاقد فإليه تقديره فلاينبغي للإمام أن يتعرض لحقه إلا إذا تعلق به دفع ضرر العامة۔ (الهداية: (۴۷۲/۴) كتاب الكراهية، مسائل متفرقة، ط: رحمانية)

(۲) قال الله تعالى: وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ۔ (سورة البقرة: ۱۹۵)

☐ عن حذيفة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا ينبغي للمؤمن أن يذل نفسه قالوا: وكيف يذل نفسه؟ قال: يتعرض من البلاء لما لا يطيق۔ (جامع الترمذى (۵۱/۲) ابواب الفتن، ط: قديمى)

☐ سنن ابن ماجه (ص: ۲۹۰) ابواب الفتن، باب قوله تعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ، ط: قديمى۔

☐ قوله: (يتعرض من البلاء) إما بالدعاء على نفسه بها، أو بأن يأتي بأسبابها العادية۔ (حاشية السندى على سنن ابن ماجه (۳۸۸/۲) ابواب الفتن، باب قوله تعالى: باب قوله تعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ، ط: دار الجيل)

☐ وفي شرح الجواهر تجب إطاعته فيما أباحه الشرع وهو مايعود نفعه على العامة وقد نصوا في الجهاد على امتثال أمره في غير معصية۔ (شامى: (۴۶۰/۶) كتاب الأشربة، ط: سعيد)

☐ المسلم يجب عليه أن يطيع أميره في الأمور المباحة فإن أمر الأمير بفعل مباح وجبت مباشرته وإن نهى عن أمر مباح حرم ارتكابه . . . ومن هنا صرح الفقهاء بأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فإنها مشروطة أيضا بكون الأمر صادرا عن مصلحة لا عن هوى أو ظلم؛ لأن الحاكم لا يطاع لذاته وإنما يطاع =

بہتر ہے۔[1]

اسمگلنگ(Smuggling)

☆......بعض لوگ کسٹم اور محصول چنگی سے بچنے کے لیے درآمدی اور برآمدی مال کو چوری چھپے ادھر ادھر کے راستوں سے پار کر جاتے ہیں اسی کا نام اسمگلنگ ہے۔[2]

☆......''غیر قانونی طور پر مال لانا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۵۹/۵)

= من حيث أنه متول لمصالح العامة ۔ (تكملة فتح الملهم : (۳۲۳/۳، ۳۲۴) كتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في معصية، ط: دار العلوم كراچی)

(۱) كل يتصرف في ملكه كيفما شاء . . . لايمنع أحد من التصرف في ملكه مالم يكن فيه ضرر فاحش للغير ۔ (شرح المجلة لرستم باز : (۵۱۷/۱، ۵۱۹) المادة : ۱۱۹۲، ۱۱۹۷، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب الثالث : في المسائل المتعلّقة بالحيطان والجيران، الفصل الأوّل في بعض قواعد أحكام الأملاک، ط: فاروقيه)

شرح المجلة للأتاسي: (۱۳۲/۴، ۱۴۰) المادة: ۱۱۹۲، ۱۱۹۷، ط: رشيديه۔

ولاينبغي للسلطان أن يسعر على الناس لقوله عليه السلام : لاتسعروا فإنّ الله هو المسعر القابض الباسط الرازق، ولأنّ الثمن حق العاقد فإليه تقديره فلاينبغي للإمام أن يتعرض لحقه إلاّ إذا تعلّق به دفع ضرر العامة ۔ (الهداية: (۴۷۲/۴) كتاب الكراهية، مسائل متفرقة، ط: رحمانية)

والنظر الحاشية رقم: ۲، تحت عنوان ''اسمگلر کے ہاتھ کوئی چیز بیچنا''۔

وفي شرح الجواهر تجب إطاعته فيما أباحه الشرع وهو مايعود نفعه على العامة وقد نصوا في الجهاد على امتثال أمره في غير معصية ۔ (شامی: (۴۶۰/۶) كتاب الأشربة، ط: سعيد)

المسلم يجب عليه أن يطيع أميره في الأمور المباحة فإن أمر الأمير بفعل مباح وجبت مباشرته وإن نهى عن أمر مباح حرم ارتكابه . . . ومن هنا صرح الفقهاء بأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فإنها مشروطة أيضا بكون الأمر صادرًا عن مصلحة لاعن هوى أو ظلم، لأنّ الحاكم لايطاع لذاته وإنمايطاع من حيث أنه متول لمصالح العامة ۔ (تكملة فتح الملهم: (۳۲۳/۳، ۳۲۴) كتاب الإمارة، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في معصية، ط: دار العلوم كراچی)

(۲) فيروز اللغات: (ص:۹۵) ا س، ط: فيروز سنز۔

اسمگلنگ پر پابندی لگانا

مختلف ممالک اپنے ملک کے معاشی مصالح کے پیش نظر دوسرے ملکوں کی برآمدات پر پابندی عائد کردیتے ہیں کہ ان کے آنے کی وجہ سے ملکی مصنوعات اور ان کی نکاسی کو نقصان پہنچ سکتا ہے، اس کی خلاف ورزی کرنا اور اسمگلنگ کا کاروبار کرنا مکروہ ہے، اس لیے کہ ایک تو یہ اس معاہدہ کی خلاف ورزی ہے جو ملک کے شہری ہونے کے لحاظ سے اس کے قانون کے احترام کے سلسلے میں ضروری ہے، دوسرے اس طرح وہ پوری قوم اور ملک میں رہنے والوں کو اسمگلنگ کے ذریعے نقصان پہنچاتا ہے جو اسلام کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ غیر انسانی حرکت بھی ہے۔

معاشی استحکام کے لیے اس قسم کی پابندی لگانے کی گنجائش ہے۔ اس کی نظیر "تلقی جلب" اور "بیع الحاضر للبادئ" ہے جس کو مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ (۱)

اسمگلنگ کا حکم

☆...... ہر آدمی اپنے پیسے سے اپنی ضروریات یا پسند کا جو جائز سامان

(۱) (قوله: وكره (بيع الحاضر للبادي) لحديث الصحيحين عن ابن عباس رضي الله عنهما: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم: أن يتلقى الركبان وأن يبيع حاضر لباد.... (شامي: (۱۰۲/۵) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۱۶۴/۶) كتاب البيع، باب البيع الفاسد، ط: رشيديه۔

الهندية: (۲۱۱/۳) كتاب البيوع، الباب العشرون: في البياعات المكروهة والأرباح الفاسدة، ط: رشيديه۔

[يٰأيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولي الأمر منكم] الآية رقم: ۵۹، سورة النساء۔

اختلف في المراد بهم فقيل: أمراء المسلمين في عهد الرسول صلى الله عليه وسلم وبعده ويندرج فيهم الخلفاء والسلاطين والقضاة وغيرهم۔ (روح المعاني الآلوسي: (۶۵/۵) سورة النساء، تحت رقم الآية: ۵۹، ط: دار إحياء التراث العربي)

لأن طاعة الإمام في ما ليس بمعصية واجبة۔ (الدر مع الرد: (۱۷۲/۲) كتاب الصلاة، باب العيدين، مطلب: تجب طاعة الإمام فيما ليس بمعصية، ط: سعيد)

جہاں سے چاہے خرید سکتا ہے اور اپنا مال جہاں چاہے فروخت بھی کر سکتا ہے، شرعاً اس میں کوئی پابندی نہیں ہے؛ لہٰذا بیرون ملک سے مال خریدنا یا وہاں پہنچا کر مال بیچنا شرعاً جائز اور مباح ہے۔

لیکن مختلف ممالک اپنے ملک کے معاشی مصالح کے پیش نظر دوسرے ملکوں کی برآمدات پر پابندی عائد کر دیتے ہیں تاکہ ان چیزوں کے آنے کی وجہ سے ملکی مصنوعات اور ان کی نکاسی کو نقصان نہ پہنچے، لہٰذا ایک صحیح اسلامی حکومت اگر عام مسلمانوں کے مفاد کی خاطر اور معاشی مصلحت کے پیش نظر کسی جائز چیز پر پابندی عائد کر دے تو اس قسم کی پابندی کی گنجائش ہے، [1] اور لوگوں پر اس کی پابندی کرنا بھی لازم ہے، اس کے خلاف کرنے کو اسمگلنگ کا کاروبار کہتے ہیں اور یہ مکروہ ہے۔

اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ غیر ملکی مصنوعات کی آمد کی وجہ سے ملک کی صنعت اور معاشی توازن بگڑ جاتا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ حکومت کے قانون کے خلاف کرنے کی وجہ سے بہت سے منکرات کا ارتکاب کرنا لازم آتا ہے، مثلاً: اکثر جھوٹ بولنا پڑتا ہے، رشوت دینی

---

(۱) كل يتصرف في ملكه كيف شاء۔ (شرح المجلة للأتاسي: (۱۳۲/۴) [رقم المادة: ۱۱۹۲] الكتاب العاشر: في أنواع الشركاة، الباب الثالث في بيان المسائل المتعلقة بالحيطان . . . ، الفصل الأول: في بيان بعض القواعد في أحكام الأملاك، ط: رشيديه كوئٹه)

لايمنع أحد من التصرف في ملكه أبداً الا اذا كان ضرره لغيره فاحشاً۔ (شرح المجلة للاتاسي: (۱۴۰/۴) [رقم المادة: ۱۱۹۷] أيضاً، ط: رشيديه كوئٹه)

شامي: (۴۳۸/۵) كتاب القضاء، باب كتاب القاضي إلى القاضي وغيره، ط: سعيد۔

ولاينبغي للسلطان أن يسعر على الناس لقوله عليه السلام: لاتسعروا فان الله هو المسعر القابض الباسط الرازق، ولأن الثمن حق العاقد فإليه تقديره، فلاينبغي للإمام أن يتعرض لحقه إلا إذا تعلّق به دفع ضرر العامة۔ (هداية: (۴۷۲/۴) كتاب الكراهية، فصل في البيع، ط: رحمانيه)

بدائع الصنائع: (۱۲۹/۵) كتاب الاستحسان، ط: سعيد۔

الدر مع الرد: (۳۹۹/۶) كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ط: سعيد۔

تصرف الإمام بالرعية منوط بالمصلحة۔ (الاشباه و النظائر مع شرحه للحموى (۳۶۹/۱) الفن الأول، القواعد الكلية، النوع الثاني من القواعد القاعدة الخامسة، ط: دار الكتب العلمية)

پڑتی ہے، جان و مال یا عزت وآبرو کو خطرے میں ڈالنا پڑتا ہے جس کی حفاظت کا شریعت میں بڑا خیال رکھا گیا ہے، بسا اوقات جسمانی تکلیف اور قید و بند کی صعوبت برداشت کرنی پڑتی ہے، اس لیے ایسے کاروبار سے بچنا چاہیے۔

تاہم اسمگل ہوکر آنے والی حلال اور جائز چیزوں کی خرید وفروخت جائز ہے، ان کو اپنے استعمال میں لانا درست ہے اور آمدنی بھی حلال ہے، اس سے نیک کاموں میں حصہ لینا بھی جائز ہے؛ کیوں کہ اصل کے اعتبار سے باہر ملک سے مال لے کر آنا یا اپنے ملک سے مال باہر لے جانا شرعی اعتبار سے جائز ہے۔ (۱)

اسمگلنگ کا ضبط شدہ مال خریدنا

جان بوجھ کر اسمگلنگ کا ضبط شدہ مال خریدنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ مالکوں

(۱) وهذا الحكم أي وجوب طاعة الأمير يختص بما إذا لم يخالف أمره الشرع، يدل عليه سياق الآية فإن الله تعالى أمر الناس بطاعة أولى الأمر بعد ما أمرهم بالعدل في الحكم تنبيهاً على أن طاعتهم واجبة ماداموا على العمل- (أحكام القرآن للمحدث العلامة ظفر احمد العثماني رحمه الله: (۲/ ۲۹۱، ۲۹۲) طاعة الأمير فيما لايخالف الشرع، الآية: ۵۹، ط: إدارة القرآن)

تفسير المظهرى: (۲/ ۱۵۲، ۱۵۳) رقم الآية: ۵۹، ط: رشيديه۔

الجامع لاحكام القرآن للقرطبي: (۵/ ۲۵۹) سورة النساء، رقم الآية: ۵۹، ط: دار عالم الكتب۔

قال الله تعالى: وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ۔ (سورة البقرة: ۱۹۵)

لأن طاعة الامام في ما ليس بمعصية واجبة ـ (الدرمع الرد: (۲/ ۱۷۲) كتاب الصلاة، باب العيدين، مطلب تجب طاعة الأمير فيما ليس بمعصية، ط: سعيد)

عن حذيفة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا ينبغي للمؤمن أن يذل نفسه قالوا: وكيف يذل نفسه؟ قال: يتعرض من البلاء لما لا يطيق۔ (جامع الترمذى (۲/ ۵۱) ابواب الفتن، ط: قديمى)

سنن ابن ماجه (ص: ۲۹۰) ابواب الفتن، باب قوله تعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ، ط: قديمى۔

قوله: (يتعرض من البلاء) إما بالدعاء على نفسه بها، أو بأن يأتي بأسبابها العادية۔ (حاشية السندى على سنن ابن ماجه (۲/ ۴۸۸) ابواب الفتن، باب قوله تعالى: باب قوله تعالى: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ، ط: دار الجيل)

وفي شرح الجواهر: تجب إطاعته في ما أباحه الشرع وهو ما يعود نفعه على العامة وقد نصوا في الجهاد على امتثال أمره في غير معصية۔ (شامى: (۶/ ۴۶۰) كتاب الأشربة، قبيل كتاب الصيد، ط: سعيد)

(قوله: يعزر) لأن طاعة أمر السلطان بمباح واجبة۔ (شامى: (۵/ ۱۶۷) كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، مطلب: كل قرض جر نفعا حرام، ط: سعيد) =

کی جانب سے حکومت کو ان کا مال بیچنے کی اجازت نہیں ہے اور اجازت کے بغیر کسی کا مال بیچنا جائز نہیں ہے۔

اور اگر حکومت کے اہل کاروں نے مختلف لوگوں کے ضبط شدہ مال آپس میں خلط ملط کر کے اس طرح ملا دیے کہ ایک کا مال دوسرے سے الگ اور ممتاز نہ رہا تو ایسی صورت میں اس مال کو حکومت سے خریدنا اور استعمال کرنا جائز ہے، البتہ حکومت پر ان چیزوں کی قیمت کا ضمان ادا کرنا لازم ہوگا، ورنہ آخرت کی پکڑ سے نہیں بچے گی۔[1]

اسمگلنگ کا مال ضبط کر کے نیلام کرنا

☆......اگر حکومت کو موقع مل جاتا ہے تو اسمگلنگ کا مال ضبط کر لیتی ہے پھر

= لأن طاعة الامام في ماليس بمعصية فرض ... الخ (الدرمع الرد: (۴/۲۶۴) كتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب: في وجوب طاعة الإمام، القاعدة الخامسة، علميه كوئٹه۔

تصرف الامام بالرعية منوط بالمصلحة۔ (الأشباه والنظائر مع شرحه للحموي: (۱/۳۶۹) الفن الأول: القواعد الكلية، النوع الثاني من القواعد، القاعدة الخامسة، ط: دار الكتب العلمية)

(۱) لايجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته ....۔ (الدرمع الرد: (۶/۲۰۰) كتاب الغصب، مطلب: فيما يجوز من التصرف بمال الغير بدون إذن صريح، ط: سعيد)

لايجوز لأحد أن يتصرف في مال الغير بلا إذنه ... وعدم الجواز شامل لجميع أنواع التصرف من استعمال ... ومن إعارة وإيداع وإجارة وصلح وهبة وبيع ....۔ (شرح المجلة للأتاسي: (۱/۲۶۲) رقم المادة: ۹۶، ط: رشيديه)

(فإن غصب وغيّر) المغصوب (فزال اسمه وأعظم منافعه) أي أكثر مقاصده ... (أو اختلط المغصوب) بملك الغاصب بحيث يمتنع امتيازه كاختلاط بره ببره (أو يمكن بحرج) كبره بشعيره. وقال الشامي تحت قوله: بملك الغاصب:) وكذا بمغصوب آخر، لما في التاتارخانية عن الينابيع: غصب من كل واحد منهما ألفا فخلطهما لم يسعه أن يشتري بهما شيئا ماكولا فيأكله ولا يحل له أكل ما اشترى حتى يؤدي عوضه۔ (ضمنه وملكه بلاحل انتفاع قبل أداء ضمانه) أي رضا مالكه بأداء أو إبراء أو تضمين قاض۔ (الدرمع الرد: (۶/۱۹۱، ۱۹۰) كتاب الغصب، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۸/۲۰۸) كتاب الغصب، ط: رشيديه۔

شرح المجلة للأتاسي: (۳/۳۲۶، ۳۲۷) رقم المادة: ۸۹۹، الكتاب الثامن في الغصب، الباب الأول، الفصل الأول: في بيان أحكام الغصب، ط: قديمي)

من أخذ شبرا من الأرض ظلما، فإنه يطوقه يوم القيامة من سبع أرضين، متفق عليه۔ (مشكوٰة المصابيح: (ص: ۲۵۳) كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الأول، ط: قديمي)

اس کو نیلام کر دیتی ہے، اس بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ حکومت کو جائز قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کو مناسب جسمانی سزا دینے کا اختیار ہے، لیکن ان کا مال اور سامان ضبط کرنا اور نیلام کرنا شرعاً جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ یہ مال ان کی ملکیت ہے جب تک وہ اسے بیچنے کی اجازت نہ دیں حکومت یا کسی اور کے لیے اس کی خرید و فروخت جائز نہیں اور لوگوں کے لیے جان بوجھ کر ایسا مال خریدنا اور اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں ہے۔[1]

☆...... اگر ضبط شدہ سامان موجود ہے تو اس کو، اور اگر سامان نیلام کے ذریعے فروخت کر دیا ہے تو اس کی قیمت ان کے اصل مالکوں کو یا مالک زندہ نہ ہونے کی صورت میں ان کے وارثوں کو تلاش کر کے پہنچانا واجب ہے، اگر وہ یا ان کے وارث نہ ملیں یا ان کے ملنے کی امید نہ ہو تو اصل مالکوں کی طرف سے صدقے کی نیت کر کے فقرا اور مساکین کو مالک بنا کر دینا ضروری ہے، ورنہ ضبط کرنے والے لوگ آخرت کی پکڑ سے بری نہیں ہوں گے۔[2]

---

(۱) (لا بأخذ مال في المذهب) بحر۔ وفيه عن البزازية، وقيل: يجوز، ومعناه أن يمسكه مدة لينزجر ثم يعيده له، فإن أيس من توبته صرفه إلى مايرى، وفي المجتبى أنه كان في ابتداء الإسلام ثم نسخ۔ (قوله: لا بأخذ مال في المذهب) قال في الفتح: وعن أبي يوسف يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال، وعندهما وباقي الأئمة لا يجوز۔ ومثله في المعراج، وظاهره أن ذلك رواية ضعيفة عن أبي يوسف، قال: في الشرنبلالية: ولا يفتى بهذا لما فيه من تسليط الظلمة على أخذ مال الناس فيأكلونه، ومثله في شرح الوهبانية عن ابن وهبان۔ (قوله: وفيه الخ) أي في البحر، حيث قال: وأفاد في البزازية أن معنى التعزير بأخذ المال على القول به إمساك شيء من ماله عنه مدة لينزجر ثم يعيده الحاكم إليه، لا بأخذ الحاكم لنفسه أو لبيت المال كما يتوهمه الظلمة، إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي... والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال۔ (الدر مع الرد: (۶۱، ۶۲/۴) كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال، ط: سعيد)

☜ البحر الرائق: (۶۸/۵) كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل: في التعزير، ط: رشيديه۔

☜ لا يجوز التصرف بمال الغير بلا إذنه ولا ولايته۔ (الدر مع الرد (۲۰۰/۶) كتاب الغصب، ط: سعيد۔

(۲) (عليه ديون ومظالم جهل أربابها وأيس) من عليه ذلك۔ (من معرفتهم فعليه التصدق بقدرها =

اسمگلنگ کا مال ضبط کرنا

''حکومت کا اسمگلنگ شدہ مال ضبط کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۱۴/۳)

اسمگلنگ کی تعریف

''کسٹم کی تعریف'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۲۰/۵)

اشتہارات پر کلک کر کے پیسے کمانا

''ویب سائٹ پر اشتہارات دیکھ کر پیسے کمانا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

اشتہارات کو آگے پھیلا کر پیسے کمانا

''ویب سائٹ پر اشتہارات دیکھ کر پیسے کمانا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

اشتہارات میں حرام چیزوں سے بچنا

اشتہارات اور مارکیٹنگ وغیرہ میں حرام اور ناجائز ذرائع استعمال کرنا جائز نہیں، مثلاً: گانے یا موسیقی کا استعمال کرنا یا مردوں یا عورتوں کی تصاویر والی فلم وغیرہ استعمال کرنا ناجائز اور حرام ہے، اس سے تجارت میں برکت نہیں رہے گی اور اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت بھی ختم ہوجائے گی، خریدار اور صارف کے دل میں اللہ ہی ڈالتا ہے کہ وہ فلاں دکان دار سے سامان خریدے، جب دکان دار حرام چیزوں کے

=من ماله وإن استغرقت جميع ماله) هٰذا مذهب أصحابنا لا نعلم بينهم خلافًا كمن في يده عروض لا يعلم مستحقيها اعتبارًا للديون بالأعيان (قوله: جهل أربابها) يشمل ورثتهم، فلو علمهم لزمه الدفع إليهم؛ لأنّ الدين صار حقهم... وإن لم يقض فهو مؤاخذ به في الآخرة، وإن لم يجد المديون ولا وارثه صاحب الدين ولا وارثه فتصدق المديون أو وارثه عن صاحب الدين برئ في الآخرة۔ (الدر مع الرد: (۲۸۳/۴) كتاب اللقطة، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۲۰۲/۸) كتاب الغصب، ط: رشيديه۔

تبيين الحقائق: (۳۲۱/۶، ۳۲۲) كتاب الغصب، ط: دار الكتب العلمية۔

ذریعے اللہ تعالیٰ کو ناراض کرلے گا تو وہ خریداروں کے دلوں کو ایسے دکان داروں کے سامان کی طرف سے پھیر دے گا اور ان کا دل ایسے دکان داروں کے سامان کو خریدنے کے لیے تیار ہی نہیں ہوگا۔

مزید یہ کہ ناجائز ذرائع کو اشتہاری یا مارکیٹنگ مہم میں استعمال کرنے کی صورت میں اداروں کو اس ناجائز ذریعے سے جو آمدنی حاصل ہوگی اس سے وہ ناجائز اور حرام کام کو ترویج دیں گے اور اس گناہ میں اشتہار دینے والے بھی شریک ہوں گے اور خواہ مخواہ گناہ کا ایک سلسلہ شروع ہوجائے گا۔ [1]

اشتہار میں حرام چیزوں کا استعمال کرنا

"اعلان میں حرام چیزوں کا استعمال کرنا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۰۰/۱)

اشتہارات میں دوسروں کے سامان کی برائی بتانا

شریعت نے ایک دوسرے کے ساتھ تعاون، ایثار، ہمدردی اور آپس میں ربط ومحبت کی ترغیب دی ہے اور دوسروں کے لیے خیر خواہی کی حوصلہ افزائی کی ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اس وقت تک تم میں سے کوئی کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ

(۱) وظاهر كلام النووي في شرح مسلم: الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى۔ (شامی: (۶۴۷/۱) كتاب الصلاة، مطلب: مكروهات الصلاة، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۲۸/۲) كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، ط: رشيديه۔

شرح النووي على الصحيح لمسلم: (۱۹۹/۲) كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان...، ط: قديمی)

وحراما... ومن هذا القسم علم الحرف وعلم الموسيقي...۔ (الدر مع الرد: (۳۵/۱، ۳۶) مقدمة، ط: سعيد)

[ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا الله إن الله شديد العقاب]۔ (الآية: ۲، المائدة)=

اپنے بھائی اور ایک روایت میں اپنے پڑوسی کے لیے وہ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔[۱]

اس سے معلوم ہوا کہ شریعت ایک دوسرے سے مقابلہ بازی کرنے اور دوسرے کو نقصان پہنچانے سے منع کرتی ہے، بلکہ دوسروں سے محبت، ایثار، تعاون اور ہمدردی کی تعلیم دیتی ہے، تاجروں کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔

اشتہارات میں عورتوں کو استعمال کرنا

''عورتوں کے جسم کو تجارتی اعلانوں میں استعمال کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

اشتہار دینا حرام چیزوں کا

''حرام چیزوں کا اشتہار دینا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۸۳/۳)

اشتہاری مہم سود سے پاک ہو

☆...... اشتہاری مہم اور مارکیٹنگ کا معاملہ سود سے پاک ہونا چاہیے، مثلاً: اشتہاری مہم اور مارکیٹنگ کے اخراجات کے لیے سودی قرضہ لینا جائز نہیں ہے یا مارکیٹنگ کی مہم چلانے کے لیے سودی معاملہ یا لین دین کرنا یا خریداروں کو سودی اسکیموں کی طرف ترغیب دینا حرام ہے، ان چیزوں سے بچنا ضروری ہے۔

☆...... سود کا لینا اور دینا اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کا اعلان ہے اور مذکورہ

= الإعانة في المعصية وترويجها، وتقريب الناس إليها معصية وفساد في الأرض۔ (حجة الله البالغة (۱۶۹/۲) البيوع المنهي عنها، ط: دار الجيل)

(۱) عن أنس بن مالك عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: لا يؤمن أحدكم حتى يحب لأخيه أو قال لجاره ما يحب لنفسه۔ (صحيح مسلم: (۵۰/۱) كتاب الأعيان، باب الدليل على أن من خصال الإيمان أن يحب لأخيه المسلم ما يحب لنفسه من الخيرة، ط: قديمي)

صحيح البخاري: (۶/۱) كتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لأخيه ما يحب لنفسه، ط: قديمي۔

صورتوں میں سے کسی بھی صورت کو اختیار کرنا اپنے کاروبار سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ کی دعوت دینے کے مترادف ہے، جس کے کاروبار سے اللہ اور اس کے رسول کے خلاف جنگ ہو وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا اور اس سے برکت والی روزی اور بیوی بچوں کے لیے خیر و برکت والا رزق حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ (۱)

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: سود خوری کے ستر حصے ہیں، ان میں سے ادنی اور معمولی درجہ ایسا ہے جیسے کہ اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کرنا۔ (۲)

اشتہاری مہم میں غلط بیانی کرنا

عام طور پر اشتہاری مہم میں غلط بیانی کے ذریعے خریداروں کو ورغلا کر اپنی مصنوعات فروخت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور اسے ایک ''فن'' کا نام دیا جاتا ہے، مثلاً: کسی دوا کے بارے میں یوں کہا جاتا ہے کہ ساٹھ فی صد ڈاکٹروں نے اس کے استعمال کی تاکید کی ہے، حالاں کہ حقیقتاً ایسا نہیں ہوتا، یا یوں کہہ دیا جاتا ہے کہ ''سٹاک'' محدود ہے، حالاں کہ سٹور بھرے پڑے ہوتے ہیں، یا مثلاً: فروخت کے بعد تین سال کی گارنٹی دی جاتی ہے جب کہ بعد میں حیلے بہانوں سے گارنٹی کے مطالبے کو تسلیم نہیں کیا جاتا، موجودہ دور میں اس طرح بے شمار طریقے اپنائے جاتے ہیں، غرض کہ اشتہاری مہم میں اس قسم کی غلط بیانی اور دھوکہ دہی سے بچنا ضروری ہے،

(۱، ۲) [یأیها الذین آمنوا اتقوا الله و ذروا ما بقی من الربا إن کنتم مؤمنین، فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله و رسوله و إن تبتم فلکم رؤس أموالکم لا تظلمون ولا تظلمون]۔ (البقرة: رقم الآیة: ۲۷۸، ۲۷۹)

عن جابر قال: لعن رسول الله اکل الربا و موکله و کاتبه و شاهدیه و قال هم سواء، رواه مسلم... و عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الربوا سبعون جزءاً أيسرها أن ينكح الرجل أمه۔
(مشكوة المصابيح: (ص: ۲۴۴، ۲۴۶) باب الربوا، الفصل الأول، و الفصل الثاني، ط: قديمي)

صحيح البخاري: (۲۷۹/۱) كتاب البيوع، باب اكل الربوا و شاهده، ط: قديمي۔

تاکہ خریدار دھوکہ کھا کر سامان خرید کر پریشان نہ ہو۔ [1]

(Assets)

''اثاثے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۱۹۰/۱)

اشیاء کے اجزائے ترکیبی کے متعلق غلط بیانی کرنا

چیز کے اجزائے ترکیبی وہ نہیں جو خریدار کو مطلوب ہیں، اسے یہ باور کرانا کہ یہ چیز تمہارے مطلوبہ اجزائے ترکیبی کی حامل ہے اور ان ہی سے مرکب ہے، یہ صورت بھی دھوکہ میں داخل ہے۔ [2]

اصل دام پر نفع لے کر بیچنا

☆...... دکان دار یا کسی آدمی نے ایک چیز سو روپے کی خریدی تھی تو اب اپنی چیز میں اس کو اختیار ہے چاہے ایک سو روپے ہی میں بیچ دے اور چاہے پانچ سو یا ہزار روپے میں بیچے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے، لیکن اگر معاملہ اس طرح طے ہوا کہ اس نے کہا: دس روپے نفع پر بیچا تو اب اس سے زیادہ نفع لینا جائز نہیں، اس طرح کے سودے کو ''مرابحہ'' کہتے ہیں، یا یوں طے ہوا کہ جتنے میں خریدا ہے اس پر چار روپے نفع لے لو، اب بھی ٹھیک دام بتا دینا واجب ہے اور چار روپے سے زیادہ نفع

(۱، ۲) آية المنافق ثلاثة، زاد مسلم وإن صام و صلى و زعم أنه مسلم ثم اتفقا إذا حدث كذب وإذا وعد أخلف وإذا اؤتمن خان ـ (مشكوة المصابيح : (ص: ۱۷) باب الكبائر و علامات النفاق، الفصل الأول، ط: قديمي)

صحيح البخاري: (۱۰/۱) كتاب الإيمان، باب علامة المنافق، ط: قديمي۔

صحيح مسلم: (۶۵/۱) كتاب الإيمان، باب خصال المنافق، ط: قديمي۔

من غش فليس منا . . . قال أبو عيسى: والعمل على هذا عند أهل العلم، كرهوا الغش، وقالوا الغش حرام۔ (جامع الترمذي: (۲۴۵/۱) أبواب البيوع، باب ماجاء في الغش في البيوع، ط: قديمي)

مشكوة المصابيح: (ص: ۲۴۸) كتاب البيوع، باب المنهي عنها من البيوع، ط: قديمي۔

لینا درست نہیں۔

☆......اسی طرح اگر دکان دار وغیرہ نے کہا کہ: یہ چیز ہم آپ کو خرید کے دام پر دیں گے کچھ نفع نہ لیں گے، تو اب کچھ نفع لینا درست نہیں ہے، خرید کے دام ٹھیک ٹھیک بتانا واجب ہے۔ اور اس طرح کے سودے کو "تولیہ" کہتے ہیں۔

☆......سودا کرتے وقت خریدار نے دکان دار سے کہا کہ: یہ چیز مجھے پانچ فی صد پر بیچ ڈالو، اس نے کہا کہ: اچھا میں نے اتنے ہی نفع پر بیچا، یا خریدار نے دکان دار سے کہا کہ: جتنے میں لیا ہے اتنے ہی دام پر بیچ دیں، اس نے کہا: اچھا اتنا ہی دے دیں نفع کچھ نہ دیں، لیکن اس نے ابھی یہ نہیں بتایا کہ یہ چیز کتنے کی خریدی ہے تو اگر اسی جگہ سے اٹھنے سے پہلے وہ اپنی خرید کے دام بتا دے تب تو یہ بیع صحیح ہو جائے گی اور اگر اس جگہ سے اٹھنے سے پہلے نہیں بتایا، بلکہ یوں کہا کہ آپ لے جائیں حساب دیکھ کر بتلایا جائے گا یا اور کچھ کہا تو وہ بیع فاسد ہو جائے گی۔[1]

اصل قیمت کے ساتھ اضافی اخراجات ملانا

مرابحہ اور تولیہ میں اصل قیمت کے ساتھ اضافی اخراجات ملانے اور نہ ملانے کے بارے میں مختلف صورتیں ہیں:

☆......ایک کپڑا پانچ سو روپے کا خریدا پھر سو روپے دے کر اس کو رنگوایا یا

---

(۱) المرابحة ... بيع ما ملكه ... بما قام عليه وبفضل مؤنة وإن لم تكن من جنسه كأجر قصار ونحوه، لم باعه مرابحة على تلك القيمة جاز، مبسوط، والتولية ... بيعه بثمنه الأول، ولو حكما يعني بقيمته... وشرط صحتهما كون العوض مثليا أو قيميا مملوكا للمشتري وكون الربح شيئا معلوما ولو قيميا مشارا إليه كهذا الثوب لانتفاء الجهالة حتى لو باعه بربح ده يازده أي العشرة بأحد عشر لم يجز إلا أن يعلم بالثمن في المجلس فيخير.... (الدر مع الرد: (۱۳۶/۵) كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۱۷۷/۶، ۱۸۰) كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، ط: رشيديه۔

بدائع الصنائع: (۱۳۵/۵) كتاب البيوع، فصل: وأما شرائط الركن، ط: سعيد۔

اس کو دھلوایا یا سلوایا یا کڑھائی کی تو اب ایسا سمجھیں گے کہ چھ سو روپے میں اس نے خریدا، لہٰذا چھ سو روپے اس کی اصل قیمت ظاہر کر کے نفع لینا درست ہے، مگر یوں نہ کہے کہ چھ سو روپے میں میں نے خریدا ہے، بلکہ یوں کہے کہ چھ سو روپے میں یہ چیز مجھ کو پڑی ہے، تاکہ جھوٹ نہ ہو۔[1]

☆......ایک بکری دس ہزار روپے کی خریدی اور مہینہ بھر تک رہی اور ایک ہزار روپے اس کی خوراک میں لگ گئے، تو اب گیارہ ہزار روپے اس کی اصل قیمت ظاہر کر کے نفع لینا درست ہے، البتہ اگر بکری دودھ دیتی ہے تو جتنا دودھ دیا ہے اس کے بقدر قیمت کو گھٹا کر آگے دینا پڑے گا، مثلاً: اگر مہینہ بھر میں پانچ سو روپے کا دودھ دیا ہے تو اصلی قیمت ایک ہزار پانچ سو روپے ظاہر کرے اور یوں کہے کہ ایک ہزار پانچ سو روپے میں مجھ کو پڑی ہے۔[2]

☆......اسی طرح اصل قیمت میں مزدوری اور بار برداری کی اجرت اور جو چونگی ٹیکس وغیرہ ادا کیا گیا ہے اس کو بھی شامل کیا جائے گا۔[3]

---

(۱) (ویضم) البائع (إلى رأس المال أجر القصار والصبغ والطراز والفتل... ویقول قام علي بکذا ولا یقول اشتریته) لأنه کذب۔ (الدر مع الرد (۱۳٦/۵) کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، ط:سعید)

البحر الرائق (۱۸۲/٦، ۱۸۳) کتاب البیع، باب المرابحة والتولیة، ط: رشیدیه۔

البنایة في شرح الهدایة (۲۳۳/۸) کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، ط: دار الکتب العلمیة۔

(۲) (فإن رابح طرح ماربح) قبل ذلک (وإن استغرق) الربح (ثمنه لم یرابح)۔ (الدر مع الرد: (۱۳۸/۵) کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، ط:سعید)

البحر الرائق: (۱۸۳/٦) کتاب البیع، باب المرابحة والتولیة، ط:رشیدیه۔

الهندیة: (۱٦۳/۳) کتاب البیوع، الباب الرابع عشر في المرابحة والتولیة والوضیعة، ط:رشیدیه۔

(۳) (ویضم) البائع (إلى رأس المال) (أجر القصار والصبغ والطراز والفتل وحمل الطعام... ولا یضم أجر الطبیب... ومایؤخذ في الطریق من الظلم إلا إذا جرت العادة بضمه) هذا هو الأصل کما علمت فلیکن المعول علیه کما یفیده کلام الکمال۔ ((الدر مع الرد (۱۳۵/۵، ۱۳۷) کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، ط:سعید)

البحر الرائق (۱۸۲/٦، ۱۸۳) کتاب البیع، باب المرابحة والتولیة، ط:رشیدیه۔

الهندیة: (۱٦۱/۳، ۱٦۲) کتاب البیوع، الباب الرابع عشر في المرابحة والتولیة والوضیعة، ط:رشیدیه۔

اصل کے مقابلے میں قیمت ہوتی ہے وصف کے مقابلے میں نہیں

''قیمت اصل کے مقابلے میں ہوتی ہے وصف کے مقابلے میں نہیں'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۲۱/۵)

اصل کمپنی کے خالی ڈبوں میں نقلی چیزوں کو فروخت کرنا

اصلی کمپنی کے خالی ڈبوں میں اسی قسم کی چیز اپنی طرف سے ڈال کر اصلی کمپنی کی سیل لگا کر کم قیمت یا برابر قیمت میں فروخت کرنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ اس میں دھوکہ اور جھوٹ ہے، اور اگر کسی دکان دار کے پاس اتفاق سے ایسی چیز آ گئی اور واپس کرنا مشکل ہے تو گاہکوں کو اصل حقیقت بتا کر فروخت کرنا جائز ہوگا۔

اگر بازار میں یہ چیز عام ہے کہ اصلی چیز مہنگی ہے اور دو نمبر چیز سستی ہے تو دکان میں اصلی اور دو نمبر دونوں چیزیں اپنے پاس رکھ سکتے ہیں، البتہ اس صورت میں گاہکوں کو دونوں دکھا کر دونوں کی حقیقت اور قیمتیں بتا کر بیچا تو جائز ہوگا ورنہ نہیں۔ (۱)

---

(۱) بيع المسلم من المسلم لاداء ولا خبثة ولا غائلة... وقال عقبة من عامر: لايحل لامرئ أن يبيع سلعة يعلم أن بها داء إلا أخبره۔ عن حكيم بن حزام رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: البيعان بالخيار مالم يتفرقا أو قال: حتى يتفرقا، فان صدقا وبينا بورك لهما في بيعهما، وان كذبا وكتما محقت بركة بيعهما۔ (البخاري: (۲۷۹/۱) كتاب البيوع، باب إذا بين البيعان ولم يكتما ونصحا، ط: قديمي)

☜ من باع عيبا لم ينبه لم يزل في مقت الله أو لم تزل الملائكة تلعنه۔ رواه ابن ماجة۔ (مشكاة المصابيح: (ص: ۲۴۹) باب المنهي عنها من البيوع، الفصل الثالث، ط: قديمي)

☜ كتمان عيب السلعة حرام۔ (البحر الرائق، (۵۸/۶) كتاب البيع، باب خيار العيب، ط: رشيديه كوئٹه)

☜ لايحل كتمان العيب في مبيع أو ثمن لأن الغش حرام۔ (الدر مع الرد: (۴۷/۵) كتاب البيوع، باب خيار العيب، ط: سعيد)

☜ اذا باع سلعة معيبة عليه البيان۔ (شامي: (۴۷/۵) كتاب البيوع، باب خيار العيب، ط: سعيد)

☜ رجل أراد أن يبيع السلعة المعيبة وهو يعلم يجب أن يبينها، فلو لم يبين قال بعض مشائخنا: يصير فاسقاً مردود الشهادة، وقال الصدر الشهيد: لانأخذ به، كذا في الخلاصة۔ (الهندية: (۲۱۰/۳) كتاب البيوع، الباب العشرون في البياعات المكروهة، والأرباح الفاسدة، ط: رشيديه)=

اصل وزن سے کم سودا پیک کرنا

تھیلے، کارٹن، پیکٹ اور بوتل وغیرہ میں چیزیں پیک کرکے بیچنا جائز ہے، (۱) البتہ اصل وزن سے کم سودا پیک کرنا اور غلط بیانی سے کام لینا دھوکہ فراڈ اور جھوٹ ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے، مثلاً: دال، چاول اور چینی وغیرہ کے پیکٹ پر لکھا ہوتا ہے "ایک کلو" لیکن در حقیقت وہ ۹۵۰ گرام ہوتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، کسی مسلمان کے لیے اپنے بھائی کو عیب والی چیز فروخت کرنا جائز نہیں، مگر یہ کہ وہ اس عیب کو واضح کردے۔" (۲)

ایسی حالت میں تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت کو اختیار کرلینا چاہیے، وہ تین صورتیں یہ ہیں:

❶ تھیلے اور پیکٹ وغیرہ پر صحیح وزن لکھ دیا جائے۔

= اذا باع سلعة معيبة عليه البيان۔ (الفتاوى البزازية على هامش الهندية: (۵۲۱/۴) كتاب البيوع، السادس عشر في الحظر والإباحة، النوع الثالث: في المتفرقات، ط: رشيديه) ۔

(۱) إذا باع شيئا مستورا، فإن كان مستورا بما هو خلقي فيه أولا والثاني شراء ما لم يره جائز عندنا۔ والأول لايخلو إما أن يكون المبيع موجودا في العرف أو معدوما، فإن كان موجودا جاز كبيع حنطة في سنبلها... ولؤلؤة في بطن دجاجة۔ (البحر الرائق: (۳۰۶/۵) كتاب البيع، ط: سعيد)

الدر مع الرد: (۵۵۹/۴) كتاب البيوع، مطلب فساد المتضمن يوجب الفساد المتضمن، ط: سعيد۔

(۲) عن عقبة بن عامر رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: المسلم أخو المسلم، ولايحل لمسلم باع من أخيه بيعا فيه عيب إلا بينه له۔ (سنن ابن ماجه: (ص: ۱۶۲) أبواب الإجارات، باب من باع عيبا فليبينه، ط: قديمى)

السنن الكبرى للبيهقي: (۵۲۳/۵) رقم الحديث: ۱۰۷۳۴، كتاب البيوع، جماع أبواب الخراج بالضمان والرد بالعيوب وغير ذلك، باب ماجاء في التدليس وكتمان العيب بالمبيع، ط: دار الكتب العلمية۔

كنز العمال: (۵۹/۴) رقم الحديث: ۹۵۰۲، حرف الباء، كتاب البيوع من قسم الأقوال، الباب الثاني في محظورات البيع، الفرع الثالث: في الخداع والغش، ط: مؤسسة الرسالة۔

⑭ تھیلے وغیرہ پر کچھ بھی نہ لکھا جائے اور ہر گاہک کو وزن کر کے سودا دیا جائے۔

⑮ گاہک پر یہ بات واضح کر دے کہ یہ حقیقت میں ۹۵۰ گرام ہے، ایک کلو، دو کلو صرف بڑے چھوٹے تھیلے کی پہچان کے لئے ہے۔

حلال مال اگرچہ تھوڑا ہی ہو وہ بہت زیادہ حرام مال سے بہتر، بابرکت اور زیادہ نفع والا ہوتا ہے۔ (۱)

اور حرام مال کتنا ہی زیادہ ہو اس میں برکت نہیں ہوتی، بیماریاں، تنگی، بلائیں، مصیبتیں اور آفتیں بلکہ ڈاکہ چوری، قتل وقتال اور آپس کے اختلافات اور عبادت سے دوری، عیاشی، فضول خرچی، یہ تمام چیزیں اس میں چھپی ہوئی ہیں۔

تاجروں کو چاہیے اپنے ایمان کو مضبوط کریں، اللہ پر توکل کریں، اپنے آپ کو حرام کاروبار سے بچائیں، یاد رکھیں ایسا حرام نفع زیادہ دیر تک اپنے پاس باقی نہیں رہتا۔ (۲)

---

(۱) {قل لایستوي الخبیث والطیب ولو أعجبک کثرة الخبیث} [المائدة: ۱۰۰]

یعنی: ان القلیل الحلال النافع خیر من الکثیر الحرام الضار۔ (تفسیر ابن کثیر (۵/ ۳۷۹) ط: مؤسسة الرسالة)

(۲) والتلبیس حرام فلایجوز للبائع ولا للمشتري أن یلبس أحدهما علی الآخر، لأنه من یفعل هذا یکون ظالما تارکا للنصح علی المسلمین وقد روي أنه علیه الصلاة والسلام قال: البیعان إذا صدقا ونصحا بورک لهما في بیعهما وإذا کذبا وکتما نزعت برکة بیعهما، ومن لم یعرف الزیادة والنقصان إلا بالمکیال والمیزان لایصدق هذا الحدیث ولا یعرف وإن الدرهم الواحد قد یبارک فیه، ویکون سببا لسعادته في الدین والدنیا بأن یصرفه فیما یجب علیه من أمر دینه أو دنیاه وإن الآلاف المؤلفة قد ینزع منها البرکة وتکون سببا لهلاکه في الدنیا والآخرة، أما في الدنیا فکما یشاهد في هذا الزمان من تسلط الظلمة علیه وأخذ ماله بأنواع العقوبات، وأما في الآخرة فبأن یصرفها في المحرمات والمنکرات لاسیما في الرشوة التي یکون بها کل واحد من الراشي والمرتشي والساعي بینهما ملعونا بلعن رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ فمن أراد أن یتیسر علیه النصح للمسلمین فلابد له من أمرین: أحدهما أن یعلم ویعتقد أن تلبیسه لا یزید في رزقه بل یمحقه ویذهب برکته، فإن ما یجمعه من متفرقات التلبیسات قد یهلکه الله تعالی دفعة واحدة إما بالإغراق أو بالإحراق أو بأخذ اللصوص أو الظلمة والکفرة۔ والثاني: أن یعلم ویعتقد أن ربح الآخرة خیر من ربح الدنیا، وأن فوائد أموال الدنیا تنقضي بانقضاء العمر وتبقی =

دکانداروں پر ضروری ہے کہ جن خریداروں کو مال کم دیا ہے، اگر ان بارے میں علم ہے تو ان کو ان کا حق واپس کردیں، اور اگر ان کو نہیں جانتے تو ان حصے کے پیسے ان کی طرف سے فقراء کو صدقہ کردیں۔ (۱) ورنہ آخرت میں دینا پڑے گا اور آخرت میں دینا مشکل ہوگا۔ (۲)

اصلی کہہ کر جعلی چیز دینا

اصلی کہہ کر جعلی اور نقلی چیز دینا ناجائز اور حرام ہے، ایسی صورت میں خریدار جعلی اور نقلی چیز واپس کر کے اصلی چیز لینے کا حق ہوگا اور بائع (بیچنے والے) پر بھی اور جعلی چیز واپس لے کر اصلی چیز دینا لازم ہوگا، لیکن اگر نقلی اور جعلی چیز کو استعمال کر یا وہ ختم ہونے کے قریب ہوگئی تو پھر خریدار اصلی اور نقلی چیز کے درمیان قیمت کے اعتبار سے جو فرق ہے وہ بائع (بیچنے والے) سے وصول کرلے۔ (۳)

= مظالمها و أوزارها فكيف يرضى العاقل أن يستبدل الّذي هو أدنى بالذي هو خير، والخير كله سلامة الدين. (المجالس الأبرار: (ص: ٥٦٢، ٥٦٣) المجلس السبعون في بيان حرمة الاحتكار وسائر ما يتعلق من الأحكام الشرعية، ط: سہیل اکیڈمی لاہور)

إحياء علوم الدين: (٧٦/٢) كتاب آداب الكسب والمعاش، ط: دار المعرفة.

(١) ويردونها على أربابها إن عرفوهم وإلا تصدقوا بها، لأن سبيل الكسب الخبيث التصدق إذا تعذر الرد على صاحبه. (شامي: (٣٨٥/٦) كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ط: سعيد)

وفيه أيضا: (٩٩/٥) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب فيمن ورث مالا حراما، ط: سعيد.

الفتاوى الهندية: (٣٤٩/٥) كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر في الكسب، ط: رشيديه.

(٢) عن سالم عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أخذ من الأرض شيئا بغير حقه خسف به يوم القيامة إلى سبع أرضين. (صحيح البخاري: (٣٣٢/١) كتاب المظالم والقصاص، باب إثم من ظلم شيئا من الأرض، ط: قديمي)

صحيح المسلم: (٣٢/٢) كتاب المساقاة والمزارعة، باب تحريم الظلم و غصب الأرض وغيرها، ط: قديمي.

مشكاة المصابيح: (ص: ٢٥٦) كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثالث، ط: قديمي.

(٣) ومن له على آخر عشرة دراهم جياد فقضاه زيوفا وهو لا يعلم فأنفقها أو هلكت فهو قضاء عند =

اضافی اخراجات ملانے کی صورت

بیرون ملک سے تجارت کا سامان منگوانے کی صورت میں مختلف قسم کی ڈیوٹی اور سرکاری ٹیکسوں کی ادائیگی اور دوسرے اخراجات سے قیمت کئی گنا بڑھ جاتی ہے، یہاں تک کہ ایک چیز کی قیمت بین الاقوامی منڈی میں ایک ہزار روپے ہو تو یہاں پہنچتے پہنچتے اس کے جملہ اخراجات دس ہزار روپے سے تجاوز کر جاتے ہیں، ان زائد اخراجات کو قیمت خرید میں ضم کرکے (ملاکر) مال پر تقسیم کرکے گاہکوں سے وصول کرنا جائز ہے۔ البتہ بیع مرابحہ کرتے وقت قیمت خرید بتاتے وقت یہ کہے کہ: یہ چیز اتنے میں پڑی ہے اور میں اس پر اتنا نفع ملا کر فروخت کر رہا ہوں، یہ نہ کہے کہ میں نے اتنے میں خریدی ہے، کیوں کہ یہ قیمت خرید نہیں ہے۔ (۱)

=أبي حنيفة ومحمد، وقال أبو يوسف: يرد مثل زيوفه ويرجع بدراهمه۔ (الهداية: (۲۵۰/۵) كتاب البيوع، مسائل منثورة، ط: مكتبة البشرى)

وذكر فخر الاسلام وغيره أن قولهما قياس، وقول أبي يوسف هو الاستحسان۔ (فتح القدير: (۱۲۲/۷) كتاب البيوع، مسائل منثورة، ط: رشيديه)

ولو قبض زيفاً بدل جيد كان له على آخر جاهلاً به ...... فلو قائماً رده اتفاقاً۔ (الدر مع الرد: (۲۲۳/۵) كتاب البيوع، باب المتفرقات، ط: سعيد)

وإذا حدث عند المشتري عيب واطلع على عيب كان عند البائع فله أن يرجع بالنقصان ولا يرد المبيع؛ لأن في الرد اضراراً بالبائع، لأنه خرج عن ملكه سالماً ويعود معيباً فامتنع، ولا بد من دفع الضرر عنه فتعين الرجوع بالنقصان۔ (الهداية، باب خيار العيب: (۶۸/۵) كتاب البيوع، باب خيار العيب، ط: مكتبة البشرى)

(۱) ويجوز أن يضيف الى رأس المال أجرة القصار والطراز والصبغ والفتل وأجرة حمل الطعام، ويقول: قام علي بكذا ولا يقول: اشتريته بكذا كي لا يكون كاذباً۔ (الهداية: (۷۳/۳) كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، ط: مكتبة البشرى)

وله أن يضم الى رأس المال أجر القصار والصبغ والطراز والفتل وحمل الطعام وسوق الغنم ويقول: قام علي بكذا ولا يقول: اشتريته لأنه كذب... والذي يؤخذ في الطريق من الظلم لا يضم الا في موضع جرت العادة فيه بينهم بالضم۔ (البحر الرائق: (۱۷۷/۶، ۱۸۲، ۱۸۳) باب التولية والمرابحة، ط: رشيديه كوئٹه)

شامي: (۱۳۵/۵) كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، ط: سعيد۔

اعدادی اَسناد

''ڈیجیٹل سرٹیفکیٹ'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۲۰۵/۳)

اعضائے انسان کی خرید وفروخت

انسان کے جسم یا اعضاء میں سے کسی بھی عضو کو بیچنا اور خریدنا جائز نہیں ہے۔ (۱)
مزید ''گردے کی خرید وفروخت'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۲۰۴/۵)

اعضاءِ انسانی کی خرید وفروخت

''انسانی اعضا کی خرید وفروخت'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۳۴۴/۱)

اعلانات اسلامی عقیدے کے خلاف نہ ہوں

ایسے اعلانات جو اسلامی عقیدے اور مسلمانوں کے ایمان کو خراب کرنے والے ہوں ان کا نشر کرنا اور ان کو اپنے تجارتی اعلانات کا ذریعہ بنانا ناجائز اور حرام ہے، جیسا کہ ایسی مجلس یا اجلاس کی مشہوری کرنا جس میں شریعت کے خلاف کام کرنے کی طرف دعوت ہو، یا مشرکانہ باتوں کا رواج ہو، یا ایسے مشاعرے جن میں ہمارے دین یا قرآن کریم یا اسلامی عقیدے کی مخالفت ہو، یا جادوگروں اور نجومیوں کا اشتہار ہو، ان سے بچنا ضروری ہے۔ (۲)

اعلانات بے حیائی والی باتوں سے پاک ہوں

اسلام نے ایسے تمام کاموں سے منع فرمایا ہے جن سے معاشرے میں سفلی

---

(۱) گردے کی خرید وفروخت عنوان کے تحت تخریج ملاحظہ ہو۔

(۲) {ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان واتقوا اللہ إن اللہ شدید العقاب}۔(المائدۃ:۲)

الإعانة في المعصية وترويجها وتقريب الناس إليها معصية و فساد في الأرض ....(حجة الله البالغة: (۲/۲۰۹) مبحث في البيوع المنهي عنها، ط: مير محمد)

جذبات بھڑکیں یا بے حیائی پھیلے اور مسلمانوں کے معاشرے میں بے چینی، بے راہ روی، بے حیائی اور انارکی پھیلے یا معاشرہ اس سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جائے۔ (۱)

موجودہ دور کے جدید میڈیا میں تجارتی اعلانات اور اشتہارات کی طرف دیکھا جائے تو چاہے وہ دیکھنے سے متعلق ہوں یا سننے یا پڑھنے سے متعلق ہوں وہ انحطاط، فسق وفجور اور گناہوں سے لبریز ہوتے ہیں، عورتوں کے جسموں کو اپنے تجارتی فروغ کے لیے استعمال کرتے ہیں، یہ بے حیائی اور عورت کے تقدس اور شرافت کی پامالی ہے اور تشہیر کے مقصد کے خلاف ہے، اور تجارت کے سامان سے توجہ ہٹا کر ان عورتوں کی طرف توجہ مرکوز کرنے کا سبب بنتا ہے۔ (۲)

اعلانات سفلی جذبات بھڑکانے والی باتوں سے پاک ہوں

''اعلانات بے حیائی والی باتوں سے پاک ہوں'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

---

(۱) {إن الذين يحبون أن تشيع الفاحشة في الذين آمنوا لهم عذاب أليم في الدنيا والآخرة والله يعلم وأنتم لاتعلمون}۔ (النور: ۱۹)

قوله تعالى: { إن الذين يحبون أن تشيع الفاحشة في الذين آمنوا } أبان الله بهذه الآية وجوب حسن الاعتقاد في المؤمنين ومحبة الخير والصلاح لهم، فأخبر فيها بوعيد من أحب إظهار الفاحشة والقذف والقول القبيح للمؤمنين وجعل ذلك من الكبائر التي يستحق عليها العقاب. (أحكام القرآن للجصاص: (۴۵۰/۳) سورة النور، الآية: ۱۹، قبيل: باب الاستئذان، ط: قديمي۔

أحكام القرآن للقرطبي: (۱۸۴/۱۲) سورة النور، الآية: ۱۹، ط: رشيديه

(۲) {إن الذين يحبون أن تشيع الفاحشة في الذين آمنوا لهم عذاب أليم في الدنيا والآخرة والله يعلم وأنتم لاتعلمون}۔ (النور: ۱۹)

قوله تعالى: { إن الذين يحبون أن تشيع الفاحشة في الذين آمنوا } أبان الله بهذه الآية وجوب حسن الاعتقاد في المؤمنين ومحبة الخير والصلاح لهم، فأخبر فيها بوعيد من أحب إظهار الفاحشة والقذف والقول القبيح للمؤمنين وجعل ذلك من الكبائر التي يستحق عليها العقاب ۔ (أحكام القرآن للجصاص: (۴۵۰/۳) سورة النور، الآية: ۱۹، قبيل: باب الاستئذان، ط: قديمي۔

أحكام القرآن للقرطبي: (۱۸۴/۱۲) سورة النور، الآية: ۱۹، ط: رشيديه۔

اعلان میں حرام چیزوں کا استعمال کرنا

تجارتی اعلانات میں بھی ناجائز اور حرام چیزیں استعمال کرنا اور ایسی چیزوں کے ذریعے اشتہاری مہم چلانا ناجائز اور حرام ہے، مثلاً: اشتہار میں موسیقی اور آلاتِ موسیقی کا استعمال کرنا حرام اور ناجائز ہے، اسی طرح جاندار کی تصویر بنانا حرام ہے، اور جو اعلان ان جیسی چیزوں کے ذریعے سے کیا جائے گا وہ بھی حرام اور ناجائز ہوگا۔ (۱)

اغوا

☆......بعض لوگ یا بعض تنظیم والے بڑے لوگوں کو یا بچوں کو اغوا کر کے لے جاتے ہیں اور فون وغیرہ سے رابطہ کر کے بھاری قیمت لے کر فروخت کرتے ہیں یا چھوڑتے ہیں، یہ ناجائز اور حرام ہے۔ اور اس سے جو پیسے حاصل کرتے ہیں وہ بھی حرام اور ناجائز ہیں۔ ایسے کام سے توبہ استغفار کرنا اور رقم واپس کرنا لازم ہے۔

☆......بعض لوگ عورتوں کو اغوا کر کے دوسرے لوگوں سے رقم لے کر انہیں فروخت کر دیتے ہیں یہ ناجائز اور حرام ہے، اس طرح فروخت کرنے والے کے لیے اس کی قیمت حرام ہے، اور خریدنے والے خریدے ہوئے بچے یا عورت کے

---

(۱) وظاهر كلام النووي في شرح مسلم: الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال؛ لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى۔ (شامي: (۶۴۷/۱) كتاب الصلاة، مطلب: مكروهات الصلاة، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۲۸/۲) كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة ومايكره فيها، ط: رشيديه۔

شرح النووي على الصحيح لمسلم: (۱۹۹/۲) كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان...، ط: قديمي)

وحراما... ومن هذا القسم علم الحرف وعلم الموسيقي....۔ (الدر مع الرد: (۴۵/۱، ۴۶) مقدمة، ط: سعيد)

[ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا الله إن الله شديد العقاب]۔ (الآية: ۲، المائدة)

مالک نہیں ہوں گے۔ اور ایسے لوگوں کی سخت ترین سزا ہونی چاہیے۔ (۱)

اِفراطِ زَرْ

جب ''زَر'' کا پھیلاؤ زیادہ ہوجائے تو اشیاء کی طلب بڑھتی ہے اور اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے اور اشیاء کی قیمتوں میں اضافے کی وجہ سے زَر کی قدر میں کمی آجاتی ہے، اس صورت حال کو اردو میں ''افراطِ زر'' اور انگریزی میں (Inflation) کہتے ہیں۔ (۲)

موجودہ دور میں قیمتوں میں اضافے کو ''افراطِ زر'' کہتے ہیں۔ (۳)

افضل کمائی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے افضل کمائی کیا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا اپنے ہاتھ سے محنت کرنا، اور شریعت کے مطابق خرید وفروخت اور تجارت۔ (۴)

افیون

☆......افیون کھانا حرام ہے اگرچہ اس کی حرمت شراب کی حرمت سے کم

(۱) تخریج کے لیے ''انسان کی خرید وفروخت'' عنوان دیکھیں۔

(۲،۳) اسلام اور جدید معیشت وتجارت: (ص:۱۰۸) ط: مکتبہ معارف القرآن۔

(۴) عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم أي الكسب أفضل؟ قال: عمل الرجل بيده، وكل بيع مبرور۔ رواه الطبراني في الكبير والأوسط۔ (الترغيب والترهيب: (۲/۳۳۴) رقم الحديث: ۲۶۲، كتاب البيوع وغيرها، الترغيب في الاكتساب بالبيع وغيره، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

مجمع الزوائد: (۴/۶۰، ۶۱) رقم الحديث: ۶۲۱۲، كتاب البيوع، باب أي الكسب أطيب، ط: مكتبة القدس، القاهرة۔

المعجم الأوسط: (۲/۳۳۲) رقم الحديث: ۲۱۴۰، باب الألف، من اسمه أحمد، ط: دار الحرمين، القاهرة۔=

درجے کی ہے، اس لیے اسلامی حکومت شراب پینے والے پر حد جاری کرے گی اور افیون پینے والے پر حد جاری نہیں کرے گی، البتہ تعزیری سزا ضرور دے گی۔ (۱)

☆......البتہ دوائیوں کی شکل میں علاج کی حد تک گنجائش ہے۔ موجودہ دور میں نزلہ، زکام، کھانسی، درد اور آپریشن کے لیے بے ہوشی کے انجکشن میں عام طور پر افیون ہی استعمال ہوتی ہے، اس لیے علاج کے لیے جائز ہے۔ (۲) اور علاج کے بغیر ویسے کھانا حرام ہے۔

☆......اگر افیون بیچنے والے کو معلوم ہے کہ خریدار افیون خریدنے کے بعد ناجائز طور پر استعمال کرے گا تو ایسے آدمی کو فروخت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

اور اگر بیچنے والے کو معلوم ہے کہ خریدار ناجائز طور پر استعمال نہیں کرے گا، یا خریدار کے استعمال کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تو اس صورت میں فروخت کرنا مکروہ نہیں ہوگا۔ (۳)

= والبیع المبرور: هو الذي یبر فیه صاحبه فلم یغش ولم یخن ولم یعص الله فیه۔ (کتاب الفقه علی المذاهب الاربعة (۱۵۳/۲) کتاب احکام البیع حکم البیع و دلیله، ط: دار احیاء التراث العربی)

(۱) یحرم أکل البنج والأفیون والحشیشة، لکن دون حرمة الخمر، فان أکل شیئاً من ذلک لاحد علیه وان سکر، بل یعزر بمادون الحد۔ (شامي: (۴۵۷/۶) کتاب الأشربة، ط: سعید)

یحد مسلم ناطق مکلف شرب الخمر ولو قطرة أسکر من نبیذ طوعاً۔ (الدر مع الرد: (۳۷/۴) کتاب الحدود، باب حد الشرب المحرم، ط: سعید)

حرم أکل بنج وحشیشة وأفیون، لکن دون حرمة الخمر، ولو سکر بأکلها لایحد، بل یعزر۔ (شامي: (۴۲/۴) کتاب الحدود، باب حد الشرب، ط: سعید)

ویحرم أکل البنج والحشیشة والأفیون لکن دون حرمة الخمر، فان أکل شیئاً من ذلک لاحد علیه بل یعزر بمادون الحد۔ (الدر المنتقی علی هامش مجمع الأنهر: (۲۵۱/۴) کتاب الأشربة، ط: مکتبه غفاریه کوئٹه)

(۲) وشرب البنج للتداوي لابأس به۔ (البزازیة علی هامش الفتاوی الهندیة: (۱۲۶/۶) کتاب الاشربة، ط: رشیدیه)

المبسوط للسرخسي: (۹/۲۴) کتاب الاشربة، ط: غفاریة کوئٹه۔

شامي: (۴۲/۴) کتاب الحدود، باب حد الشرب، ط: سعید۔

(۳) ثم السبب ... إن لم یکن محرکاً وداعیاً بل موصلاً محضاً، وهو مع ذلک سبب قریب بحیث =

☆......افیون کی آمدنی حرام نہیں ہے، اس کو استعمال کرنا اور اس سے کوئی چیز خریدنا اور اس سے کارِ خیر میں مدد کرنا جائز ہے۔ (۱)

افیون کی خرید وفروخت

افیون کی خرید وفروخت شرعاً جائز ہے، البتہ قانون میں یہ ہے کہ لائسنس لے کر فروخت کرے، مگر شریعت میں ایسی کوئی پابندی نہیں، اس کی قیمت کے پیسے

=لایحتاج في إقامة المعصية به إلى إحداث صنعة من الفاعل كبيع السلاح من أهل الفتنة وبيع العصير
ممّن يتخذه خمراً فكلّه مكروه تحريماً بشرط أن يعلم به البائع والآجر دون تصريح به باللسان، فإنه إن لم
يعلم كان معذوراً۔ (جواهر الفقه: (۲/ ۴۵۲) تفصيل الكلام في مسئلة الاعانة على الحرام، أقسام
السبب وأحكامه، ط: مكتبه دار العلوم كراچی)

🗀 يجوز بيع العصير ممن يعلم أنه يتخذه خمراً ؛ لأنّ المعصية لاتقوم بعينه بل بعد تغييره۔
(الدر المختار) (قوله: حتى يعلم) فيه إشارة إلى أنه لو لم يعلم لم يكره بلا خلاف۔ (شامی: (۶/ ۳۹۱)
كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع، ط: سعيد)

🗀 (ويجوز بيع العصير ممن يتخذه خمراً) أي: من ذمي، فلو من مسلم كره بالإتفاق ؛ لأنه إعانة على
المعصية، ومفاده أنه إن لم يعلم ذلک لم يكره بلا خلاف۔ (الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر: (۴/
۲۱۲) كتاب الكراهية، فصل فی البيع، ط: غفاريه کوئٹه)

🗀 إن العصير ممّن يتخذه خمراً إن قصد به التجارة فلا تحرم وإن قصد به لأجل التخمير حرم۔ (شرح
الأشباه والنظائر: (۱/ ۹۷) الفن الأول، مباحث النية، باب البيع الفاسد، ط: ادارة القرآن والعلوم
الاسلاميه كراچی)

(۱) وإنما طاب للبائع ما ربح في الثمن ...... لا يطيب للمشتری أي ما ربح في بيع يتعين بالتعيين بأن
باعه بأزيد۔ (الدر المختار) (قوله: بأن باعه بأزيد) تصوير لظهور الربح، فلا يطيب له ذلک الزائد عما
اشترى به، وأفاد أن ذلک في أول عقد، وأما إذا أخذ الثمن واتجر وربح بعده أيضاً يطيب له، لعدم التعين
في العقد الثاني۔ (شامی: (۵/ ۹۷) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: سعيد)

🗀 ومن اشترى جارية بيعاً فاسداً وتقابضا وباعها وربح فيها يتصدق بالربح، وإن اشترى البائع بالثمن
شيئاً وربح فيه، طاب له الربح۔ (الفتاوى الهندية: (۳/ ۲۱۱) كتاب البيوع، الباب العشرون في
البياعات المكروهة، ط: رشيديه)

🗀 ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر: (۳/ ۹۰) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: رشيديه۔

🗀 تبيين الحقائق: ش (۴/ ۴۰۷) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: دار الكتب العلمية بيروت۔

🗀 فالبيع ما شرع إلا لطلب الربح والفضل فالفضل الذي يقابله العوض حلال۔ (المبسوط للسرخسي (۱۲/
۱۱۹) كتاب البيوع، ط: دار المعرفة

جائز اور حلال ہیں، اس سے نیک کام کرنا اور صدقہ وخیرات کرنا جائز ہے۔ (۱)

مزید ''افیون'' عنوان کے تحت حاشیہ دیکھیں۔ (۳۰۱/۱)

افیون میں بیع سَلَم

بلاضرورت افیون کی خرید وفروخت سے احتراز کرنا بہتر ہے، لیکن بہرحال یہ مال متقوم ہے، اس لیے بیع سلم کی شرائط کے مطابق افیون میں عقد سلم کرنا جائز ہے۔ (۲)

اقالہ (سودا ختم کرنا)

سودا مکمل ہونے کے بعد بائع (بیچنے والے) اور خریدار میں سے کوئی ایک فریق اپنی مرضی سے سودا ختم نہیں کرسکتا، بسا اوقات خریدار ایک چیز خریدنے کے

(۱) (وصح بيع غير الخمر) مما مر، مفاده صحة بيع الحشيشة والأفيون. قوله: (وصح بيع غير الخمر) أي: عنده خلافاً لهما في البيع والضمان، لكن الفتوى على قوله في البيع. (الدر مع الرد: (۴۵۴/۶) كتاب الاشربة، ط: سعيد)

ويجوز بيع الباذق والمنصف والسكر ونقيع الزبيب ويضمن متلفها في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى، خلافاً لهما، والفتوى على قوله في البيع. (الفتاوى الهندية: (۴۱۲/۵) كتاب الاشربة، الباب الاول في تفسير الاشربة، ط: رشيديه)

حاشية الطحطاوي على الدر المختار: (۲۲۵/۴) كتاب الأشربة، ط: دار المعرفة بيروت لبنان۔

انظر الحاشية السابقة ايضاً۔

(۲) (السلم) هو ... بيع آجل ... بعاجل ... وركنه ركن البيع ... ويصح في ما أمكن ضبط صفته ومعرفة قدره كمكيل وموزون۔ (الدر مع الرد: (۲۰۹/۵) كتاب البيوع، باب السلم، ط: سعيد)

أن يكون المسلم فيه موجوداً من حين العقد الى حين المحل .... أن يكون المسلم فيه مما يتعين بالتعين وهكذا شروط أخر۔ (الفتاوى الهندية: (۱۸۰/۳) كتاب البيوع، الباب الثامن عشر في السلم، الفصل الأول في تفسيره ...، ط: رشيديه)

السلم كالبيع ينعقد بالإيجاب والقبول ... تشبيه السلم بالبيع يشير إلى أنه يشترط لانعقاده ما يشترط لانعقاد البيع، فإذا اختل شرط من شروط الانعقاد يكون السلم باطلاً ...۔ (شرح المجلة للأتاسي: (۳۸۵/۲) رقم المادة: ۳۸۰، البيوع، الباب السابع، الفصل الثالث: في حق السلم، ط: رشيديه)

يلزم أن يكون المبيع مالا متقوما۔ (شرح المجلة للأتاسي: (۸۸/۲) رقم المادة: ۱۹۹، البيوع، الباب الثاني، الفصل الأول في حق شروط المبيع وأوصافه، ط: رشيديه)

بعد کسی ضرورت کی وجہ سے یہ چاہتا ہے کہ وہ یہ سودا ختم کردے، اس صورت میں سودا ختم کرنے کے لیے بائع کی رضامندی ضروری ہے۔ باہمی رضامندی سے سودا ختم کرنے کو "اقالہ" کہتے ہیں۔ [۱]

حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس شخص نے کسی ایسے مسلمان سے اقالہ (یعنی سودا ختم) کیا جو خریدنے کی وجہ سے نادم و پریشان ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی لغزش کو معاف کردیں گے۔ [۲]

اقالہ تعاطی سے

اقالہ زبانی ایجاب وقبول کے علاوہ عملی تعاطی سے (زبانی کچھ کہے بغیر) بھی صحیح ہوجاتا ہے۔ مثلاً: خریدار نے سامان بائع کو واپس کردیا اور بائع نے سامان لے کر خریدار کو پیسہ واپس کردیا اور زبانی کوئی بات چیت نہیں کی تب بھی اقالہ درست ہوجائے گا۔ [۳]

---

(۱) (هي) لغة: الرفع... وشرعا (رفع البيع) وعمم في الجوهرة فعبر بالعقد، (ويصح بلفظين ماضيين) وهلاركنها... وتصح أيضا (بفاسختك وتركت وتاركتك ورفعت وبالتعاطي ولو من أحد الجانبين (كالبيع) هو الصحيح بزازية وفي السراجية لابدّ من التسليم والقبض من الجانبين، (وتتوقف على قبول الآخر) في المجلس ولو كان القبول (فعلاً)... لأنّ من شرائطها اتّحاد المجلس ورضا المتعاقدين....
(الدرمع الرد: (۱۱۹/۵، ۱۲۰، ۱۲۱) كتاب البيوع، باب الإقالة، ط: سعيد)
البحر الرائق: (۱۶۷/۶ـ۱۷۳) كتاب البيوع، باب الإقالة، ط: رشيديه۔
الهندية: ۱۵۶/۳، ۱۵۷) كتاب البيوع، الباب الثالث عشر: في الإقالة، ط: رشيديه۔

(۲) من أقال نادما بيعته أقال الله عثرته يوم القيامة۔ (كنز العمال: (۹۰/۴) رقم الحديث: ۹۶۷۹، كتاب البيوع، من قسم الأقوال، الباب الثاني: في البيع، الفصل الثالث: في الأشياء لايجوز بيعها، الفرع الثاني: في غير النجاسات من الماء والنار وغيرهما، ط: مؤسسة الرسالة۔
البحر الرائق: (۱۶۸/۶) كتاب البيع، باب الإقامة، ط: رشيديه۔
سنن البيهقي الكبرى: (۲۷/۶) رقم الحديث: ۱۰۹۱۲، جماع أبواب السلم، باب من أقال المسلم إليه بعض السلم وقبض بعضا، ط: مكتبة دار باز مكة المكرمة۔

(۳) (الإقالة بالتعاطي القائم مقام الإيجاب والقبول صحيحة) ولو كان التعاطي من أحد الجانبين =

اقالہ جب بائع کا وکیل کرے

(۳۰۶) زید اور بکر کی مشترکہ زمین تھی، بکر کی اجازت سے زید نے اس کو فروخت کیا پھر بکر کی اجازت سے زید نے اس سودے کا اقالہ کیا، (یعنی پیسے واپس کر کے زمین لے لی) اس کے بعد زید نے بکر سے اجازت لیے بغیر اس زمین کو دوبارہ فروخت کیا تو یہ جائز ہے؛ کیوں کہ بائع (بیچنے والے) کا وکیل جب اقالہ کرتا ہے تو در حقیقت وہ اپنے لیے خرید تا ہے اور اپنے موکل کو پیسے ادا کرنا اس کے ذمہ لازم ہوتا ہے۔[1]

اقالہ دوسروں کے حق میں جدید بیع کے حکم میں ہے

اگر سودا زمین کا ہوا اور پڑوسی نے حق شفعہ چھوڑ دیا، پھر اقالہ ہوا تو اب پڑوسی کو دوبارہ شفعہ کا حق حاصل ہوگا، کیوں کہ شفیع کے حق میں یہ جدید بیع ہے۔[2]

= كالبيع هو الصحيح۔ (شرح المجلة لخالد الاتاسي (۲/۷۵) المادة: ۱۹۲، الكتاب الأول في البيوع، الباب الأول: في بيان المسائل المتعلقة بعقد البيع، الفصل الخامس في إقالة البيع، ط: رشيديه جديد)

شرح المجلة لرستم باز (۱/۷۵) المادة: ۱۹۲، ايضا، ط: مكتبه فاروقيه۔

النهر الفائق (۳/۳۴۱) كتاب البيوع، ط: دار الكتب العلمية۔

(۱) باعت ضيعة مشتركة بينها وبين ابنها البالغ، وأجاز الإبن البيع ثم أقالت وأجاز الإبن الإقالة ثم باعتها ثانيا بغير إجازته يجوز، ولا يتوقف على إجازته؛ لأنّ بالإقالة يعود المبيع إلى ملك العاقد لا إلى ملك المؤكل والمجيز، أي لأنّها بإجازة ابنها البيع الأوّل صارت وكيلة عنه فيه، ثم صارت بالإقالة مشترية لنفسها فلذا نفذ بيعها الثاني بلا إجازة۔ (شامي: (۵/۱۲۳) كتاب البيوع، باب الإقالة، سعيد)

البحر الرائق: (۶/۱۷۰) كتاب البيع، باب الإقالة، ط: رشيديه۔

الهندية: (۳/۱۵۹) كتاب البيوع، الباب الثالث عشر: في الإقالة، ط: رشيديه۔

(۲) هي فسخ في حق المتعاقدين بيع جديد في حق غيرهما ....۔ (الهندية: (۳/۱۵۶) كتاب البيوع، الباب الثالث: في الإقالة، ط: رشيديه)

هي فسخ في حق المتعاقدين بيع في حق ثالث ... تظهر فائدة كونها بيعا في حق غيرها في خمس أيضا: الأولى لو كان المبيع عقارا فسلم الشفيع الشفعة ثم تقايلا يقضى له بالشفعة لكونه بيعا جديدا في حقه كأنه اشتراه منه۔ (البحر الرائق: (۶/۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲) كتاب البيع، باب الإقالة، ط: رشيديه)

الدر مع الرد: (۵/۱۲۳) كتاب البيوع، باب الإقالة، ط: سعيد۔

اقالہ صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے

(۳۰۷) ''اقالہ'' صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ایجاب وقبول کی مجلس ایک ہو اور مبیع (چیز) موجود ہو، اگر مبیع ضائع ہوگئی تو اقالہ نہیں ہوسکتا اور اگر مبیع کا کچھ حصہ ضائع ہوگیا اور کچھ حصہ باقی ہے تو اسی حصہ کے بقدر اقالہ ہوسکتا ہے، اگر ثمن ضائع ہوگیا تب بھی اقالہ ہوسکتا ہے؛ کیوں کہ اقالہ میں اصل مبیع ہے ثمن نہیں ہے۔(۱)

اقالہ کا اقالہ

اقالہ کا اقالہ بھی ہوسکتا ہے، لہٰذا اگر بیع کرنے کے بعد اس کا اقالہ کیا پھر خود اس اقالہ کا اقالہ کیا تو پہلا اقالہ ختم ہوجائے گا اور بیع لوٹ آئے گی۔ البتہ بیع سلم میں ''مسلم فیہ'' یعنی سامان پر قبضے سے پہلے اقالہ کیا تو اس اقالہ کا اقالہ نہیں ہوسکتا، اگر بیع مقصود ہو تو نئے سرے سے بیع کرے، البتہ اگر ''مسلم فیہ'' پر قبضہ ہوچکا تھا تو اس وقت اقالہ کا اقالہ ہوسکتا ہے۔(۲)

---

(۱) (وتتوقف على قبول الآخر) في المجلس ولو كان القبول (فعلاً) ... لأن من شرائطها اتحاد المجلس ورضا المتعاقدين ... وبقاء المحل۔ (قوله: وبقاء المحل) أي المبيع كلا أو بعضا ... والإقالة (يمنع صحتها هلاک المبيع) ولو حكمًا كالآبق (لا الثمن) ولو في بدل الصرف (وهلاک بعضه يمنع) الإقالة (بقدره) اعتباراً للجزء بالكل. ...۔ (الدر مع الرد: (۱۲۱/۵)، و: (۱۲۸/۵) كتاب البيوع، باب الإقالة، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۱۷۳/۶، ۱۷۵) كتاب البيع، باب الإقالة، ط: رشيديه۔

الهندية: (۱۵۷/۳) كتاب البيوع، الباب الثالث عشر: في الإقالة، ط: رشيديه۔

(۲) ويصح إقالة الإقالة فلو تقايلا البيع ثم تقايلاها) أي الإقالة (ارتفعت وعاد) البيع (إلا إقالة السلم) (قوله: إلا إقالة السلم) أي قبل قبض المسلم فيه فلو بعده صحت۔ (الدر مع الرد: (۱۳۰/۵) كتاب البيوع، باب الإقالة، ط: سعيد)

الهندية: (۱۶۰/۳) كتاب البيوع، الباب الثالث عشر: في الإقالة، ط: رشيديه۔

البحر الرائق: (۱۷۰/۶) كتاب البيع، باب الإقالة، ط: رشيديه۔

اقالہ کا حکم

اقالہ بائع اور خریدار کے درمیان سودے کو ختم کرنے کے حکم میں ہے اور ان دونوں کے علاوہ تیسرے (شفیع) شخص کے حق میں جدید بیع کے حکم میں ہے؛ اس لیے شفیع کو اقالہ کے بعد دوبارہ شفعہ کا دعوی کرنے کا حق ہوگا۔ (۱)

اقالہ کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ نقصان کا سودا ہے

''نقصان کا سودا ہے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۸۲/۶)

اقالہ کرنے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جس نے پشیمان آدمی کی بیع کا اقالہ کیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی لغزشوں اور گناہوں کو معاف کردیں گے۔ (۲)

اقالہ کو مشروط کرنا

اقالہ کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرنا صحیح نہیں ہے۔ (۳)

---

(۱) انظر الحاشية السابقة تحت عنوان ''اقالہ دوسروں کے حق میں جدید بیع کے حکم میں ہے''

(۲) عن أبي صالح، عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من أقال نادما بيعته أقال الله عثرته يوم القيمة۔ (صحيح ابن حبان: (۱۱/۴۰۳) رقم الحديث: ۵۹۲۰، كتاب البيوع، باب الإقالة، ط: مؤسسة الرسالة)

كنز العمال: (۴/۹۰) رقم الحديث: ۹۶۷۹، كتاب البيوع، الباب الثاني في البيع، الفصل الثالث: في أشياء لايجوز بيعها، الفرع الثاني: في غير النجاسات من الماء والنار وغيرهما، ط: مؤسسة الرسالة۔

الترغيب والترهيب: (۲/۳۴۸) رقم الحديث: ۲۷۳۳، كتاب البيوع وغيرها، الترغيب في إقالة النادم، ط: دار الكتب العلمية۔

(۳) ولايصح تعليق الإقالة بالشرط بأن باع ثوبا من زيد، فقال اشتريته رخيصا، فقال زيد إن وجدت مشتريا بالزيادة فبعه منه، فوجد فباع بأزيد لاينعقد البيع الثاني؛ لأنه تعليق الإقالة، لا الوكالة =

اقالہ کیا خریدار نے خریدار سے

''خریدار نے اس کے خریدار سے اقالہ کیا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(٢٤٤/٣)

اقالہ کی شرط پر بیع کرنا

''واپس بیچنے کی شرط پر سودا کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(٢١١/٦)

اقالہ کی صورت میں رقم میں زیادتی جائز نہیں

اقالہ کی صورت میں رقم میں زیادتی کی شرط لگائی تو بیع فسخ ہوجائے گی اور قیمت زیادہ کرنے کی شرط کالعدم ہوکر باطل ہوجائے گی، اور مشتری کے لیے بائع سے اصل رقم کے علاوہ زائد رقم لینا حلال نہیں ہوگا۔ (١)

اقالہ کے الفاظ

بیع کی طرح اقالہ بھی ایجاب وقبول سے ہوتا ہے، مثلاً: ایک کہے کہ: ''میں نے بیع کا اقالہ کیا'' یا ''میں نے بیع کو فسخ کیا'' یا ''میں نے سودا واپس کیا'' یا ''سودا توڑ دیا'' اور دوسرا کہے کہ: ''میں نے قبول کیا'' یا ایک کہے کہ: ''مجھ سے بیع کا اقالہ

=بالشرط....(شامي: (١٢٠/٥) كتاب البيوع، باب الإقالة، ط:سعيد)

الهندية: (١٥٩/٣) كتاب البيوع، الباب الثالث عشر: في الإقامة، ط: رشيديه۔

شرح المجلة للأتاسي: (٨٣/٢) تحت المادة رقم: ١٩٦، البيوع، الباب الأول، الفصل الخامس: في إقالة البيع، ط: رشيديه۔

(١) (قوله: وتصح بمثل الثمن الأول) حتى لو كان الثمن عشرة دنانير، فدفع اليه دراهم ثم تقايلا وقد رخصت الدنانير رجع بالدنانير لا بما دفع وكذا لو رد بعيب ... الخ (شامي: (١٢٥/٥) كتاب البيوع، باب الاقالة، ط: سعيد كراجى)

البحر الرائق: (١٧٣/٦) كتاب البيع، باب الإقالة، (ط: رشيديه۔

الهندية: (١٥٦/٣) كتاب البيوع، الباب الثالث عشر في الإقالة، ط: رشيديه۔

مزید تخریج کے لیے ''اقالہ میں قیمت کم کرنے کی شرط لگانا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

کرلیں'' یا ''میرے ساتھ کیا ہوا سودا توڑ دیں'' یا ''واپس لے لیں'' اور دوسرا کہے کہ: ''میں نے کیا''، تو اقالہ درست ہوگا اور بیع ٹوٹ جائے گی۔ (۱)

اقالہ کیا ہے ہدیہ میں ملی ہوئی چیز فروخت کرنے کے بعد

''ہدیہ میں ملی ہوئی چیز فروخت کی پھر اقالہ کیا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

اقالہ کی گندم کو پانی لگ گیا

''اقالہ میں ناپ تول کرنے میں کمی بیشی ہوئی'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

اقالہ میں بائع اور مشتری کی رضامندی کا ہونا

بائع (بیچنے والے) اور مشتری (خریدار) کے درمیان باقاعدہ ایجاب وقبول ہونے کے بعد بیع لازم ہوجاتی ہے، پھر اس کے بعد کسی ایک فریق کو دوسرے فریق کی رضامندی کے بغیر یک طرفہ طور پر بیع کو ختم کرنے کا اختیار نہیں ہوتا، اس لیے اقالہ صحیح ہونے کے لیے بائع اور مشتری دونوں کی رضامندی ضروری ہے۔ (۲)

---

(۱) (هي رفع البيع)... (ويصح بلفظين ماضيين)۔ وهذا ركنها، (أو أحدهما مستقبل) كأقلني فقال أقلتك... (و) تصح أيضا (بفاسختك وتركت وتاركت ورفعت وبالتعاطي ولو من أحد الجانبين (كالبيع) وهو الصحيح... وتتوقف على قبول الآخر في المجلس ولو كان القبول (فعلا)...۔ (الدر مع الرد: (۵/۱۱۹-۱۲۱) كتاب البيوع، باب الإقالة، ط: سعيد)

الهندية: (۳/۱۵۷) كتاب البيوع، الباب الثالث عشر: في الإقالة، ط: رشيديه۔

البحر الرائق: (۶/۱۶۸) كتاب البيوع، باب الإقالة، ط: رشيديه۔

(۲) وتتوقّف على قبول الآخر) في المجلس... لأنّ من شرائطها: اتحاد المجلس ورضا المتعاقدين (قوله: ورضا المتعاقدين) ؛لأنّ الكلام في رفع عقد لازم، وأما رفع ما ليس بلازم فلمن له الخيار بعلم صاحبه لا برضاه۔ بحر۔ (شامي: (۵/۱۲۱) كتاب البيوع، باب الاقالة، ط: سعيد)

وشرط صحة الإقالة رضاء المتقائلين۔ (الفتاوى الهندية: (۳/۱۵۷) كتاب البيوع، الباب الثالث عشر في الاقالة، ط: رشيديه)

شرح مجلة الأحكام لسليم رستم باز: (۱/۷۳) [المادة: ۱۹۰] الكتاب الأوّل: في البيوع، الباب الأوّل، الفصل الخامس: في إقالة البيع، ط: فاروقيه كوئته۔

اقالہ میں تری و خشکی کے سبب سے فرق ہوا

''اقالہ میں ناپ تول کرنے میں کمی بیشی ہوئی'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

اقالہ میں ثمن فوراً واپس کرنا ضروری نہیں ہے

''ثمن خرچ ہوجانے سے اقالہ کا حکم'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۸۷/۳)

اقالہ میں قیمت کم کرنے کی شرط لگانا

اگر بیع فسخ کرتے وقت بائع اور مشتری قیمت کم کرنے کی شرط لگاتے ہیں تو دونوں کی رضامندی سے بیع فسخ ہوجائے (یعنی سودا کینسل ہوجائے گا) اور قیمت کم کرنے کی شرط کالعدم ہوکر باطل ہوجائے گی اور بائع پر مشتری کو پوری رقم ادا کرنا لازم ہوگا۔ (۱)

اقالہ میں مالی نقصان ہونے کی صورت میں مشتری سے عوض لینا

''نقصان کا عوض مشتری سے لینا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۸۲/۶)

اقالہ میں ناپ تول کرنے میں کمی بیشی ہوئی

مثلاً: ایک شخص نے دوسرے سے سو کلو گندم تول کر یا پیمانے سے ناپ کر خریدی، بائع (بیچنے والے) نے وزن یا پیمائش کرکے خریدار کے قبضے میں دے

---

(۱) الإقالة جائزة في البيع بمثل الثمن الأول... فإن شرط أكثر منه أو أقل فالشرط باطل ويرد مثل الثمن الأول۔ (الهداية: (۱۴۶/۵) كتاب البيوع، باب الاقالة، ط: مكتبة البشرى)

الثالث: أنها لا تفسده الشرط الفاسد، وإن لم تصح تعليقها به بل يكون الشرط لغواً، فلو تقايلا على أن يؤخر المشتري الثمن سنة أو على أن يحط منه خمسين صحت الاقالة لا التأخير والحط۔ (شرح مجلة الأحكام لسليم رستم باز: (۷۳/۱) قبيل: [المادة: ۱۹۰] الكتاب الأول: في البيوع، الباب الأول، الفصل الخامس في الاقالة، ط: رشيديه)

الهندية، (۱۵۶/۳) كتاب البيوع، الباب الثالث عشر في الإقالة، ط: رشيديه۔

دی، پھر دونوں نے آپس میں بیع کا اقالہ کیا اور بائع نے واپس لیتے ہوئے دوبارہ اس کا ناپ تول کیا تو ایک کلو کم یا زائد پائی، دونوں کا اس پر اتفاق ہوا کہ ناپ تول کرنے میں کمی بیشی سے یہ فرق ہوا ہے ورنہ گندم اتنی ہی ہے تو بائع پوری گندم لے لے گا اور پوری قیمت کی واپسی کے ساتھ اقالہ جائز ہوگا۔

اسی طرح اگر گندم کو کچھ پانی لگ گیا اور ناپ تول میں زیادہ ہوگئی یا پہلے تر تھی پھر خشک ہوگئی اور ناپ تول کم ہوگیا اور دونوں اس پر متفق ہوئے کہ یہ کمی بیشی تری وخشکی کے سبب سے ہے تو اقالہ جائز ہے اور کل گندم بائع کو ملے گی اور خریدار کو کل قیمت واپس ملے گی اس میں سے کچھ کٹوتی نہیں ہوگی۔ البتہ اگر پانی لگنے سے گندم خراب ہوگئی ہو اور اس کا علم ہوئے بغیر بائع نے اقالہ کرلیا ہو تو بائع کو اختیار ہوگا چاہے گندم اپنے پاس رکھے اور خریدار کو کل قیمت واپس کرے اور چاہے تو اقالہ کو ختم کردے۔[1]

---

(۱) یلزم أن یکون المبیع قائما وموجودًا في ید المشتري وقت الإقالة فلو کان المبیع قد تلف لاتصح الإقالة... لو کان بعض المبیع قد تلف صحت الإقالة في الباقي... ولو اشتری صابونًا فجف ثم تقایلا صحت الإقالة ولیس للبائع أن ینقص شیئًا من الثمن بمقابلة جفاف الصابون؛ لأن هذه المسألة لیست من صور هلاک بعض المبیع... یثبت في الإقالة خیار الشرط وخیار العیب فلو وجد البائع عیبًا حدث عند المشتري ولم یعلم به وقت الإقالة کان له أن یرد المبیع علی المشتري۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۷۶/۱، ۷۷) رقم المادة: ۱۹۳، ۱۹۵، البیوع، الباب الأول، الفصل الخامس في الإقالة، ط: فاروقیه کوئٹه)

الدر مع الرد: (۱۲۹/۵، ۱۲۸) کتاب البیوع، باب الإقالة، ط: سعید۔

البحر الرائق: (۱۷۵/۶) کتاب البیع، باب الإقالة، ط: رشیدیه۔

رجل اشتری من آخر طعامًا علی أنه کر، وکاله البائع وقبضه المشتری، ثم تقایلا البیع، وکاله البائع فوجده ینقص قفیزًا أو یزید قفیزًا وتصادقا أنه من نقصان الکیل أو من زیادته، فإن جمیع الطعام مع الزیادة للبائع، والإقالة جائزة بجمیع الثمن ولا یحط عنه شيء بسبب النقصان من ذلک، فالإقالة جائزة والطعام کله للبائع بجمیع الثمن ولا یحط عنه شيء بسبب النقصان إلا أن الماء إن کان أفسد الطعام ولم یعلم به البائع حتی تقایلا، کان للبائع الخیار، إن شاء أخذه فأعطاه کل الثمن، وإن شاء رد الإقالة ولا شيء علیه من الثمن۔ (شرح المجلة للأتاسي: (۸۵/۲) تحت المادة رقم: ۱۹۶، البیوع، الباب الأول، الفصل الخامس: في إقالة البیع، ط: رشیدیه)

اقالہ میں واپسی کا خرچہ

(۳۱۳) اگر کوئی وزنی اور بوجھل چیز خریدی اور خریدار نے اس کو دوسری جگہ منتقل کرلیا پھر اقالہ کیا تو واپسی کی باربرداری کا خرچہ بائع کے ذمہ ہوگا۔ (۱)

اقالہ ہوگیا

خریدار بائع کے پاس آیا اور کہا کہ: ''مجھے تو یہ سودا بہت مہنگا پڑا ہے'' بائع نے اس کی قیمت واپس کردی لیکن سودا واپس نہیں کیا تب بھی اقالہ ہوگیا۔ (۲)

اقتصادی ترقی

اگر مسلمان اقتصادی ترقی کرنا چاہتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ بازار میں اسلامی مزاج کے مطابق دین دار، ایمان دار، متقی، پرہیزگار آدمی کو نگران اور محتسب متعین کریں جو بازار کے احتساب کے کام کو شریعت کے قانون کے مطابق انجام دے، نیز حکومت کی جانب سے اس شعبے کی خاص طور پر نگرانی بھی کی جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عمال کی نگرانی اور جانچ پڑتال کیا کرتے

---

(۱) إن مؤونة رد المبيع إلى البائع بعد الإقالة هي على البائع في مطلق الأحوال۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۱/۷۷) تحت المادة رقم: ۱۹۶، البيوع، الباب الأول، الفصل الخامس: في الإقالة، ط: فاروقيه كوئٹه)

الدر مع الرد: (۵/۱۳۰) كتاب البيوع، باب الإقالة، ط: سعيد۔

(۲) (هي رفع البيع) . . . (ويصح بلفظين ماضيين)۔ وهذا ركنها، (أو أحدهما مستقبل) كأقلني فقال أقلتك . . . (و) تصح أيضا (بفاسختك وتركت وتاركت ورفعت وبالتعاطي ولو من أحد الجانبين (كالبيع) وهو الصحيح . . . وتتوقف على قبول الآخر في المجلس ولو كان القبول (فعلا) . . .۔ (الدر مع الرد: (۵/۱۱۹۔۱۲۱) كتاب البيوع، باب الإقالة، ط: سعيد)

الهندية: (۳/۱۵۷) كتاب البيوع، الباب الثالث عشر: في الإقالة، ط: رشيديه۔

البحر الرائق: (۶/۱۶۸) كتاب البيوع، باب الإقالة، ط: رشيديه۔

تھے، چنانچہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازد قبیلے کے ایک صحابی حضرت ابن لُتبیہ رضی اللہ عنہ کو صدقہ کے مال کو اکٹھا کرنے کے لیے متعین فرمایا تو جب وہ واپس آئے انہوں نے کہا کہ: ''یہ مال تو آپ کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے'' تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ: ''یہ شخص کیوں نہ اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھ کر دیکھتا رہا کہ اسے ہدیے ملتے ہیں کہ نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اس مال میں سے کوئی چیز اگر کوئی لے گا تو قیامت کے دن اس حال میں لایا جائے گا کہ وہ چیز اس کے کاندھوں پر لدی ہوئی ہوگی چاہے وہ اونٹ ہو جو بول رہا ہو، یا گائے ہو جو چلا رہی ہو، یا بکری ہو جو ممنا رہی ہو، پھر آپ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اتنے بلند کیے حتی کہ ہم نے بغلوں کی سفیدی دیکھ لی اور تین دفعہ فرمایا: اے اللہ میں نے پہنچا دیا! اے اللہ میں نے پہنچا دیا!''۔ (۱)

اقرار

اگر مدعی کے دعویٰ کے بعد مدعیٰ علیہ یا مجرم دعوی کو تسلیم کر لے اور جرم کا اعتراف کر لے تو یہ اعتراف کرنے والے کے حق میں دعویٰ اور جرم کے ثبوت کے لیے ایک بڑی دلیل ہے، اب اعتراف کے بعد مزید کسی گواہ اور دستاویز وغیرہ کی

---

(۱) عن أبي حميد الساعدي قال: استعمل النبي صلى الله عليه وسلم رجلاً من الأزد يقال له ابن الأتبية (اللتبية) على الصدقة، فلما قدم قال: هذا لكم، وهذا أهدى لي، قال: فهلا جلس في بيت أبيه أو بيت أمه فينظر أيهدي له أم لا، والذي نفسي بيده لا يأخذ أحد منه شيئا إلا جاء به يوم القيامة يحمله على رقبته إن كان بعيرا له رغاء أو بقرة لها خوار أو شاة تيعر، ثم رفع بيديه حتى رأينا عفرة إبطيه، اللّٰهم هل بلغت، اللّٰهم هل بلغت، ثلثا۔ (صحيح البخاري: (۳۵۳/۱) كتاب الهبة وفضلها والتحريض عليها، باب من لم يقبل الهدية لعلة، ط: قديمى)

مشكوة المصابيح: (ص: ۱۵٦) كتاب الزكاة، الفصل الأول، ط: قديمى۔

الصحيح لمسلم: (۱۲۳/۲) كتاب الإمارة، باب تحريم هدايا العمال، ط: قديمى

ضرورت نہیں، اس کے اعتراف پر فیصلہ کیا جائے گا۔ (۱)

اقرار سے رجوع کرنا

اگر کوئی آدمی لوگوں کے حقوق کے بارے میں اقرار کرتا ہے، مثلاً: مال، قرض، وصیت یا وراثت وغیرہ تو اقرار کے بعد ان حقوق کی ادائیگی اس کے ذمہ لازم ہوجائے گی، رجوع کرنا صحیح نہیں ہوگا۔

اور اگر اللہ کے حقوق میں سے کسی حق کے بارے میں اقرار کیا مثلاً: زنا کا اقرار کیا یا شراب نوشی وغیرہ کا تو اس کے اقرار پر حد جاری کی جائے گی، لیکن اگر وہ حد جاری ہونے سے پہلے یا حد کے دوران اپنے اقرار سے رجوع کرے گا تو حد ساقط ہوجائے گی؛ کیوں کہ رجوع کی وجہ سے اس میں شبہ ہوگیا اور شبہ کی وجہ سے حدود ساقط ہوجاتی ہیں۔ (۲)

---

(۱) قال تعالیٰ: {بَلِ الْإِنسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ} [القیامۃ: ۱۴]

قال تعالیٰ: {كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنفُسِكُمْ} [النساء: ۱۳۵]

عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: واغد يا أنيس على امرأة هذا، فان اعترفت فارجمها۔ (صحيح البخاري: (۱/۳۱۱) كتاب الوكالة، باب الوكالة عن الحدود، ط: قديمي)

الصحيح لمسلم: (۲/۶۹) كتاب الحدود، باب حد الزنا، ط: قديمي۔

(۲) وعن عائشة قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ادرؤا الحدود عن المسلمين ما استطعتم، فإن كان له مخرج فخلوا سبيله فان الامام إن يخطئ في العفو خير من أن يخطئ في العقوبة۔ (سنن الترمذي: (۱/۲۶۳) كتاب الحدود، باب ماجاء في درء الحدود، ط: قديمي)

عن ابن عباس قال: لما أتى ماعز بن مالك، النبي صلى الله عليه وسلم فقال له: لعلك قبلت أو غمزت أو نظرت؟ قال: لا يارسول الله، قال: أنكتها؟ لا يكنى، قال نعم، فعند ذلك أمر برجمه۔ رواه البخاري۔ (مشكاة المصابيح: (ص: ۳۱۰) كتاب الحدود، الفصل الأول، ط: قديمي)

عن عمر قال: إن الله بعث محمدا صلى الله عليه وسلم بالحق وأنزل عليه الكتاب، فكان مما أنزل الله تعالى آية الرجم، رجم رسول الله صلى الله عليه وسلم ورجمنا بعده، والرجم في كتاب الله حق على من زنى، اذا أحصن من الرجال والنساء إذا قامت البينة، أو كان الحبل أو الإعتراف۔ (مشكاة المصابيح: (ص: ۳۰۹) كتاب الحدود، الفصل الأول، ط: قديمي)=

اقرار صرف اقرار کرنے والے کے حق میں معتبر ہے

(۳۱۶) اقرار صرف اقرار کرنے والے کے حق میں معتبر ہے دوسرے کے حق میں نہیں، نیز اقرار معتبر ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے اندر اقرار کی اہلیت موجود ہو یعنی وہ عاقل بالغ ہو اور اس کا ہوش وحواس درست ہو اور اس اقرار کے لیے اس پر کوئی جبر نہ ہو۔ (۱)

= المرأ مؤاخذ بإقراره... وحيث كان المرأ مواخذ بإقراره، فلا يقبل رجوعه؛ لأنه تناقض، فلو أقرّ زيد لعمرو بمبلغ معلوم من الدراهم دينًا عليه، ثم ادعى الغلط و الخطأ لم يقبل... (شرح المجلة للأتاسي: (۱/۲۲۶، ۲۲۷) رقم المادة: ۷۹، ط: رشيديه)

لا يصح الرجوع عن الإقرار في حقوق العباد، وهو أنه إذا أقرّ أحد لآخر بقوله: لفلان علي كذا دينًا ثم رجع عن إقراره فلا يعتبر رجوعه ويلزم بإقراره؛ لأنه يثبت الملک للمقر بالمقر به بمجرد الإقرار كما تقدم فلا يملک إبطاله بالرجوع، وهذا لأن الإقرار حجة على المقر كما دل عليه الكتاب والسنة والإجماع و نوع من المعقول،... وهذا بخلاف الإقرار بما يوجب عليه حدًا من الحدود التي هي حقوق الله تعالى فإنه يصح؛ لأن الحدود تدرأ بالشبهات۔ (شرح المجلة للأتاسي؛ (۴/۶۳۷) رقم المادة: ۱۵۸۸، الكتاب الثالث عشر: في الإقرار، الباب الثالث: في بيان أحكام الإقرار، الفصل الأول: في بيان الأحكام العمومية، ط: رشيديه)

شرح المجلة لرستم باز: (۲/۲۸۳) رقم المادة: ۱۵۸۸، ط: فاروقيه كوئٹه۔

درر الحكام شرح مجلة الأحكام لعلى حيدر: (۴/۱۰۲) رقم المادة: ۱۵۸۸، أيضًا، ط: دار الكتب العلمية۔

(۱) البينة حجة متعدية، والإقرار حجة قاصرة، أي أن الإقرار حجة على المقر فقط فلا يسرى إلى غيره... (شرح المجلة لرستم باز: (۱/۴۳) المادة: ۷۸، القواعد، ط: فاروقيه كوئٹه)

يشترط أن يكون المقر عاقلاً بالغًا، فلذلک لا يصح إقرار الصغير والصغيرة والمجنون والمجنونة والمعتوه والمعتوهة، ولو أجازه الولي، لانعدام أهلية الالتزام... يشترط في الاقرار رضاء المقر، فلذلک لا يصح الاقرار الواقع بالجبر والاكراه بل يكون باطلا؛ لأن الإكراه مطلقًا بعدم الرضا والرضا شرط صحة العقد، فيفسد بفواته... (شرح المجلة لرستم باز: (ص: ۱/ ۶۷۱، ۶۷۳) رقم المادة: ۱۵۷۳، ۱۵۷۵، الكتاب الثالث عشر: في الإقرار، الباب الأول: في بيان شروط الإقرار، ط: فاروقيه كوئٹه)

شرح المجلة للأتاسي: (۴/۶۰۱) رقم المادة: ۱۵۷۳، ۱۵۷۵، أيضًا، ط: رشيديه۔

اقرار کب معتبر ہوتا ہے؟

اگر اقرار کرنے والے کے اندر اقرار کی اہلیت موجود ہو تو اقرار معتبر ہوتا ہے اور اہلیت سے مراد یہ ہے کہ اقرار کرنے والا عاقل و بالغ ہو اور اس کا ہوش و حواس درست ہو اور اس اقرار کے لیے اس پر کوئی جبر نہ ہو تب اقرار معتبر ہوتا ہے ورنہ نہیں۔

آج کل پولیس والے کسی کو پکڑ کر مار پیٹ کر کے زبردستی جو اقرار کرواتے ہیں شریعت میں اس کا اعتبار نہیں، ہاں اس کے بغیر کوئی اقرار کرے تو معتبر ہے۔ [۱]

اکثر تاجر قیامت میں گنہگار اٹھیں گے

حضرت اسماعیل بن عبید کی روایت میں ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں عید گاہ کی جانب نکلے، تو لوگوں کو خرید و فروخت کرتے ہوئے پایا، آپ نے فرمایا: اے تاجروں کی جماعت! تو وہ لوگ آپ کی جانب متوجہ ہوگئے، اور اپنی نگاہوں کو اور اپنی گردنوں کو آپ کی طرف اٹھالیا، تو آپ نے فرمایا: اے تاجروں کی جماعت (عموماً کثرت سے) تاجروں کی جماعت فاسق، فاجر گنہگار ہو کر قیامت کے دن اٹھے گی، ہاں مگر یہ کہ جس نے گناہوں سے حفاظت کی نیکی کی اور سچائی سے کام لیا۔ [۲]

---

(۱) انظر الی الحاشیة السابقة۔

(۲) عن اسماعیل بن عبید بن رفاعة بن رافع عن أبیه عن جده أنه خرج مع رسول الله صلی الله علیه وسلم إلی المصلی بالمدینة فوجد الناس یتبایعون فقال: یا معشر التجار: فاستجابوا له ورفعوا أبصارهم وأعناقهم إلی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال: إن التجار مبعوثون یوم القیامة فجارا إلا من اتقی وبر وصدق۔ (ترمذي: (۱/ ۲۳۰) أبواب البیوع، باب ما جاء في التجار وتسمیة النبي صلی الله علیه وسلم إیاهم، ط: سعید)

السنن الکبری للبیهقي: (۵/ ۳۳۶) رقم الحدیث: ۱۰۴۱۴، کتاب البیوع، باب کراهیة الیمین في البیع، ط: دار الکتب العلمیة۔

المعجم الکبیر للطبراني: (۵/ ۴۴) رقم الحدیث: ۴۵۴۲، باب الراء، رفاعة بن رافع الزرقي أنصاري عقبي بدري، ط: مکتبه ابن تیمیة۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تاجروں کی اکثر جماعت قیامت کے دن فاسق، فاجر اور گنہگار ہو کر اٹھے گی، اور جب گناہ گار اٹھے گی تو اللہ کے غضب اور عذاب میں گرفتار ہوگی، تاجروں کے گناہوں کا تعلق عام طور پر حقوق العباد سے ہے، اس لئے معافی کا بھی سوال نہیں۔

اور فاسق، فاجر اور گنہگار ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تاجر لوگ مال کی آمد اور نفع میں شریعت کے احکام کی رعایت نہیں کرتے اور اخلاقی رعایت کی پرواہ نہیں کرتے، خراب اور عیب دار مال کو دھوکہ دے کر فروخت کر دیتے ہیں، کم سمجھ یا سیدھے سادے ناتجربہ کار لوگوں کو ٹھگ لیتے ہیں، نقلی چیزوں کو اصلی بتا کر بیچتے ہیں، غیر مشہور کمپنی کے مال کو مشہور کمپنی کے ڈبہ اور پیکٹ میں ڈال کر فروخت کرتے ہیں، نسبت غلط بتاتے ہیں، پرانے مال کو نیا بتا کر نئی قیمت میں بیچ دیتے ہیں، Exp Date گزرنے کے بعد نئی تاریخ کا اسٹیکر لگا کر بیچتے ہیں، مہنگا بیچنے کے لئے مال کو روک کر رکھتے ہیں، اور لوگ مجبور ہو کر زیادہ دام دیکر خریدتے ہیں، نقلی لیبل بھی لگا دیتے ہیں، اسی طرح تجارت کے دوران نماز اور جماعت کی پرواہ نہیں کرتے، مال کی فراوانی کی وجہ سے گناہ اور اسراف کے کاموں میں مال خرچ کرتے ہیں، کبر اور فخر میں مبتلا ہو جاتے ہیں، اور نیکی کے بجائے فواحش اور گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، شادی بیاہ میں دیکھیں گے تو معلوم ہو جائے گا کہ کس طرح اسراف کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاجروں کو ہدایت دی کہ شریعت کے خلاف کام کرنے سے بچیں، اور معاملات کے گناہوں سے بچیں، نیکی اور بھلائی کے کام میں مال خرچ کریں، گناہ کے کام میں مال نہ بہائیں، سچائی، دیانت اور امانت داری سے تجارت کریں ورنہ پھر جہنم میں جانا پڑے گا۔ (۱)

(۱) قال القاضي رحمه الله لما كان من ديدن التجار التدليس في المعاملات والتهالك على ترويج السلع بما يتيسر لهم من الأيمان الكاذبة ونحوها حكم عليهم بالفجور واستثنى منهم من اتقى المحارم

اکراہ کی صورت میں دوسرے کا مال تلف کیا

''مال تلف کرنے پر اکراہ کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۵۶/۶)

الکحل کی تجارت کا حکم

موجودہ زمانہ میں الکحل کو عام طور پر ''أَشْرِبَۂ أَرْبَعَہ'' کے علاوہ دوسری چیزوں کی شراب سے بنایا جاتا ہے، مثلاً: اناج، جو، مکئی وغیرہ کی شراب یا پھول، پتے، گھاس اور پٹرول وغیرہ سے بنایا جاتا ہے اور بہت ساری ادویات، رنگ اور کیمیکلز وغیرہ میں مجبوراً اسے استعمال کیا جاتا ہے، تو عموم بلویٰ کی بنا پر اس کی خرید و فروخت کرنا بھی جائز ہے۔[1]

مزید ''اسپرٹ کی تجارت کا حکم'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۲۴۵/۱)

الکوحل کی بیع

''اسپرٹ کی تجارت'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۲۴۵/۱)

=وبر في يمينه وصدق في حديثه وإلى هذا ذهب الشارحون وحملوا الفجور على اللغو والحلف۔ (مرقاة المفاتيح: (۳۵/۶) كتاب البيوع، باب المساهلة في المعاملات، الفصل الثالث، ط: رشيديه)

تحفة الأحوذي (۴۰۰/۳) أبواب البيوع، باب ماجاء في التجارة وتسمية النبي صلى الله عليه وسلم إياهم، ط: دار الفكر۔

لمحة الأبرار شرح مصابيح السنة: (۲۲۱/۲) كتاب البيوع، باب المساهلة في المعاملة، ط: إدارة الثقافة الإسلامية۔

(۱) (الشراب) لغة كل مائع يشرب، واصطلاحا: (مايسكر، والمحرم منها: أربعة) ...... وصح بيع غير الخمر۔ قال ابن عابدين: (قوله: صح بيع غير الخمر) أي: عنده خلافا لهما في البيع والضمان، لكن الفتوى على قولهما في البيع۔ (الدر مع الرد: (۶/ ۴۴۸، ۴۵۴) كتاب الاشربة، ط: سعيد)

الأشربة المحرمة أربعة ...... وقد بينا المعنى من قبل، إلا أن حرمة هذه الأشربة دون حرمة الخمر حتى لا يكفر مستحلها، ويكفر مستحل الخمر ...... ويجوز بيعها ويضمن متلفها عند أبي حنيفة خلافا لهما۔ (الهداية: (۲۸۵/۷، ۲۹۲) كتاب الاشربة، ط: مكتبة البشرى)

فتح القدير: (۱۰۴/۱۰، ۱۱۴) كتاب الأشربة، ط: رشيديه۔

اللہ تعالیٰ کمانے والے کو پسند کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ کمانے والے کو پسند کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یقینی طور پر تجارت، کمائی کرنے والے، پیشہ اختیار کرنے والے ایماندار آدمی کو پسند کرتے ہیں۔ (۱)

اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر کام کا آغاز

جب کوئی جائز کاروبار کرنے کا پختہ ارادہ ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر شروع کردے۔ (۲)

اللہ تعالیٰ نظرِ کرم نہیں فرمائیں گے

"قسم غلط کھا کر مال نکالنا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۱۲/۵)

اللہ سے غصہ کی حالت میں ملاقات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) عن ابن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن الله يحب المؤمن المحترف۔ رواه الطبراني۔ (الترغيب والترهيب: (۳۳۵/۲) رقم الحديث: ۲۶۲۳، كتاب البيوع وغيرها، الترغيب والاكتساب بالبيع وغيره، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

المعجم الأوسط: (۳۸۰/۸) رقم الحديث: ۸۹۳۴، باب الميم، من اسمه مقداد، ط: دار الحرمين، القاهرة۔

مجمع الزوائد: (۱۹۳/۲) رقم الحديث: ۴۵۶۸، كتاب البيوع، الكسب والمعاش وما يتعلق بالتجارة، ط: مكتبة القدس، القاهرة۔

(۲) {فإذا عزمت فتوكل على الله إن الله يحب المتوكلين}۔ (ال عمران: ۱۵۹)

{ومن يتوكل على الله فهو حسبه}۔ (الطلاق: ۳)

عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لو أنكم تتوكلون على الله حق توكله لرزقكم الله كما يرزق الطير تغدو خماصا وتروح بطانا۔ رواه الترمذي وابن ماجه (مشكوة المصابيح: (ص: ۴۵۲) باب التوكل والصبر، الفصل الثاني، ط: قديمي)

نے فرمایا کہ جو شخص دنیا کو حلال طریقہ سے حاصل کرے، بھیک مانگنے سے بچنے کے لیے، اہل وعیال کے لیے روزی کی کوشش کرنے کے لیے اور اپنے پڑوسی پر مہربانی کرنے کے لیے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اس حال میں اٹھائیں گے کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح ہوگا، اور جو دنیا کو حلال طریقہ سے ہی طلب کرے مگر اس کا مقصد مال بڑھانا اور دوسروں پر فخر کرنا ہو تو اس کی اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات ہوگی کہ اللہ عزّ وجلّ اس پر غصہ اور ناراض ہوں گے۔ (۱)

اللہ کا حکم ماننا لازم ہے

''شریعت کا حکم ماننا ضروری ہے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۷۵/۴)

اللہ کا ناپسند

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا اللہ تعالیٰ ظلم کرنے والے (ٹال مٹول کرنے والے) مالدار، جاہل، بوڑھے، اور تکبر کرنے والے فقیر کو پسند نہیں کرتے۔ (۲)

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ظلم کرنے والے مالدار، جاہل بوڑھے اور تکبر کرنے والے فقیر سے بغض وعداوت ہے۔ (۳)

---

(۱) من طلب الدنيا حلالاً استعفافًا عن المسئلة وسعيًا على أهله وتعطفًا على جاره بعثه الله يوم القيامة و وجهه كالقمر ليلة البدر، ومن طلبها حلالاً مكاثرًا أبها مفاخرًا لقي الله عزّ وجلّ وهو عليه غضبان۔ الحلية لأبي نعيم عن أبي هريرة۔ (كنز العمال: (۱۲/۴) رقم الحديث: ۹۲۴۷، كتاب البيوع من قسم الأقوال، الباب الأول في الكسب، الفصل الأول: في فضائل الكسب الحلال، ط: مؤسسة الرسالة)

مصنف لابن أبي شيبة: (۴۶۷/۴) رقم الحديث: ۲۲۱۸۶، كتاب البيوع والأقضية في التجارة والرغبة فيها، ط: مكتبة الرشد۔

مشكاة المصابيح: (ص: ۴۴۴) كتاب الرقاق، الفصل الثالث، ط: قديمي۔

(۲، ۳) عن علي رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا يحب الله الغني الظلوم، ولا الشيخ الجهول، ولا الفقير المختال۔ رواه البزار والطبراني في الأوسط۔ =

اللہ کی شمولیت شرکت میں

''شرکت کے امور میں اللہ تعالیٰ کی شمولیت'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

اللہ کے راستے میں ہوتا ہے کمانے والا

''کمانے والا اللہ کے راستے میں ہوتا ہے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۳۴/۵)

الیکٹرونک فنگر پرنٹ

برقی انگلیوں کے نشان (الیکٹرونک فنگر پرنٹ) کے ذریعے نیٹ کے پیغام میں کسی خلل کے پیش آنے سے حفاظت ہوتی ہے اور اگر کوئی خرابی یا تبدیلی پیغام میں رونما ہوگئی تو پیغام اور پرنٹ میں باہمی مطابقت نہیں ہوسکے گی اور یہ جائز ہے۔

الیکٹرونک مارکیٹنگ

''برقی تجارت'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۰۳/۲)

امام باڑہ کی تعمیر کے لیے کچھ فروخت کرنا

جان بوجھ کر امام باڑہ اور باطل مذاہب کے مراکز تعمیر کرنے والوں کے ہاتھ سامان فروخت کرنے سے احتراز کرنا ضروری ہے کیوں کہ یہ معصیت اور گناہ کے کام میں مدد اور اعانت ہے اور معصیت کے کام میں مدد اور تعاون کرنا منع ہے۔ (۱)

= وفي رواية: إن الله يبغض الغني الظلوم، والشيخ الجهول، والعائل المختال۔ رواه البزار والطبراني في الأوسط۔ (الترغيب والترهيب: (۲۶۳/۲) رقم الحديث: ۲۸۲۳، كتاب البيوع وغيرها، الترهيب من مطل الغني والترغيب في إرضاء صاحب الدين، ط: دار الكتب العلمية)

مجمع الزوائد: (۱۳۱/۴) رقم الحديث: ۶۶۵۰، كتاب البيوع، باب مطل الغني، ط: مكتبة القدس، القاهرة۔

المعجم الأوسط: (۳۳۰/۵) رقم الحديث: ۵۴۵۸، من اسمه محمد، ط: دار الحرمين، القاهرة۔

(۱) {وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان}۔ [المائدة: ۲] =

امام غزالی اور مسائل تجارت

(۳۲۳) ’’مسائل تجارت کے بارے میں امام غزالی فرماتے ہیں‘‘ عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۷۲/۶)

امام محمد رحمہ اللہ کا ارشاد گرامی

فقہ حنفی کے مشہور امام، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے عظیم شاگرد اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کے جانشین امام محمد شیبانی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ جس طرح آپ نے فقہ کو مدون کیا اور اس پر کتابیں لکھیں تو زہد یعنی تصوف کے بارے میں کچھ تصنیف نہیں فرمائیں گے؟ تو ارشاد فرمایا کہ: ’’میں نے اس موضوع پر ’’کتاب البیوع‘‘ لکھ دی‘‘۔

اس جواب سے امام محمد رحمہ اللہ کا مقصد یہ تھا کہ انہوں نے بیوع کے بارے میں کتاب تالیف فرمائی، اس میں حلال وحرام کے احکام ہیں جن سے لوگوں سے معاملات کے وقت انسان کی دین داری اور تقویٰ، پرہیزگاری کا علم ہوجائے گا کہ حلال وحرام میں کس قدر تمیز کرتا ہے، جب پیسے سامنے ہوں اس وقت انسان کے زہد وتقویٰ اور بزرگی کا اندازہ ہوتا ہے۔ (۱)

= ویکرہ تحریمًا بیع السلاح من أهل الفتنة إن علم؛ لأنه إعانة علی المعصیة۔ (الدر مع الرد: (۲۶۸/۴) کتاب الجهاد، باب البغاة، قبیل: کتاب اللقیط، ط: سعید)

مجمع الأنهر: (۵۱۸/۲) کتاب السیر والجهاد، باب البغاة، ط: دار الکتب العلمیة۔

فتاویٰ رشیدیہ: (ص: ۴۹۱) کتاب البیوع، کتاب: خرید وفروخت کے مسائل، ط: عالمی مجلس تحفظ اسلام۔

(۱) اتق المحارم تکن أعبد الناس، وارض بما قسم الله لک تکن أغنی الناس۔ (سنن الترمذي: (۵۶/۲) أبواب الزهد، ط: قدیمی)

والمقصود من کتاب البیوع بیان الحلال الّذي هو بیع شرعًا والحرام الّذي هو ربًا ولهذا قیل لمحمد: ألا تصنف في الزهد شیئًا؟ قال: صنفت کتاب البیوع، ولیس الزهد إلا اجتناب الحرام والرغبة في الحلال، کذا في المبسوط۔ (البحر الرائق: (۲۱۰/۶) کتاب البیوع، باب الربا، ط: رشیدیه کوئٹه)

المبسوط للامام السرخسي، (۱۹۱/۱۲) کتاب البیوع، ط: دار الفکر۔

امانت

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے راستے کی شہادت امانت کے علاوہ تمام گناہوں کا کفارہ ہوجاتی ہے، پھر (اس کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایک بندہ کو (دربار الٰہی میں) لایا جائے گا، اگر چہ وہ اللہ کی راہ میں شہید ہوا ہو، اس کو کہا جائے گا ، امانت ادا کرو، وہ عرض کرے گا اے میرے رب! دنیا ختم ہوچکی ہے، اب کیسے امانت ادا کروں؟ کہا جائے گا، اس کو (جہنم کے ایک طبقہ) "ہاویہ" کی طرف لے جاؤ، چنانچہ اس کو "ہاویہ" لایا جائے گا، اور اس کے سامنے امانت کو اسی شکل میں پیش کیا جائے گا جس شکل میں جس دن اس کو دی گئی تھی وہ اس کو دیکھ کر پہچان لے گا، وہ اس کے پیچھے لینے کے لیے نیچے گرے گا، اس کو اپنے کندھوں پر لا رہا ہوگا، اور جب اس کا گمان ہوگا کہ وہ اس (گڑھے) سے نکلنے والا ہے تو اچانک وہ امانت پھسل کر نیچے گر جائے گی، پھر وہ اس کے پیچھے نیچے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے گرتا رہے گا، پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے (امانت کی تشریح کرتے ہوئے) فرمایا: نماز امانت ہے، وضو امانت ہے، ناپ تول امانت ہے، اور کچھ چیزوں کو گنوایا، اور ان میں سب سے سخت وہ مال ہے جو ناپ تول کر امانت رکھوایا گیا ہو"۔

زاذان کہتے ہیں میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، میں نے عرض کیا "دیکھو ابن مسعود کیا کہتے ہیں" یہ کہتے ہیں (اوپر کی ساری بات بتائی) حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سچ کہتے ہیں، کیا تم نے اللہ کا یہ ارشاد نہیں سنا: {إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا}۔ (بلاشبہ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کو ان کی امانت دے دو)۔ [1]

---

(۱) عن عبد اللہ بن مسعود رضي اللہ عنهما قال: القتل في سبيل اللہ يكفر الذنوب كلها إلا الأمانة، =

امانت پر اجرت لینا

(۳۲۵) امانت کی حفاظت کو امین (امانت رکھنے والے) پر لازم کر کے اجرت مقرر کرنا جائز ہے، البتہ اس صورت میں امانت، امین کے ہاتھ سے کسی ایسے عمل سے ضائع ہو جائے جس سے بچنا ممکن تھا تو امین ضامن ہو گا ورنہ نہیں۔ (۱)

امانت رکھوا کر واپس نہ آئے

اگر کوئی شخص امانت رکھوا کر واپس نہ آئے تو کچھ وقت انتظار کرنا ضروری ہے، اس مدت میں اس کو تلاش کیا جائے، اگر وہ مل جائے تو اس آدمی تک یا موت کی

=ثم قال: يوتى العبد يوم القيامة وإن قتل في سبيل الله، فيقال: أدّ أمانتك، فيقول: أي ربّ كيف وقد ذهبت الدنيا؟ قال: فيقال: انطلقوا به إلى الهاوية، فينطلق به إلى الهاوية، وتمثل له أمانته كهيئتها يوم دفعت إليه، فيراها، فيعرفها فيهوي في أثرها حتى يدركها، فيحملها على منكبيه، حتى إذا ظن أنه خارج زلت عن منكبيه، فهو يهوى في أثرها أبد الآبدين، ثم قال: الصلوٰة أمانة، والوضوء أمانة، والكيل أمانة، وأشياء عدّدها وأشدّ ذلك الودائع، قال يعني زاذان فأتيت البراء بن عازب فقلت: ألا ترى إلى ما قال ابن مسعود؟ قال كذا، قال: صدق أما سمعت الله يقول: {إنّ الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها}۔ [النساء: ۵۸] رواه البيهقي موقوفًا و رواه بمعناه هو وغيره مرفوعًا والموقوف أشبه۔ (الترغيب والترهيب: (۴/ ۷۰) رقم الحديث: ۴۵۹۹، كتاب الأدب، الترغيب في إنجاز الوعد والأمانة والترهيب من إخلافه ومن الخيانة والغدر، ط: دار الكتب العلمية)

السنن الكبرى للبيهقي: (۶/ ۲۸۸) كتاب الوديعة، باب ما جاء في الترغيب في أداء الأمانات، ط: إدارة تاليفات اشرفيه۔

شعب الإيمان: (۴/ ۳۲۳) رقم الحديث: ۵۲۶۶، الباب الخامس والثلاثون وهو باب في الأمانات وما يجب من أدائها من أهلها، ط: دار الكتب العلمية۔

(۱) الوديعة أمانة في يد الوديع، فإذا هلكت بلا تعدّ من المستودع وبدون صنعه وتقصيره في الحفظ لا يلزم الضمان، فقط إذا كان الإيداع بأجرة فهلكت أو ضاعت بسبب يمكن التحرز عنه لزم المستودع ضمانها۔ (شرح المجلة للأتاسي: (۳/ ۲۴۲) الكتاب السادس: في الأمانات، الباب الثاني في الوديعة، الفصل الثاني في أحكام الوديعة وضمانها، [المادة: ۷۷۷] ط: رشيديه)

شرح المجلة لرستم باز: (۱/ ۳۴۲) المادة: ۷۷۷، أيضًا، ط: فاروقيه كوئٹه۔

درر الأحكام لعلي حيدر: (۲/ ۲۳۱) المادة: ۷۷۷، أيضًا، ط: دار الكتب العلمية۔

صورت میں اس کے ورثا، تک پہنچانا ضروری ہے، لیکن اگر بالکل پتا نہ چلے تو اس مال کو امانت رکھوانے والے کی طرف سے مستحق زکاۃ لوگوں کو صدقہ کردے، امین (امانت رکھنے والا) اگر فقیر ہو تو خود بھی کھا سکتا ہے، اور اگر صدقہ یا استعمال کے بعد مالک واپس آجائے تو مالک کو اختیار ہوگا کہ اس صدقہ پر راضی رہے یا یہ کہ امین سے اپنے مال کا مطالبہ کرے۔[۱]

امانت سے سرمایہ کاری کرنا

اگر ایک آدمی نے دوسرے آدمی کے پاس رقم امانت رکھی ہے، تو اس کو حفاظت سے رکھنا ضروری ہے، اجازت کے بغیر اس میں تصرف کرنا اور اس سے تجارت کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر دوسرے آدمی نے پہلے آدمی کی اجازت کے بغیر امانت کی رقم سے سرمایہ کاری اور تجارت شروع کردی تو پہلے آدمی سے اجازت لے لے، اگر وہ اجازت دے دے تو بہتر، ورنہ اس کو اصل رقم کے ساتھ نفع بھی دیدے یا صدقہ کردے۔[۲]

---

(۱) (فينتفع) الرافع بها لو فقيراً و إلّا تصدق بها على فقير، لو على أصله وفرعه وعرسه... (فإن جاء مالكها) بعد التصدق (خير بين اجازة فعله ولو بعد هلاكها) وله ثوابها (أو تضمينه)۔ (الدر المختار مع ردالمحتار: (۲۷۹/۴، ۲۸۰) كتاب اللقطة، ط: سعيد كراچی)

البحر الرائق: (۲۶۳/۵) كتاب اللقطة، ط: رشيديه۔

فإن كانت أقلّ من عشرة دراهم عرّفها أيّاما وإن كانت عشرة فصاعدًا عرّفها حولاً... وقيل الصحيح أن شيئا من هذا المقادير ليس بلازم ويفوض إلى رأي الملتقط يعرّفها إلى أن يغلب على ظنه أن صاحبها لا يطلبها بعد ذلك ثم يتصدق بها... إيصالاً للحق إلى المستحق وهو واجب بقدر الإمكان وذلك بإيصال عينها عند الظّفر بصاحبها وإيصال العوض وهو الثواب على اعتبار إجازة التصدق بها، وإن شاء أمسكها رجاء الظفر بصاحبها، قال: فإن جاء صاحبها يعني بعد ما تصدق بها فهو بالخيار إن شاء أمضى الصدقة... وإن شاء ضمن الملتقط...۔ (فتح القدير: (۱۱۴/۶، ۱۱۶) كتاب اللقطة، ط: رشيديه)

(۲) وهي أمانة، هذا حكمها مع وجوب الحفظ والأداء عند الطلب واستحباب قبولها۔ (الدر مع الرد: (۶۶۳/۵) كتاب الإيداع، ط: سعيد) =

امانت سے قرض لینا

اگر کسی کے پاس امانت ہے تو اس کی حفاظت کرنا ضروری ہے، مالک کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف کرنا اور اس امانت کی رقم کو بطور قرض لینا جائز نہیں ہے، ہاں اگر مالک قرض لینے یا تصرف کرنے کی اجازت دیدے تو قرض لینا اور تصرف کرنا جائز ہے۔ (١)

امانت کی حفاظت

امانت قبول کرنے کے بعد اس کی حفاظت کرنا واجب ہے، خیانت کرنا قیامت کی نشانی اور منافق کی علامت ہے، جس طرح اپنے ذاتی مال کی حفاظت کرنا لازم ہے اسی طرح امانت کی چیز کی حفاظت کرنا بھی لازم ہے، چاہے خود حفاظت کرے یا بیوی بچے یا گھر کے کسی معتبر شخص کے ذریعے حفاظت کرے۔

حفاظت کرنے کی پوری کوشش کے باوجود اگر ناگہانی آفت سے ہلاک ہوجائے یا چوری ہوجائے یا ڈاکو لے جائے تو امین (امانت رکھنے والے) پر تاوان لازم نہیں ہوگا، اور اگر امین کی تعدی یا حفاظت میں کوتاہی اور غفلت کی وجہ سے ایسا ہوا تو تاوان لازم ہوگا۔ (٢)

= والوديعة لاتودع ولاتعار ولا توجر ولا ترهن، وإن فعل شيئًا منها، ضمن۔ (الفتاوى الهندية: (٤/ ٣٣٨) كتاب الوديعة، الباب الأول، ط: رشيديه)

فالخبث لعدم الملك يعمل في النوعين حتى أن الغاصب أو المودع إذا تصرفا في المغصوب أو الوديعة وهما عرض أو نقد وأديا ضمانها و فضل ربح وجب التصدق به عند أبي حنيفة ومحمد۔ (فتح القدير: (٦/ ٤٣٤) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، فصل في أحكامه، ط: رشيديه جديد)

فإذا لم يطب له يتصدّق في رواية على الفقراء وفي رواية يرده على الأصيل؛ لأنّ الكراهية لحقه۔ (تبيين الحقائق: (٤/ ١٦٢) كتاب الكفالة، فصل: ولو أعطى المطلوب الكفيل، ط: امداديه)

(١) انظر الحاشية السابقة۔

(٢) الوديعة يحفظها المستودع بنفسه أو يستحفظها كمال نفسه فإذا أهلكت في يده أو عند أمينه =

امانت کی رقم کو تجارت میں لگانا

(۳۲۸) امانت کی رقم کو اجازت کے بغیر تجارت میں لگا کر نفع کمانا اور اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے، ایسے نفع کو صدقہ کرنا لازم ہے۔ اور اگر اجازت لے کر تجارت میں لگا کر نفع کمایا ہے تو وہ نفع حلال ہے، صدقہ کرنا لازم نہیں ہے۔(۱)

واضح رہے کہ امانت کی رقم کو اجازت کے بغیر تجارت میں لگانا خیانت ہے اور خیانت بڑا گناہ ہے۔

=بلا تعد ولا تقصير فلا ضمان عليه ولا على أمينه ....۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۱/۳۴۳) المادة: ۷۸۰، الكتاب السادس: في الأمانات، الباب الثاني: في الوديعة، الفصل الثاني في أحكام الوديعة وضمانها، ط: فاروقيه كوئٹه)

شرح المجلة للأتاسي: (۳/۲۴۴، ۲۴۵) رقم المادة: ۷۸۰، أيضا، ط: رشيديه۔

درر الحكام إلى مجلة الأحكام: (۲/۲۳۹) رقم المادة: ۷۸۰، أيضا، ط: دار الكتب العلمية۔

انظر الحاشية السابقة تحت العنوان: امانت پر اجرت لینا، أيضا۔

المبسوط للسرخسي: (۱۱/۱۹۶، ۱۹۷) كتاب الوديعة، ط: دار الفكر۔

هو عقد مشروع أمانة لا غرامة قال عليه السلام: ليس على المستودع غير المغل ضمان، ولا على المستعير غير المغل ضمان۔ ... فهي أمانة اذا هلكت من غير تعد لم يضمن؛ لأنه لو وجب الضمان لامتنع الناس عن قبولها وفيه من الفساد ما لا يخفى۔ (الاختيار لتعليل المختار للموصلي: (۲/۴۷۲، ۴۷۳) كتاب الوديعة، ط: الرسالة العالمية)

(۱) فإن كانت الوديعة دراهم، فالدراهم يشتري بها ثم ينظر إن اشترى بها بعينها ونقدها لا يطيب له الفضل، وإن اشترى بها ونقد غيرها أو اشترى بدراهم مطلقة ثم نقدها يطيب له الربح هنا؛ لأن الدراهم لا تتعين بنفس العقد ما لم ينضم إليه التسليم، ولهذا لو أراد أن يسلم غيرها له ذلك، فأما بالقبض يتعين نوع تعين، ولهذا لا يملك استرداد المقبوض من البائع ليعطيه مثلها، فلهذا قلنا: اذا استعان في العقد والنقد جميعاً بالدراهم الوديعة أو المغصوبة لا يطيب له الفضل۔ (المبسوط للسرخسي: (۱۱/۲۰۱، ۲۰۲) كتاب الوديعة، ط: دار الفكر)

لو تصرف في المغصوب والوديعة بأن باعه وربح فيه اذا كان ذلك متعيناً بالإشارة أو بالشراء بدراهم الوديعة أو الغصب ونقدها يتصدق بربح حصل فيها إذا كانا مما يتعين بالإشارة وإن كانا مما لا يتعين فعلى أربعة أوجه، فإن أشار اليها ونقدها فكذلك يتصدق وإن أشار اليها ونقد غيرها =

امانت میں تصرف کرنا

امین کے ذمہ امانت کی حفاظت کرنا لازم ہے، لہٰذا حفاظت کی جو تدبیر اختیار کرنا پڑے وہ کرسکتا ہے، اس کے علاوہ کسی قسم کا تصرف کرنا جائز نہیں۔ (۱)

امپورٹ

''درآمد'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۹۹/۳)

امپورٹ فنانسنگ

درآمد کرنے والے کو مال درآمد کرنے کے لیے بینک جو قرض دیتا ہے اس کو ''امپورٹ فنانسنگ'' کہتے ہیں۔ اور یہ قرض سودی ہونے کی وجہ سے لینا دینا ناجائز ہے۔ (۲)

=أو أشار إلى غيرها ونقدها أو أطلق ولم يشر ونقدها لا يتصدق في الصور الثلاث عند الكرخي، قيل: وبه يفتى۔ (الدر مع الرد: (۱۸۹/۶) كتاب الغصب، ط: سعيد)

والمختار: أنه لا يحل مطلقاً كذا في الملتقى، ولو بعد الضمان هو الصحيح كما في فتاوىٰ نوازل، واختار بعضهم الفتوىٰ على قول الكرخي في زماننا لكثرة الحرام، وهذا كله على قولهما، وعند أبي يوسف لا يتصدق بشيء منه كما لو اختلف الجنس ذكره الزيلعي۔ (حاشية الطحطاوي على الدر المختار: (۱۰۵/۴) كتاب الغصب، ط: رشيديه)

الفتاوىٰ السراجية: (ص: ۴۴۸) باب المتفرقات، ط:: سعيد۔

(۱) وأما حكمها فوجوب الحفظ على المودع، وصيرورة المال أمانة في يده ووجوب أدائه عند طلب مالكه ... الوديعة لا تودع ولا تعار ولا تؤجر ولا ترهن وإن فعل شيئاً منهن ضمن كذا في البحر الرائق۔ (الهندية: (۳۳۸/۴) كتاب الوديعة، الباب الأوّل: في تفسير الإيداع، ط: رشيديه)

الدر مع الرد: (۶۶۳/۵، ۶۶۴) كتاب الإيداع، ط: سعيد۔

المبسوط للسرخسي: (۲۹۶/۱) كتاب الوديعة، ط: دار الفكر۔

(۲) كل قرض جر نفعا فهو ربا۔ (مرقاة المفاتيح: (۵۸/۶) رقم الحديث: ۲۸۳۱، باب الربا، الفصل الثالث، ط: رشيديه)

(قوله: كل قرض جر نفعا حرام) أي إذا كان مشروطا ....۔ (شامي: (۱۶۶/۵) كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، مطلب كل قرض جر نفعا حرام، ط: سعيد)=

املاک کی انشورنس کرنا

زندگی اور املاک کی انشورنس کرنا حرام اور ناجائز ہے، کیونکہ اس میں دھوکہ اور سود ہے، اللہ تعالیٰ نے تمام سودی اور دھوکہ دہی کے معاملات کو حرام قرار دیا ہے۔[1] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکے کی بیع سے منع کیا ہے۔[2]

امیدوار کا ووٹ خریدنا

''ووٹ خریدنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۴۵۸/۶)

اناج جمع کرنا آٹا پینے کے عوض

''آٹا پینے کے عوض اناج جمع کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۱۵۱/۱)

اناج میں مٹی ہے

اگر اناج وغیرہ خریدا اور اس میں کچھ مٹی اور بے کار چیزیں ملی ہوئی ہیں تو اگر مٹی وغیرہ تھوڑی مقدار میں ہے تو خریدار کو اناج واپس کرنے کا اختیار نہیں ہوگا، اور اگر مٹی وغیرہ زیادہ مقدار میں ہے کہ اسے عرف میں عیب سمجھا جاتا ہے تو خریدار کو مٹی

= شرح الأشباه للحموي: (۳۳۹/۲) الفن الثاني: في الفوائد، كتاب المداينات، ط: علميه كوئٹه۔

عن علي رضي الله عنه أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم: لعن اكل الربو او موكله و كاتبه و مانع الصدقة و كان ينهى عن النوح، رواه النسائي۔ (مشكوة المصابيح: (ص: ۲۴۶) باب الربا، الفصل الثالث، ط: قديمى)

(۱) {أحل الله البيع وحرم الربو}۔ [البقرة: ۲۷۵]

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر۔ (الصحيح لمسلم: (۲/۲) كتاب البيوع، باب بطلان بيع الحصاة والبيع الذي فيه غرر، ط: قديمى)

سنن أبي داود: (۱۲۳/۲) كتاب البيوع، باب في بيع الغرر، ط: رحمانيه۔

قوله: بيع الغرر، أقول: هو كل بيع دخله الغرر بوجه من الوجوه، قال النووي: النهي عن بيع الغرر أصل من أصول الشرع، يدخل تحته مسائل كثيرة جدًا اهـ۔ (إعلاء السنن: (۱۲۲/۱۴) كتاب البيوع، باب النهي عن بيوع الغرر، ط: إدارة القرآن۔

والا اناج واپس کرنے کا اختیار ہوگا۔ (۱)

انبیاء کا پیشہ تجارت

"تجارت بعض انبیاء کا پیشہ تھا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۵۵/۲)

انبیاءِ کرام (علیہم السلام) اپنی کمائی سے کھاتے تھے

حلال رزق کی کمائی کے سلسلے میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نے بھی محنت کی ہے، تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اپنی کمائی میں سے کھاتے تھے، چنانچہ:

❶ حضرت آدم علیہ السلام زمین داری کرتے تھے، آپ نے گیہوں بوئے اور اس کو سیراب کیا اور کاٹا اور گاہا، پیسا اور گوندھا اور پکایا اور کھایا۔

❷ حضرت نوح علیہ السلام بڑھئی کا پیشہ کیا کرتے تھے۔

❸ حضرت ابراہیم علیہ السلام کپڑے کا کام کیا کرتے تھے۔

❹ حضرت داؤد علیہ السلام زِرہ سازی کا کام کیا کرتے تھے۔

❺ حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ ہوتے ہوئے خُرما کی زَنبیل (تھیلیاں) بنایا کرتے تھے۔

---

(۱) اشترى أقفزة حنطة أو سمسم فوجد فيه ترابا، إن كان يوجد مثله في ذلك عادة لا يرد، وإلا فإن أمكنه رد كل المبيع يرده، ولو أراد حبس الحنطة ورد التراب أو المعيب مميزا ليس له ذلك... وفي الخانية: لو لم يعد ذلك التراب عيبا فلا رد، وإلا فإن لم يفحش يرد، وإن فحش خير المشتري بين أخذ الحنطة بحصتها من الثمن أو ردها وأخذ كل الثمن۔ (شامي: (۲۶/۵) كتاب البيوع، باب خيار العيب، مطلب: وجد في الحنطة ترابا، ط: سعيد)

إذا وجد المشتري في الحنطة أو الشعير وأمثالهما من الحبوب المشتراة ترابا فإن كان ذلك التراب يعدُّ قليلاً في العرف صح البيع، وإن كان كثيرا بحيث يعدّ عيبا عند الناس يكون المشتري مخيرا، فإن شاء أخذ الحنطة بكل الثمن، وإن شاء ردها... (شرح المجلّة لرستم باز: (۱۵۶/۱) رقم المادة: ۳۵۳، الكتاب الأول: في البيوع، الباب السادس: في بيان الخيارات، الفصل السادس: في بيان خيار العيب، ط: فاروقيه كوئٹه)

شرح المجلّة للأتاسي: (۳۳۰/۲) رقم المادة: ۳۵۳، أيضا، ط: رشيديه۔

۞ نبی الانبیاء، سید المرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اجرت پر بکریاں چرائی ہیں، اور تجارت بھی کی ہے۔[۱]

انبیاء کرام بازاروں میں گشت کیا کرتے تھے

''خلفاء کرام بازاروں میں گشت کیا کرتے تھے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

انبیاء کرام کے ساتھ

''سچا امانت دار تاجر'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۱۹/۴)

انتقال ہوجائے شریک کا

''شرکاء میں سے ایک شریک کا انتقال ہوجائے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

انٹرنیٹ

☆...... ''انٹرنیٹ'' سے مراد معلومات کا عالمی جال ہے۔

☆...... انٹرنیٹ پر برقی تجارت (ای کامرس) زیادہ تر ویب سائٹس یا ای کامرس کے ذریعے انجام دی جاتی ہے، باقی جہاں تک چیٹنگ روم کا تعلق ہے تو اس کے ذریعے عقد کرنے میں دھوکہ دہی کا احتمال رہتا ہے، کیوں کہ اس میں عاقدین دوسرے کے بارے میں مختلف تعارف شامل نہیں کر سکتے، کیوں کہ عام طور پر اس طرح کے چیٹنگ روم میں فرضی ناموں سے گفتگو کی جاتی ہے۔

---

(۱) قال العلماء، كان الأنبياء عليهم السلام يحترفون بالحرف ويكتسبون بالمكاسب فقد كان إدريس خياطًا، وقد كان أكثر عمل نبينا عليه السلام في بيته الخياطة... وكان نوح نجارًا، وإبراهيم بزازًا،... وداود زرادًا، وآدم زراعًا وكان أول من حاك ونسج أبونا آدم... وكان سليمان يعمل الزنبيل في سلطنته ويأكل من ثمنه ولا يأكل من بيت المال، وكان موسى وشعيب ومحمد رعاة، فإنه عليه السلام آجر نفسه قبل النبوة في رعي الغنم.... (تفسير روح البيان: (۳۸۹/۵) سورة الأنبياء، تحت رقم الآية: ۸۰، ط: دار إحياء التراث العربي)

الجامع لأحكام القرآن: (۳۲۱/۱۱)، سورة الأنبياء، رقم الآية: ۸۰، ط: دار عالم الكتب۔

انٹرنیٹ پر کرنسیوں کی خرید وفروخت

"فون پر کرنسیوں کی خرید وفروخت" عنوان کے تحت دیکھیں۔(۱۲۲/۵)

انٹرنیٹ سروس مہیا کرنا

☆......انٹرنیٹ کو اصل میں معلومات حاصل کرنے میں سہولت پیدا کرنے کے لیے بنایا گیا ہے، تخریبی اور فحش مقاصد کے لیے نہیں، مگر اب لوگوں نے اس کو تخریبی، ناجائز کام اور فحش مقاصد کے لیے بھی استعمال کرنا شروع کر دیا ہے جب کہ انٹرنیٹ سروس فراہم کرنے والے ادارے (Service Provider) کی حیثیت اس سلسلے میں محض ذریعے کی ہے۔

باقی جائز ناجائز ہونے کا دارومدار استعمال کرنے والے پر ہے، اس لیے انٹرنیٹ سروس فراہم کرنے کا کاروبار اصل کے اعتبار سے جائز ہے اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی حرام نہیں ہے، تاہم چوں کہ یہ سروس بعض صورتوں میں ناجائز کام کے لیے ذریعہ بنتی ہے، اس لیے اس کاروبار سے بچنا چاہئے۔

☆......اگر انٹرنیٹ سروس مکمل طور پر غیر اخلاقی مواد سے پاک اور صاف ہے یعنی حکومت کی طرف سے غیر اخلاقی مواد بند کر دیا گیا ہو تو اس قسم کی انٹرنیٹ سروس مہیا کرنا اور اس پر فیس وصول کرنا جائز ہے۔ اور اگر انٹرنیٹ سروس غیر اخلاقی مواد سے پاک صاف نہیں ہے تو جان بوجھ کر اس کی سروس مہیا کر کے فیس وصول کرنا جائز نہیں ہوگا۔[1]

---

(۱) إن بيع العصير ممن يتخذه خمرا إن قصد به التجارة فلا تحرم وإن قصد لأجل التخمير حرم، قوله: لا بيع العصير ممن يتخذه خمرا الخ ـ فسر في مشكلات القدوري ممن يتخذه خمرا بالمجوس لا المسلم، أما بيعه من المسلم فيكره، لأن المجوس يستحلون ذلك... وأما في حق المسلم ففيه إعانة على الفسق و المعصية ، فيكره ـ (شرح الأشباه والنظائر للحموي: (۱/ ۹۶، ۷۰) الفن الأول: القواعد الكلية، القاعدة الثانية: الأمور بمقاصدها، ط: علمية كوئته)=

انٹرنیٹ سے سودا کرنا

''ٹیلی فون سے سودا کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۶۵/۳)

انٹرنیٹ کے ذریعے ایجاب ہوا

''ٹیلیفون کے ذریعے ایجاب ہوا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۶۶/۳)

انٹرنیٹ کے ذریعے بیع صرف کرنا

''برقی تجارت کے ذریعے بیع صرف کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۱۰۵/۲)

انٹرنیٹ کے ذریعے خریدنے کا طریقہ

انٹرنیٹ کے ذریعے خریداری کا طریقہ یہ ہے کہ خریدار کو کسی خاص ادارے کی تجارتی پیش کشوں (ٹریڈ پوسٹوں) پر انٹرنیٹ کے ذریعے رابطہ کر کے سامان منتخب کرنا اور مطلوبہ مقدار کی تعیین کرنا اور فہرست میں بیانات کا اندراج کرنا پڑتا ہے۔

☆......اس کے بعد سامان کی ترسیل اور تحمیل کے لیے کسی ایک ذریعے کو منتخب کرنا اور اس کے لیے ضروری معلومات فراہم کرنا پڑتا ہے، مثلاً: خریدار کا نام، پتا

= الضابط عندهم: أن كل ما فيه منفعة تحل شرعا، فإن بيعه يجوز؛ لأن الأعيان خلقت لمنفعة الإنسان۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: (۳۴۳۱/۵) القسم الثالث: العقود أو التصرفات المدنية المالية، الفصل الأول: عقد البيع، المبحث الرابع: البيع الباطل والبيع الفاسد، ط: رشيديه)

وجاز (بيع عصير) عنب (ممن) يعلم أنه (يتخذه خمرا)؛ لأن المعصية لا تقوم بعينه بل بعد تغيره وقيل يكره لإعانته على المعصية ... قلت: وقدمنا ثمة معزيا للنهر أن ما قامت المعصية بعينه يكره بيعه تحريما وإلا فتنزيها، فليحفظ توفيقا۔ (الدر مع الرد: (۳۹۱/۶) كتاب الحظر والإباحة، فصل: في البيع، ط: سعيد)

اور جس جگہ مال منگوایا جارہا ہے اس کا پتا فراہم کرنا پڑتا ہے۔

☆...... خریدار طلب نامہ (آرڈر سمری) وصول کرے گا، تاکہ اس کے بیانات کی تصدیق ہو جائے۔

☆...... ان تمام چیزوں کے بعد قیمت کی ادائیگی کا مرحلہ آتا ہے، جب کارروائی کا اتنا حصہ سوفٹ ویئر کمپنی کی طرف سے عقد کی سلامتی اور پیش کردہ تفصیلات کو محفوظ کرنے کے بعد مکمل ہو جائے گا تو خریدار ''کریڈٹ کارڈ'' کے ذریعے ادائیگی کرے گا، اس کے لیے وہ ایک خاص بٹن (جس کے ذریعے سے کریڈٹ کارڈ کی رقم منتقل ہوتی ہے اس) سے کام لے گا، جس کے نتیجے میں تمام تفصیلات خاص کوڈ ورڈ انداز میں (**Finacal Broker coded Images**) کو منتقل ہو جائیں گی جو اس کریڈٹ کارڈ کے صحیح ہونے کی تصدیق کرے گا اور اس بات کی بھی تصدیق کرے گا کہ اس کے اکاؤنٹ میں اس سودے کے لیے رقم کافی ہے یا نہیں؟ نیز وہ بائع (بیچنے والے) کی شخصیت، اس کی فراہم کردہ معلومات اور ویب سائٹ کی سب کرپشن کی مدت کی بھی تصدیق کرے گا۔

☆...... اس کے بعد خریدار اپنے آرڈر کا اپرووڈ حاصل کرے گا جس کا دورانیہ بیس سیکنڈ ہوتا ہے اور خریدی ہوئی چیز کے پہنچنے کا انتظار کرے گا، اگر وہ چیز پروگرام یا تصاویر وغیرہ ہوں تو وہ نیٹ کمپیوٹر کی سکرین پر براہِ راست پہنچ جائیں گی اور اگر وہ گڈز ہوں مثلاً: گاڑی وغیرہ تو ان کی سپردگی کی مدت جگہوں اور شپنگ کے لحاظ سے مختلف ہو سکتی ہے۔

☆...... واضح رہے کہ کریڈٹ کارڈ کا معاہدہ سودی نظام پر مبنی ہے، جس طرح سود دینا ناجائز اور حرام ہے اس کا معاہدہ کرنا بھی ناجائز اور حرام ہے؛ اس لیے کریڈٹ کارڈ لینا اور اس سے خریداری کرنا سود دینے اور اس کا معاہدہ کرنے کی وجہ

سے ناجائز اور حرام ہے؛ اس لیے متبادل غیر سودی طریقہ استعمال کیا جائے۔[1]

انٹرنیٹ کے ذریعے فروخت کرنے کا طریقہ

نیٹ کے ذریعے کسی چیز کو فروخت کرنے کا طریقہ یہ ہے:

☆...... کمپنی کی طرف سے متعین کیے ہوئے ذمہ دار ادارے کی اتباع کرنا، تاکہ اس کے ذریعہ سائٹ کو قابل بنانے، آرڈر وصول کرنے، سودے کی قیمتوں کے بارے میں بات چیت، چیز کی سپردگی کی جگہ اور حوالگی کے طریقہ کار وغیرہ امور طے کرلیے جائیں تاکہ بیانات کی تصدیق ہوسکے۔

☆...... کریڈٹ کارڈ سے متعلقہ بروکر کے پیغام کا انتظار کرنا۔

☆...... بروکر کا کام یہ ہوتا ہے کہ تمام ڈیٹا بائع (بیچنے والے) کے بینک کو ارسال کرتا ہے تاکہ وہ اس بات کا اطمینان حاصل کرے کہ اس کا کارڈ صحیح ہے اور اس کی بقایا رقم مطلوبہ آرڈر کو پورا کرنے کے لیے کافی ہے یا نہیں؟

جب ان تمام باتوں کی تصدیق ہوجاتی ہے تو بینک بروکر کو اطلاع کردیتا ہے تاکہ وہ بائع کو یا ہر اس شخص کو جس کے ذمہ ادارے کو بیانات کے صحیح ہونے کی اطلاع کرنی ہے اطلاع کرسکے۔

☆...... کمپنی کے ساتھ متعلقہ اداروں کو عقد کی منظوری کا خط ارسال کرنا تاکہ حساب کتاب سے متعلقہ کارروائیاں مکمل ہوجائیں اور خریدار کے پاس ترسیل کے ذرائع سے آرڈر پورا کرنے کے لیے کارروائی مکمل کرلی جائے۔

---

(۱) {احلّ اللہ البیع وحرّم الربوا}۔ (البقرۃ: ۲۷۵)

عن علی رضی اللہ عنہ: أنہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لعن اٰکل الربوا و موکلہ و کاتبہ و مانع الصدقۃ و کان ینھی عن النوح، رواہ النسائی۔ (مشکوۃ المصابیح: (ص: ۲۴۶) باب الربوا، الفصل الثالث، ط: قدیمی)

صحیح البخاری: (۲۷۹/۱) کتاب البیوع، باب اٰکل الربوا و شاھدہ...، ط: قدیمی)

☆......واضح رہے کہ کریڈٹ کارڈ کا مدار سودی نظام اور سودی معاہدے پر ہے، اس لیے اس کو لینا اور استعمال کرنا جائز نہیں ہے، سود دینا اور سود دینے کا معاہدہ کرنا دونوں ناجائز اور حرام ہیں، اس لیے اس قسم کے کارڈ سے اجتناب کیا جائے۔ (۱)

انٹرنیٹ کے ذریعے مارکیٹنگ کرنا

موجودہ دور میں انٹرنیٹ (معلومات کا عالمی جال) مارکیٹنگ کا ایک بہت بڑا ذریعہ بن چکا ہے، دنیا کے اکثر خطوں میں اس کا استعمال ہو رہا ہے، تاجر حضرات بھی اس کو استعمال میں لا کر اپنی اشیاء اور مصنوعات کو عالمی منڈی اور خریداروں میں متعارف کرواتے ہیں، اگر مارکیٹنگ کے لیے اعلان واشتہار شریعت کے قواعد وضوابط کے مطابق ہے تو جائز ہے ورنہ ناجائز ہے، مثلاً: حرام اشیاء کا اعلان واشتہار نہ ہو اور جان دار کی تصویر اور حرام چیزیں شامل نہ ہوں تو جائز، ورنہ ناجائز ہے۔ (۲)

انٹرنیٹ کیفے

موجودہ دور میں شہروں اور آباد مقامات پر انٹرنیٹ کیفے کھولے جاتے ہیں، جہاں لوگوں کو انٹرنیٹ استعمال کرنے کی سہولت دی جاتی ہے، عام وخاص لوگ وہاں

---

(۱) انظر الحاشية السابقة۔

(۲) وظاهر كلام النووي في شرح مسلم: الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال:: وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام لكل حال؛ لأنّ فيه مضاهاة لخلق الله تعالىٰ۔ (شامي: (۱/ ۶۴۷) كتاب الصلاة، مطلب: مكروهات الصلاة، ط: سعيد)

☜ البحر الرائق: (۲/ ۴۸) كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة، وما يكره فيها، ط: رشيديه۔

☜ شرح المسلم للنووي: (۲/ ۱۹۹) كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان...، ط: قديمي۔

☜ [ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا الله إن الله شديد العقاب]۔ (المائدة: ۲)

☜ الإعانة في المعصية وترويجها، وتقريب الناس إليها معصية وفساد في الأرض۔ (حجة الله البالغة (۲/ ۲۰۰) مبحث في البيوع المنهي عنها، ط: مير محمد)

آکر انٹرنیٹ استعمال کرتے ہیں، اور گھنٹہ اور منٹ کے حساب سے ادارہ کو فیس ادا کرتے ہیں، اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر انٹرنیٹ میں فحش مواد، جاندار کی تصاویر، رقص، گانے اور موسیقی کے پروگرام نہ ہوں تو انٹرنیٹ کیفے کھولنا اور لوگوں کو استعمال کے لیے کرایہ پر دینا اور اس کے عوض فیس لینا جائز ہے، مثلاً ٹیلفون تعلیمی ضرورت، تجارت و کاروبار اور ای میل وغیرہ کے لیے استعمال کرنا جائز ہے، اور اگر اس میں فحش مواد، جاندار کی تصاویر، رقص و سرود، گانے موسیقی وغیرہ گناہوں کے پروگرام ہوں تو انٹرنیٹ کیفے کھولنا، کرایہ پر دینا اور فیس وصول کرنا ناجائز اور حرام ہوگا اس سے بچنا لازم ہوگا۔ (۱)

---

(۱) وهٰذا يفيد أن آلة اللهو ليست محرمة لعينها، بل لقصد اللهو منها إما من سامعها أو من المشتغل بها... ألا ترى أن ضرب تلك الآلات بعينها حل تارة وحرم أخرى باختلاف النية بسماعها والأمور بمقاصدها۔ (شامي: (۳۵۰/۶) كتاب الحظر والإباحة، قبيل: فصل في اللبس، ط: سعيد)

والقسم الثالث: ما وضع لأغراض عامة، ويمكن استعماله في حالتها الموجودة في مباح أو غيره... والظاهر من مذهب الحنفية أنهم يجيزون بيع هٰذا القسم، وإن كان معظم منافعه محرمًا... ولكن جواز البيع في هٰذه الأشياء بمعنى صحة العقد۔ أما الإثم، فيتأتى فيه ما ذكرناه في شروط العاقد من أنه إذا كان يقصد به معصية بائعًا أو مشتريًا، فالبيع يكره تحريمًا، وذلك إما بنية في القلب أو بالتصريح في العقد أن البيع يقصد به محظور، أما إذا خلا العقد من الأمرين، ولا يعلم البائع بيقين أن المشتري يستعمله في محظور، فلا إثم في بيعه، وإن علم البائع أنه يستعمله في محظور وكان سببًا قريبًا داعيًا إلى المعصية، فيكره له البيع تحريمًا، وإن كان سببًا بعيدًا لا يكره مثل بيع الحديد من أهل الحرب أو أهل البغي... وتبين بذلك حكم بيع المذياع (الراديو) والمسجل والحاكي، فإن جميع هٰذه الأشياء وضعت لأغراض عامة تحتمل الاستعمال في مباح وغيره... والظاهر أن هٰذا هو الحكم في بيع الكاميرا، فإنه وضع لأغراض عامة، ولا يتمحض لتصوير ما فيه روح، فيمكن استخدامه في تصوير ما لا روح فيه، وهو جائز بالإجماع۔ نعم! إذا علم البائع بيقين أن المشتري يقصده لمحظور لا غير، فيكره بيعه تحريمًا۔ (فقه البيع على المذاهب الأربعة: (۳۲۳/۱، ۳۲۵) المبحث الثالث، الباب الأول في البيع، ويشترط فيه لصحة البيع، الشرط الثاني: كون المبيع متقومًا، ط: معارف القرآن)

وما كان سببًا لمحظور فهو محظور۔ (شامي: (۳۵۰/۶) كتاب الحظر والإباحة، ط: سعيد۔

انٹرنیٹ میں اعلانات

انٹرنیٹ میں حلال اور جائز کاموں کی ویب سائٹوں کے تشہیری اعلانات بنانا یا ان کے رکھنے کی جگہ دینا یا ان کی تشہیر کرنا جائز ہے، بشرطیکہ جان دار کی تصویر نہ ہو۔

اور اگر انٹرنیٹ میں حرام کاموں کی ویب سائٹس کے تشہیری اعلانات بنائے جائیں یا ان کے رکھنے کی جگہ دی جائے یا ان کی تشہیر کی جائے تو یہ ناجائز اور حرام ہوگا اور آمدنی بھی حرام ہوگی۔ (۱)

انٹرنیٹ میں ایجاب وقبول

''برقی تجارت میں ایجاب وقبول'' (۱۰۶/۲) اور ''برقی پیغام کے ذریعے ایجاب وقبول'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۰۳/۲)

انٹرنیٹ میں سودا کرنے کا طریقہ

''برقی تجارت میں سودا کرنے کا طریقہ'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۰۶/۲)

انجکشن کے ذریعے مادہ کو حاملہ بنانا

''تولیدی جوہر کی تجارت'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۴۲۲/۲)

اندازہ کر کے اشیا فروخت کرنا

''تول کر اشیا فروخت کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۴۱۸/۲)

اندرون ملک میں ہنڈی کا معاملہ

''ہنڈی کا معاملہ اندرون ملک میں'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۸۵/۶)

(۱) انظر للتخریج تحت عنوان ''انٹرنیٹ کے ذریعے مارکیٹنگ کرنا'' (وظاهر كلام النووي في شرح مسلم)

انڈے کے عوض انڈے کی بیع

انڈے عددی اشیاء میں داخل ہیں، اس لیے ان میں کمی زیادتی کے ساتھ تبادلہ کرنا جائز ہے، البتہ ادھار جائز ہے یا نہیں اس کا مدار جنس ایک ہونے یا نہ ہونے پر ہے۔

جن دو پرندوں یا جانوروں کے انڈوں میں تبادلہ ہو رہا ہے، اگر دونوں کی جنس ایک ہے تو دونوں جانب ہاتھ در ہاتھ نقد ہونا ضروری ہوگا، ادھار کا معاملہ کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اور اگر دونوں کی جنس الگ الگ ہیں تو ہاتھ در ہاتھ نقد معاملہ کرنا لازم نہیں ہوگا بلکہ ادھار کرنا بھی جائز ہوگا۔

اور جن دو پرندوں یا جانوروں کے انڈوں میں تبادلہ ہو رہا ہے ان دونوں کی جنس ایک ہے یا نہیں اس کا مدار عرف پر ہے، یعنی جن پرندوں کو عرف میں ایک جنس سمجھا جاتا ہے، مثلاً مرغی اور چھوٹی بطخ کے انڈے یہ ایک جنس کے ہیں، ان میں ادھار جائز نہیں ہے، اور جن انڈوں کو ایک سائز کا نہیں سمجھا جاتا، ان کی جنس الگ ہے، جیسے بڑی بطخ کے انڈے اور شتر مرغ کے انڈے یا چھوٹی مرغابی کے انڈے، لیکن یاد رہے، اس بارے میں کتابوں میں کسی قسم کی صراحت موجود نہیں ہے، اس لیے عرف پر مدار رکھا ہے۔

---

(۱) في حديث طويل اخرجه مسلم عن عبادة بن الصامت قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فيه: فإذا اختلف هذه الأصناف فبيعوا كيف شئتم إذا كان يدا بيد۔ (صحيح مسلم: (۱۲۰۸/۳) باب الصرف وبيع الذهب بالورق نقدا، (رقم: ۱۵۸۷) ط: دار إحياء التراث العربي بيروت، و: (۲۵/۲) كتاب البيوع، باب الربا، ط: قديمى)

وعن إبراهيم كان لا يرى بأسا بالثوب بالثوبين نسيئة إذا اختلفا ويكرهه من شيء واحد، قال الثوري عن مغيرة: لا بأس بالنسمة بالنسمتين إذا اختلفا۔ (المصنف لعبد الرزاق: (۳۵/۸) باب البز بالبز، (رقم: ۱۴۱۹۷) ط: إدارة القرآن)=

انڈے گندے

(۳۴۱) ☆...... کسی نے دو روپے کے حساب سے کچھ انڈے خریدے، جب توڑے تو سب گندے نکلے تو ساری قیمت واپس لے سکتا ہے اور ایسا سمجھا جائے گا کہ گویا اس نے بالکل خریدا ہی نہیں، اور اگر کچھ انڈے گندے نکلے اور کچھ اچھے تو گندے انڈوں کے دام واپس لے سکتا ہے۔

☆...... اور اگر کسی نے پچاس روپے درجن کے حساب سے، مثلاً: دوسو انڈے خرید لیے اور ان میں کچھ خراب نکلے تو دیکھیں گے کتنے خراب نکلے، اگر سو میں پانچ خراب نکلے تو اس کا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زیادہ خراب نکلے تو خراب انڈوں کی قیمت حساب کر کے واپس لے لے۔ البتہ اگر بیچنے والا سو میں چار پانچ یا ایک دو انڈے بھی خراب نکلیں تو واپس لے لیتا ہے تو اس صورت میں خریدنے والا واپس

= وعلى هذا يجوز بيع بيضة ببيضتين إذا كان يدا بيد، لأنه لايتحقق فيه العلة... ويحرم بيع البيض بالبيض نساء۔ (الموسوعة الفقهية: (۲۶۸/۸) حرف الباء، مادة: بيض، ط: وزارة الأوقاف والشؤن الاسلامية، كويت)

وإذا وجدا حرم التفاضل والنساء لوجود العلة، وإذا وجد أحدهما وعدم الآخر حل التفاضل وحرم النساء مثل أن يسلم هرويا في هروي أو حنطة في شعير فحرمة ربا الفضل بالوصفين وحرمة النساء بأحدهما... قال ويجوز بيع البيضة بالبيضتين، والتمرة بالتمرتين، والجوزة بالجوزتين لانعدام المعيار، وفي هامشه: (القدر) فلايتحقق الربا۔ (الهدايه: (۸۳/۳) كتاب البيوع، باب الربا، ط: رحمانيه)

فليس الزرع والعدبربا (الدر المختار) أي لايتحقق فيها ربا، والمراد بالفضل لتحقق ربا النسيئة۔ فلو باع... بيضة ببيضتين جاز لو يدا بيد، لالو نسيئة؛ لأن وجود الجنس فقط يحرم النساء لاالفضل كوجود القدر فقط۔ (شامي: (۱۷۰/۵) كتاب البيوع، باب الربا، مطلب في الإبراء عن الربا، ط: سعيد)

والعرف في الشرع له اعتبار... لذا عليه الحكم قد يدار... واعلم أن اعتبار العادة والعرف رجع إليه في مسائل كثيرة حتى جعلوا ذلك أصلا، فقالوا تترك الحقيقة بدلالة الاستعمال والعادة۔ (رسائل ابن عابدين: (۴۴/۱) الرسالة الثانية، ط: سهيل اكيڈمى لاهور)

کرسکتا ہے اور رقم حساب سے واپس لے سکتا ہے۔[1]

انسان

انسان اشرف المخلوقات ہے مال نہیں ہے، بلکہ مال کو استعمال کرنے والا ہے؛ اس لیے اس کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے۔[2]

---

(۱) ومن اشترى بيضا أو بطيخا أو قثاء أو خيارًا أو جوزًا فكسره فوجده فاسدًا، فإن لم ينتفع به رجع بالثمن كله؛ لأنه ليس بمال فكان البيع باطلاً... وإن كان ينتفع به مع فساده لم يرده؛ لأن الكسر عيب حادث، ولكنه يرجع بنقصان العيب، دفعًا للضرر بقدر الإمكان،... ولو وجد البعض فاسدًا وهو قليل، جاز البيع استحسانًا؛ لأنه لايخلو عن قليل فاسد، والقليل مالايخلو عنه الجوز عادة كالواحد والاثنين في المائة، وإن كان الفاسد كثيرًا لايجوز، ويرجع بكل الثمن؛ لأنه جمع بين المال وغيره، فصار كالجمع بين الحر والعبد۔ (الهداية: (۷۳/۵، ۷۳) كتاب البيوع، باب خيار العيب، ط: بشرى)

البيض والجوز وماشاكلهما إذا ظهر بعضها فاسدًا فما لايستكثره في العادة والعرف كالاثنين والثلاثة في المائة يكون معفوًا وإن كان الفاسد كثيرًا كالعشرة في المائة كان للمشتري رد جميعه للبائع واسترداد ثمنه منه كاملاً... والكثير مازاد أي مازاد على الثلاثة، وفي الفتح: وجعل الفقيه أبو الليث الخمسة والستة في المائة من الجوز عفوًا، قال: لأن مثل ذلك قد يوجد في الجوز، فصار كالمشاهد عند البيع، فما فوق الستة في المائة من الجوز كثير۔ (شرح المجلة للأتاسي: (۳۳۱/۲، ۳۳۲) رقم المادة: ۳۵۴، البيوع، الباب السادس: في بيان الخيارات، الفصل السادس: في بيان خيار العيب، ط: رشيديه)

شرح المجلة لرستم باز: (۱۵۷/۱) رقم المادة: ۳۵۴، ط: فاروقيه كوئٹه۔

(۲) عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: قال الله: ثلاثة أنا خصمهم يوم القيامة رجل أعطى بي ثم غدر، ورجل باع حرًا فأكل ثمنه، ورجل استأجر أجيرًا فاستوفى منه ولم يعط أجره۔ (صحيح البخاري: (۲۹۷/۱) كتاب البيوع، باب إثم من باع حرا، ط: قديمى)

وقال شيخنا: استدل بالحديث على أنه لايجوز بيع ميتة الآدمي مطلقًا سواء فيه المسلم والكافر أما المسلم فلشرفه وفضله حتى أنه لايجوز الإنتفاع بشيء من شعره وجلده وجميع أجزائه وأما الكافر فلأن نوفل بن عبد الله بن المغيرة لما اقتحم الخندق وقتل وغلب المسلم على جسده فأراد المشركون أن يشتروه منهم فقال (صلى الله عليه وسلم): لاحاجة لنا بجسده ولا بثمنه فخلّى بينهم وبينه، ذكره ابن اسحاق وغيره من أهل السير، قال ابن هشام: أعطوا رسول الله صلى الله عليه وسلم بجسده عشرة آلاف درهم فيما بلغني عن الزهري، وروى الترمذي من حديث ابن عباس أن المشركين أرادوا أن يشتروا جسد رجل من المشركين فأبى النبي صلى الله عليه وسلم أن يبيعهم۔ (عمدة القاري: ۷۸/۱۲) كتاب البيوع، باب بيع الميتة والأصنام، ط: دار الكتب العلمية)=

انسان کی خرید وفروخت

آزاد انسان خواہ مسلمان ہو یا کافر، مرد ہو یا عورت، زندہ ہو یا مردہ اس کی خرید وفروخت حرام اور ناجائز ہے، حدیث شریف میں اس پر سخت وعید آئی ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خود مدعی بن کر ایسے لوگوں کے خلاف فیصلہ کرے گا۔ [۱]

انسان کی لاش

☆......جس طرح زندہ انسانوں کی خرید وفروخت حرام اور ناجائز ہے، اسی طرح مردہ انسان کی لاش کی خرید وفروخت بھی حرام ہے، خواہ مسلمان کی لاش ہو یا کافر کی، عورت کی ہو یا مرد کی، کسی کا وارث موجود ہو یا وہ لاوارث ہو، بہر صورت ناجائز اور حرام ہے، اور اس سے جو پیسے حاصل ہوتے ہیں وہ بھی حرام ہیں۔

☆......بعض گورکن قبروں سے لاشوں کو نکال کر فروخت کرتے ہیں، یہ حرام اور ناجائز ہے اور پیسے بھی حرام ہیں، اور بہت ہی بڑا جرم اور سنگین گناہ ہے، ایسے لوگوں پر آخرت میں سخت عذاب ہوگا۔

☆......بعض لوگ انسانی ہمدردی کے نام پر بعض ملکوں یا بعض علاقوں میں طبی ضرورت کے تحت لاشوں کی خرید وفروخت کرتے ہیں یہ ناجائز اور حرام کام کرتے ہیں، ایسا کاروبار اور دھندا کرنے والے قرآن وسنت کی رو سے سخت مجرم اور تعزیری سزا کے قابل ہیں۔

= اعلاء السنن: (۱۴/ ۱۱۸، ۱۱۹) أبواب البيع ، أبواب البيوع الفاسدة ، باب بيع جثة المشرك، ط: إدارة القرآن كراچی۔

قوله : (وشعر الإنسان والإنتفاع به) أي لم يجز بيعه والإنتفاع به ؛ لأنّ الآدمي مكرم غير مبتذل فلا يجوز أن يكون شيئ من أجزائه مهانا مبتذلاً . . . بأن الآدمي مكرم وإن كان كافراً۔ (البحر الرائق: ۱۳۳/۲) كتاب البيع، باب البيع الفاسد، ط: رشيديه)

(۱) انظر الى الحاشية السابقة۔

☆...... جو لوگ انسان کی خدمت اور اس کے احترام کے نام پر ڈاکٹری تعلیم حاصل کرتے ہیں اور انسانی جسم اور اعضاء کو خرید کر اس کی بے حرمتی کرتے ہیں، انہیں قیامت کے دن جواب دہی کرنی ہوگی جب کہ احکم الحاکمین خود مدعی ہوگا اور مدعی بن کر فیصلہ کرے گا۔

☆...... بعض ڈاکٹر حضرات کہتے ہیں کہ: ہم طبی تعلیم کی غرض سے کفار کی لاشیں اور ان کے اعضاء منگواتے ہیں اور ان پر تجربے کرتے ہیں، ان کا یہ کہنا غلط ہے؛ کیوں کہ حدیث پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رو سے کافر کی لاش بھی اس قابل نہیں کہ اس کی خرید وفروخت کی جائے یا اس پر تجربے کیے جائیں؛ کیوں کہ انسان بہر حال قابل احترام ہے، وہ دوسرے انسانوں کے ہاتھوں قطع و برید کر کے ذلیل ہونے کے لیے نہیں ہے۔ (١)

انسانی اعضاء کی خرید وفروخت

☆ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجموعی طور پر مکرّم اور مشرّف پیدا فرمایا ہے، اسی تکریم اور شرافت کی وجہ سے انسانی اعضاء کی خرید وفروخت کرنا جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ اس صورت میں انسانی اعضاء بازاری مال بن جائیں گے اور ان کی عظمت ختم ہو جائے گی اور ان کی اہانت وذلت لازم آئے گی، اس لیے کسی مریض کو آنکھ، گردہ اور دوسرے اعضا دینا جائز نہیں ہے۔ (٢)

---

(١) تخریج کے لیے "انسان کی خرید وفروخت" عنوان کے تحت دیکھیں۔

(٢) والآدمي بجميع أجزائه محترم مكرم، وليس من الكرامة والإحترام ابتذاله بالبيع والشراء. (بدائع الصنائع: (١٤٥/٥) كتاب البيوع، فصل وامّا الذي يرجع إلى المقصود، ط: سعيد)

شامي: (٥٨/٥) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب: الآدمي مكرم شرعا ولو كافرا، ط: سعيد)=

☆انسانی اعضاء کی خرید وفروخت جائز نہیں، حرام ہے اور اس کی آمدنی بھی حرام ہے۔ واضح رہے کہ انسان اپنے اعضاء کا مالک نہیں ہے، ورنہ آخرت میں حساب وکتاب کا کوئی معنی نہیں ہوگا؛ کیوں کہ مالک اپنی مملوکہ چیز میں تصرف کرے تو اس میں حساب نہیں ہوتا۔

یہ اعضاء انسان کے پاس امانت ہیں، صرف شریعت کے مطابق استعمال کرنے کی اجازت ہے، شریعت کے خلاف استعمال کرنے کی بھی اجازت نہیں، ورنہ آخرت میں سزا ہوگی۔

نیز یہ کہ انسان مخدوم ہے خادم نہیں ہے؛ اس لیے بھی اس کی خرید وفروخت جائز نہیں، ورنہ خادم اور مخدوم دونوں برابر ہو جائیں گے، یہ درست نہیں۔

ہاں اگر کسی نے شریعت کے حکم سے ناواقفیت کی بنا پر کسی انسان کے اعضاء اپنے جسم میں لگا ہی لیے ہیں تو وہ استغفار کرتا رہے اور کچھ صدقہ خیرات بھی کردے۔ (۱)

مزید "اعضائے انسان کی خرید وفروخت" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۹۸/۱)

انسانی بول وبراز کھاد کے طور پر بیچنا

"انسانی فضلہ" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۴۵/۱)

انسانی فضلہ

اگر انسانی فضلہ میں مٹی وغیرہ ملا کر اسے کھاد بنا دیا جائے تو اس کی خرید و

...والإنتفاع به؛ لأن الآدمي مكرم غير مبتذل، فلايجوز أن يكون شيء من أجزائه مهاناً ومبتذلاً، وفي بيعه إهانة له وكذا في إمتهانه بالانتفاع۔ (فتح القدير: (۳۹۰/۶، ۳۹۱) باب البيع الفاسد، ط: رشيديه)

(۱) انظر الحاشية السابقة رقم: ۲۔

فروخت جائز ہے، خالص فضلے کی خرید وفروخت کرنا مکروہ ہے۔[۱]

انسانی لاش

''انسان کی لاش'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۳۴۳/۱)

انشورنس

☆ ''بیمہ'' کو انگریزی زبان میں ''انشورنس'' (Insurance) اور عربی زبان میں ''التامین'' کہتے ہیں۔

بیمہ اور انشورنس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کو مستقبل میں جو خطرات درپیش ہوتے ہیں کوئی انسان یا ادارہ ضمانت لیتا ہے کہ فلاں قسم کے خطرات (Risks) کے نتیجے میں ہونے والے نقصان کی مالی تلافی میں کروں گا، اور بیمہ اور انشورنس پالیسی خریدنے والا آپس میں معاہدہ سے طے ہونے والی مخصوص رقم ادارہ کو ادا کرتا رہے گا۔

جو ادارہ مالی تلافی کی ضمانت لیتا ہے اسے انشورر (Insurer) اور جو شخص بیمہ اور انشورنس کراتا ہے اسے پالیسی ہولڈر (Policy Holder) اور جس سامان وغیرہ کی انشورنس ہوتی اسے انشورڈ (Insured) کہا جاتا ہے، اور انشورنس کرانے والا آدمی جو عوض ادا کرتا ہے اسے قسط اور پریمیم (Premium)

---

(۱) (کره بیع العذرة) رجیع الآدمي خالصة يكره بل يصح بيع السرقين أي الزبل خلافاً للشافعي وصح بيعها بتراب أو رماد غلب عليها في الصحيح۔ (الدر مع الرد: (۳۸۵/۶) كتاب الحظر و الإباحة، فصل في البيع، ط: سعيد)

ویکره بیع العذرة خالصة وجاز لو مخلوطة برماد أو تراب۔ (مجمع الأنهر: (۲۱۱/۴) کتاب الكراهية، فصل في البيع، ط: غفارية كوئٹه)

البحر: (۳۶۵/۸) كتاب الكراهية، فصل في البيع، ط: رشيديه۔

تبيين الحقائق: (۵۷/۷) كتاب الكراهية، فصل في البيع، ط: دار الكتب العلمية بيروت لبنان۔

کہا جاتا ہے۔

☆انشورنس کی مختلف اقسام ہیں اور وہ یہ ہیں:

❶ جان، زندگی اور اعضاء کی انشورنس۔

❷ جائیداد اور چیزوں کی انشورنس۔

❸ ذمہ داری کا بیمہ (انشورنس)۔

انشورنس کی ان تمام اقسام میں انشورنس کرانے والا معاہدہ کے تحت ماہانہ کچھ رقم انشورنس کرنے والے ادارے کو دیتا ہے، اگر اتفاق سے اس کا نقصان ہوجائے تو انشورنس ادارہ یا کمپنی اس نقصان کی تلافی کرتا ہے، اور اس کی جمع کی ہوئی رقم سے زیادہ رقم دیتی ہے اور اگر مقررہ مدت میں نقصان نہیں ہوا یا اس آدمی کا انتقال نہیں ہوا تو بعض صورتوں میں اس کی جمع کی ہوئی رقم ہی اس کو واپس کردی جاتی ہے اور بعض صورتوں میں اضافی رقم ملا کر واپس کی جاتی ہے، اور بعض صورتوں میں جمع کی ہوئی رقم بھی واپس نہیں کی جاتی۔

انشورنس کی یہ تمام صورتیں جائز نہیں ہیں، اور ان میں بہت سارے مفاسد ہیں، اور وہ یہ ہیں:

❶ سود، کیونکہ حادثہ اور موت واقع ہونے کی صورت میں پریمیم کے طور پر جمع کی گئی رقم سے زیادہ رقم ملتی ہے، یہ سود ہے۔[1]

❷ جوا، کیونکہ یہاں رقم داؤ پر لگادی جاتی ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ اس پر

---

(۱) قال اللہ تعالی: {وأحل اللہ البیع وحرم الربوٰ}۔ [البقرۃ: ۲۷۵]

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربوٰ وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء۔ (الصحیح لمسلم: (۲/۲۷) کتاب البیوع، باب الربا، ط: قدیمی)

جامع الترمذي: (۱/۲۲۹) أبواب البیوع، باب ماجاء في أکل الربوٰ، ط: سعید۔

اضافہ مل جائے اور یہ بھی خطرہ ہے کہ اصل رقم ہی ڈوب جائے۔ (۱)

۞ دھوکہ، کیونکہ انشورنس کے عقد کا انجام غیر یقینی ہے، صورتِ حال واضح نہیں ہے۔ (۲)

انشورنس کرنا املاک کی

''املاک کی انشورنس کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۳۰/۱)

انشورنس کرنا ایکسپورٹ میں

''ایکسپورٹ میں انشورنس کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۸۳/۱)

انشورنس کرنا تجارتی کاموں کے لیے

''تجارتی انشورنس کا حکم'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۷۳/۲)

انشورنس کرنا گاڑی کی

''گاڑی کی انشورنس کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۹۱/۵)

انشورنس کرنا میڈیکل کے نام سے

''میڈیکل انشورنس کا حکم'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۲۱/۶)

---

(۱) { یأیها الذین آمنوا إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون }۔ [المائدة: ۹۰]

وسمی القمار قمارًا؛ لأن کل واحد من المقامرین ممن یجوز أن یذهب ماله إلی صاحبه ویجوز أن یستفید مال صاحبه وهو حرام بالنص۔ (شامی: (۴۰۳/۵) کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ط: سعید)

(۲) عن أبي هریرة رضي الله عنه قال: نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم عن بیع الحصاة وعن بیع الغرر۔ (الصحیح لمسلم: (۲/۲) کتاب البیوع، ط: قدیمی)

جامع الترمذي: (۲۳۳/۱) أبواب البیوع، باب ماجاء في کراهیة بیع الغرر، ط: قدیمی۔

سنن النسائي: (۲۱۶/۲) کتاب البیوع، بیع الحصاة، ط: قدیمی۔

انشورنس کمپنی میں ملازمت کرنا

کسی مسلمان کے لیے کسی انشورنس کمپنی میں حساب کتاب وغیرہ کام کے لیے ملازمت کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں ملازمت کرنا گناہ اور زیادتی کے کام میں تعاون کرنا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ (۱)

انعامات کا اعلان

کسی کام کے انجام دینے والے کے لیے انعام مقرر کرنا جائز ہے، مثلاً: جو امتحان میں اول آئے گا، اس کے لیے اتنا انعام ہوگا، یا کسی کی کوئی چیز گم ہوگئی اس کے لیے اعلان کرے جو تلاش کر کے لا کر دے گا اس کو اتنا انعام دیا جائے گا، یا گھڑ دوڑ یا کشتی وغیرہ میں جو جیتے گا، اس کو اتنا انعام ملے گا یا حکومت وغیرہ یہ اعلان کرے کہ جو شخص فلاں ڈاکو کو پکڑوانے میں مدد کرے گا یا اس کا سراغ لگائے گا تو انعام دیا جائے گا، یہ سب جائز ہے۔ امتحان میں اول آنے کے بعد، گم شدہ چیز ڈھونڈ کر لانے کے بعد، مقابلے میں جیتنے کے بعد اور ڈاکو سے متعلق اطلاع دینے کے بعد وہ انعام کا مستحق ہوگا۔

البتہ اگر دونوں فریق میں سے ایک فریق دوسرے سے کہے کہ: ''جو فریق جیتے گا اس کو ہارنے والا فریق اتنا دے گا''، یہ جُوا ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے، عربی زبان میں اس کو ''جُعل'' یا ''جُعالہ'' کہتے ہیں۔ (۲)

---

(۱) {ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان واتقوا اللہ إن اللہ شدید العقاب}۔ [المائدة: ۲]

إن الإعانة علی المعصیة حرام بنص القرآن۔ (جواھر الفقہ: ۲/۴۵۲) لتفصیل الکلام فی مسئلة الإعانة علی الحرام، ط: دار العلوم کراچی)

(۲) (حل الجعل) وطاب ... (إن شرط المال) فی المسابقة (من جانب واحد، وحرم لو شرط فیھا (من الجانبین) لأنه یصیر قمارًا، (إلا إذا أدخلا ثالثًا) محللًا (بینھما) ... وکذا الحکم (فی المتفقھة) فلذا شرط لمن معه الصواب صح وإن شرطاه لکل علی صاحبه لا، درر و مجتبی۔ =

انعام لینا کمپنی کی جانب سے

"کمپنی کی جانب سے انعام کا حکم" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۳۹/۵)

انعامی بانڈز کی خرید وفروخت

آج کل "انعامی بانڈز" کے نام سے ایک کاروبار ہوتا ہے اور بانڈز مختلف مالیت کے ہوتے ہیں، اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ماہانہ ایک دفعہ قرعہ اندازی کی جاتی ہے، قرعہ اندازی میں جن بانڈز کے نمبرات نکلتے ہیں ان بانڈز والوں کو انعام کے نام پر ایک مخصوص زائد رقم دے دی جاتی ہے اور باقی تمام خریدار انعام کے نام سے زائد رقم کے مستحق ہونے سے محروم ہوجاتے ہیں، البتہ بانڈز کی اصل قیمت پر بانڈز فروخت کر کے یا بینک کو بانڈز واپس دے کر پیسے لینے کے مجاز ہوتے ہیں، اس قسم کے انعامی بانڈز کی خرید وفروخت اور ان کے ذریعے حاصل ہونے والی رقم کو استعمال کرنے کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ سود اور جوے کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے ان کی خرید وفروخت کرنا اور انعام کے نام سے سودی رقم لینا جائز نہیں ہے۔

ایک وجہ تو یہ ہے کہ حکومت انعامی بانڈز کے خریداروں سے حاصل ہونے والی رقم کو اندرون ملک اور بیرون ملک مختلف قسم کے سودی معاملات میں استعمال کرتی ہے، اس اعتبار سے یہ سودی معاملات میں تعاون ہے، اور مختلف خریداروں سے جمع ہونے والی رقم کا فائدہ صرف مخصوص افراد حاصل کرتے ہیں اور باقی ماندہ خریدار محروم ہوتے ہیں۔

دوسرا یہ کہ تمام خریدار اپنے پرائز بانڈ کی رقم کے عوض میں زیادہ رقم ملنے کی امید

=(الدر مع الرد: (۴۰۲/۶، ۴۰۳) كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ط: سعيد)

تبيين الحقائق: (۲۷/۷) كتاب الكراهية، فصل في البيع، ط: دار الكتب العلمية.

بدائع الصنائع: (۲۰۶/۶) كتاب السباق، فصل في شروط جواز السابق، ط: سعيد.

پر ہوتے ہیں، لیکن پہلے سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ قرعہ اندازی میں انعام حاصل ہوگا یا نہیں، اس لیے ہر ایک کا انعام خطرے میں ہوتا ہے یہ قمار اور جوے کی صورت ہے۔

اور یہ دونوں چیزیں ناجائز اور حرام ہیں، لہٰذا یہ کاروبار اور اس سے ملنے والی رقم حرام ہے اس سے اجتناب کرنا لازم ہے۔ (۱)

انعامی بانڈز کی خرید وفروخت کا حکم

موجودہ دور میں حکومت نے ''انعامی بانڈز'' کے نام سے ایک کاروبار

---

(۱) {وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ} [المائدة:۲]
{يٰأيها الذين آمنوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوهُ} [المائدة:۹۰]

عن جابر رضي الله عنه قال: لعن النبي صلى الله عليه وسلم آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه، وقال: هم سواء۔ رواه مسلم (مشكاة: (۲۴۴/۱) كتاب الربوا، الفصل الأول، ط: قديمي)

وسمي القمار قمارًا؛ لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص۔ (شامي: (۴۰۳/۶) كتاب الحظر والإباحة، فصل: في البيع، ط: سعيد)

القمار كله من الميسر، وهو السهام التي يجيلونها، فمن خرج سهمه استحق منه ما توجبه علامة السهم، فربما اخفق بعضهم، حتى لايحظى بشيئ، وينجح البعض فيحظى بالسهم الوافر، وحقيقته تمليك المال على المخاطرة، وهو أصل في بطلان عقود التمليكات الواقعة على الأخطار۔ (أحكام القرآن للجصاص: (۲۵۳/۲)، المائدة: ۹۰، باب تحريم الخمر، ط: قديمي)

إن السندات التي تمثل التزاماً بدفع مبلغها مع فائدة منسوبة إليه أو نفع مشروط محرمة شرعاً من حيث الإصدار أو الشراء و التداول، لأنها قروض ربوية سواء أكانت الجهة المصدرة لها خاصة أم عامة ترتبط بالدولة ولا أثر لتسميتها شهادات أو صكوكاً استثمارية أو ادخارية أو تسمية الفائدة الربوية الملتزم بها ربحاً أو ريعاً أو عمولة أو عائداً۔ (الفقه الاسلامي وادلته: (۵۱۸۸/۷، ۵۱۸۹) قرارات مجمع الفقه الاسلامي، القرارات والتوصيات الصادرة عن مجلس مجمع الفقه الإسلامي في دورة مؤتمره السادس، السندات، ط: رشيديه)

عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن الله تعالى إذا حرم شيئا حرم ثمنه۔ (سنن الدار قطني: (۳۸۸/۳) ط: كتاب البيوع، ط: مؤسسة الرسالة)

اعلاء السنن: (۱۱۳/۱۴) كتاب البيوع، باب حرمة بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام، ط: ادارة القرآن۔

شروع کیا ہوا ہے جو مختلف مالیت کا ہوتا ہے، اس کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ بانڈز حاصل کرنے کے بعد ہر ماہ قرعہ اندازی ہوتی ہے، قرعہ اندازی میں جو نمبر نکلتے ہیں ان کے حاملین کو زیادہ رقم دی جاتی ہے، باقی تمام ممبران کو صرف اپنی جمع شدہ رقم واپس لینے کا حق ہوتا ہے۔

شریعت کی رو سے یہ کاروبار دو وجہوں سے ناجائز ہے:

❶ جن لوگوں کو قرعہ اندازی کے بعد انعام کے نام سے رقم ملتی ہے وہ سود ہے اور سود حرام ہے۔

❷ ہر انعامی بانڈز خریدنے والے ممبر کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے ذریعے مجھے زیادہ رقم ملے اور حقیقت میں ہر ممبر کو نہیں ملتی، بلکہ صرف ان ممبران کو ملتی ہے جن کا نام قرعہ اندازی میں نکل آئے؛ لہٰذا یہ ''جوے'' میں داخل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انعامی بانڈز سود اور جوے کا مجموعہ ہے اور یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ناجائز اور حرام ہیں؛ اس لیے انعامی بانڈز کی خرید و فروخت کرنا ناجائز اور حرام ہے اور اس کا نفع بھی حرام ہے۔ (۱)

☆...... اگر کسی نے حلال رقم سے خرید لیا ہے یا کسی نے قرض میں ادا کیا ہے تو اس کو واپس کر کے اصل رقم واپس لینا جائز ہے۔ (۲)

☆...... اگر قرعہ اندازی میں کسی کا نام نکل آیا اور اس کو اصل رقم سے زائد رقم انعام کے نام سے ملی تو اس زائد رقم کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ ثواب کی نیت

---

(۱) انظر الحاشية السابقة۔

(۲) {وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ} [البقرة:۲۷۹]

☜ لو (وإن تبتم فلكم رؤوس أموالكم لا تظلمون ولا تظلمون) أي إن رجعتم عن الربا وتركتموه فلكم أصل المال الذي دفعتموه من غير زيادة ولا نقصان۔ (صفوة التفاسير: (۱/ ۱۵۸) سورة البقرة: ۲۷۹، ط: قديمي)

☜ تفسير ابن كثير: (۱/ ۶۵۳) سورة البقرة: ۲۷۹، ط: رشيديه۔

کے بغیر مستحق زکاۃ لوگوں پر صدقہ کردینا ضروری ہے۔ (۱)

انعامی بانڈز کے نقصانات

''جوئے کے کاروبار کے نقصانات'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۲۷/۳)

انعامی بانڈز لینا دینا شیطانی عمل میں شریک ہونا ہے

''سودی کاروبار میں خاصی تبدیلیاں آگئی ہیں'' اور ''جوئے کے کاروبار میں فائدے کے شیطانی اعلانات'' عنوانات کے تحت دیکھیں۔

انعامی ٹکٹ خریدنا

لاٹری اور انعامی ٹکٹ ''جوے'' میں شریک ہونے کی ایک سند ہے، اس کو خریدنا اور بیچنا جائز نہیں ہے۔ (۲)

---

(۱) ویردونها علی أربابها إن عرفوها، وإلا تصدقوا بها؛ لأن سبیل الکسب الخبیث التصدق إذا تعذر الرد علی صاحبه۔ (شامي: (۳۸۵/۶) کتاب الحظر والإباحة، فصل: في البیع، ط: سعید)

البحر الرائق: (۳۶۹/۸) کتاب الکراهیة، فصل: في البیع، ط: رشیدیه۔

الهندیة: (۳۴۹/۵) کتاب الکراهیة، الباب الخامس عشر في الکسب، ط: رشیدیه۔

ولا یقصد به أي بالتصدق من المال الخبیث تحصیل الثواب بل تفریغ الذمة۔ (مجموعة الفتاویٰ: (۲۲۷/۲) ط: سعید)

(۲) القمار کله من المیسر... وهو السهام التي یجیلونها فمن خرج سهمه استحق منه ماتوجبه علامة السهم... وحقیقته: تملیک المال علی المخاطرة وهو أصل في بطلان عقود التملیکات الواقعة علی الأخطار۔ (أحکام القرآن للجصاص: (۶۵۳/۲) [المائدة: ۹۰] باب تحریم الخمر، ط: قدیمی کتب خانه کراچی)

وسمي القمار قمارا؛ لأن کل واحد من المقامرین ممن یجوز أن یذهب ماله إلی صاحبه، ویجوز أن یستفید مال صاحبه وهو حرام بالنص۔ (شامي: (۴۰۳/۶) کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ط: سعید)

روح المعاني: (۱۱۴/۲) [البقرة: ۲۲۹] ط: دار احیاء التراث العربي بیروت۔

انعامی کوپن پر چیزیں خریدنا

بعض دکان دار لوگ اپنے سامان کو زیادہ سے زیادہ فروخت کرنے کے لیے لوگوں کو ترغیبات دیتے رہتے ہیں، اگر کوئی گاہک ان کی دکان سے ان کی مقرر کردہ مقدار تک سامان خریدتا ہے تو اسے ایک کوپن یا کارڈ دیا جاتا ہے، اس کوپن یا کارڈ میں قرعہ اندازی کے نمبر ہوتے ہیں اور خریدار کا نام نمبر کے ساتھ درج کیا جاتا ہے، پھر وہ خریدار اس کوپن یا کارڈ کو قرعہ اندازی کے دفتر میں جمع کروادیتا ہے اور نمبر نکلنے کی صورت میں انعام دیا جاتا ہے تو اس بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ اگر دکان دار سامان کی وہی قیمت لیتا ہے جو عام طور پر بازار میں ہوتی ہے تو پھر انعام لینے کی نیت سے اس سے سامان خریدنا درست ہے اور انعامی کوپن یا کارڈ پر قرعہ اندازی کے ذریعے جو انعام ملتا ہے اس کا لینا جائز ہے، یہ انعام دکان دار کی طرف سے تبرع اور احسان ہے کسی چیز کا عوض نہیں ہے۔ (سود اور جوا بھی نہیں ہے)

اور اگر خریدی ہوئی اشیاء انعامی کوپن کی وجہ سے بازاری قیمت سے زیادہ پر فروخت کی جارہی ہوں جب کہ وہی چیز انعامی کوپن کے بغیر کم قیمت پر مل رہی ہو تو اس صورت میں متوقع انعامات حاصل کرنے کی جستجو کرنا ناجائز اور حرام ہے، اس سے بچنا ضروری ہے؛ کیوں کہ ایسی صورت میں یہ جوے میں داخل ہوجائے گا جو شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔[1]

---

(۱) قوله: (والقرعة لتطييب القلوب و إزاحة تهمة الميل)، قال الشراح: هذا جواب الإستحسان، والقياس يأباها ... لكنا تركنا القياس هاهنا بالسنة، والتعامل الظاهر من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى يومنا هذا من غير نكير منكر ... ألا يرى أن يونس عليه السلام في مثل هذا استعمل القرعة مع أصحاب السفينة ... وكذلك زكريا عليه السلام استعمل القرعة مع الأحبار في ضم مريم إلى نفسه ... وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرع بين نسائه اذا أراد السفر تطييباً لقلوبهن۔ (تكملة فتح القدير: (۹/ ۴۴۰) كتاب القسمة، فصل في كيفية القسمة، ط: دار الفكر)

العناية على هامش فتح القدير: (۹/ ۴۴۰) كتاب القسمة، فصل: في كيفية القسمة، ط: دار الفكر۔

انعامی کوپن والی اشیا خریدنا

(٣٥٥) تاجر لوگ اپنی مصنوعات زیادہ سے زیادہ فروخت کرنے کے لیے کوپنوں کے نمبروں کی بنیاد پر چیزیں فروخت کرتے ہیں اور اس پر انعام تقسیم کرتے ہیں، اس کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر خریدار سے ان مصنوعات کی وہی بازاری قیمت لی جاتی ہے جو انعامی اسکیم کے بغیر بھی لی جاتی ہے تو ایسی صورت میں انعامی کوپن والی چیزوں کی خرید و فروخت جائز ہے اور انعام بھی جائز ہے اور یہ انعام جوئے میں داخل نہیں ہے۔

= وأما القرعة: فللتطييب لا للإثبات، ولأنه كالقمار وكان في الجاهلية، وأما في الإسلام لم يبق له حكم في الحقوق۔ (تكملة عمدة الرعاية: (٣/ ٣٦١) ط: كتاب الدعوى، باب دعوى الرجلين، ط: مكتبة البشرى)

الثالث: ماجري به عمل بعض التجار أنهم يعطون جوائز لعملائهم الذين اشتروا منهم كميّة مخصوصة، ولو في صفقات مختلفة، وقد تعطي هذه الجوائز بقدر الكميّة لكل أحد، وقد تعطي الجوائز بالقرعة، وليس هذا من قبيل الزيادة في المبيع، لأنها تعطي عادة بعد صفقات متعددة في أزمنة وأمكنة مختلفة، فلاسبيل إلي نسبتها ألي مبيع واحد، فهي هبة مبتدأة موعودة من البائع لتشجيع الناس علي أن يشتروا البضائع منه، وجواز أخذها مشروط بأن لايكون البائع زاد في ثمن البضاعة من أجل هذه الجواز، وإلا صار نوعا من القمار؛ لأن ما زاد على الثمن المثل إنما طولب به علي سبيل الغرر، واحتمال أن يفوز المشتري بالجائزة۔ (فقه البيوع على المذاهب الأربعة: (٢/ ١١٠٨) المبحث الثامن: تقسيم البيع من حيث ترتب آثاره، الباب الأول في احكام البيع الصحيح بدون خيار، الجوائز علي المبيعات، ط: مكتبه معارف القرآن)

بحوث في قضايا فقهية معاصرة: (٢/ ٢٣٨) احكام الجوائز، ط: مكتبه دار العلوم كراچی۔

القمار كله من الميسر، وهو السهام التي يجيلونها، فمن خرج سهمه استحق منه ما توجبه علامة السهم، ... وحقيقته تمليك المال على المخاطرة، وهو أصل في بطلان عقود التمليكات الواقعة على الأخطار۔ (أحكام القرآن للجصاص: (٢/ ٦٥٣)، المائدة: ٩٠، باب تحريم الخمر، ط: قديمي)

وسمّي القمار قمارًا؛ لأنّ كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص۔ (شامى: (٦/ ٤٠٣) كتاب الحظر والإباحة، فصل: في البيع، ط: سعيد)

روح المعاني: (٢/ ١١٤) البقرة: ٢٢٩، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت۔

اور اگر انعامی اسکیم کے تحت فروخت کی جانے والی اشیاء کی قیمت بازاری قیمت سے زائد مقرر کی گئی ہے تو یہ جوئے میں داخل ہے، ایسی صورت میں اس کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے اور انعام بھی حرام ہے۔ (۱)

انگوٹھی

لوہے، تانبے اور پیتل کی انگوٹھی اور مردانہ وضع کی سونے کی انگوٹھی بنانا اور ان کی خرید وفروخت کرنا مکروہ اور ناجائز ہے؛ کیوں کہ جس چیز کا استعمال ناجائز ہے اس کی

---

(۱) ''یہ معاہدہ جائز ہے اور بائع کی طرف سے تبرع ہے اور تبرع کو کسی شرط سے مشروط کرنا جائز ہے۔'' (امداد الاحکام: (۳/۳۹۹، ۴۰۰) کتاب البیوع، (المتفرقات)، عنوان: خریدار کو ایک خاص معاہدہ کے تحت کمیشن دینے کا حکم، ط: دار العلوم کراچی)

قوله: (والهبة والصدقة) كوهبتك هذه المائة، أو تصدقت عليك بها على أن تخدمني سنة... وفي جامع الفصولين: ويصح تعليق الهبة بشرط ملائم كوهبتك على أن تعوضني كذا۔ (شامي: (۵/ ۲۴۹) كتاب البيوع، مايبطل بالشرط الفاسد ولا يصح تعليقه به، ط: سعيد)

قوله: (والقرعة لتطييب القلوب و إزاحة تهمة الميل)، قال الشراح: هذا جواب الإستحسان، والقياس يأباها... لكنا تركنا القياس هاهنا بالسنة، والتعامل الظاهر من لدن رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى يومنا هذا من غير نكير منكر... ألا يرى أن يونس عليه السلام في مثل هذا استعمل القرعة مع أصحاب السفينة...... وكذلك زكريا عليه السلام استعمل القرعة مع الأحبار في ضم مريم إلى نفسه... وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرع بين نسائه اذا أراد السفر تطييباً لقلوبهن۔ (تكملة فتح القدير: (۹/ ۴۴۰) كتاب القسمة، فصل في كيفية القسمة، ط: دار الفكر)

العناية على هامش فتح القدير: (۹/ ۴۴۰) كتاب القسمة، فصل: في كيفية القسمة، ط: دار الفكر۔

انظر الى الحاشية رقم (۱) تحت عنوان السابق۔

القمار كله من الميسر، وهو السهام التي يجيلونها، فمن خرج سهمه استحق منه ما توجبه علامة السهم،... وحقيقته تمليك المال على المخاطرة، وهو أصل في بطلان عقود التمليكات الواقعة على الأخطار۔ (أحكام القرآن للجصاص: (۲/ ۲۵۳)، المائدة: ۹۰، باب تحريم الخمر، ط: قديمي)

وسمّي القمار قمارًا؛ لأنّ كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص۔ (شامي: (۶/ ۴۰۳) كتاب الحظر والإباحة، فصل: في البيع، ط: سعيد)

روح المعاني: (۲/ ۱۱۴) البقرة: ۲۲۹، ط: دار إحياء التراث العربي بيروت۔

خرید وفروخت بھی ناجائز ہوتی ہے۔ (۱)

انوائس (Invoice) کی خرید وفروخت

موجودہ دور میں بڑی بڑی خریداری پر بائع (سیلر) مشتری (خریدار) کو ثبوت کے لیے خریداری کا بل لکھ کر دیتا ہے، اس بل کو تاجروں کے عرف میں انوائس (Invoice) کہتے ہیں، اور مشتری کو اس کی ضرورت پیش آتی ہے، اس لیے مشتری کے مطالبہ پر بائع کے لیے مفت میں انوائس بنا کر دینا اخلاقی ذمہ داری ہے، اس کے عوض میں پیسہ لینا ناجائز اور حرام ہے کیونکہ انوائس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے، (۲) البتہ جہاں انوائس بنا کر دینا بائع کی قانونی ذمہ داری نہ ہو اور عام طور پر بنانے کا رواج بھی نہ ہو اور انوائس کو بنانے میں خرچہ برداشت کرنا پڑتا ہو تو اس خاص صورت میں بائع (سیلر) انوائس بنانے کی اجرت مشتری سے لے

---

(۱) (ولايتختم) إلا بالفضة ... فيحرم (بغيرها كحجر ... وذهب وحديد وصفر) ورصاص وزجاج و غيرها، لما مر، فإذا ثبت كراهة لبسها للتختم ثبت كراهة بيعها وصيغها لما فيه من الإعانة على ما لايجوز وكل ما أدى إلى ما لايجوز لايجوز - (وقال المحقق الشامي:) والتختم بالحديد والصفر والنحاس والرصاص مكروه للرجال والنساء، ... إنما يجوز التختم بالفضة لو على هيئة خاتم الرجال، أما لو له فصان أو أكثر حرم۔ (الدر مع الرد: (۳۵۹/۶-۳۶۲) كتاب الحظر والإباحة، فصل: في اللبس، ط: سعيد)

الدر المنتقى مع مجمع الانهر: (۱۹۷/۳، ۱۹۹) كتاب الكراهية، فصل في اللبس، ط: دار الكتب العلمية۔

البحر الرائق: (۳۵۰/۸) كتاب الكراهية، فصل: في اللبس، ط: رشيديه۔

الهداية: (۱۹۲/۷) كتاب الكراهية، فصل: في اللبس، ط: البشرى۔

(۲) فالشرط الأول: أن يكون المبيع مالاً - وهذا شرط الانعقاد، فلاينعقد بيع ما ليس بمال، بل هو بيع باطل - (فقه البيوع على المذاهب الأربعة: (۲۶۲/۱) المبحث الثالث، الباب الأول في المبيع و ما يشترط فيه لصحة البيع، الشرط الأول: مالية المبيع، ط: معارف القرآن)

بطل بيع ما ليس بمال۔ (تنوير الأبصار مع رد المحتار: (۵۰/۵) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في تعريف المال، ط: سعيد)

وفي الأشباه: لايجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة۔ (الدر مع الرد: (۵۱۸/۴) كتاب البيوع، مطلب في الاعتياض عن الوظائف والنزول عنها، ط: سعيد)

سکتا ہے۔[۱]

☆ جس نے مال کی خریداری کی ہے، انوائس بل بھی اسی کو دینا ضروری ہے، کسی اور کو دینا یا فروخت کرنا درست نہیں، کیونکہ اس میں دھوکہ، جھوٹ، خیانت اور غلط بیانی ہے۔[۲]

☆ انوائس فروخت کرنا اور اس کے عوض میں کچھ لینا جائز نہیں ہے۔[۳]

☆ انوائس کی خرید و فروخت، اس کی دلالی، بروکری، اور اس میں سرمایہ کاری سب ناجائز ہیں، اور اس سے حاصل ہونے والی آمدنی بھی حرام ہے، کیونکہ انوائس مال بھی نہیں ہے اور مال کی رسید بھی نہیں ہے، بلکہ صرف مال کی خریداری کے ثبوت کے لیے تفصیلی بل ہے۔[۴]

---

(۱) (يستحق القاضي الأجر على كتب الوثائق) والمحاضر والسجلات (قدر ما يجوز لغيره كالمفتي) فإنه يستحق أجر المثل على كتابة الفتوى؛ لأن الواجب عليه الجواب باللسان دون الكتابة بالبنان۔ (الدر مع الرد: (۶/۹۲) كتاب الإجارة، مسائل شتى، مطلب في إجارة صك القاضي والمفتي، ط: سعيد)

حاشية الطحطاوي على الدر المختار: (۴/۴۹) كتاب الإجارة، مسائل شتى في الإجارة، ط: دار المعرفة۔

الأشباه والنظائر: (ص: ۳۵۶) الفن الثالث، الجمع والفرق، القول في أجرة المثل، ط: قديمي۔

(۲) قال الله تعالى: {لعنة الله على الكاذبين} [العمران: ۶۱]

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم ... قال: من غشنا فليس مني- (المستدرك للحاكم: (۲/۱۱) رقم الحديث: ۲۱۵۵، كتاب البيوع، وأما حديث إسماعيل بن جعفر بن أبي كثير، ط: دار الكتب العلمية)

وعن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: آية المنافق ثلث زاد مسلم: "وإن صام وصلى، وزعم أنه مسلم" ثم اتفقا: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان۔ (مشكاة المصابيح: (ص: ۱۷) كتاب الإيمان، باب الكبائر وعلامات النفاق، الفصل الأول، ط: قديمي)

(۳، ۴) قلت: وعبارة الصيرفية هكذا سئل عن بيع الخط؟ قال: لا يجوز؛ لأنه لا يخلو إما إن باع ما فيه أو عين الخط لا وجه للأول؛ لأنه بيع ما ليس عنده ولا وجه للثاني؛ لأن هذا القدر من الكاغد ليس متقوما۔ (شامي: (۴/۵۱۷) ط: كتاب البيوع، قبيل مطلب في بيع الاستجرار، ط: سعيد)

انظر الحاشية السابقة۔

☆ اگر خریدار نے مال خریدتے وقت انوائس نہیں لیا تو بعد میں بھی انوائس لیا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ حقیقت ہے جھوٹ نہیں ہے۔ (۱)

اوپر کی منزل

اوپر کی منزل بننے سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں ہے، البتہ قیمت مقرر کرکے فروخت کرنے کا وعدہ کرنا صحیح ہے اور بننے کے بعد فروخت کرنا اور خریدنا جائز ہے۔ (۲)

اُوپلے

گوبر کے اوپلے اور کنڈے بنا کر بیچنا جائز ہے، اور آمدنی حلال ہے۔ (۳)

''اپلا'' ایندھن کے لیے گوبر کے سکھائے ہوئے لڑے۔

---

(۱) أن الحق لا يسقط بتقادم الزمان۔ (شامي: (۴۲۰/۵) كتاب القضاء، فصل في الحبس، مطلب: هل يبقى النهي بعد موت السلطان، ط: سعيد)

الأشباه والنظائر: (ص: ۲۱۹) كتاب القضاء والشهادات والدعاوي، ط: قديمي)

(۲) (بطل بيع ما ليس بمال) ... (والمعدوم كبيع حق التعلي) أي علو سقط لأنه معدوم۔ (الدر مع الرد: (۵۰/۵، ۵۲) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في تعريف المال، ط: سعيد)

البحر الرائق: (۱۳۴/۶) كتاب البيع، باب البيع الفاسد، ط: رشيديه۔

الهداية: (۱۰۷/۵) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: البشرى۔

والتواعد في بيع الذهب بالذهب أو بالفضة... جائز؛ لأن التواعد ليس بيعا۔ (المحلى بالآثار لابن حزم: (۵۱۳/۸) رقم المسئلة (۱۵۰۱) كتاب البيوع، ط: ادارة الطباعة المنيرة)

(۳) ويجوز بيع السرقين والبعر، والانتفاع بها... وهذا؛ لأن محلية البيع بالمالية، والمالية بالانتفاع، والناس اعتادوا الانتفاع بالبعر والسرقين من حيث الالقاء في الأرض لكثرة الريع۔ (المحيط البرهاني: (۹/ ۳۳۴) كتاب البيوع، الفصل السادس: مايجوز بيعه ولا يجوز، نوع آخر: بيع المحرمات، ط: إدارة القرآن)

وجاز بيع السرقين مطلقا في الصحيح عندنا لكونه مالا منتفعا به لتقوية الأرض في الإنبات۔ (مجمع الأنهر: (۲۱۱/۴) كتاب الكراهية، فصل في البيع، ط: دار الكتب العلمية)

كره بيع العذرة لا السرقين؛ لأن المسلمين يتمولون السرقين وانتفعوا به في سائر البلاد والأمصار من غير نكير، فإنهم يلقونه في الأراضي لاستكثار الريع۔ (البحر الرائق: (۳۶۵/۸) كتاب الكراهية، فصل في البيع، ط: سعيد)

"کنڈا" اُپلے کو کہتے ہیں۔ [1]

اوپن مارکیٹ آپریشن

"اوپن مارکیٹ آپریشن" کا مطلب یہ ہے کہ زر کے بہاؤ کو کنٹرول کرنے کے لیے مرکزی بینک تجارتی بینکوں پر کسی قسم کی پابندی لگانے کی بجائے خود ٹریژری بل کی خرید وفروخت کے لیے کھلے بازار میں آکر زر کی رسد اور اس کے بہاؤ پر اثر انداز ہوتا ہے، وہ اس طرح کہ جب زر کا پھیلاؤ کم کرنا ہو تو مرکزی بینک ٹریژری بل کم قیمت پر فروخت کرنے کی آمادگی ظاہر کرتا ہے، جس کے نتیجے میں تجارتی بینک اپنا سرمایہ دے کر بل خریدنے لگتے ہیں اور بینکوں کا زر مرکزی بینک میں واپس ہونا شروع ہوجاتا ہے، بینکوں کے پاس سرمایہ کم ہوجاتا ہے اور قرضوں کی فراہمی کم ہوکر تخلیق زر کا عمل بھی کم ہوجاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر زر کا پھیلاؤ بڑھانا ہو تو مرکزی بینک ٹریژری بل زیادہ قیمت پر خریدنے کے لیے کھلے بازار میں آجاتا ہے، لوگ بل بیچ کر مرکزی بینک سے رقم لیتے ہیں تو زر پھیل جاتا ہے۔

اوجھڑی میں پانی ڈالنا

"گوشت کے اندر پانی ڈالنا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۱۸/۵)

اوقاف کو فروخت کرنا

عام حالات میں وقف کی چیز کو فروخت کرنا یا کسی اور کو ہبہ کرنا یا تبدیل کرنا یا وراثت میں تقسیم کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں اگر موقوفہ زمین خراب ہوجائے، بنجر بن جائے اس سے فائدہ حاصل کرنا اور موقوف علیہ (جس کے لیے وقف کیا گیا ہے) کو

---

(۱) فیروز اللغات: (ص:۵۵) ط: فیروز سنز۔

فائدہ پہنچانا ممکن نہ رہے تو مجبوراً اس کو بیچ کر کسی نفع بخش زمین کو خرید نا جائز ہے۔ (۱)

اولاد کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرنا

باپ کے لیے اپنے مال میں سے کوئی چیز اپنی اولاد میں سے کسی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے، بشرطیکہ جانبداری کا اظہار نہ ہو اور اس کے دیگر بھائیوں پر اس کو ترجیح دینے کا کوئی پہلو ظاہر نہ ہو۔ (۲)

اولیائے کرام کی تصاویر

بزرگان دین اور اولیاء کرام کی تصاویر بنانا اور ان کی خرید وفروخت کرنا

---

(۱) وفي الخلاصة: وفي فتاوى النسفي: بيع عقار المسجد لمصلحة المسجد لايجوز و إن كان بأمر القاضي وان كان خراباً، فأما بيع النقض فيصح ونقل عن شمس الأئمة الحلواني: أنه يجوز للقاضي والمتولي أن يبيعه ويشتري مكانه آخر وان لم ينقطع ولكن يؤخذ بثمنه ماهو خير منه للمسجد لايباع أي غلته۔

وقد روي عن محمد اذا ضعفت الأرض الموقوفة عن الاستغلال والقيم يجد بثمنها أخرى هي أكثر ريعاً كان له أن يبيعها ويشتري بثمنها ماهو أكثر ريعاً۔

وفي الفتاوى: قيم واقف خاف من السلطان أو من وارث أن يغلب على أرض وقف يبيعها ويتصدق بثمنها۔

قلت: أي اذا لم يكن للمسجد حاجة الى ثمنها۔ (امداد الاحکام، (۳ /۱۷۷، ۱۷۸) كتاب الوقف، أحكام المساجد والمدارس، عنوان: ضرورت کے وقت وقف مسجد کی بیع کا حکم، ط: دار العلوم کراچی)

البحر الرائق: (۵/۲۰۶) كتاب الوقف، ط: سعيد۔

الدر مع الرد: (۳۸۴/۴، ۳۸۶) كتاب الوقف، مطلب: في استبدال الوقف وشروطه، ومطلب: في شروط الاستبدال، ط: سعيد۔

فتح القدير: (۲۱۲/۶، ۲۱۳) كتاب الوقف، ط: رشيديه۔

(۲) س ۱: هل يجوز للرجل أن يبيع شيئًا من ماله على بعض أولاده مع العلم أنّ بعضًا منهم قادر على الشراء والبعض الآخر ليس عنده شيئ ولايقدر على الشراء؟

ج ۱: يجوز للرجل أن يبيع من ماله على بعض من أولاده إذا كان قادرًا على الشراء، ويتعامل معه كما يتعامل مع شخص أجنبي، ولا يحابيه محاباة يكون فيها تفضيل له على بقية إخوانه۔ (فتاوى اللجنة الدائمة: (۱۵/۱۳) البيوع، بيع الرجل على ولده، رقم الفتوى: ۳۱۵۳، ط: رئاسة إدارة البحوث العلمية والإفتاء)

جائز نہیں ہے۔ (۱) کیونکہ جاندار کی تصاویر شرک کے آلات اور ذرائع ہیں جیسا کہ سورہ نوح میں اس کا ذکر ہے۔ (۲)

اُون

☆......بکری بھیڑ اور دنبے کی اون کاٹنے سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں ہے، البتہ اون کاٹنے کے بعد فروخت کرنا جائز ہے۔

☆......اگر اون کاٹنے سے پہلے فی بھیڑ سو روپے کے حساب سے سودا کرتا ہے تو یہ جائز نہیں ہے۔ (۳)

---

(۱) عن سعيد بن أبي الحسن قال: كنت عند ابن عباس رضي الله عنهما: إذ أتاه رجل فقال يا أبا عباس إني إنسان إنما معيشتي من صنعة يدي، وإني أصنع هذه التصاوير، فقال ابن عباس: لا أحدثك إلا ما سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من صور صورة، فإن الله معذبه حتى ينفخ فيها الروح، وليس بنافخ فيها أبدا، فربا الرجل ربوة شديدة، وأصفر وجهه، فقال: ويحك، إن أبيت إلا أن تصنع، فعليك بهذا الشجر، وكل شيئ ليس فيه روح۔ (صحيح البخاري: (۲۹۷/۱) كتاب البيوع، باب بيع التصاوير التي ليس فيها روح وما يكره من ذلك، ط: قديمي)

☐ عن جابر بن عبد الله رضي الله عنه أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول عام الفتح وهو بمكة: إن الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام (الحديث)۔ (صحيح البخاري: (۲۹۸/۱) كتاب البيوع، باب بيع الميتة والأصنام، ط. قديمي)

☐ إعلاء السنن: (۱۰۹/۱۴) كتاب البيوع، باب حرمة بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام، ط: إدارة القرآن۔

☐ فظاهر كلام النووي في شرح مسلم الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال: وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى، وسواء كان في ثوب أو بساط أو درهم أو إناء أو حائط وغيرها اهـ۔ (شامي: (۶۴۷/۱) كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها، مطلب: إذا تردد الحكم بين السنة والبدعة كان ترك السنة أولى، ط: سعيد)

(۲) ﴿وقالوا لا تذرن آلهتكم ولا تذرن ودا ولا سواعا ولا يغوث ويعوق ونسرا وقد أضلوا كثيرا ولا تزد الظالمين إلا ضلالا﴾۔ [النوح: ۲۳، ۲۴]

(۳) (قوله: والصفوف على ظهر الغنم)؛ لأنه من أوصاف الحيوان ولأنه ينبت من أسفل فيختلط المبيع بغيره... وقد صح أنه عليه السلام نهى عن بيع الصفوف على ظهر الغنم....۔ (البحر الرائق: (۶/ ۱۲۲) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: رشيديه)=

ایثار

''اپنے حق سے کم پر اکتفا کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۸۷/۱)

اِیجاب

☆...... ایجاب (Offer): کوئی بھی معاملہ کرتے وقت جو پیش کش کی جائے اس کو ایجاب کہتے ہیں۔

☆...... ایجاب کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو اپنی چیز فروخت کرنے یا اس سے کوئی چیز خریدنے کی پیش کش کرے، اور قبول یہ ہے کہ جس شخص کو ایجاب ہوا ہے وہی شخص اسی ایجاب پر اپنی رضامندی کا اظہار کرے۔ (۱)

اِیجاب کے بعد دوسرے کو اختیار ہوتا ہے

اِیجاب کی مجلس میں ایجاب کے بعد مجلس ختم ہونے سے پہلے تک دوسرے شخص کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ اس ایجاب کو قبول کرے یا قبول نہ کرے۔ (۲)

= الهداية: (۹۷،۹۶/۵) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: البشرى۔

فتح القدير: (۳۷۸،۳۷۷/۶) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، ط: رشيديه۔

(۱) (فالإيجاب) هو (ما يذكر أولا من كلام) أحد (المتعاقدين) والقبول ما يذكر ثانيا من الآخر سواء كان بعت أو اشتريت (الدال على التراضي)....۔ (الدر مع الرد: (۵۰۷،۵۰۶/۴) كتاب البيوع، ط: سعيد)

فتح القدير: (۲۳۰/۶) كتاب البيوع، ط: رشيديه،

البحر الرائق: (۴۴۰/۵) كتاب البيوع، ط: رشيديه۔

(۲) المتبايعان بالخيار بعد الإيجاب إلى آخر المجلس... ولو صدر من أحد العاقدين بعد الإيجاب وقبل القبول قول أو فعل يدل على الإعراض... بطل الإيجاب ولا عبرة بالقبول الواقع بعد ذلك، مثلاً لو قال أحد المتبايعين بعت أو اشتريت واشتغل الآخر قبل القبول بأمر آخر أو بكلام أجنبي لا تعلق له بعقد البيع بطل الإيجاب، ولا عبرة بالقبول الواقع بعده ولو قبل انفضاض المجلس أي تفرق العاقدين عن مكانهما، والا فمجلس البيع بمجرد اشتغال الآخر بأمر آخر قد انفض وتفرق۔ (شرح المجلة للأتاسي: (۵۶،۵۵/۲) رقم المادة: ۱۸۲، ۱۸۳، البيوع، الباب الأول، الفصل الثالث: في حق مجلس البيع، ط: رشيديه)

شرح المجلة لرستم باز: (۶۹/۱) رقم المادة: ۱۸۲، ۱۸۳، أيضا، ط: فاروقيه كوئٹه۔ =

ایجاب کے بعد قبول سے پہلے مجلس ختم ہوگئی

جس مجلس میں ایجاب ہوا اگر وہ مجلس دوسرے کے قبول کرنے سے پہلے ختم ہو جائے تو ایجاب ختم ہو جائے گا، مثلاً: ایجاب کرنے والا اس مجلس سے اٹھ کر چلا گیا یا کسی اور کام میں مصروف ہو گیا یا کسی اور کسٹمر کی طرف متوجہ ہو کر بات شروع کر دی یا قبول کرنے والا شخص قبول کرنے سے پہلے مجلس سے اٹھ گیا یا کسی اور کام میں مصروف ہو گیا تو ایجاب ختم ہو گیا۔[1]

ایجاب کے بعد قبول نہیں ہوا

صرف ایجاب کرنے سے سودا پورا نہیں ہوتا، بلکہ دوسرے کی جانب سے قبول ہونے سے پہلے تک ایجاب کرنے والا ایجاب سے پھر سکتا ہے۔ البتہ قبول ہونے کے بعد دوسرے فریق کی رضامندی کے بغیر پھر نہیں سکتا۔[2]

ایجاب متعدد ہوئے

اگر قبول کرنے سے پہلے متعدد آدمیوں نے ایجاب کیا تو آخری ایجاب معتبر (Regarded) ہوگا اور اسی کو قبول کیا جائے گا۔[3]

= فتح القدير: (۲۳۳/۶، ۲۳۴) كتاب البيوع، ط: رشيديه۔

(۱) انظر الى الحاشية السابقة رقم۔

(۲) وإذا حصل الإيجاب والقبول لزم البيع ولا خيار لواحد منهما۔ (فتح القدير: (۲۳۷/۶، ۲۳۸) كتاب البيوع، ط: رشيديه)

الدر مع الرد: (۵۲۸/۴) كتاب البيوع، مطلب: مايبطل الإيجاب سبعة، ط: سعيد۔

الهداية: (۷۰۶/۵) كتاب البيوع، ط: البشرى۔

(۳) تكرار الإيجاب قبل القبول يبطل الأول ويعتبر فيه الإيجاب الثاني۔ (شرح المجلة للأتاسي: (۵۹/۲) رقم المادة: ۱۸۵، البيوع، الباب الأول، الفصل الثالث: في حق مجلس البيع، ط: رشيديه)

شرح المجلة لرستم باز: (۷۰/۱) رقم المادة: ۱۸۵، أيضا، ط: فاروقية كوئٹه۔

الدر مع الرد: (۵۰۸/۴) كتاب البيوع، ط: سعيد۔

ایجاب مختلف ہوئے

اگر قبول کرنے سے پہلے مختلف ایجاب ہوئے ہوں تو آخری ایجاب معتبر ہوگا اور اسی کو قبول کیا جائے گا۔ (۱)

ایجاب وقبول برقی پیغام کے ذریعے

''برقی پیغام کے ذریعے ایجاب وقبول'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۰۳/۲)

ایجاب وقبول تحریری پیغام سے

''تحریری پیغام سے ایجاب وقبول'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۸۷/۲)

ایجاب وقبول زبردستی کرایا

''زبردستی ایجاب وقبول کرایا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۷۳/۴)

ایجاب وقبول سے بیع ہوجاتی ہے

عقدِ بیع ایجاب وقبول سے منعقد ہوجاتا ہے اور اس کے فوراً بعد ہی خریدار مبیع (خریدی گئی چیز) کا مالک بن جاتا ہے، خواہ اس نے اس مبیع پر قبضہ نہ کیا ہو، لیکن قبضہ کرنے سے پہلے مبیع خریدار کے ضمان (Risk) میں داخل نہیں ہوتی، اسی وجہ سے خریدار کے لیے اس حالت میں اس مبیع کو آگے فروخت کرنا جائز نہیں ہوتا اور اگر فروخت کردیا تو اس فروخت سے جو نفع حاصل ہوگا وہ اس کے لیے حلال نہیں ہوگا اور اگر خریدار کے قبضہ کرنے سے پہلے وہ مبیع، بائع کے پاس ضائع ہوجائے اور اس کے ضائع ہونے میں خریدار یا کسی اجنبی کا دخل نہ ہو تو پھر وہ بائع کا نقصان ہوگا، خریدار کا

(۱) انظر للتخریج تحت عنوان: ''ایجاب متعدد ہوئے''

نقصان نہیں ہوگا اور مبیع ضائع ہونے سے سابقہ بیع ختم ہو جائے گی۔ (۱)

ایجاب وقبول صحیح ہونے کی شرائط

ایجاب وقبول صحیح ہونے کی چند شرائط ہیں:

① جس چیز کا جتنی قیمت کے ساتھ ایجاب ہوا ہے اسی چیز کو ایجاب ختم ہونے سے پہلے اتنی ہی قیمت کے ساتھ قبول کرے۔

② جس مجلس یا جگہ میں ایجاب ہوا ہے اسی مجلس کے ختم ہونے سے پہلے پہلے اسی مجلس میں قبول کرلیا جائے۔ (۲)

---

(۱) البيع النافذ يفيد الحكم في الحال، أي ثبوت الملك في البدلين لكل منهما في بدل ....۔ (شرح المجلة للأتاسي: (٣٧٣/٢) رقم المادة: ٣٧٢، البيوع الباب السابع، الفصل الثاني: في بيان أحكام أنواع البيع، ط: رشيديه)

(لا) يصح اتفاقا... (بيع منقول) قبل قبضه ولو من بائعه....۔ (الدر مع الرد: (١٤٧/٥) كتاب البيوع، فصل في التصرف في المبيع والثمن قبل القبض والزيادة والحط فيهما وتأجيل الديون، ط: سعيد)

لايجوز بيع المنقول قبل القبض، لما روينا، ولقوله عليه السلام: إذا ابتعت طعاما فلا تبعه حتى تستوفيه۔ (تبيين الحقائق: (٤٣٧/٤) كتاب البيوع، ط: دار الكتب العلمية)

الهندية: (١٣/٣) كتاب البيوع، الباب الثاني، الفصل الثالث: في معرفة المبيع والثمن والتصرف فيهما قبل القبض، ط: رشيديه۔

ومن اشترى جارية بيعا فاسدا وتقابضا، فباع وربح فيها، تصدق بالربح ....۔ (فتح القدير: (٤٣٣/٦) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، فصل: في أحكامه، ط: رشيديه)

فلو تصرف فيه البائع قبل قبضه... وأما تصرفه بلا أمر المشتري كما لو رهن المبيع قبل قبضه أو آجره أو أودعه فمات المبيع، انفسخ بيعه، ولا تضمين ....۔ (شرح المجلة للأتاسي: (١٧٦/٢) تحت المادة: ٢٥٣، البيوع، الباب الرابع، الفصل الأول: في بيان حق تصرف البائع بالثمن والمشتري بالمبيع بعد العقد وقبل القبض، ط: رشيديه)

(۲) إذا أوجب أحد العاقدين بيع شيئ يلزم لصحة العقد قبول العاقد الآخر أي في المجلس؛ لأن خيار القبول مقيد به... على الوجه المطابق للإيجاب بأن يقبل كل المبيع بكل الثمن....۔ (شرح المجلة للأتاسي: (٤٤/٢) رقم المادة: ١٧٧، البيوع، الباب الأول، الفصل الثاني: في بيان لزوم موافقة القبول للإيجاب، ط: رشيديه)

شرح المجلة لرستم باز: (٦٦/١) رقم المادة: ١٧٧، أيضا، ط: فاروقيه كوئٹه۔

الدر مع الرد: (٥٢٥/٤، ٥٢٦) كتاب البيوع، ط: سعيد۔

ایجاب وقبول قاصد کے ذریعے

''تحریری پیغام سے ایجاب وقبول'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۳۸۷/۲)

ایجاب وقبول کا طریقہ

☆......بیع کی پہلی قسم جو معروف اور مشہور ہے وہ یہی ہے کہ بائع (بیچنے والے) اور مشتری (خریدار) میں سے ایک کی طرف سے ایجاب ہو اور دوسرے کی طرف سے قبول ہو، اور الفاظ ایسے ہوں جو پختہ طور پر بیع پر دلالت کریں، مثلاً: بائع نے کہا: ''میں نے بیچ دیا'' اور مشتری نے کہا: ''میں نے خرید لیا'' یا بائع نے مشتری سے کہا: ''میں نے آپ کو اتنی قیمت پر اس چیز کا مالک بنادیا'' تو مشتری نے کہا: ''میں نے لے لیا''، یا ''قبول کرلیا'' وغیرہ ،تو ان الفاظ سے ایجاب وقبول ہوجائے گا اور بیع منعقد ہوجائے گی۔

☆......صرف وعدہ کے الفاظ سے بیع منعقد نہیں ہوتی، مثلاً: بائع مشتری سے یہ کہے کہ: ''میں فروخت کروں گا'' اور مشتری کہے: ''میں خریدوں گا'' وغیرہ، تو بیع منعقد نہیں ہوگی۔

☆......اسی طرح صرف سوال وجواب سے بھی بیع منعقد نہیں ہوتی، مثلاً: مشتری بائع سے کہے: ''آپ یہ گاڑی فروخت کریں گے''؟ بائع جواب میں کہے: ''ہاں ارادہ ہے''، اس سے بھی بیع منعقد نہیں ہوگی۔[1]

---

(۱) (البيع ينعقد بالإيجاب والقبول إذا كان بلفظي الماضي) مثل أن يقول أحدهما بعت والآخر اشتريت، ... ولا ينعقد بلفظين أحدهما لفظ المستقبل والآخر لفظ الماضي... وقوله رضيت بكذا أو أعطيتك بكذا أو خذه بكذا في معنى قوله بعت واشتريت؛ لأنه يؤدي معناه، والمعنى هو المعتبر في هذه العقود، ولهذا ينعقد بالتعاطي... قوله: ولا ينعقد بلفظين أحدهما الماضي والآخر بلفظ المستقبل) إنما لا ينعقد بذلك؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم استعمل فيه لفظ الماضي الذي يدل على تحقق وجوده فكان الانعقاد مقتصرا عليه، ولأن لفظ المستقبل إن كان من جانب البائع كان عدة لا بيعا =

ایجاب وقبول کی قسمیں

ایجاب وقبول کی دو قسمیں ہیں:

❶ بات چیت یا تحریر کے ذریعے ایجاب وقبول کرنا۔

❷ عمل یا اشارے سے ایجاب وقبول کرنا۔ (۱)

ایجاب وقبول کی مجلس ایک ہو

ایجاب وقبول کی مجلس کا ایک ہونا ضروری ہے، ورنہ عقد منعقد نہیں ہوگا، مثلاً: ایجاب ایک مجلس میں ہوا اور قبول دوسری مجلس میں، تو اس سے عقد بیع منعقد نہیں ہوگا، البتہ اس کے قبول کو نیا ایجاب سمجھا جائے گا، اگر دوسری طرف سے اسی مجلس میں قبول پایا جائے گا تو بیع منعقد ہو جائے گی۔ (۲)

=وإن كان من جانب المشتري كان مساومة۔ (عناية مع فتح القدير: (۲۳۰/۶، ۲۳۲) كتاب البيوع، ط: رشيديه)

البحر الرائق: (۴۴۳/۵، ۴۴۲) كتاب البيع، ط: رشيديه۔

شرح المجلّة للأتاسي: (۳۱/۲، ۳۰) رقم المادة: ۱۶۹، البيوع، الباب الأول، الفصل الأول: فيما يتعلق بركن البيع، ط: رشيديه۔

(۱) كما يكون الإيجاب والقبول بالمشافهة يكون بالمكاتبة أيضًا ... ينعقد البيع بالإشارة المعروفة للأخرس أي بحاجب ويد وغير ذلك ... حيث أن المقصد الأصلي من الإيجاب والقبول هو تراضي الطرفين فينعقد البيع بالمبادلة الفعلية الدالة على التراضي ....۔ (شرح المجلّة للأتاسي: (۳۴/۲، ۳۵، ۳۶) المادة: ۱۷۳ـ۱۷۵) البيوع، الباب الأول، الفصل الأول: فيما يتعلق بركن البيع، ط: رشيديه)

شرح المجلّة لرستم باز: (۶۴/۱) المادة: ۱۷۳ـ۱۷۵) أيضًا، ط: فاروقيه كوئٹه۔

الدر مع الرد: (۵۱۰/۴ـ۵۱۳) كتاب البيوع، ط: سعيد۔

(۲) (وإذا أوجب واحد قبل الآخر) بائعًا كان أو مشتريًا (في المجلس)؛ لأن خيار القبول مقيد به (كل المبيع بكل الثمن أو ترك) لئلا يلزم تفريق الصفقة (إلا إذا أعاد الإيجاب والقبول أو رضي الآخر ... (قوله: إلا إذا أعاد الإيجاب والقبول كأن قال اشتريت نصف هذا المكيل وقبل الآخر فيكون بيعًا مستأنفًا لوجود ركنه وبطل الأول۔ (الدر مع الرد: (۵۲۶/۴، ۵۲۷) كتاب البيوع، ط: سعيد)=

ایجاب وقبول کے لیے حاضرین کی مجلس

''حاضرین کی مجلس عقد'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۷۵/۳)

ایجاب وقبول کا مضمون

ایجاب وقبول میں سے ہر ایک عاقدین کی مراد پر واضح طور پر دلالت کرے، اگر جانبین میں رابطہ کا ذریعہ سماعی آلہ ہے، جیسے: ٹیلی فون وغیرہ تو سننے کے ذریعے حاصل ہوگا یا پیغام کا آلہ تحریری شکل میں ہے جیسے: برقی جال (انٹرنیٹ) وغیرہ تو ایجاب وقبول پڑھنے کے ذریعے حاصل ہوگا اور یہاں معنی پر دلالت کرنے کے لیے کوئی خاص متعین الفاظ ضروری نہیں ہیں، کیوں کہ معاملات میں معنی اور مقصود کا اعتبار ہوتا ہے الفاظ کا نہیں۔ (۱)

= وأما الذي يرجع إلى مكان العقد فواحد وهو اتحاد المجلس بأن كان الإيجاب والقبول في مجلس واحد، فإن اختلف المجلس لا ينعقد حتى لو أوجب أحدهما البيع فقام الآخر عن المجلس قبل القبول أو اشتغل بعمل آخر يوجب اختلاف المجلس ثم قبل لا ينعقد۔ (بدائع الصنائع: (۱۳۷/۵) كتاب البيوع، فصل: وأما الذي يرجع إلى مكان العقد، ط: سعيد)

شرح المجلة للأتاسي: (۴۴/۲) المادة: ۱۷۷، البيوع، الباب الأول، الفصل الثاني: في بيان لزوم موافقة القبول للإيجاب، و: (۵۶/۲) المادة: ۱۸۳، الفصل الثالث: في حق مجلس البيع، ط: رشيديه۔

شرح المجلة لرستم باز: (۶۹/۱) المادة: ۱۸۳، أيضا، ط: فاروقيه، كوئٹه

(۱) (البيع ينعقد بالإيجاب والقبول إذا كان بلفظي الماضي) مثل أن يقول أحدهما بعت والآخر اشتريت،... ولا ينعقد بلفظين أحدهما لفظ المستقبل والآخر لفظ الماضي... وقوله رضيت بكذا أو أعطيتك بكذا أو خذه بكذا في معنى قوله بعت واشتريت، لأنه يؤدي معناه، والمعنى هو المعتبر في هذه العقود، ولهذا ينعقد بالتعاطي... (عناية مع فتح القدير: (۲۳۰/۶، ۲۳۲) كتاب البيوع، ط: رشيديه)

البحر الرائق: (۴۴۳/۵، ۴۴۲) كتاب البيع، ط: رشيديه۔

(مجلس البيع هو الاجتماع الواقع لعقد البيع) وهذا الاجتماع لابد من وجوده حقيقة أو حكما حتى ينعقد البيع ولهذا قالوا: لا يتوقف شطرا لعقد أي الإيجاب على قبول غائب فلو قال: بعت فلانا الغائب فبلغه فقبل لم ينعقد البيع اتفاقا... ولكن يتوقف الإيجاب على قبول الغائب إذا كان بكتابة أو رسالة ويعتبر مجلس بلوغها... فإذا قبل المشتري في مجلس وصول الكتابة أو الرسالة إليه تم البيع =

ایجاب وقبول مستقبل کے الفاظ میں نہ ہوں

(۳۷۰) ایجاب وقبول مستقبل کے الفاظ میں نہ ہوں، بلکہ ماضی یا حال کے الفاظ ہوں ورنہ بیع صحیح نہیں ہوگی، مثلاً: کسی نے کہا: ''یہ چیز ایک سو روپے میں دے دو''، دوسرے نے کہا کہ: ''میں نے دے دی'' اس سے بیع نہیں ہوگی، البتہ اس کے بعد اگر خریدنے والے نے پھر کہہ دیا کہ: ''میں نے لے لی'' تو سودا ہوگیا۔ (1)

= بينهما لوجود مجلس البيع حكمًا إذ تعتبر قراءة المشتري الرسالة أو استماعه كلام الرسول بمنزلة الإيجاب من الكاتب أو المرسل، فإذا قبل في ذلك المجلس فقد صدر الإيجاب والقبول في مجلس واحد۔ (شرح المجلة لرستم باز: (١/ ٦٩) المادة: ١٨١، الكتاب الاول فى البيوع، الباب الاول، الفصل الثالث: فى حق مجلس البيع، ط: مكتبه فاروقيه)

كما يكون الإيجاب والقبول بالمشافهة يكون بالمكاتبة أيضًا... ينعقد البيع بالإشارة المعروفة للأخرس أي بحاجب ويد وغير ذلك... حيث أن المقصد الأصلي من الإيجاب والقبول هو تراضي الطرفين فينعقد البيع بالمبادلة الفعلية الدالة على التراضي.... (شرح المجلّة للأتاسي: (٢/ ٣٣، ٣٥، ٣٦) المادة: ١٧٣ـ ١٧٥) البيوع، الباب الأول، الفصل الأول: فيما يتعلق بركن البيع، ط: رشيديه)

شرح المجلّة لرستم باز: (١/ ٦٤) المادة: ١٧٣ـ ١٧٥) أيضا، ط: فاروقيه كوئٹه۔

الدر مع الرد: (٤/ ٥١٠ـ ٥١٣) كتاب البيوع، ط: سعيد۔

(1) ولا ينعقد بلفظين أحدهما الماضي والآخر بلفظ المستقبل۔ (العناية مع الفتح: (٦/ ٢٣٢) كتاب البيوع، ط: رشيديه)

الإيجاب والقبول يكونان بصيغة الماضي كبعت واشتريت... ينعقد البيع بصيغة المضارع ايضا إذا أريد بها الحال... صيغة الاستقبال التي هي بمعني الوعد المجرد مثل سأبيع وأشتري لاينعقد بها البيع۔ (شرح المجلة لرستم باز: (١/ ٦٣) المادة: ١٦٩، ١٧٠، ١٧١، الكتاب الاول فى البيوع، الباب الاول، الفصل الاول فيما يتعلق بركن البيع، ط: مكتبه فاروقيه)

شرح المجلة للأتاسي: (٢/ ٢٩، ٣٠، ٣١) المادة: ١٦٩، ١٧٠، ١٧١، ايضا، ط: رشيديه۔

ولا ينعقد بلفظين أحدهما أمر بل لابد فيه من ثلاثة الفاظ كما إذا قال المشتري للبائع: بع مني هذا بكذا، وقال البائع: بعت، فما لم يقل المشتري ثانيا اشتريت لاينعقد البيع۔ (المجالس الابرار: (ص: ٥٧٢) المجلس الثاني والسبعون في بيان تحريض التاجر على ملازمة الصدق والامانة فى جميع أقواله وأفعاله، ط: سهيل اكيڈمی)

ایجاب وقبول میں فاصلہ نہ ہو

(۳۷۱) ایجاب وقبول کے درمیان کوئی فاصلہ نہ ہو، مثلاً: ایجاب کے بعد قبول کرنے سے پہلے ایسی کوئی غیر متعلق بات چیت یا طویل خاموشی نہ ہو جس سے قبول کرنے سے اعراض کرنا معلوم ہو، کیوں کہ درمیان میں اس قسم کا فاصلہ آنے سے واضح ہوتا ہے کہ دونوں کے ارادوں میں باہمی موافقت نہیں ہے، مثلاً: خریدار کا دوسرے سودے کے بارے میں بات چیت کرنا یہ ایجاب سے اعراض کرنے کے مترادف ہے۔[1]

---

(۱) لو صدر من أحد العاقدين بعد الإيجاب و قبل القبول قول أو فعل يدل علي إعراض بطل الإيجاب، ولاعبرة بالقبول الواقع بعد ذلك مثلاً: لو قال أحد المتبايعين: بعت و اشتريت واشتغل الآخر قبل القبول بأمر آخر أو بكلام أجنبي لاتعلق له بعقد البيع بطل الإيجاب و لاعبرة بالقبول الواقع بعده ولو قبل انفضاض المجلس۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۱/ ۶۹) المادة: ۱۸۳، الكتاب الاول فی البيوع، الباب الاول، الفصل الثالث: فی حق مجلس البيع، ط: مكتبه فاروقيه)

وأما شروط الصيغة فهي ثلاثة عشر... ألا يطول الفصل بين لفظي الإيجاب والقبول، ولو بكتابة أو إشارة أخرس بسكوت طويل، والفاصل الطويل هو ما أشعر بإعراضه عن القبول۔ أما الفصل اليسير بالسكوت فلا يضر، لعدم إشعاره بالإعراض عن القبول۔ (الفقه الاسلامی وادلته: (۵/ ۳۳۵۸، ۳۳۵۹) القسم الثالث: العقود أو التصرفات المدنية المالية، الفصل الاول، عقد البيع، المبحث الثاني: شروط البيع، ط: رشيديه)

وأما الذي يرجع إلى مكان العقد فواحد وهو اتحاد المجلس بأن كان الإيجاب والقبول في مجلس واحد، فإن اختلف المجلس لاينعقد حتى لو أوجب أحدهما البيع فقام الآخر عن المجلس قبل القبول أو اشتغل بعمل آخر يوجب اختلاف المجلس ثم قبل لاينعقد ـ (بدائع الصنائع: (۵/۱۳۷) كتاب البيوع، فصل: وأما الذي يرجع إلى مكان العقد، ط: سعيد)

شرح المجلة للأتاسي: (۲/ ۳۳) المادة: ۱۷۷، البيوع، الباب الأول، الفصل الثاني: في بيان لزوم موافقة القبول للإيجاب، و: (۲/ ۵۶) المادة: ۱۸۳، الفصل الثالث: في حق مجلس البيع، ط: رشيديه۔

ایجاب وقبول میں مطابقت ضروری ہے

''قبول، ایجاب کے مطابق ہونا ضروری ہے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

ایجاب وقبول میں موافقت ضروری ہے

ایجاب وقبول میں موافقت ضروری ہے کیوں کہ دو آدمیوں کے ارادوں کا ایک دوسرے کے ساتھ موافق ہونے کا نام عقد ہے، اس لیے عقد کرنے والوں میں سے ہر ایک کے ارادے کا دوسرے کے ارادے کے ساتھ موافق ہونا ضروری ہے تا کہ سودے اور اس کی قیمت میں مکمل مطابقت ہو جائے، لہٰذا اگر بائع دس ہزار روپے قیمت لینا چاہتا ہے اور خریدار نے اس سے کم قیمت پر عقد قبول کیا تو یہ عقد منعقد نہیں ہوگا؛ کیوں کہ قبول ایجاب کے موافق نہیں۔[1]

ایجاب وقبول ویب سائٹوں کے ذریعے

''ویب سائٹوں کے ذریعے ایجاب وقبول کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

ایجنٹ

موجودہ دور میں وکیل کو ''ایجنٹ'' کہتے ہیں۔

ایجنٹ کا سرٹیفکیٹ جاری کرنا

عام طور پر دوسرے ممالک میں جو خرید فروخت ہوتی ہے اس کے ایجنٹ

---

(۱) إذا أوجب أحد العاقدين ببيع شيئ يلزم لصحة العقد قبول العاقد الآخر أي في المجلس؛... على الوجه المطابق للإيجاب بأن يقبل كل المبيع بكل الثمن.... (شرح المجلة للأتاسي: (۴۴/۲) رقم المادة: ۱۷۷، البيوع، الباب الأول، الفصل الثاني: في بيان لزوم موافقة القبول للإيجاب، ط: رشيديه)
شرح المجلة لرستم باز: (۶۶/۱) رقم المادة: ۱۷۷؛ أيضا، ط: فاروقيه كوئته۔
الدر مع الرد: (۵۲۵/۴، ۵۲۶) كتاب البيوع، ط: سعيد۔

یہاں ہوتے ہیں، ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ مال کی نگرانی کرتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ ''ایکسپورٹر'' کا مال تیاری کے کس مرحلے میں ہے اور جب مال تیار ہو جاتا ہے تو یہ ایجنٹ ایک آئی، سی (سرٹیفکیٹ) جاری کر دیتے ہیں کہ اب یہ مال بالکل درست ہے۔ آپ اس کو ایکسپورٹ کر دیں، چناں چہ ایکسپورٹر مال امپورٹر کو روانہ کر دیتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا امپورٹر کے ایجنٹ کے سرٹیفکیٹ جاری کرنے سے ''رسک'' (ضمان) امپورٹر کی طرف منتقل ہو جائے گا یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس ایجنٹ کو ڈلیوری لینے کا بھی اختیار ہوتا ہے تب تو ''رسک'' منتقل ہو جائے گا، اور اگر وہ ایجنٹ صرف مال چیک کرتا ہے، مال پر نہ تو قبضہ کرتا ہے نہ مال خود روانہ کرتا ہے اور نہ اس کو ڈلیوری لینے کا اختیار ہے تو ان صورتوں میں صرف سرٹیفکیٹ جاری کرنے سے رسک منتقل نہیں ہوگا۔ (۱)

---

(۱) (وكيل الخصومة والتقاضي) أي أخذ الدين (لايملك القبض) عند زفر وبه يفتى لفساد الزمان... (ولايملكهما) أي الخصومة والقبض (وكيل الملازمة كما لايملك الخصومة وكيل الصلح.... (الدرمع الرد: (۵/ ۵۲۹، ۵۳۰) كتاب الوكالة، باب الوكالة بالخصومة والقبض، ط: سعيد)

أما إذا سلم البائع المبيع إلى شخص أمر المشتري بتسليمه إليه فقد حصل القبض كما لو سلم البائع المبيع إلى المشتري نفسه۔ (درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۱/ ۲۳۹) شرح المادة: ۲۶۲، كتاب البيوع، حقيقة التسليم والتسلم وكيفيتهما، ط: دار عالم الكتب)

إذا قال المشتري للبائع ابعث إلى ابني واستأجر البائع رجلا يحمله إلى ابنه فهذا ليس بقبض والأجر على البائع إلا أن يقول استأجر علي من يحمله فقبض الأجير يكون قبض المشترى إن صدقه أنه استأجر ودفع إليه۔ (الفتاوى الهندية: (۳/ ۱۹) كتاب البيوع، الباب الرابع، الفصل الثاني في تسليم المبيع وفيما يكون قبضا وفيما لايكون قبضا، ط: رشيديه)

إذا تلف كل المبيع أو بعضه في يد المشتري أو وكيله بفعل نفسه أو تعدى المشتري أو غيره... وكذلك إذا اشترى شخص من آخر مالا فأرسل رسولا لقبضه من البائع فقبضه الرسول وتلف في يده فالخسارة على المشتري لأن الرسول قبض بأمره۔ (درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۱/ ۲۷۸) شرح المادة: ۲۹۳، كتاب البيوع، تلف كل المبيع قبل القبض يكون على ستة صور، ط: دار عالم الكتب)

ایجنسی والوں کے لیے مقررہ نرخوں سے زیادہ قیمت پر مال فروخت کرنا

(۳۷۴)

''ڈیلر کے لیے مقررہ نرخوں سے زیادہ قیمت پر مال فروخت کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۴۰۹/۳)

ایڈریس معلوم نہ ہو قرض دینے والوں کا

اگر اتفاق سے قرض لینے والے کو قرض دینے والوں کا ایڈریس معلوم نہ ہو، تو ان کے رقم کو ان کی طرف سے نیت کر کے فقراء میں صدقہ کر دیں، جب وہ آئیں یا ان کے پتے مل جائیں تو ان کو صدقہ کے بارے میں بتادیں، اگر وہ صدقہ پر راضی ہیں، تو انہیں اس کا اجر مل جائے گا، اور قرضدار پر رقم دوبارہ ادا کرنا لازم نہیں ہوگا، لیکن اگر وہ صدقہ کرنے پر راضی نہیں تو ان کی رقم ادا کر دیں، اس صورت میں قرضدار کو صدقہ کا اجر مل جائے گا۔ (۱)

ایڈوانس بکنگ

کسی چیز کی فیکٹری یا کارخانہ کو نمونہ دکھا کر کوئی چیز آرڈر پر بنوانا اور مکمل قیمت یا کچھ ایڈوانس کے طور پر پہلے ادا کر دینا جائز ہے کیوں کہ یہ بیع استصناع ہے

---

(۱) علیه دیون و مظالم جهل أربابها وأيس) من علیه ذلک (من معرفتهم فعلیه التصدق بقدرها من ماله وإن استغرقت جمیع ماله)۔ (الدر المختار مع الرد: (۲۸۳/۴) کتاب اللقطة، ط: سعید)

(فإن جاء مالكها) بعد التصدق (خير بين إجازة فعله ولو بعد هلاكها) وله ثوابها (أو تضمينه)۔ قال ابن عابدين: (قوله: أو تضمينه) فيملكها الملتقط من وقت الأخذ ويكون الثواب له، خانية۔ (الدر المختار مع رد المحتار: (۲۸۰/۴) کتاب اللقطة، ط: سعید)

البحر الرائق: (۱۵۴/۵) کتاب اللقطة، ط: سعید۔

اور بیع استصناع جائز ہے۔[۱]

ایڈوانس رقم دے کر رعایت کے ساتھ اشیاء خریدنا

موجودہ دور میں مختلف دوا ساز کمپنیاں ہیں جو مختلف قسم کی ادویات کا کاروبار کرتی ہیں، ان کے کاروبار کا طریقہ یہ ہے کہ کمپنی خریدار سے رقم ایڈوانس لے لیتی ہے، پھر پانچ چھ ماہ بعد مقررہ مدت پر خریدار کو دوا دیتی ہے اور ایڈوانس رقم دے کر دوا خریدنے والے خریدار کو عام خریداروں کی بہ نسبت زیادہ رعایت دیتی ہے تو اس طرح ایڈوانس رقم دے کر رعایت کے ساتھ دوا وغیرہ خریدنا جائز ہے اور اس میں عام خریداروں کے مقابلے میں جو رعایت پہلے بکنگ کرانے والے کو ملتی ہے اس کی دو حیثیتیں ہیں:

❶ ایک حیثیت سے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ خریدار نے چوں کہ کمپنی کو رقم قرض دی ہے، اس لیے کمپنی قرض کے مقابلے میں رعایت دے رہی ہے، اس اعتبار سے رعایت شرعاً نا جائز ہونی چاہیے؛ کیوں کہ قرض دے کر نفع حاصل کرنا سود ہونے کی وجہ سے نا جائز اور حرام ہے۔[۲]

---

(۱) كل شيئ تعومل استصناعه يصح فيه الاستصناع على الإطلاق ... يلزم في الاستصناع وصف المصنوع و تعريفه على الوجه الموافق المطلوب... لايلزم في الاستصناع دفع الثمن حالاً أي وقت العقد. (شرح المجلة لرستم باز: (۱/۱۷۵، ۱۷۶) المادة: ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، الكتاب الأول: البيوع، الباب السابع في بيان أنواع البيع وأحكامه، الفصل الرابع في الاستصناع، ط: فاروقيه)

شرح المجلة للأتاسي: (۲/۴۰۳) المادة: ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۰۱، أيضا، ط: رشيديه.

وعلى كل فكما يكون الاستصناع صحيحا بالتعجيل يكون صحيحا بتأجيل بعض الثمن أو كله. (درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۱/۴۲۴) المادة: ۳۹۱، أيضا، ط: دار الجيل)

(۲) عن علي أمير المؤمنين رضي الله عنه مرفوعا: كل قرض جر منفعة فهو ربا. (إعلاء السنن: (۱۴/ ۵۱۲) كتاب الحوالة، باب كل قرض جر منفعة فهو ربا، ط: إدارة القرآن)

مرقاة المفاتيح: (۶/۵۸) كتاب البيوع، باب الربا، الفصل الثالث، ط: رشيديه.

وأما الذي يرجع إلى نفس القرض فهو أن لايكون فيه جر منفعة فإن كان لم يجز كأن ... =

لیکن دوسری حیثیت یہ ہے کہ یہ رعایت قرض کی وجہ سے نہیں، بلکہ خریدار کے مستقل گاہک ہونے کی وجہ سے رعایت ہے اور تاجروں کی یہ عادت ہے کہ اپنے مستقل گاہکوں کو رعایت دیا کرتے ہیں، اس لیے کمپنی یہ رعایت دے رہی ہے اور ایڈوانس رقم کا مطالبہ یہ اطمینان حاصل کرنے کے لیے ہے کہ یہ شخص واقعتاً مقررہ مدت پر دوائی ضرور خریدے گا، اس اعتبار سے یہ رعایت شرعاً جائز ہے، تاجروں کا عرف اور علماءِ عصر کا تعامل بھی اس کی تائید کرتا ہے۔[1]

واضح رہے کہ یہ حکم تمام کمپنیوں کے لیے عام ہے دواساز کمپنی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

ایڈورٹائزنگ

☆...... ایڈورٹائزنگ (تشہیر) سے مراد ہوتا ہے اپنی مصنوعات یا خدمات کو شہرت دینا، ان کی فروخت میں اضافہ کرنا، لوگوں کو اپنی مصنوعات کی طرف متوجہ

= ... أقرضه وشرط شرطًا له فيه منفعة۔ (بدائع الصنائع: (۳۹۵/۷) كتاب القرض، فصل: وأما الشرائط فأنواع، ط: سعيد)

وفي الأشباه كل قرض جر نفعا فهو حرام۔ (الدر مع الرد: (۱۶۶/۵) كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، مطلب كل قرض جر نفعا حرام، ط: سعيد۔

(۱) ولو أعطاه درهم وجعل يأخذ منه كل يوم خمسة أمناء ولم يقل في الابتداء اشتريت منك يجوز ولهذا حلال وإن كانت نيته وقت الدفع الشراء؛ لأنه بمجرد النية لا ينعقد البيع وإنما ينعقد البيع الآن بالتعاطي والآن المبيع معلوم فينعقد البيع صحيحا قلت ووجهه أن ثمن الخبز معلوم فإذا انعقد بيعا بالتعاطي وقت الأخذ مع دفع الثمن قبله۔ (شامي: (۵۱۶/۴) كتاب البيوع، مطلب: البيع بالتعاطي، ط: سعيد)

الزيادة في الثمن والمثمن جائزة حال قيامهما۔ (الفتاوى الهندية: (۱۷۱/۳) كتاب البيوع، الباب السادس عشر في الزيادة في الثمن والمثمن، ط: رشيديه)

ويجوز للبائع أن يزيد للمشتري في المبيع ويجوز أن يحط عن الثمن ويتعلق الاستحقاق بجميع ذلك۔ وفي حاشيته: لأن الزيادة لما التحقت بأصل العقد صارت كالموجود عند العقد۔ (الهداية: (۸۰/۳) كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، فصل، ط: رحمانية)

کرنا، ان کے ذہنوں میں اپنے مارکہ کے بارے میں مثبت رائے کو فروغ دینا، لوگوں کو اپنا مارکہ خریدنے پر آمادہ کرنا وغیرہ، اور یہ شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے کرنا جائز ہے۔

☆...... ''ایڈورٹائزنگ'' کے بنیادی طور پر دو طریقے ہیں:

❶ اعلانات۔ ❷ تجارتی ترغیبات۔

ائیرپورٹ پر رضامندی سے چھوڑا ہوا مال

''رضامندی سے پورٹ وغیرہ میں چھوڑا ہوا مال'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

الیف، او، بی (F.O.B)

سامان کی ''شپمنٹ'' (سامان کو بحری جہاز کے ذریعے امپورٹر کی طرف منتقل کرنے) کا ایک طریقہ الیف، او، بی (فریٹ اون بورڈ) ہے، یعنی مال بھیجنے والا ایکسپورٹر بحری جہاز پر مال رکھنے تک مال برداری اور نقل وحمل کے اخراجات برداشت کرے گا۔

اس صورت میں ایکسپورٹر کی صرف یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ سامان جہاز پر روانہ کردے، آگے اس کا کرایہ اور دوسرے مصارف خود امپورٹر ادا کرتا ہے، اس صورت میں شپنگ کمپنی امپورٹر کی ایجنٹ ہوتی ہے، لہٰذا جس وقت شپنگ کمپنی سامان پر قبضہ کرلے گی تو اس کا قبضہ امپورٹر کا قبضہ سمجھا جائے گا اور اس سامان کا رسک (ضمان) اسی وقت امپورٹر (خریدار) کی طرف منتقل ہوجائے گا۔[1]

---

(۱) إذا تلف كل المبيع أو بعضه في يد المشترى أو وكيله بفعل نفسه أو تعدى المشترى أو غيره . . . وكذلك إذا اشترى شخص من آخر مالا فأرسل رسولاً لقبضه من البائع فقبضه الرسول وتلف في يده فالخسارة على المشترى . . . . (درر الحكام إلى مجلة الأحكام: (۱/۳۷۸) المادة: ۲۹۳، البيوع، الباب الخامس، الفصل الخامس: في بيان المواد المترتبة على هلاک المبيع، ط: دار عالم الكتب سلطانيه كوئٹه)=

ایک آدمی بائع اور مشتری دونوں کا وکیل نہیں بن سکتا

ایک ہی آدمی ایک ہی وقت میں ایک ہی چیز کے بارے میں بائع (فروخت کنندہ) اور مشتری (خریدار) دونوں کا وکیل نہیں بن سکتا۔[1]

ایک بھائی کی زمین دوسرے نے اجازت کے بغیر فروخت کردی

اگر ایک بھائی نے دوسرے بھائی کی زمین اس کی اجازت کے بغیر فروخت کردی تو یہ بیع صحیح نہیں ہے، دوسرا بھائی جب بھی چاہے اپنی زمین کا مطالبہ کرسکتا ہے، اس کا دعویٰ صحیح ہوگا۔[2]

ایک بیع میں دو سودے

''دو سودے ایک بیع میں'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳/۳۵۱)

= أما إذا سلم البائع المبيع إلى شخص أمر المشتري بتسليمه إليه فقد حصل القبض كما لو سلم البائع إلى المشتري نفسه .... (درر الحكام إلى مجلة الأحكام: (۱/۲۳۹) تحت المادة ۲۶۲، البيوع، الباب الخامس، الفصل الأول: في بيان حقيقة التسليم والتسلم، وكيفيتهما، ط: دار عالم الكتب سلطانيه كوئٹه)

الدر مع الرد: (۶/۱۳) كتاب الإجارة، ط: سعيد۔

مجمع الأنهر: (۳/۱۳۶) كتاب البيوع، باب السلم، ط: دار الكتب العلمية۔

(۱) تخریج کے لیے ''بائع کا وکیل اپنے لیے خرید نہیں سکتا'' عنوان کے تحت حاشیہ دیکھیں۔

(۲) إذا كان البيع غير لازم كان حق الفسخ لمن له الخيار، البيع الموقوف يفيد الحكم عند الإجازة، وأما قبل الإجازة فلا يفيد ... بيع الفضولي إذا أجاز صاحب المال أو وكيله أو وصيه أو وليه نفذ البيع، وإلا انفسخ .... (شرح المجلة للأتاسي: (۲/۳۷۳، ۳۷۷) المادة: ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، البيوع، الباب السابع، الفصل الثاني: في بيان أحكام أنواع البيع، ط: رشيديه)

شرح المجلة لرستم باز: (۱/۱۶۸، ۱۶۹) المادة: ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، أيضا، ط: فاروقيه كوئٹه۔

الدر مع الرد: (۵/۱۰۶، ۱۱۳) كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، فصل: في الفضولي، ومطلب: البيع الموقوف نيف وثلاثون، ط: سعيد۔

ایک چیز میں نقصان کر کے دوسری میں تلافی کرنا

بعض وقت خریدار کو ایک سے زائد چیزیں خریدنی ہوتی ہیں، اور خریدار کبھی ایک چیز کی قیمت بہت ہی زیادہ کم دینا چاہتا ہے، مگر دکاندار اس خیال سے اس پر راضی ہو جاتا ہے کہ دوسری چیز کی قیمت بڑھا کر مذکورہ کمی پوری کرلوں گا، شریعت کی رو سے اس طریقہ کار میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ اس میں جھوٹ اور دھوکہ نہ ہو۔ (۱)

ایک دام

''فکس پرائز شاپ'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۰۷/۵)

ایک دکاندار کی چیز دوسرے دکاندار کا فروخت کرنا

''دوسرے دکاندار سے کوئی چیز لا کر فروخت کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

ایکسائز

''محصول چنگی'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۲۲/۶)

ایکسپورٹ (Export)

بیرون ممالک میں مال بھیجنے کو برآمد کرنا کہتے ہیں اور یہ دین اسلام میں جائز ہے اور یہ متعدد صحابہ کرام سے ثابت ہے۔

---

(۱) لأن الثمن حق العاقد فإليه تقديره۔ (الهداية: (۴۷۲/۴) كتاب الكراهية، مسائل متفرقة، ط: رحمانية)

الجوهرة النيرة: (۳۸۷/۲) كتاب الحظر والإباحة، ط: حقانيه۔

وللبائع أن يبيع بضاعته بما شاء من ثمن ولا يجب عليه أن يبيعه بسعر السوق دائما وللتجار ملاحظة مختلفة في تعيين الأثمان وتقديرها، فربما تختلف أثمان البضاعة الواحدة باختلاف الأحوال، ولا يمنع الشرع من أن يبيع المرء سلعته بثمن في حالة، وبثمن آخر في حالة أخرى۔ (بحوث في قضايا فقهية معاصرة: (۱/۸، ۹) أحكام البيع بالتقسيط، زيادة الثمن من أجل التأجيل، ط: دار العلوم كراچی)

❶ حضرت ابو معلق انصاری رضی اللہ عنہ بڑے تاجر تھے، اپنا اور دوسروں کا مال بہت سے ممالک میں لے جایا کرتے تھے، بڑے دیندار، پرہیزگار اور مستجاب الدعوات تھے۔ (۱)

❷ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کاروبار حجاز سے نکل کر ایران تک پھیل گیا تھا۔ (۱)

❸ حضرت عمرو بن العاص اور عمارہ بن ولید رضی اللہ عنہما بڑے تاجر تھے ان کی رسائی حبشہ کے بادشاہ نجاشی اور اس کے وزراء تک تھی۔

ایکسپورٹر اپنا وعدۂ بیع پورا نہ کرے تو؟

مثلاً: ایکسپورٹر نے پندرہ ہزار کاٹن سپلائی کرنے کا وعدہ کرلیا اور قیمت بھی طے ہوگئی، پھر اس نے وعدہ کے مطابق کاٹن سپلائی کرنا شروع کردی یہاں تک کہ دس ہزار بیلیں سپلائی کردیں، اس کے بعد کاٹن کی قیمت میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا، اب ایکسپورٹر نے سوچا کہ اگر میں نے پرانے ریٹ پر مال سپلائی کردیا تو قیمت بڑھنے کی وجہ سے جو منافع ملنا چاہیے وہ نہیں ملے گا، چناں چہ اس نے پانچ ہزار بیلیں روک لیں اور امپورٹر کو سپلائی نہیں کیں اور ایکسپورٹر نے یہ پانچ ہزار بیلیں عام بازار میں فروخت کرکے بہت بڑا نفع حاصل کرلیا، اگر وہ ایکسپورٹ کرتا تو اتنا منافع اس کو نہ ملتا تو اس

---

(۱) ومنهم أبو معلق الأنصاري كان تاجرا يتجر بمال له ولغيره ويضرب في الآفاق وكان ناسكا ورعا مجاب الدعوة۔ (التراتيب الإدارية: (۳۲/۲) القسم التاسع، الباب الأول في ذكر من كان يتجر في زمن الرسول صلى الله عليه وسلم، ط: دار القلم)

السيرة الحلبية: (۲۳۸/۳) باب سراياه صلى الله عليه وسلم، سرية الرجيع، ط: دار الكتب العلمية۔

الإصابة في تمييز الصحابة: (۱۷۸/۷) باب الكنى، حرم الميم، أبو معلق، ط: دار الكتب العلمية۔

(۲) (مسند احمد: ۶۲/۱)

صورت میں معاہدے کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے ایکسپورٹر گناہ گار ہوگا۔ (۱)

ایکسپورٹ فنانسنگ

برآمد کرنے والا برآمد کرنے کے لیے بینک سے قرض لیتا ہے، مثلاً: کسی تاجر کے پاس باہر کے کسی ملک سے اشیاء کی خریداری کا آرڈر ہوتا ہے، لیکن وہ اشیاء تیار یا مہیا کرنے کے لیے اسے رقم کی ضرورت ہوتی ہے جو وہ بینک سے قرض لیتا ہے اور قرض لے کر مطلوبہ اشیاء فراہم کر کے برآمد کرتا ہے، اس صورت میں بینک برآمد کرنے والے کو جو قرض دیتا ہے اس کو ''ایکسپورٹ فنانسنگ'' کہتے ہیں، اس قسم کا سودی قرضہ لینا جائز نہیں ہے۔ (۲)

---

(۱) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: آية المنافق ثلاث، زاد مسلم وإن صام وصلى، وزعم أنه مسلم، ثم اتفقا: إذا حدث كذب وإذا وعد أخلف وإذا اؤتمن خان۔ (مشكوٰة المصابيح: (ص: ١٧) باب الكبائر وعلامات النفاق، الفصل الأول، ط: قديمي)

الصحيح مسلم: (٣٢٥/٢) كتاب البر والصلة والأدب، باب تحريم الكذب وبيان ما يباح منه، ط: قديمي۔

صحيح البخاري: (١٠/١) كتاب الإيمان، باب علامة المنافق، ط: قديمي۔

(٢) (هو) لغة: مطلق الزيادة وشرعا (فضل) ... (خال عن عوض) ... بمعيار شرعي) هو الكيل والوزن ... (مشروط) ذلك الفضل (لأحد المتعاقدين) ... (في المعاوضة) ... (وعلته) أي علة تحريم الزيادة (القدر) المعهود بكيل أو وزن (مع الجنس فإن وجدا حرم الفضل) أي الزيادة (والنساء) ...۔ (الدر مع الرد: (١٦٨/٥، ١٧٢) كتاب البيوع، باب الربا، ط: سعيد)

عن علي رضي الله عنه: أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم: لعن آكل الربوا وموكله وكاتبه ومانع الصدقة وكان ينهى عن النوح، رواه النسائي۔ (مشكوٰة المصابيح: (ص: ٢٤٦) باب الربا، الفصل الثالث، ط: قديمي)

صحيح البخاري: (٢٧٩/١) كتاب البيوع، باب قول الله تعالى: {يأيها الذين آمنوا لا تأكلوا الربوا أضعافا مضاعفة} (الآية)، وباب آكل الربوا وشاهده وكاتبه ...، ط: قديمي۔

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الربوا سبعون جزءا أيسرها أن ينكح الرجل أمه۔ (مشكوٰة المصابيح: (ص: ٢٤٦) باب الربوا، الفصل الثالث، ط: قديمي)

ایکسپورٹ کرنے کے لیے سرمایہ کا حصول

"ایکسپورٹ" کے معاملے میں ایک اہم حصہ "ڈاکومنٹ کریڈٹ" کا ہوتا ہے، عام قاعدہ اور ماہرین کا تجربہ یہ ہے کہ "آدمی چادر دیکھ کر پاؤں پھیلائے" اور شریعت نے بھی یہی اصول سکھایا ہے، لیکن آج کل عملی طور پر لوگوں نے اس اصول کے برخلاف یہ اصول اپنایا ہوا ہے کہ "آدمی پاؤں پہلے پھیلائے اور چادر بعد میں تلاش کرے"، چناں چہ ایکسپورٹ کے اندر بھی یہ کیا جاتا ہے کہ آدمی مال بھیجنے کا آرڈر پہلے حاصل کرلیتا ہے جب کہ اس کے پاس نہ مال ہوتا ہے اور نہ ہی مال خریدنے کے لیے پیسے موجود ہوتے ہیں، یہ طریقہ شرعی اور اخلاقی اعتبار سے پسندیدہ نہیں ہے۔[1]

اب جب کہ ایکسپورٹر کوئی آرڈر حاصل کرلیتا ہے اور مال خریدنے کے لیے پیسے کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ کسی بینک یا مالیاتی ادارے سے رجوع کرتا ہے تاکہ وہ سرمایہ کاری کرے اور پیسے فراہم کرے اور اس پیسے سے ایکسپورٹر مال تیار کرکے آرڈر سپلائی کرے، آج کل اس کو ایکسپورٹ فائنانسنگ کہا جاتا ہے۔

پوری دنیا میں اس وقت جو نظام رائج ہے اس کے مطابق ہر بینک اور ہر ادارہ اس کام کے لیے سرمایہ فراہم کردیتا ہے، لیکن اس کی بنیاد "انٹرسٹ" (سود) پر ہوتی ہے، اس لیے بینک وغیرہ سے اس طرح سودی قرضہ لینا یا سودی بنیاد پر سرمایہ

---

(۱) عن حكيم بن حزام قال: نهاني رسول الله صلى الله عليه وسلم: أن أبيع ماليس عندي، رواه الترمذي، وفي رواية له، ولأبي داود والنسائي قال: قلت: يا رسول الله! يأتيني الرجل فيريد مني البيع وليس عندي فأبتاع له من السوق قال: لاتبع ماليس عندك. (مشكوة المصابيح: (ص: ۲۴۸) باب المنهي عنها من البيوع، الفصل الثاني، ط: قديمي)

جامع الترمذي: (۲۳۳/۱) أبواب البيوع، باب ماجاء في كراهية بيع ماليس عنده، ط: قديمي۔

سنن أبي داود: (۱۳۹/۲) كتاب الإجارة، باب في الرجل يبيع ماليس عنده، ط: رحمانيه۔

حاصل کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ سود دینا لینا سب ناجائز اور حرام ہے۔ (۱)

ایکسپورٹ میں انشورنس کرنا

☆......ایکسپورٹ کرتے ہوئے ایک مسئلہ درپیش ہوتا ہے کہ خریدار (امپورٹر) بائع (ایکسپورٹر) سے یہ کہتا ہے کہ آپ پہلے مال کا انشورنس کرانا پھر روانہ کرنا اور انشورنس کرنا شرعی اعتبار سے ناجائز ہے؛ کیوں کہ ہمارے ملک میں انشورنس کی جتنی اسکیمیں رائج ہیں ان سب میں جوا، سود اور قمار کا عنصر پایا جاتا ہے، اس لیے انشورنس کرنا اور کرانا شرعاً جائز نہیں ہے۔ (۲)

☆......انشورنس کے بغیر بھی تجارت ہوسکتی ہے، اگر ایکسپورٹ کے معاملے

---

(۱) (هو) لغة: مطلق الزيادة وشرعا (فضل) ... (خال عن عوض) ... بمعيار شرعي) هو الكيل والوزن ... (مشروط) ذلك الفضل (لأحد المتعاقدين) ... (في المعاوضة) ... (وعلته) أي علة تحريم الزيادة (القدر) المعهود بكيل أو وزن (مع الجنس فإن وجدا حرم الفضل) أي الزيادة (والنساء) ... (الدر مع الرد: (۱۶۸/۵، ۱۷۲) كتاب البيوع، باب الربا، ط: سعيد)

عن علي رضي الله عنه: أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم: لعن آكل الربو وموكله وكاتبه ومانع الصدقة وكان ينهى عن النوح، رواه النسائي۔ (مشكوة المصابيح: (ص: ۲۴۶) باب الربا، الفصل الثالث، ط: قديمي)

صحيح البخاري: (۲۷۹/۱) كتاب البيوع، باب قول الله تعالى: {يأيها الذين آمنوا لا تأكلوا الربوا أضعافا مضاعفة} (الآية)، وباب آكل الربو وشاهده وكاتبه...، ط: قديمي۔

عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الربوا سبعون جزءا أيسرها أن ينكح الرجل أمه۔ (مشكوة المصابيح: (ص: ۲۴۶) باب الربوا، الفصل الثالث، ط: قديمي)

(۲) وسمي القمار قمارا؛ لأن كل واحد من المقامرين ممن يجوز أن يذهب ماله إلى صاحبه ويجوز أن يستفيد مال صاحبه وهو حرام بالنص۔ (شامي: (۴۰۳/۶) كتاب الحظر والإباحة، فصل: في البيع، ط: سعيد)

القمار كله من الميسر، وهو السهام التي يجيلونها، فمن خرج سهمه استحق منه ما توجبه علامة السهم، فربما أخفق بعضهم، حتى لا يحظى بشيئ، وينجح البعض فيحظى بالسهم الوافر، وحقيقته تمليك المال على المخاطرة، وهو أصل في بطلان عقود التمليكات الواقعة على الأخطار۔ (أحكام القرآن للجصاص: (۶۵۳/۲)، المائدة: ۹۰، باب تحريم الخمر، ط: قديمي)

انظر إلى الحاشية السابقة أيضا۔

کا تعلق ایف ،او، بی یا سی اینڈ ایف کا ہے تو ان دونوں صورتوں میں انشورنس کرنا ایکسپورٹر کی ذمہ داری نہیں ہوتی ، بلکہ مال کو شپنگ کمپنی کے حوالے کرنے کے بعد اس کی ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے اور انشورنس کرنا امپورٹر کی ذمہ داری ہوتی ہے، لیکن اگر سی، آئی، ایف کا معاملہ ہے جس میں انشورنس کرانا ایکسپورٹر کی ذمہ داری ہوتی ہے تو اس صورت میں ''ایکسپورٹر'' کو انشورنس بھی کرانا پڑتا ہے، لہٰذا جو مسلمان تاجر ایکسپورٹ کریں ان کو چاہیے کہ وہ سی ،آئی ،ایف کا معاملہ نہ کریں ، بلکہ یا تو ایف ، او ، بی کا معاملہ کریں یا سی اینڈ ایف کا معاملہ کریں تا کہ انشورنس کرانے کی ذمہ داری ان کی نہ رہے۔

ایکسرے

ڈاکٹر مریض کو ایکسرے یا ٹیسٹ لکھ کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ : یہ فلاں لیبارٹری سے کرواؤ۔ واضح رہے کہ ڈاکٹر کا اس لیبارٹری سے معاہدہ ہوتا ہے کہ وہ ایکسرے یا ٹیسٹ کے لیے مریض بھیجنے پر اتنی دلالی لے گا، یہ جائز نہیں ہے؛ کیوں کہ مریض کو ڈاکٹر کا بروکر کے طور پر کام کرنا معلوم نہیں۔

نیز یہ کہ ڈاکٹر صرف مشورہ یا مشورہ اور دوا دونوں کی فیس مریض سے وصول کرتا ہے، اس کی وجہ سے لیبارٹری سے متعلق مشورہ بھی اس کے فرائض میں داخل ہو جاتا ہے۔

مزید یہ کہ جب بیچ کے آدمی کا بروکر اور دلال ہونا معلوم نہ ہو تو آدمی اس سے ہمدردی کی بنیاد پر تعاون طلب کرتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ اس کی بے لوث رہنمائی کرے گا جب کہ بروکر/ دلال اپنے مفاد کو پیش نظر رکھتا ہے اور اس کے کام میں بے لوث راہنمائی نہیں ہوتی، اس طرح سے راہنمائی لینے والے فریق کو دھوکہ

ہوتا ہے اور یہ درست نہیں ہے۔[۱]

ایک شخص بائع اور خریدار دونوں نہیں ہوسکتا

ایک ہی شخص بیک وقت ایک ہی چیز کا خریدار اور بائع نہیں ہوسکتا، اس لیے ایک ہی چیز کے بارے میں ایک ہی وقت میں بائع اور خریدار الگ الگ شخص ہونا ضروری ہے، ہاں اگر چیز الگ الگ ہے تو ایک ہی آدمی ایک ہی وقت میں ایک چیز کا بائع اور دوسری چیز کا خریدار ہوسکتا ہے۔[۲]

ایک شریک پیسہ ادا کرنے سے پہلے غائب ہوگیا

''دو آدمیوں نے ایک چیز ادھار خریدی ہے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔

ایک شریک پر تاوان ڈالنے کا حکم

''نقصان کا تاوان تمام شرکاء پر ہوتا ہے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۳۸۱/۶)

---

(۱) [يأيها الذين آمنوا أوفوا بالعقود...] (المائدة: ۱)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المستشار مؤتمن۔ (سنن أبي داود: (۳۵۸/۲) كتاب الأدب، باب في المشورة، ط: رحمانيه)

من غش فليس مني۔ (مشكوة المصابيح: (ص: ۲۴۸) كتاب البيوع، باب المنهي عنها من البيوع، ط: قديمى)

حدثنا عفان... قال سمعت جرير بن عبد الله... وقال: أما بعد، فإني أتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت: أبايعك على الإسلام۔ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ واشترط علي۔: والنصح لكل مسلم "فبايعته على هذا...۔ (مسند أحمد: ۳۸۹/۳۱، ۳۹۰) رقم الحديث: ۱۹۱۵۳، من حديث جرير بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم، ط: مؤسسة الرسالة)

(۲) إذا اشترى الوكيل بالبيع مال موكله لنفسه، لا يصح وإن أطلق له الموكل بقوله: بع ممن شئت؛ لأنه يصير حينئذ متوليا طرفي العقد، وهو لا يجوز۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۶۳۰/۲، ۶۳۱) المادة: ۱۴۹۶، الكتاب الحادي عشر: في الوكالة، الباب الثالث: في بيان أحكام الوكالة، الفصل الثالث: في الوكالة بالبيع، ط: فاروقيه كوئته)

الهندية: (۵۸۹/۳) كتاب الوكالة، الباب الثالث في الوكالة بالبيع، ط: رشيديه۔

الدر مع الرد: (۵۲۱/۵) كتاب الوكالة، فصل: لا يعقد وكيل البيع والشراء، ط: سعيد۔

ایک شریک کا دوسرے شریک کے حصہ کو فروخت کرنا

ہر شریک کو اپنا حصہ فروخت کرنے کا حق ہوتا ہے، دوسرے شریک کا حصہ اس کی اجازت کے بغیر فروخت کرنے کا حق نہیں ہوتا۔ اگر کسی شریک نے دوسرے شریک کا حصہ اس کی اجازت کے بغیر فروخت کردیا، تو یہ سودا شریک کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر وہ اجازت دے دے گا تو یہ سودا نافذ ہوجائے گا، ورنہ نافذ نہیں ہوگا اور سودا باطل ہوجائے گا۔[1]

ایک مشتری کو مبیع دکھا کر دوسرے کو فروخت کرنا

''مبیع ایک مشتری کو دکھا کر دوسرے کو فروخت کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۸۰/۶)

ایک معاملہ پر دوسرا معاملہ کو جمع کرنا

''بیع پر بیع کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۸۳/۲)

---

(۱) كل من الشركاء في شركة الملك أجنبي في حصة الآخر ولا يعتبر أحدهم وكيلاً عن الآخر۔ فلذلك لايجوز تصرف أحدهما في حصة الآخر بدون إذنه ۔ (شرح المجلّة لسليم رستم باز: (۱/ ۶۰۱) رقم المادة: ۱۰۷۵، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب الأول، الفصل الثاني، ط: دار الكتب العلمية بيروت)

وكل منهما أجنبي في نصيب الآخر، حتى لايجوز له التصرف فيه إلا بإذن الآخر كغير الشريك، لعدم تضمنها الوكالة۔ (مجمع الأنهر: (۲/ ۵۴۳) كتاب الشركة، ط: مكتبة غفارية كوئٹه)

الفتاوى التاتارخانية: (۵/ ۶۲۱) كتاب الشركة، الفصل الأول، ط: إدارة القرآن۔

لو باع أحد صاحبي الدار المشتركة حصته وحصة شريكه بدون إذنه لآخر فيكون البيع المذكور فضولاً في حصة الشريك (البهجة) وللشريك المذكور إن شاء فسخ البيع في حصته وإن شاء أجاز البيع إذا وجدت شرائط الإجازة۔ (درر الحكام شرح مجلّة الأحكام: (۳/ ۲۹) تحت رقم المادة: ۱۰۷۵، الكتاب العاشر في أنواع الشركات، الباب الأول، الفصل الثاني: في كيفية التصرف في الأعيان المشتركة، ط: دار الجيل)

ایک نمبر کا مال چاہیے

(۳۸۷) ایک گاہک دکان دار سے کہتا ہے کہ: ''مجھے فلاں ملک کا ایک نمبر مال چاہیے، اگر آپ کے پاس موجود ہے تو قیمت متعین کر کے دے دیں''، دکان دار کہتا ہے میرے پاس موجود ہے اس کی قیمت زیادہ ہے، مثلاً: ایک نمبر کا مال سو روپے ڈبہ ہے جب کہ دوسرے نمبر کا مال اسی روپے فی ڈبہ ہے، خریدار کہتا ہے: میں اس شرط پر خریدتا ہوں کہ مال فلاں ملک کا ہے اور ایک نمبر کا ہے۔

دکان دار نے اس کا اقرار کر کے مال فروخت کر دیا، لیکن اس میں غلط بیانی سے کام لیا، مال اصل میں گاہک کی شرط کے مطابق باہر ملک کا نہ تھا، بلکہ اپنے ملک کا تھا، اس نے ''مارکہ'' دوسرے ملک کا لگا دیا یا مال دوسرے ملک کا تھا، لیکن ایک نمبر نہ تھا بلکہ دو نمبر تھا تو اس غلط بیانی کی وجہ سے یہ خرید و فروخت ناجائز ہو گئی ہے؛ کیوں کہ اس نے ایک نمبر کا مال ظاہر کر کے دو نمبر مال فروخت کیا ہے جو کہ غلط تھا اور اس نے باہر ملک کا مال ظاہر کر کے اندرون ملک کا مال فروخت کیا ہے جو کہ جھوٹ تھا، لہٰذا ایک نمبر مال اور دو نمبر مال کی قیمت میں جو فرق تھا اس فرق کا لینا دکان دار کے لیے ناجائز اور حرام ہے۔ اس طرح اندرون ملک اور بیرون ملک کے مال کے درمیان جو فرق ہے اس میں غلط بیانی کر کے اس نے جو زیادہ پیسے وصول کیے ہیں تو یہ زیادہ پیسے اس کے لیے حلال نہیں ہیں۔ (۱)

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مرّ على صبرة من طعام، فأدخل يده فيها، فنالت أصابعه بللاً، فقال: "يا صاحب الطعام! ما هذا؟ قال: أصابته السماء يا رسول الله! قال: أفلا جعلته فوق الطعام حتى يراه الناس، ثم قال: من غش فليس منا۔ (جامع الترمذي: (۱/۲۴۵) أبواب البيوع، باب ماجاء في كراهية الغش في البيوع، ط: سعيد)

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألا تظلموا ألا لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه۔ (مشكوٰة المصابيح: (ص: ۲۴۸) كتاب البيوع، باب المنهي عنها من البيوع، الفصل الأول، ط: قديمی)

سنن أبي داود: (۲/۱۳۳) كتاب البيوع، باب في النهي عن الغش، ط: إمداديه ملتان۔

ایک نمبر کہہ کر دو نمبر چیز دینا

''اصلی کہہ کر جعلی چیز دینا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۲۹۶/۱)

ایک وارث نے دوسرے وارث کا حصہ فروخت کر دیا

ہر وارث کو اپنے اپنے حصے میں تصرف کرنے کا حق ہوتا ہے، دوسرے وارث کے حصے میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا۔

مثلاً: ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس نے ترکہ میں ایک مکان چھوڑا اور اس کے پانچ وارث: بیوہ، والدہ اور تین لڑکے ہیں، تو یہ پانچوں وارث اس مکان کے مالک ہیں، اب اگر ایک وارث نے دوسرے وارثوں کی اجازت کے بغیر پورا مکان فروخت کر دیا تو پورے مکان کی بیع صحیح نہیں ہوگی، جتنا حصہ فروخت کرنے والے وارث کا حصہ ہے اتنے حصے میں بیع صحیح ہوگی، باقی وارثوں کے حصوں کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر یہ لوگ اس بیع کی اجازت دیں گے تو بیع صحیح ہوگی ورنہ باقی وارثوں کے لیے اپنا اپنا حصہ مشتری سے واپس لینے کا حق ہوگا۔[1]

---

(۱) ومن باع ملک غیره بغیر أمره، فالمالک بالخیار، إن شاء أجاز البیع و إن شاء فسخ۔ (الهدایة: ۸۸/۳) کتاب البیوع، باب الإستحقاق، ط: شرکة علمیة ملتان)

بیع الفضولي إذا أجاز صاحب المال أو وکیله أو وصیه نفذ و إلا انفسخ۔ (شرح المجلة لسلیم رستم باز: (۲۱۲/۱) [المادة: ۳۷۸] البیوع، الباب السابع، الفصل الثاني: في بیان أحکام أنواع البیوع، ط: مکتبه حنفیه کوئٹه)

البحر الرائق: (۲۴۵/۶) کتاب البیع، باب الإستحقاق، فصل في بیع الفضولي، ط: رشیدیه۔

لایجوز التصرف في مال غیره بلا إذنه و ولایته۔ (شامي: (۲۰۰/۶) کتاب الغصب، ط: سعید)

لأحد الشریکین إن شاء بیع حصته إلی شریکه إن شاء باعها لآخر بدون إذن شریکه۔ (شرح المجلة لرستم باز: (۴۸۳/۱) المادة: ۱۰۸۸، الکتاب العاشر: في أنواع الشرکات، الباب الأول: في شرکة الملک وتقسیمها، الفصل الثاني: في کیفیة التصرف في الأعیان المشترکة، ط: فاروقیه کوئٹه)

شرح المجلة للأتاسي: (۲۸/۴) أیضا، ط: رشیدیه۔

ایک ہی چیز دو آدمیوں کو بیچ دی

اگر ایک آدمی نے ایک ہی چیز دو آدمیوں کو بیچ دی تو پہلی بیع صحیح ہوگی اور دوسری بیع صحیح نہیں ہوگی، لہٰذا وہ چیز پہلے آدمی کو ملے گی، دوسرے آدمی کو نہیں ملے گی، اور دوسرا آدمی بائع سے اپنی رقم واپس لے لے گا۔ (۱)

ایک ہی مال کو مختلف قیمتوں میں بیچنا

"مختلف قیمتوں میں ایک ہی مال کو بیچنا" عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۱۲۶/۶)

ایگریمنٹ

☆ ایگریمنٹ (معاہدہ) تحریری ہونا چاہیے، جس میں تمام حقوق، ذمہ داری اور شرائط وغیرہ کی مکمل وضاحت ہو، اور معاہدہ میں کسی قسم کا کوئی ابہام نہ ہوتا کہ آگے چل کر جھگڑا اور فساد کی گنجائش نہ ہو۔

☆ معاہدہ معتبر گواہوں کی موجودگی میں ہو تو بہتر ہے۔ (۲)

---

(۱) عن سمرة بن جندب، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أيما امرأة زوجها وليان فهي للأول منهما، ومن باع بيعا من رجلين فهو للأول منهما۔ (الترمذي: (۲۱۱/۱) ابواب النكاح، باب ماجاء في الوليين يزوجان، ط: قديمي)

سنن ابن ماجة: (ص: ۱۵۸) ابواب التجارات اذا باع المجيزان فهو للاول، ط: قديمي۔

القاعدة الأصلية أن العقد إذا جدد وأعيد فالثاني باطل ، فالبيع بعد البيع ، والصلح بعد الصلح والنكاح بعد النكاح، والحوالة بعد الحوالة كل ذلک باطل۔ (درر الحكام شرح مجلة الأحكام: (۱/ ۱۳۵) تحت المادة: ۱۷۶، البيوع، الباب الأول، الفصل الأول: فيما يتعلق بركن البيع، ط: دار عالم الكتب رياض)

(۲) ذهب بعض الناس إلى أن كتب الديون واجب على أربابها، فرض بهذه الآية بيعا كان أو قرضا، لئلا يقع فيه نسيان أو جحود، وهو اختيار الطبري... وقال الجمهور: الأمر بالكتب ندب إلى حفظ الأموال وإزالة الريب.... (أحكام القرآن للقرطبي: (۳۶۴/۳) سورة البقرة تحت رقم الآية: ۲۸۲، ط: رشيديه)

أحكام القرآن للقرطبي: (۱۵۷/۱) سورة البقرة: تحت رقم الآية: ۲۸۲، باب عقود المداينات، ط: قديمي۔

ایگزیبیشن میں شرکت کرنا

تجارت کو فروغ دینے کے لیے تجارتی میلے (ایگزیبیشن) میں شرکت کرنا جائز ہے۔[1] اس سے سامان فروخت کرنے کا ایک منفرد موقع ملتا ہے جس سے نئے کاروباری مواقع پیدا ہوتے ہیں، مال مہیا کرنے والے لوگوں کو تلاش کیا جا سکتا ہے، کاروباری مقابلہ دیکھنے، تعلقات بڑھانے اور شہرت حاصل کرنے میں مدد مل سکتی ہے، لیکن یہ ساری چیزیں اسی وقت حاصل ہوں گی جب ایک تاجر مناسب منصوبہ بندی سے کام کرے گا۔

واضح رہے کہ اس کو ''عالمی منڈی'' ''مقامی منڈی'' اور ''تجارتی میلوں'' سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

ایل، سی (L/C "Letter of Credit")

☆...... جب کوئی شخص دوسرے ملک سے کوئی چیز درآمد کرنا چاہتا ہے تو دوسرے ملک کا تاجر اس بات کا اطمینان چاہتا ہے کہ جب میں مطلوبہ سامان خریدار کو بھیجوں گا تو وہ واقعتاً قیمت کی ادائیگی کر دے گا، لہٰذا درآمد کرنے والا برآمد کرنے والے کو اعتماد دلانے کے لیے بینک سے ایک ضمانت نامہ حاصل کرتا ہے جس میں بینک بیچنے والے کو اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ یہ چیز فلاں شخص کو فروخت کر دی جائے تو قیمت کی ادائیگی کا ذمہ دار میں ہوں گا۔ اس کو ''ایل سی'' کہتے ہیں اور عربی

---

(۱) باب الأسواق التي كانت في الجاهلية فتبايع بها الناس في الإسلام أي هذا باب في بيان جواز التبايع في الأسواق التي كانت في الجاهلية قبل الإسلام، وقصده من وضع هذه الترجمة الإشارة إلى أن مواضع المعاصي وأفعال الجاهلية لا يمنع من فعل الطاعة فيها۔ (عمدة القاري: (۱۱/۲۰۹) كتاب البيوع، باب الأسواق التي كانت في الجاهلية فتبايع بها الناس في الإسلام، ط: دار الكتب العلمية)

فتح الباري: (۴/۳۲۱) كتاب البيوع، باب الأسواق التي كانت في الجاهلية فتبايع بها الناس في الإسلام، ط: دار المعرفة۔

میں "خطاب الضمان" یا "خطاب الإعتماد" کہتے ہیں۔ اس قسم کے ضمانت نامہ حاصل کرنے کو اردو میں "ایل، سی" کھلوانا اور عربی میں "فتح الإعتماد" کہتے ہیں۔

☆......کبھی ایل، سی فل مارجن پر کھلوائی جاتی ہے اور کبھی زیرو مارجن پر ایل، سی کھلوائی جاتی ہے۔

☆......کبھی ایل، سی کھلواتے وقت تھوڑی رقم ادا کردی جاتی ہے، اس صورت میں کل رقم کا جتنا فی صد ادا کیا گیا اتنے ہی فی صد مارجن پر ایل، سی کھولنا کہتے ہیں۔

☆......کبھی برآمد کنندہ کی جانب سے کاغذات آنے پر بینک اپنے پاس سے رقم ادا کردیتا ہے اور درآمد کنندہ ایک معین مدت کے بعد ادا کرتا ہے، اس صورت میں بینک کا قرض درآمد کنندہ کے ذمے ہوجاتا ہے اور اس پر بینک سود لیتا ہے۔[1]

مزید تفصیل کے لیے "درآمد، برآمد میں بینک کا کردار" عنوان کے تحت دیکھیں۔

---

(۱) الاعتماد المستندي: تعهد كتابي من المصرف لصالح مورد، يتعهد فيه المصرف بدفع ثمن السلع المصدره لمستورد طالب فتح الاعتماد، متى قدم المورد مستندات السلع والشحن، على أن تكون هذه المستندات مطابقة لشروط الإعتماد ويستعمل في تمويل التجارة الخارجية، وحكمه حكم خطاب الضمان: إن كان مغطى غطاء كليا، كان المصرف وكيلا عن فاتح الإعتماد، وله أن يأخذ عمولة أو أجرا عن وكالته، وإن كان مغطى كليا أو جزئيا كان المصرف كفيلاً، و فاتح الإعتماد مكفول عنه، فلايجوز للمصرف أخذ أجر مقابل الكفالة ذاتها، وإنما مقابل الإجراءات والمصارف الإدارية فقط، وإذا كان الغطاء جزئيا لاستيراد سلعة معينة، فإن البنك يصبح شريكا لفاتح الإعتماد في الكسب أو الخسارة بنسبة معينة هي ٢٪ مثلاً، وليس كفالة مجردة۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: (٦/١٨١) الفصل العاشر: الكفالة، المبحث الخامس: رجوع الكفيل عن الأصيل، تطبيقات على الكفالات المعاصرة، ثانيا: الاعتمادات المستندية، ط: رشيديه، و: (٦/٣٨، ٣٧) ط: دار الفكر، بيروت)

وانظر الحواشي الآتية۔

☆...... ایل، سی کھولتے وقت پوری رقم جمع کرادی جائے ورنہ سود شامل ہونے کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہوگا۔[1]

ایل، سی پر فیس

بینک کو ایل، سی کھولنے میں جو خدمات ادا کرنی پڑتی ہیں ان پر بینک معاوضہ لیتا ہے۔

درآمد کرنے والے کے بینک کی تین خدمات ہوتی ہیں:

❶ وکالت (ایجنسی) یعنی بینک درآمد کرنے والے کا وکیل بن کر برآمد کرنے والے سے معاملات طے کرتا ہے، خریدار کے کاغذات برآمد کرنے والے کو بھیجتا ہے اور برآمد کرنے والے کے بھیجے ہوئے کاغذات وغیرہ درآمد کرنے والے کو سپرد کرتا ہے، ان خدمات پر بینک اجرت لیتا ہے۔[2]

---

(۱) وأما الذي يرجع إلى نفس القرض فهو أن لايكون فيه جر منفعة، فإن كان لم يجز، نحو ما إذا أقرضه دراهم غلة على أن يرد صحاحا أو أقرضه وشرط شرطا له فيه منفعة؛ لما روى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه نهى عن قرض جر نفعا، ولأن الزيادة المشروطة تشبه الربا؛ لأنها فضل لايقابله عوض، والتحرز عن حقيقة الربا، وعن شبهة الربا واجب، هذا إذا كانت الزيادة مشروطة في القرض۔ (بدائع الصنائع: (۳۹۵/۷) كتاب القرض، فصل: وأما الشرائط فأنواع، ط: سعيد)

🗀 الدر مع الرد: (۱۶۶/۵) كتاب البيوع، فصل: في القرض، مطلب: كل قرض جز نفعا فهو حرام، ط: سعيد۔

🗀 [يأيها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقي من الربا إن كنتم مؤمنين فإن لم تفعلوا فأذنوا بحرب من الله ورسوله وإن تبتم فلكم رؤوس أموالكم لاتظلمون ولاتظلمون]۔ (سورة البقرة: ۲۷۸، ۲۷۹)

🗀 لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه وقال هم سواء۔ (مشكوة المصابيح: (ص: ۲۴۴) باب الربوا، الفصل الأول، ط: قديمى)

🗀 الصحيح لمسلم: (۳۸/۲) كتاب المساقاة والمزارعة، باب الربا، ط: رحمانيه۔

(۲) تصح الوكالة بأجر وبغير أجر؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم كان يبعث عماله لقبض الصدقات ويجعل لهم عمولة... ولأن الوكالة عقد جائز لايجب على الوكيل القيام بها فيجوز أخذ الأجرة فيها۔ (الفقه الإسلامي وأدلته: (۴۰۵۸/۵) الفصل التاسع: الوكالة، المبحث الأول: تعريف الوكالة =

⓬ ضمانت (گارنٹی) یعنی بینک اس بات کی ضمانت لیتا ہے کہ اگر خریدار نے رقم ادا نہیں کی تو وہ رقم ادا کرے گا، بینک اس پر بھی اجرت لیتا ہے۔ اور ضمانت پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔(۱)

⓭ قرض (کریڈٹ) یعنی جب مال خریدنے والا تاجر قیمت کی ادائیگی فوراً نہ کرے اور بینک اس کی طرف سے ادا کردے تو یہ رقم درآمد کرنے والے کے ذمے قرض ہوجاتی ہے، جس پر بینک مال درآمد کرنے والے سے سود وصول کرتا ہے اور سود دینا اور لینا حرام ہے، اس لیے یہ صورت بھی جائز نہیں ہے۔(۲)

ایل، سی پر فیس میں قرض کا حکم

☆......اگر خریدار تاجر نے بینک سے ایل سی کھلواتے وقت رقم ادا نہیں کی اور بینک نے اس کی طرف سے ادا کردی تو یہ رقم درآمد کرنے والے کے ذمہ قرض ہوجاتی ہے جس پر بینک درآمد کرنے والے سے سود وصول کرتا ہے جو کہ

=ورکنها ومشروعيتها، الوكالة بأجر، ط: رشيديه، و: (۶۹۱/۵) ط: دار الفكر بيروت)

شرح المجلّة لرستم باز: (۶۳۴/۱)، المادة: ۱۵۰۴، الوكالة، الباب الثالث: في بيان أحكام الوكالة، الفصل الثالث: في الوكالة بالبيع، ط: فاروقيه كوئٹه۔

شرح المجلّة للأتاسي: (۴۹۷/۴) المادة: ۱۵۰۴، أيضاً، ط: رشيديه۔

(۱) أما في الإعتماد غير المغطي كليًا أو جزئيًا، فالمصرف كفيل، و فاتح الإعتماد غير المغطي مكفول عنه، فإذا أخذ المصرف عمولة مقابل المبلغ المكفول به، لا مقابل العمل الّذي يقوم به فقد أخذ أجر مقابل الكفالة ذاتها وهو لايجوز۔ (الفقه الإسلامي وأدلّته: (۴۱۷۸/۶، ۴۱۷۹) الفصل العاشر: الكفالة، المبحث الخامس: رجوع الكفيل على الأصيل، ملحق: أخذ الأجر على الكفالة في الوقت الحاضر، ط: رشيديه، و: (۳۶/۶) ط: دار الفكر بيروت)

الدر مع الرد: (۳۲۰/۵) كتاب الكفالة، ط: سعيد۔

وإن ضمن المستأجر فالمستأجر يرجع بما ضمن على المرتهن؛ لأنّه صار مغرورًا من جهته فيرجع عليه بضمان الغرور وهما ضمان الكفالة، ولا أجرة عليه؛ لأنّ الأجرة والضمان لا يجتمعان۔ (بدائع الصنائع: (۱۴۷/۶) كتاب الرهن، فصل: وأمّا حكم الرهن، ط: سعيد)

(۲) انظر الى الحاشية السابقة تحت عنوان: ''ایل، سی''۔

حرام ہے۔[۱]

☆......قرض کی نوعیت دو قسم کی ہوتی ہے: کبھی تو باقاعدہ قرض لیا جاتا ہے جب کہ یہ معاہدہ ہو کہ بروقت رقم کی ادائیگی بینک کرے گا اور درآمد کرنے والا اس کے کچھ عرصے بعد بینک کو ادا کرے گا، یہ ایک الگ معاہدہ ہوتا ہے، ایل، سی کی فیس کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اس پر الگ سے باقاعدہ شرح سے سود لیا جاتا ہے۔

کبھی باقاعدہ تو قرض نہیں لیا جاتا، لیکن خود بخود معاملات کے درمیان بینک سے ایل، سی کھلوانے والے کے ذمے قرض ہو جاتا ہے، یہ اس طرح ہوتا ہے کہ کبھی ایل، سی کھلواتے وقت پوری رقم کی ادائیگی ہو جاتی ہے اس کو سو فی صد مارجن پر ایل، سی کھلوانا کہتے ہیں، کبھی کچھ رقم کی ادائیگی ہوتی ہے، مثلاً: پچیس فی صد کی ادائیگی پر ایل، سی کھولی جاتی ہے، اس کو پچیس فی صد مارجن پر ایل سی کھولنا کہتے ہیں۔

اب اس صورت میں جب کہ ادائیگی کے بغیر یا کچھ ادائیگی پر ایل، سی کھولی گئی ہو تو کاغذات آتے ہی بینک رقم ادا کر دیتا ہے، بشرطیکہ سامان کے کاغذات ایل، سی کی شرائط کے مطابق ہوں، مگر درآمد کرنے والوں کی طرف سے کسی وجہ سے ادائیگی میں چند دن تاخیر ہو جاتی ہے، مثلاً: اس لیے تاخیر ہوگئی کہ بینک کی طرف سے رابطہ کرنے میں تاخیر ہوگئی ایسی صورت میں اتنے دن کا قرض خود بخود ہو جاتا ہے، اس قرضے پر بھی سود لیا جاتا ہے اور یہ ناجائز ہے۔[۲]

ایل، سی کا متبادل

☆......ایل، سی کا متبادل یہ ہے کہ یہ معاملہ شرکت یا مضاربت کے طریقے پر کیا جائے، اگر ایل، سی زیرو مارجن پر ہو تو مضاربہ ہوگا اور بینک رب المال (سرمایہ

(۱، ۲) انظر الحاشیة السابقة

کا مالک) اور امپورٹر مضارب ہوگا۔ اور اگر ایل، سی کھلوانے والا بھی کچھ رقم لگا رہا ہے تو شرکت ہوگی۔

☆...... مشارکہ یا مضاربہ کی صورت یہ ہوگی کہ بینک امپورٹر سے کہے گا کہ: مال کی قیمت ہم ادا کردیتے ہیں اور مال کو بیچنے سے جو نفع آئے گا وہ طے شدہ تناسب سے تقسیم کرلیا جائے گا۔

☆...... نیز اس میں یہ صورت بھی ہوسکتی ہے کہ بینک ایک مخصوص مدت کے لیے مشارکہ کرے، اس وقت تک اگر سامان فروخت ہوکر نقد رقم مل گئی تو نفع طے شدہ تناسب سے تقسیم کرلیا جائے اور اگر سامان بازار میں فروخت نہیں ہوا تو امپورٹر بینک کا حصہ خرید کر اسے ادائیگی کردے۔[1]

ایل، سی کھولتے وقت پوری رقم جمع کرے

ایل، سی کھولتے وقت پوری رقم جمع کرانا ضروری ہے، ورنہ سود ادا کرنا

---

(۱) وشرعا (عبارة عن عقد بين المتشاركين في الأصل والربح .... (الدر مع الرد: (۲۹۹/۴) كتاب الشركة، ط:سعيد)

🗀 البحر الرائق: (۱۶۶/۵) كتاب الشركة، ط:سعيد۔

🗀 (هي) لغة مفاعلة من الضرب في الأرض وهو السير فيها، وشرعا (عقد شركة في الربح بمال من جانب) رب المال (وعمل من جانب) المضارب۔ (الدر مع الرد: (۶۴۵/۵) كتاب المضاربة، ط: سعيد)

🗀 شرح المجلة للأتاسي: (۳۲۵/۴) المادة: ۱۴۰۴، الباب السابع: في حق أحكام المضاربة، الفصل الأول: في بيان تعريف المضاربة وتقسيمها، ط: رشيديه۔

🗀 لأحد الشريكين إن شاء بيع حصته إلى شريكه، إن شاء باعها لآخر بدون إذن شريكه .... (شرح المجلة لرستم باز: (۳۸۳/۱) المادة: ۱۰۸۸، الكتاب العاشر: في أنواع الشركات، الباب الأول: في شركة الملك وتقسيمها، الفصل الثاني: في كيفية التصرف في الأعيان المشتركة، ط: فاروقيه كوئٹه)

🗀 شرح المجلة للأتاسي: (۲۸/۴) المادة: ۱۰۸۸، أيضا، ط: رشيديه۔

پڑے گا اور سود ادا کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ (۱)

ایل سی میں گارنٹی کی فیس دینا

(۳۹۶)

اگر ایل سی کھولتے وقت بینک میں پوری رقم جمع نہ کرائی جائے تو اس صورت میں بینک اپنی طرف سے رقم جمع کرادے گا یا گارنٹی دے گا، اگر بینک رقم جمع کرادے گا تو اس پر سود لے گا اور سود دینا اور لینا ناجائز اور حرام ہے۔ اور اگر بینک گارنٹی دے گا تو بینک گارنٹی دینے کی فیس لے گا اور گارنٹی دینے کی فیس لینا ناجائز اور حرام ہے۔ شریعت میں یہ دونوں صورتیں ناجائز ہیں اور ان طریقوں سے ایل، سی کھولنا بھی ناجائز ہے۔ ہاں اگر ایل، سی کھولتے وقت پوری رقم جمع کرادی جائے تو جائز ہے۔ (۲)

اینٹ کے وزن کے برابر فروخت کرنا

''مبیع کی تعیین ضروری ہے'' عنوان کے تحت دیکھیں۔ (۹۲/۶)

ای میل

ای میل کے ذریعے عقد کرنے کے لیے ایجاب (آفر) کرنے والے کی طرف سے فریق ثانی کے نام، وقت اور تاریخ کے ساتھ ایک پیغام بھیجا جاتا ہے، اس کے لیے ای میل، ویب سائٹس کو استعمال کرنا ہوتا ہے اور کمپیوٹر کے '' کی بورڈ'' پر بٹن دباتے ہی فریق ثانی کی طرف پیغام منتقل ہو جاتا ہے اور جب فریق ثانی اس کے لیے خاص کیا ہوا پیج کھولتا ہے تو وہاں پر اس کے لیے اس پیغام کو کھول کر پڑھنا، اس کا پرنٹ نکالنا ممکن ہوتا ہے اور اگر چاہے تو اسے فائل میں منتقل بھی کر سکتا ہے، اور

(۱) انظر الحاشیۃ تحت عنوان: ''ایل، سی پر فیس''۔

عقد کا یہ طریقہ بھی درست ہے۔[۱]

ای میل سے سودا کرنا

''ٹیلی فون سے سودا کرنا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۶۵/۳)

ای میل کے ذریعے ایجاب ہوا

''ٹیلیفون کے ذریعے ایجاب ہوا'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۶۶/۳)

ای میل کے ذریعے عقد کرنے کا حکم

''برقی تحریر کے ذریعے عقد کرنے کا حکم'' عنوان کے تحت دیکھیں۔(۱۰۷/۲)

این، آئی، ٹی (N.I.T) (نیشنل انویسمنٹ ٹرسٹ)

متعدد ممالک میں ''یونٹ ٹرسٹ'' کا تصور موجود ہے، اور وہ یہ ہے کہ ایک

---

(۱) كما يكون الإيجاب والقبول بالمشافهة يكون بالمكاتبة أيضا، ويكونان أيضا بالرسالة، كما لو قال: بعث هذا من فلان بكذا فاذهب يا فلان وبلغه، فذهب الرسول وأخبر المشتري في مجلس وصول الرسالة إليه تم البيع.... (شرح المجلة لرستم باز: (۶۳/۱)، المادة: ۱۷۳، البيوع، الباب الأول: في بيان المسائل المتعلقة بعقد البيع، الفصل الأول: فيما يتعلق بركن البيع، ط: فاروقيه كوئته)

▭ شرح المجلة للأتاسي: (۳۴/۲) المادة: ۱۷۳، أيضا، ط: رشيديه۔

▭ وكذلك يجوز أن يعقد البيع بالكتابة والرسالة، قال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "صورة الكتابة أن يكتب: "أما بعد فقد بعت عبدي فلانا منك بكذا" فلما بلغه الكتاب، قال في مجلس ذلك: اشتريت، تم البيع بينهما... ويقاس عليه التلكس والفاكس، حيث يجوز الإيجاب والقبول بهما بشرط أن يكونا آمنين من التزوير، وجاء في قرار (۶/۳/۵۴) لمجمع الفقه الإسلامي بجدة: "إذا تم التعاقد بين غائبين لا يجمعهما مكان واحد، ولا يرى أحدهما الآخر معاينة، ولا يسمع كلامه وكانت وسيلة الاتصال بينهما الكتابة أو الرسالة، أو السفارة (الرسول) وينطبق ذلك على البرق والتلكس والفاكس وشاشاب الحاسوب الآلي (الكمبيوتر) ففي هذه الحالة ينعقد العقد عند وصول الإيجاب إلى الموجه إليه وقبوله.... (فقه البيوع: (۳۹/۱) المبحث الأول: في حقيقة البيع وطرق انعقاده... الباب الثاني: في أحكام الإيجاب والقبول، البيع بالكتابة والآلات الحديثة، ط: مكتبة معارف القرآن)

فنڈ قائم کیا جاتا ہے، جس میں لوگوں سے سرمایہ حاصل کیا جاتا ہے اور پھر اس فنڈ کی رقم سے خود براہ راست کاروبار کرنے کی بجائے رقم مختلف نفع بخش کاموں میں لگائی جاتی ہے، ان سے مجموعی طور پر جو نفع ہو وہ لوگوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے، ''این، آئی، ٹی'' بھی ایک ادارہ ہے جو اس قسم کے فنڈ کے انتظامی فرائض انجام دیتا ہے، فنڈ کے یونٹ بنا لیے جاتے ہیں یونٹ بیچ کر لوگوں سے رقم جمع کر کے اس سے سرمایہ کاری کی جاتی ہے، عموماً اس کی سرمایہ کاری شیئرز میں ہوتی ہے، مختلف کمپنیوں کے شیئرز لے کر نفع حاصل کیا جاتا ہے، کسی بھی کمپنی کے شیئرز جاری ہوں تو این، آئی، ٹی کو ترجیحی حق دیا گیا ہے کہ وہ بیس فی صد تک چاہے تو شیئرز لے سکتا ہے۔

حج وعمرہ کے دوران قدم قدم پر مختلف مسائل پیش آتے ہیں، حجاج کرام کے لیے اردو زبان میں حروف تہجی کے مطابق ترتیب دی گئی مسائل حج وعمرہ کی پہلی باحوالہ جامع ترین کتاب، دیدہ زیب ٹائٹل، اعلیٰ کاغذ، عمدہ طباعت۔

زکوۃ کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا

زکوۃ وعشر کے ضروری مسائل کا حوالہ جات کے ساتھ اردو زبان میں پہلا انسائیکلوپیڈیا، علماء وعوام سب کے لیے ایک قیمتی تحفہ، اعلیٰ اور سادہ دونوں (طباعتی) اقسام میں دستیاب۔

وضو کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا

طہارت نماز کی کنجی ہے، استنجاء سے لے کر وضو تک کے جملہ مسائل باحوالہ حروف تہجی کے مطابق اس میں جمع کر دیے گئے ہیں، ہر مسلمان گھرانہ کی ضرورت۔

بیت العمار کراچی
+92 333 3136872 +92 302 3305466
+92 333 3845224